أُولَٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ

مقالاتِ راشدیہ

جلد پنجم

از قلم شَیخُ العَرَبِ وَالعَجَم فَضِیلَۃُ الشَّیخ

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

اِعداد: الشیخ افتخار احمد تاجُ الدین الازہری حفظہ اللہ

- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کے درمیان مناظرہ
- رفع الیدین کی اصل حقیقت
- رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف
- آپ ﷺ کے والدین کے ایمان اور عدم ایمان پر علمی بحث
- آپ ﷺ کا طریقہ حج
- فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم
- نماز کی مسنون دعائیں
- چالیس احادیث کا مجموعہ

NOMANI

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے

جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرستِ مضامین

المقالة الأولى

أدعية الصلوٰة

- نماز کی مسنون دُعائیں 21
  - دعاء استفتاح 23
  - نماز شروع کرنے کی دعا 23
  - تعوذ پڑھنے کا طریقہ 25
  - رکوع کی دعائیں 25
  - رکوع سے اٹھنے کی دعائیں 26
  - سجدے کی دعائیں 27
  - دو سجدوں کے درمیان کی دعا 28
  - جلسہ استراحت 29
  - تشہد 29
  - درود شریف 31
  - درود شریف کے بعد کی دعا 31
  - آخری قعدے کی دعائیں 31
  - آخری دعا 32
  - سلام 33
  - سلام کے بعد کی دعائیں 33
  - آیۃ الکرسی 34

- سورۃ اخلاص پڑھنا 35
- تسبیحات 36
- جماعت کی طرف منہ پھیرتے وقت کی دعا 36
- صف میں داخل ہوتے وقت کی دعا 37
- نماز میں اگر چھینک آجائے تو یہ دعا پڑھے 37
- نماز میں اگر سانس پھول جائے تو یہ دعا پڑھے 37
- سجدہ تلاوت کی دعائیں 37
- مغرب اور فجر کی نماز کے بعد کی دعائیں 38
- سید الاستغفار 38
- مغرب کی سنتوں کے بعد کی دعا 39
- فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا 39
- نماز کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا 39
- نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا 40
- دُعائے قنوت 40
- وتر کے بعد کی دعا 41
- تہجد کی دعائیں 41
- نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے کی دعائیں 43
- دعائے استفتاح برائے نماز تہجد 43
- نماز تہجد کے بعد 43
- اذان اور تکبیر کی دعائیں 44
- مغرب کی اذان سنتے وقت کی دعا 44
- اذان کے بعد کی دعائیں 45
- تکبیر کے بعد کی دعا 46

- وضو کی دعائیں 46
- غسل 47
- نماز تسبیح 47
- نماز جنازہ کی دعائیں 48
- سلام 48
- طریقہ نماز جنازہ 48

المقالة الثانية

رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف

اختلافی مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں 51

- عیدین کا خطبہ سننا فرض ہے یا مستحب؟ 54
- امام شافعی رحمہ اللہ 57
- سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟ 60
- میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا 67
- فریق اول کا مطالبہ ہے 67
- فریق ثانی کا کہنا ہے کہ 67
- ضمنی مسائل 80
- عاشورہ کے کتنے روزے رکھنے چاہیے 80
- زیورات کی زکوۃ 81
- ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں جاندار کی تصاویر ہو 89
- سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں کیا فرق ہے؟ 91
- کیا مروان بن حکم کو مدینہ سے نکالا گیا؟ 92
- کیا مروان بن حکم کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے؟ 93

- علم منطق اور فلسفہ پڑھنا جائز ہے؟ 93
- کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں؟ 97
- دوران نماز آیات کے جواب دینے کا حکم کس پر لازم ہے قاری یا سامع پر؟ 98
- کیا ایسا شخص جو ایک صاع ادا نہیں کرسکتا تو وہ نصف صاع فطرہ نکال سکتا ہے؟ ... 99
- وہ شخص کون تھا جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز سے قبل شروع کیا؟ 102
- کیا نبی ﷺ کے تمام افعال ہمارے لیے وجوب کا درجہ رکھتے ہیں؟ 102
- کیا نبی ﷺ پر اپنی بیویوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟ 103
- بدعتی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟ 104
- رخصت کا کیا مطلب ہے؟ 107
- کس عمل کا آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے؟ 109
- کسی عمل پر ہیشگی کیا وہ وجوب کا درجہ رکھتی ہے یا نہیں؟ 112
- کیا تراویح واجب اور ضروری ہے؟ 113
- اقامت کتنے کلمات پر مشتمل ہے؟ 113
- جنت اور جہنم کہاں ہیں دلیل سے ثابت کریں؟ 114
- اگر کوئی امام عید میں کسی بدعت کو فروغ دے 116
- المسئلة الثانية والعشرون 116
- امام مالک کے قول کی وضاحت؟ 118
- کتاب دستور المتقی کا مصنف کون ہے؟ 118

المقالة الثالثة

عين الشين بترك رفع اليدين

- رفع الیدین کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ 121
- تمہید 124

- عاصم بن کلیب کی روایت 128
- دار قطنی کی روایت 136
- ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا ثبوت 142
- عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث 152
- ابو بکر ابن ابی شیبہ کی روایت 172
- یزید بن ابی زیاد کی سند 178
- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت 196
- ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث 210
- عبداللہ بن زبیر کی روایت 214
- حنفیہ کے نزدیک مرسل روایت کی قبولیت 216
- جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت 220
- جناب عمر رضی اللہ عنہ کا اثر 220
- جناب علی رضی اللہ عنہ کا اثر 224
- ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر 232
- جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر 236
- امام ابو حنیفہ اور امام عبداللہ بن المبارک کا ایک دلچسپ مکالمہ 242
- الفصل الثانی 243
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ حج 249
- تحسین امام ترمذی 266

المقالة الرابعة

كحل العينين في تحقيق مناظرة أبي حنيفه مع الأوزاعي في رفع اليدين

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی کے درمیان مناظرہ رفع الیدین کی اصل حقیقت... 293

امام زہری اور شیخ حماد میں سے زیادہ فقیہ کون؟............ 312

کیا ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ ہیں؟............ 314

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے افضلیت میں مقدم ہیں............ 326

اجمالی جواب............ 330

ابن عمر کی روایت کو ابن مسعود کی روایت پر ''۱۷'' وجوہات سے ترجیح حاصل ہے.... 336

المقالة الخامسة

تحقيق الدعاء برفع اليدين وما قيل في اسلام الأبوين

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق تحقیق............ 353

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کا معاملہ............ 376

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے قائلین کا نکتہ ہائے نظر............ 376

المقالة السادسة

التبصرة على كتاب الجماراني

مولانا الھڈنو جمارانی کی کتاب پر تبصرہ............ 449

المقالة السابعة

حجة الوداع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ حج............ 465

- حجۃ الوداع کا قصہ 468
- حج کب فرض ہوا؟ 468
- نبی کریم ﷺ نے کتنے حج کیے؟ 468
- آپ کا سفر حج 469
- حاجی احرام کہاں سے باندھے؟ 470
- تلبیہ کی ابتداء کہاں سے؟ 470
- احرام کی اقسام اور نبی کریم ﷺ کا احرام اور تلبیہ کے الفاظ 471
- محرم کے لیے شکار کا حکم 472
- آپ ﷺ کا مکہ میں داخلہ اور اذکار 478
- طواف 479
- سعی صفا و مروہ 481
- کیا عمرہ کے لیے ہدیہ لازمی ہے؟ 483
- منیٰ کی طرف روانگی 485
- عرفہ کی طرف روانگی 486
- خطبہ حجۃ الوداع 487
- عرفات میں جمع بین الصلاتین 491
- میدان عرفات میں دعائیں 492
- مزدلفہ میں آمد 496
- منیٰ کی طرف روانگی 496
- جمرۃ عقبہ کی رمی 499
- منیٰ میں واپسی اور خطبہ 500
- قربانی حج میں 501
- بال منڈوانا 502

- آپ کا احرام کھولنا 503
- زمزم پر آمد اور زمزم کا پانی پینا 504
- آب زم زم کی تاریخ 505
- دوسرے جمرات کی سعی 507
- منیٰ سے روانگی اور وادی محصب میں آمد 511
- طواف الوداع کے لیے مکہ آمد 512
- بیت اللہ کے اندر نماز 512
- مدینہ کو واپسی 513
- سفر کے دوران مختلف مسنون اذکار 514
- مدینہ میں آمد 518
- تتمہ 520
- مدینہ المنورہ کی فضیلت 520
- مسجد نبوی کی فضیلت 521
- مدینہ منورہ کی طرف مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے جانا 522
- مسجد میں داخل ہونے کے آداب 522
- بہشتی باغ 523
- مسجد نبوی میں چالیس نمازیں 524
- قبر مبارک کی طرف جانا 524
- مسجد قبا کی فضیلت 525

المقالة الثامنة

الأربعین فی الأحادیث

- چالیس احادیث کا مجموعہ 527
- ارکان اسلام 529

- جنت میں داخل کرنے والے اعمال 529
- اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق 530
- گناہوں کا کفارہ 530
- گناہوں کا کفارہ 531
- پنج وقتہ نماز کی اہمیت 531
- اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل 532
- مسلمان کے مسلمان پر حقوق 532
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا 533
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا 534
- سخی کی فضیلت اور بخیل کی مذمت 534
- ظلم اور بخل کی سزا 534
- صدقے کی فضیلت 535
- قرآن کے متعلّم اور معلم کی فضیلت 535
- دعا کی قبولیت کی شرائط 536
- رمضان کی فضیلت 536
- روزہ، قیام اللیل اور لیلۃ القدر کی فضیلت 537
- روزہ دار کی فضیلت اور روزے کے آداب 537
- حج کی فضیلت 538
- رمضان میں عمرے کی فضیلت 538
- یوم عرفہ کی فضیلت 538
- محنت کی عظمت 539
- حلال رزق کھانے کی فضیلت 539
- حلال رزق کمانے کی فضیلت 540

- سود کی مذمت 540
- کبیرہ گناہ 541
- سات ہلاک کرنے والے گناہ 541
- منافق کی نشانیاں 542
- مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت 542
- مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت 543
- شہید کی عظمت 543
- کسی کی زمین غصب کرنے والے کی سزا 544
- چور اور ظالم کی سزا 544
- دین دار عورت سے نکاح کرنے کی فضیلت 545
- ناحق قتل کی سزا 545
- شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا 546
- شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا 546
- جھوٹی قسم کی سزا 547
- مجاہد کی فضیلت 547
- حرام جانور اور پرندہ 548

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

''مقالات راشدیہ جلد پنجم''

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لا نبي بعده أمّا بعد:

بحمد اللہ مقالات راشدیہ کی پانچویں جلد قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

چار جلدوں کی کامیابی اور خوبصورت طباعت کے بعد جلد نمبر 5 کی جھلک اور زیب و زینت قارئین کی دلچسپی میں ایک اور اضافہ ہوگا، ان شاء اللہ مذکورہ جلد جد امجد الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی چند مقالات کا مجموعہ ہے۔

المکتبۃ الراشدیہ کی علمی کاوشوں میں سرفہرست جد امجد رحمہ اللہ کی تصانیف، مؤلفات، فتاویٰ، دروس، خطوط، رسائل، حواشی اور چھوٹی بڑی کتب مطبوع اور غیر مطبوع کو زیور طباعت سے آراستہ کرا کے عوام الناس تک پہنچانا ہے۔ ان شاء اللہ

جد امجد رحمہ اللہ کی مطبوع اور غیر مطبوع کتب خصوصاً فتاویٰ، تعلیقات اور حواشی کو منظر عام پر لانا اوّلین ترجیح ہے۔ حواشی جو کہ مخطوط اور غیر مخطوط مطبوع اور غیر مطبوع کتب سے جمع کیے جارہے ہیں تمام بیرونی اور اندرونی مکتبات اور ادارے نوٹ کرلیں کہ مذکورہ علمی نکات کی طباعت کے حقوق صرف اور صرف المکتبۃ الراشدیہ لصاحبہا جد امجد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور تحریری اجازت کے بغیر شایع کرنا اور سرقہ کرنا غیر شرعی اور غیر اخلاقی حرکت ہے کوئی بھی ادارہ اور مکتبہ طباعت کرنے کا مجاز نہیں۔ جد امجد رحمہ اللہ کی قرآن پاک کی تفسیر جو کہ بدیع التفاسیر کے نام موسوم ہے اور سندھی زبان میں گیارہ جلدوں پر مشتمل علمی ذخیرہ ہے جس کا اردو ترجمہ جلد از جلد طبع ہوکر اردو دنیا میں سلف صالحین کی

طرز اور انداز میں ایک اور اضافہ ہوگا اور ملحدین، متکلمین، فلسفی اور صوفی ازم کے پرچار کرنے والوں کا سدباب ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تفسیر قرآن عربی دو جلدوں پر مشتمل ایک علمی سرمایہ عرب دنیا کے لیے علم میں بڑا اضافہ اور شکوک و شبہات کا ازالہ ہوگا خصوصاً مقدمہ، سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ کی تین جلدیں علماء اور طلباء کے لیے یکساں مفید ہوں گی۔ ان شاء اللہ

جدامجد رحمہ اللہ کی عربی تصانیف بھی بحمد اللہ کافی ہیں تفسیر قرآن طباعت کے لیے تیار ہے اور دوسری کتب بھی تحقیق اور تصحیح کے مراحل سے گزر کر طباعت کی منتظر ہے۔ ریسرچ اور تحقیق کے حوالے سے عرض ہے کہ مختلف کتب پر علماء اور طلباء مزید تحقیق کے مراحل طے کر رہے ہیں۔

جیسا کہ: "السمط الابریز" پر ہمارے فاضل بھائی حافظ ریاض عاقب اثری حفظہ اللہ "فضل الملک العزیز دراسۃ والتحقیق السمط الابریز" کے نام سے ملتان زکریا یونیورسٹی سے M.Phil کر رہے ہیں۔

"توحید خالص" پر مدینہ یونیورسٹی سے ہمارا اکرم بھائی حماد مدنی حفظہ اللہ "جھود الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی السندی فی تقریر عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ" ماجستیر کر رہے ہیں۔

کویت سے ہمارے معزز بھائی شکیل احمد بلتی حفظہ اللہ جدامجد کی علمی خدمات پر ریسرچ و تحقیق کے مراحل سے رواں دواں ہے۔ فللہ الحمد.

المکتبۃ الراشدیہ کی طرف سے "ریسرچ سینٹر" کا قیام کیا جارہا ہے اور جامعۃ الراشدیہ کا وسیع پروجیکٹ جو کہ بائیس ۲۲ ایکڑ پر مشتمل ہے اندرون اور بیرون ممالک کے لیے مصادر اور مراجع ہوں گے۔ ان شاء اللہ "الیس منکم رجل الرشید"

راشدی ریسرچ سینٹر میں تمام محققین اسکالرز علماء، طلباء اور مفکرین و دانشوروں کے لیے تحقیق میدان کھلا ہوا ہے اور "تعاونوا علی البر والتقویٰ" کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ "تعالوا الی کلمۃ اللّٰہ" المکتبۃ الراشدیہ کی علمی دنیا اور وسیع خزانوں سے کثیر تعداد میں علماء اور طلباء فیض یاب ہوئے ہیں اور Ph.D کرنے والے مستفید ہورہے ہیں جدامجد کی علمی خدمات پر Ph.D کرنے والوں میں ہمارے معزز ساتھی اور جدامجد کے کاتبین بھی شامل ہیں۔

جن میں پروفیسر عبدالعزیز نہڑیو حفظہ اللہ Ph.D کا مقالہ "راشدی خاندان اور اُس کی علمی خدمات" کے عنوان پر تیار ہوکر منظر عام پر آرہا ہے اور پروفیسر عبدالغفار جونیجو حفظہ اللہ تفسیر بدیع التفاسیر اور

اس کے مصادر اور مراجع کے عنوان سے مقالہ Ph.D تیار کر رہے ہیں۔ اللھم زد فزد.

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص کے نگران اور ہمارے معزز مہربان حاجی محمد اسماعیل صاحب وکیل حفظہ اللہ جد امجد رحمہ اللہ کے قریبی اور محسن رفقاء میں سے ہیں۔ بحر العلوم کی خصوصی توجہ اور ان کے مدیر اخی الکریم شیخ افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ کی ذاتی دلچسپی اور خلوص کی بدولت بحمد اللہ مقالات کی جلد نمبر 5 آپ کے ہاتھوں کی زینت اور علم میں اضافہ کا باعث ہے۔ "تقبل اللہ جھودھم" رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" میں المکتبۃ الراشدیۃ کی طرف سے اور اپنے بھائیوں کی طرف سے انتظامیہ بحر العلوم اور مدیر کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام جھود اور مساعی قبول فرمائے اور اخلاص وللّٰہیت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

مکتبہ نعمانیہ کا بے حد مشکور ہوں محترم ضیاء الحق نعمانی کی دلی کاوش کا ثمرہ ہے کہ بحمد اللہ مقالات راشدیہ سے ہر گھر، ہر دکان، ہر مکتبہ اور لائبریری کی زینت میں اضافہ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور مزید اخلاص کے ساتھ قرآن وحدیث کی نشر واشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بحمد اللہ جد امجد کے والد ماجد ہمارے بڑے دادا جان سیّد احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی کتب بینی اور ذوق مطالعہ کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ جو کتاب بھی گہرائی سے مطالعہ کرتے تو اس کے اوپر حواشی لگاتے جاتے ان میں سے مخطوط "کتاب الضعفاء" للعقیلی مجلدین کے آخر میں رقم طراز ہیں کہ "طالعتہ من أولہ الی آخرہ" اور ان کے والد سیّد رشد اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کا بھی یہی عالم تھا کہ جو کتاب بھی مطالعہ کرتے حواشی کے انبار لگا دیتے۔ فللّٰہ الحمد۔ جد امجد رحمہ اللہ کا بھی انداز مطالعہ وہی تھا۔ کم وبیش ہزاروں کتب پر حواشی ونوٹس محققین کو دعوت دے رہے ہیں۔

بحمد اللہ المکتبۃ الراشدیۃ کے تحت راشدیہ ریسرچ سینٹر نے یہ علمی جواہر اور موتی جمع کرنے شروع کر دیے ہیں کثیر تعداد میں ایسی کتب موجود ہیں جن میں یہ مرقوم ہے کہ "طالعتہ من أولہ الی آخرہ" وقت نے ساتھ دیا تو ان شاء اللہ ایک ایک بکھرے موتیوں اور علمی نکات کو کتاب کی شکل میں لایا جائے گا۔

المرکز الاسلامی للبحوث العلمیۃ کراچی کے تعاون سے عربی کتب کی کمپوزنگ اور تصحیح کے مراحل کیے گئے ہیں اور تحقیق وطباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ ان شاء اللہ

جن میں معجم الکبیر الطبرانی ۲۵ مجلد، معجم الصغیر، معجم الأوسط، صحیح ابن خزیمة ۵، مسند حمیدی ۲، وغیرها کتب کثیر۔ فللّٰه الحمد.

① التعليق المنصور على فتح الغفور تحقيق وضع اليدين على الصدور للشيخ محمد حيات السندى ۸ء.

② القنديل المشعول لتحقيق حديث اقتلوا الفاعل والمفعول ۱۵، زجاجة القنديل ۸، التذييل للقنديل فی تحقيق حديث البهيمة ۵، التكميل لتذييل القنديل ۵.

③ الرسالة المسماة بتحقيق المقطوع فی اثبات وضع اليمين على الشمال بعد الركوع ۱۳.

④ انماء الزكن بجواب انهاء السكن ۱۲۷، ۱۸ وصول الإلهام لأصول الاسلام غير منقوط ۵.

⑤ شيوخ الامام البيهقی ۱۹.

⑥ الطوام المرعشة فی بيان اهل الرأي المدهشة ۳۱.

⑦ اعفاء اللحی للشيخ محمد حيات مع الحاشية المسماة بايفاء اللهي ۱۷.

⑧ جزء منظوم فی اسماء المدلسين ء.

⑨ ازهار الحدائق فی من جمع أحاديث خير الخلائق ۱۹۲.

⑩ مقدمة التفسير ۹ء۲.

⑪ تفسير سورة الفاتحة ۳۰۰.

⑫ كتاب التوحيد ۲۲۵.

⑬ رجال.

⑭ توفيق الباری لترتيب جزء رفع اليدين للبخاری ۲۱.

⑮ رفع الارتياب عن حكم الاصحاب ۸۲.

⑯ القول اللطيف فی الاحتجاج بالحديث الضعيف ۳۹، مع التحقيق.

⑰ الاجابة مع الاصابة فی ترتيب احاديث البيهقی على مسانيد الصحابة ۲۳۱.

تا کہ علم عام ہو اور محققین اور طلباء علمی دنیا سے سیراب ہو۔ مخطوطات اور قدیم کتب کے ذخیروں کو دنیا کے کونے کونے سے جمع کیا جائے اور اس کو محفوظ کر کے تحقیقی مراحل طے کیے جائیں اور علماء اور طلباء کو تحقیقی میدان سیر کرنے کی دعوت دی جائے راشدی ریسرچ سینٹر دنیا کے مختلف ممالک سے حاصل کیے ہوئے مخطوطات اور مصورات کا عظیم اور نایاب خزانہ متعارف کرانا چاہتا ہے خصوصی طور پر ملک کے اندر بکھرے اور ناقدری کا شکار قدیمی علمی میراث اور مدفون خزانوں کو ناشناس لوگوں سے حاصل کر کے محفوظ کیا جائے گا اور سی ڈیز کے ذریعے محققین تک پہنچائی جائیں گی۔

ملک کے اندر آثار قدیمہ کے وسیع ذخائر موجود ہیں جن میں سرفہرست مخطوطات مینوکرپٹس ہیں جو ہمیں ہمارے تاریخی اور اسلاف کی یاد لاتی ہے۔ ان میں نجی ادارے، ذاتی، شخصی، مدارس، جامعات، یونیورسٹیز اور میوزمز ہیں لیکن آثار قدیمہ اور علمی میراث کے صحیح معنی میں حفاظت نہیں کی گئی اور نہ ہی محققین کے لیے کوئی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ راشدی ریسرچ سینٹر کے قیام کے مقاصد بحمد اللہ مختلف مراحل طے کر رہے ہیں اور اللہ کی رحمت اور نصرت سے علم کو عام کیا جائے گا، طباعت، نشر و اشاعت، دروس اور علمی محاضرات کے پروگرام کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ آن لائن ایجوکیشن، دینی اور عصری تعلیم کے لیے جامعہ محمدیہ کا قیام زیر غور ہے۔

ملکی اور بیرون ادارے، مطابع، مکتبات اور شخصیات کو دعوت غور ہے کہ اپنی تاریخ اور اسلاف کی حفاظت اور اشاعت میں معاون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہے۔

مقالات راشدیہ جلد نمبر 5 درحقیقت آٹھ کتابوں پر مشتمل ہے:

١ **المقالة الأولى: أدعية الصلوٰة:**......نماز کی مسنون دعائیں۔

٢ **المقالة الثانية: رفع الاختلاف في مسائل الخلاف:**......اختلافی مسائل کا حل۔

٣ **المقالة الثالثة: عين الشين بترك رفع اليدين:**......رفع الیدین کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ۔

٤ **المقالة الرابعة: كحل العينين في تحقيق مناظرة أبي حنيفه مع الأوزاعي في رفع اليدين:**......امام ابوحنیفہ امام اوزاعی رحمہما اللہ کے مناظرے رفع الیدین کی حقیقت۔

٥ **المقالة الخامسة: تحقيق الدعاء برفع اليدين وما قيل في اسلام الأبوين:**......فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق تحقیق۔

٦ المقالة السادسة: التبصرة على كتاب الجماراني:......مولانا الہڈنو جمارانی کی کتاب پر تبصرہ۔

٧ المقالة السابعة: حجة الوداع :...... نبی کریم ﷺ کا طریقہ حج۔

٨ المقالة الثامنة: الأربعين في الأحاديث:......چالیس احادیث کا حسین مجموعہ۔

بحمد اللہ مذکورہ کتب کا مطالعہ کرکے حقیقت واضح ہوجائے گی اور حق و باطل میں تمیز اور فرق ہوجائے گا۔"قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جد امجد کی مساعی اور جہود قبول فرمائے اور ہمیں ان کی کتب رسائل فتویٰ اور حواشی طبع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

والله المستعان

نصرت اللہ شاہ الراشدی

مدیر: المكتبة الراشديه

نیوسعید آباد

سندھ

پیش لفظ:

''مقالات راشدیہ جلد پنجم''

سیّد ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا علمی ذخیرہ

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہ لَایَقْبِضُ العِلْمَ انتزاعًا ینتزعُہ من العِبادِ، ولکن یَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمآءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمُ اتخذ الناسُ رُؤُسًا جُھَّالاً، فَسُئِلُوا فَا فْتَوا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا واَضَلُّوا.)) (صحیح بخاری)

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح ختم نہیں کرتا کہ بندوں (کے سینوں) سے اس کو نکال لے بلکہ علماء کو قبض (فوت) کر کے علم کو قبض کر لیتا ہے یعنی کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہ رہے تو لوگ جاہلوں کو اپنا رئیس بنا لیتے ہیں، پھر ان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیتے ہیں اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسرے کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔''

اس حدیث پر جب ہم غور وخوض کرتے ہیں تو ہم کو آج اس معاشرہ میں اس کا عملی مصداق نظر آتا ہے، حقیقی علم کو سمجھنے والے عامل محدثین، مفسرین اور فقہاء دنیا فانی کو چھوڑ چکے ہیں، اب صرف علم وفہم سے عاری علماء رہ گئے الا ما شاء اللہ خصوصا صوبہ سندھ میں تو قحط الرجال ہے حالانکہ مساجد پہلے سے زیادہ، مدارس بے شمار، آئے دن کوئی نہ کوئی کتاب مارکیٹ کی زینت بنی ہوتی ہے لیکن پھر بھی علماء کرام کسی بھی نقطہ نظر میں فیصلہ کی استعداد سے محروم نظر آتے ہیں لیکن قربان جاؤں سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے علم اور عمل پر انہوں نے علم حدیث میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے وقت کے شیخ الحدیث محترم جناب علامہ یوسف کلکتوی رحمہ اللہ اپنی وفات سے ۲ سال قبل اپنے قریبی ساتھی محترم محمد عتیق سے تین اہم مسئلوں میں اختلاف ہوا تو بحیثیت جج ان کی نظر اپنے سے عمر میں چھوٹے شیخ بدیع الدین صاحب سے 1967 کو رجوع کیا کہ ہمارا ان مسائل میں اختلاف ہوگیا ہے آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں ہم دونوں اپنی اپنی تحریریں آپ کی طرف ارسال کر رہیں ہیں آپ کا فیصلہ ہم کو قابل قبول ہوگا قربان

جاؤں شاہ صاحب رحمہ اللہ پر انہوں نے ایک ایسا تاریخی فیصلہ سنایا اور تحریر کر کے ارسال کیا کہ دونوں فریقین نے آمنـا و صدقنـا کہا اور پھر باقائدہ طور پر شاہ صاحب نے اس فیصلے کو کتابی شکل دے کر اس کا نام "رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف" رکھا۔ الحمد اللہ موجودہ جلد میں یہ مکمل مقالہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالات راشدیہ:

راشدی خاندان کا علمی مجموعہ جس میں محدث العصر سیّد محبّ اللہ شاہ الرشدی رحمہ اللہ ،سیّد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی تمام اردو، سندھی اور عربی کتب کو یکجا کر کے مقالات راشدیہ کے نام سے شائع کیا جارہا ہے جس کی اب تک چار جلدیں شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہیں اور مزید کا سلسلہ تا ہنوز جاری و ساری ہے موجودہ جلد پنجم سیّد بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کے آٹھ علمی مقالات پر مشتمل ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

❶ **نماز کی مسنون دعائیں:** ......اس مقالہ میں شاہ صاحب نے نماز کی تمام اُدعیہ صحیحہ اور اس کے متعلق تمام مسائل کو یکجا کر دیا ہے جو کہ ایک نہایت ہی مختصر اور مفید ہے۔

❷ **رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف** :......محترم علامہ یوسف کلکتوی رحمہ اللہ اور مولانا عتیق صاحب شفیق پریس والے کے مابین تین اہم مسائل میں اختلاف ہوا تو شاہ صاحب ان کے درمیان بحثیت جج تھے وہ مسائل یہ ہیں۔

(۱)...... خطبہ عیدین سننا فرض ہے یا مستحب؟ (۲)...... سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟ (۳)...... ایصال ثواب الی المیت کی نیت سے قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟ اور ان مسائل کے ضمن میں مزید 24 مسائل کی گھتی کو بھی سلجھایا ہے۔

❸ **عین الشین بترك رفع الیدین** :......علماء احناف کے سرخیل محمد ہاشم ٹھٹوی صاحب نے ایک رسالہ "کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین "دو صدی قبل تحریر فرمایا تھا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کا رَدّ پیش کیا اور ثابت کیا کہ رفع الیدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے۔

❹ **کحل العینین فی تحقیق مناظرة أبی حنیفه مع الأوزاعی فی رفع الیدین** :......شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس مقالہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعی کے درمیان مناظرہ رفع الیدین کی اصل حقیقت کو واضح کیا کہ یہ مناظرہ من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

۵ تحقیق الدعاء برفع الیدین وَمَا قیل فی اسلام الأبوین :...... یہ مقالہ دوسوالوں پر مشتمل ہے پہلا سوال ہے کہ

۱: فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا جس کے ضمن میں شاہ صاحبؒ نے دعا کے تمام مروجہ طرق پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۲: سوال نمبر:۲ آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کہ متعلق ہے آیا وہ صاحب ایمان تھے یا نہیں؟ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ مقالہ پڑھنے کے لائق ہے اور کافی طویل اور علمی نکات پر مشتمل ہے۔

۶ التبصرہ علی کتاب الجمارانی :......ایک حنفی عالم مولانا اللہ ڈنو جمارانی کی کتاب جو کہ تراویح کے موضوع پر تھی اس کی کتاب پر شاہ صاحب کا تبصرہ ہے۔

۷ نبی ﷺ کا طریقہ حج:......شاہ صاحبؒ نے اس کتاب کو سندھی میں حجۃ الوداع کے نام سے تحریر کیا ہے جس کو مولانا محمد منیر جونیجو صاحب نے اُردو قالب میں ڈھالا اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کیسے اداء کیا۔

۸ چالیس احادیث کا حسین مجموعہ:...... مذکورہ رسالہ میں شاہ صاحبؒ نے علماء سلف کے طرز پر چالیس احادیث کا مجموعہ جمع کیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی معلومات کا علمی ذخیرہ ہے۔

آخر میں اپنے قارئین کرام سے ایک معذرت کرنا چاہوں گا کہ مقالات راشدیہ کی جلد نمبر (۴) میں کمپوزر کی غلط سیٹنگ کی وجہ سے اغلاط والے چند صفحات شایع ہوگئے جس کی وجہ کافی پریشانی ہوئی کئی ساتھیوں کی تنقید کی زد میں رہا حتی الامکان میری کوشش رہتی ہے کہ غلطی نہ ہولیکن پھر بھی بتقاضائے بشریت غلطیاں آجاتی ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

آخر میں میں اپنے تمام معاونین دوست واحباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میرا ساتھ دیا خصوصا، شیخ راشد الحسن صوفی صاحب، شیخ منیر احمد جونیجو صاحب، شیخ صبغت اللہ صاحب شیخ سیّد علی المرتضی الفاطمی صاحب کا اور اپنے تلمیذ رشید ثناء اللہ تبسم صاحب اور محترم ضیاء نعمانی صاحب کا جنہوں کی تگ ودو سے یہ جلد پنجم آپ کے ہاتھوں میں ہے اور سیّد نصرت اللہ شاہ راشدی صاحب کا تو خصوصی طور پر شکریہ ادا

کروں گا جن کے تعاون سے یہ سلسلہ ذھبیہ جاری وساری ہے اللہ تعالیٰ اُن کو اور ہم سب کو دین حنیف کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اپنی بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت نوازے۔ آمین۔

والسلام

5 مارچ 2013

اِفتخار احمد تاجُ الدین (الازہری حفظہ اللہ)
شیخ الحدیث جامعہ بحر العلوم السّلفیہ
میر پور خاص
0332-2819002

المقالة الأولیٰ

ادعیة الصلاة

نماز کی مسنون دُعائیں

نماز اسلام کا اہم ستون ہے جس کی حفاظت کرنا اور اس پر ہمیشگی کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور ہمیں حکم بھی یہ ہے کہ ہم اسی طرح نماز ادا کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ادا کی تھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ .)) (بخاری) لہٰذا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ پر اپنی نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس مختصر مقالہ کا دلجمعی سے مطالعہ کرے جس میں نماز کی تمام ادعیۂ صحیحہ اور ان کے متعلق تمام مسائل کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

(الازہری)
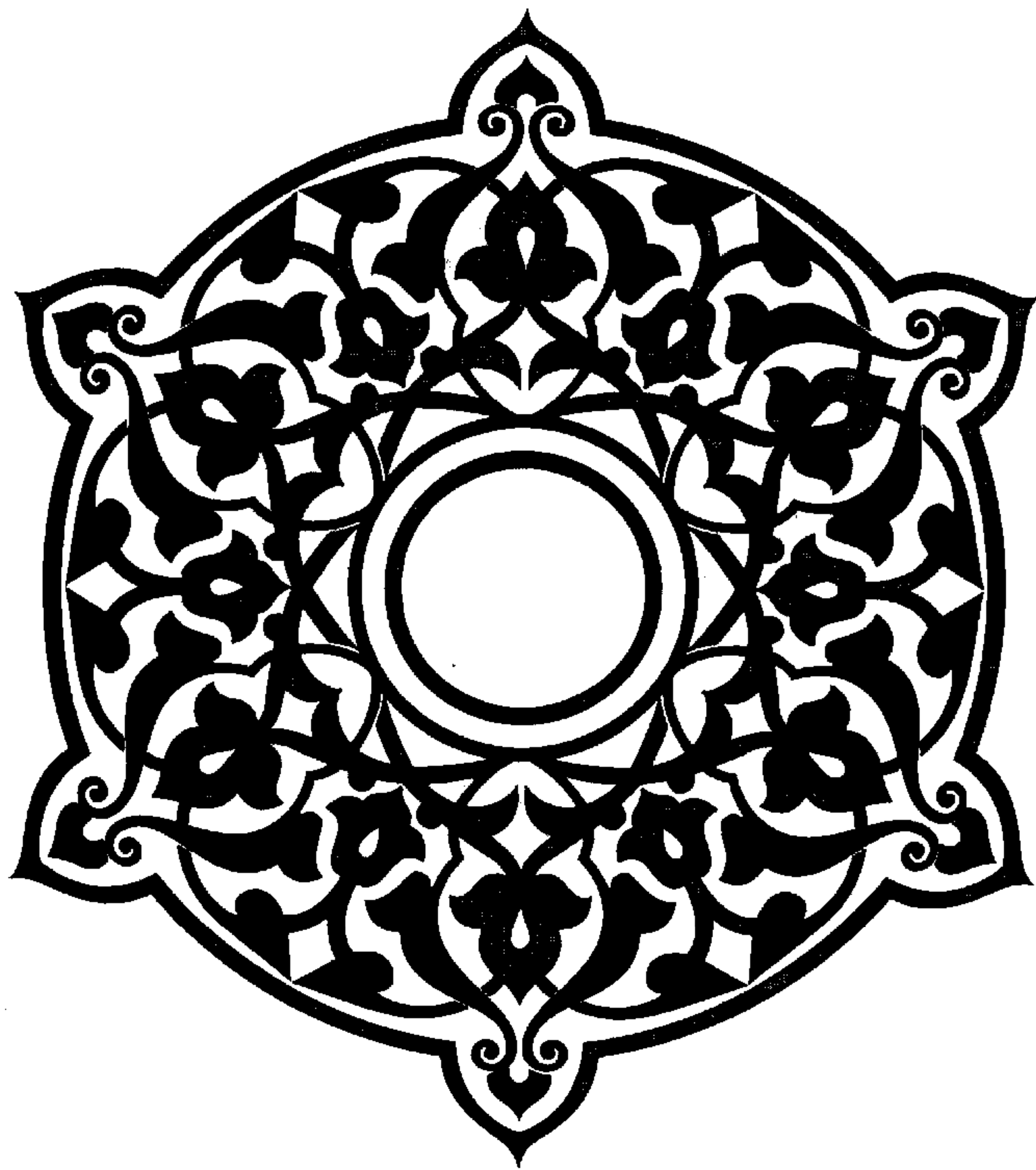
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

اما بعد! اس مختصر سے رسالے میں نماز کی مسنون دعائیں جو محمد رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں ترجمے کے ساتھ تحریر کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

رسول اللہ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، حاکم)

مسئلہ[1]:...... کچھ لوگ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں جبکہ اس کا حدیث نبوی ﷺ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا صرف تکبیر سے نماز شروع کرنا مسنون ہے۔ اور آپ ﷺ زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہیں فرماتے تھے، ایسا کرنا بدعت ہے، نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے۔

دعاء استفتاح

نماز شروع کرنے کی دعا:

رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے۔

1...... ((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِى وَ بَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِى مِنَ الْخَطَايَا، كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ .)) (بخاری ، مسلم)

''اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس قدر فاصلہ کر دے کہ جس قدر تو نے مشرق ومغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔ اے اللہ مجھے گناہوں سے ایسا صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ میرے گناہوں کو اپنی رحمت کے پانی، برف اور اولوں سے دھوڈال۔''

آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

2...... ((وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِي، وَنُسُكِى، وَ مَحْيَایَ، وَ مَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذَالِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔ أَنْتَ رَبِّى وَ أَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِى وَ اعْتَرَفْتُ بِذَنْبِى فَاغْفِرْلِى ذُنُوْبِى جَمِيْعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، وَ اهْدِنِى

لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا ، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ ، لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ ، وَالْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ))

(مسلم ، ترمذی ، نسائی ، ابو داوٗد ، مسند شافعی)

''میں دوسروں سے منہ موڑ کر اپنے چہرہ کو اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بنایا ، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں ، بے شک میری نماز میری قربانی میرا مرنا اور جینا سب اللہ رب العلمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی بات کا مجھے حکم دیا ہے ، اور میں اولین اطاعت گزاروں میں سے ہوں ۔ اے اللہ تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی میرا رب ہے ، اور میں تیرا بندہ ہوں ، میں نے اپنے آپ پر ظلم کئے ہیں اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں ، تو میرے سارے گناہ معاف فرما دے کہ تیرے سوا کوئی اور بخشش کرنے والا ہی نہیں ، اور مجھے اچھے اخلاق سکھا کہ تیرے سوا کوئی اور اچھی عادتیں سکھلا سکتا ہی نہیں ، اور مجھ سے بری عادتیں دور کر کہ تیرے علاوہ میری بری عادتوں کو کوئی دور کر سکتا ہی نہیں ، اے اللہ میں حاضر ہوں اور تجھ سے نیک تمناؤں کا طالب ہوں ۔ ہر قسم کی بھلائیاں تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور برائی کا تجھ سے کوئی سروکار ہی نہیں ، اور ہدایت یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت عطا فرمائے ، میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور تجھ ہی سے پناہ چاہتا ہوں تیرے سوا کسی کے پاس جائے پناہ اور جائے نجات نہیں تو بابرکت اور بلند شان والا ہے ، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیرے طرف رجوع کرتا ہوں ۔''

نوٹ : ...... کچھ حدیثوں میں ''اوّل المسلمین '' کے بجائے ''من المسلمین '' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں دونوں طرح پڑھنا مسنون ہے ۔

آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے :

❸ ...... ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ أَصِيْلًا .))

(ابو داوٗد ، ابن ماجہ)

''اللہ بہت بڑا ہے اور میں اس کی بڑائی بیان کرتا ہوں اور اللہ کی تعریفیں بہت زیادہ ہیں ، صبح وشام کی پاکیزگی اللہ کے لیے ہے ۔''

اور آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے جو دعا نمبر ۲ ہے :

❹ ...... '' اِنَّ صَلَاتِی '' سے '' اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ '' تک ، اس کے بعد یہ پڑھتے تھے ۔

((اَللّٰھُمَّ اھدِنِی لاَحسَنِ العَمَالِ وَاَحسَنِ الاَخلَاقِ لَا یَھدِی لِاَحسَنِھَا اِلَّا اَنتَ وَقِنِی سَیِّیءَ الاَعمَالِ وَسَیِّیءَ الاَخلَاقِ لَا یَقِی سَیِّئَھَا اِلَّا اَنتَ .))

(نسائی)

''اے اللہ مجھے اچھے عمل اور اچھی عادتیں سکھا کہ تیرے سوا کوئی اور اچھائی سکھا سکتا ہی نہیں اور مجھے برے اعمال اور گندی عادتوں سے بچا کہ تیرے سوا برائی سے کوئی بچا سکتا ہی نہیں۔''

اور آپ ﷺ سے یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

⑤...... سُبحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمدِكَ وَتَبارَكَ اسمُكَ وَتَعَالیٰ جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیرُكَ .))

(نصب الرایة ، بحواله کتاب الدعاء للطبرانی ، ابو داؤد ، مسند احمد)

''اے اللہ تو پاک ہے اور تیرے لیے ہی تعریف ہے تیرا نام بابرکت اور شان بلند ہے اور تیرے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔''

مسئلہ۲:...... یہ تمام دعائیں پڑھنا سنت ہے جبکہ پہلی دعا درجہ کے لحاظ سے بڑی اہم ہے کیونکہ یہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے لہٰذا یہ دعا مہتم بالشان ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ "سُبحَانَكَ اللّٰھُمَّ" والی دعا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس بارے میں قولی حدیث ہے، مگر ایسا کوئی حکم حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتا، بلکہ "اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ" والی دعا کے لیے ایسا حکم مل سکتا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان کیا پڑھتے ہیں تو آپ نے یہ دعا بتلائی، گویا اسی کی ترغیب دلا دی یہ نہیں کہا کہ یہ دعا صرف میرے لیے مخصوص ہے اس لیے امت کے لیے بہتر ہے۔

تعوذ پڑھنے کا طریقہ:

رسول اللہ ﷺ قرأت سے پہلے یہ پڑھتے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ .)) (مسند احمد ، نسائی ، ابو داود ، ترمذی ، ابن ماجه)

''میں شیطان مردود کی پھونک، جادو، اور وسوسہ سے اس اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

مسئلہ۳:...... تعوذ ہر رکعت میں قرأت سے پہلے پڑھنا چاہیے۔ (محلّی)

رکوع کی دعائیں:

①...... ((سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ .)) (بخاری ، مسلم)

''اے ہمارے پروردگار تو پاک ہے اور تیرے لیے ہی تعریف ہے اے اللہ مجھے معاف فرما۔''

② ...... ((سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ .)) (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجه، دارمی)

''میرا رب پاک ہے جو بڑی شان والا ہے۔''

③ ...... ((سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ .)) (مسلم)

''اے اللہ تو پاک اور بے عیب ہے فرشتوں اور روح (جبرائیل) کا رب ہے۔''

④ ...... ((سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظْمَةِ .)) (نسائی)

''پاک ہے وہ (اللہ) جو بزرگی والا بادشاہی والا اور بلندی والا ہے۔''

⑤ ...... اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ خَشَعَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .)) (مسلم نسائی، بیہقی، ابن خزیمه، ابن حبان)

''اے اللہ میں نے تیرے لیے ہی رکوع کیا اور تیرا ہی اطاعت گزار بنا، تجھ پر ہی ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا میرے کان اور آنکھیں اللہ رب العالمین کے سامنے جھک گئے۔''

مسئلہ:...... یہ تمام دعائیں اچھی ہیں مگر پہلی دعا ثواب کے لحاظ سے بہترین ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہی دعا پڑھتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

لہٰذا...... کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ دعا پڑھیں اور کبھی کبھی دوسری دعائیں بھی پڑھ لینی چاہئیں تاکہ سنت سے محروم نہ رہا جائے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کے بارے میں قولی حدیث مروی ہے یعنی آپ ﷺ کا حکم ہے اس لیے یہ دعا پڑھنا افضل ہے مگر پہلی دعا کے متعلق بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات یہ دعا پڑھتے تھے "یتئاوّل القرآن" یعنی قرآنی حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ (نووی شرح مسلم وفتح الباری)

بلکہ صحیح بخاری میں ہے کہ سورۃ النصر ﴿اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ ہمیشہ یہ دعا پڑھتے تھے اور سورۃ النصر آپ ﷺ کی آخری عمر میں نازل ہوئی ہے۔ (فتح الباری)

رکوع سے اٹھنے کی دعائیں:

نبی اکرم ﷺ رکوع سے اٹھتے وقت یہ الفاظ ادا فرماتے:

((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ .)) (مسلم)

''جو اللہ کی تعریف کرتا ہے تو (اللہ) اس کی سنتا ہے۔''

پھر سیدھے کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے:

❶ ...... ((رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ .)) (صحیح بخاری)

''اے ہمارے پروردگار تیرے لیے بہت ہی پاکیزہ اور برکت والی تعریف ہے۔''

نوٹ:......ایک روایت میں اس طرح بھی لفظ آئے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ.)) (بخاری ومسلم)

مسئلہ۵:......امام اور مقتدی دونوں "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہیں۔ (بخاری، دارقطنی)

مسئلہ۶:...... یہ تمام الفاظ مسنون ہیں اور امام کے پیچھے با آواز بلند "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" پوری دعا کہنا سنت ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

۲...... ((اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ. لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.))

(مسلم، ابن ماجه)

"اے اللہ تیری اتنی تعریف کہ آسمان وزمین اور اس کے ماسوا جو تو چاہے سب بھر جائیں، تعریف وعظمت بیان کرنے کے آپ ہی مستحق ہیں اور یہ بندہ بھی تیری ہی تعریف کرتا ہے جس کا تو حقدار ہے۔ ہم سارے تیرے بندے ہیں اے اللہ جسے تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری رضا مندی کے بغیر کسی بھی بزرگ ہستی کی بزرگی فائدہ نہیں دے سکتی۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:۔

((لِرَبِّیَ الْحَمْدُ لِرَبِّیَ الْحَمْدُ.)) (حجة الله البالغة، ابو داوٗد)

"میرے رب کے لیے ہی تعریفیں ہیں۔"

یہ دعا بھی ثابت ہے:

((اَللّٰھُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ.)) (مسلم)

"اے پروردگا اپنی رحمت کے پانی، برف اور اولوں سے مجھے گناہوں سے دھوکر صاف کردے۔"

مسئلہ:...... یہ تمام دعائیں ہر نمازی خواہ وہ امام ہو یا مقتدی، چاہے جماعت کے ساتھ ہو یا اکیلے نماز پڑھ رہا ہو سب کو پڑھنی چاہیے۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، دارقطنی، مشکوۃ)

سجدے کی دعائیں:

سجدے کی دعائیں وہی ہیں جو رکوع کی دعاؤں کے ضمن میں لکھی گئی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ دعا نمبر ۳ میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" کی جگہ یہ الفاظ کہیں۔ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" (پاکیزگی میرے

رب کے لیے ہے جو بہت بلند ہے) رکوع کی دعا نمبر ۵ میں "رَکَعْتُ" کے بجائے "سَجَدْتُّ" کہیں جس کا مطلب ہے "میں نے تیرے لیے سجدہ کیا۔"

آپ ﷺ یہ دعا بھی سجدے میں پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ.))

(صحيح مسلم: ٤٨٣)

"اے اللہ میرے تمام گناہ معاف فرما چاہے وہ کم ہوں یا زیادہ، اگلے ہوں یا پچھلے، پوشیدہ ہوں یا ظاہری۔"

((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ، لا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.))

(مسلم)

"اے اللہ میں تیری ناراضگی نہیں رضا مندی چاہتا ہوں اور تیرے عذاب سے معافی کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں میں تیری وہ تعریف نہیں کر سکتا جس تعریف کے تو لائق ہے تیری تعریف تو وہ ہے جو تو نے خود اپنے لیے کی ہے۔"

مسئلہ ۸:...... مذکورہ تمام دعاؤں کا پڑھنا موجب ثواب ہے تمام دعائیں باری باری پڑھنی چاہئیں، مگر دعا نمبر (۱) کثرت کے ساتھ پڑھنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات یہی دعا پڑھتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

اس بات کی مزید وضاحت کے لیے مسئلہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ ۹:...... دوران سجدہ ان دعاؤں کے علاوہ بھی کسی جائز طلب کے لیے کوئی بھی دعا (جس کے الفاظ حدیث میں آئے ہوں) پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ یہ دعا کے قبول ہونے کا وقت ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱۰:...... رکوع اور سجدے میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ (مسلم)

مسئلہ ۱۱:...... رکوع اور سجدے کی دعائیں طاق تعداد میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور حدیث میں درمیانہ عدد دس بتلایا گیا ہے۔ (ابو داود، نسائی)

دو سجدوں کے درمیان کی دعا:

مختلف روایتوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ سجدوں کے درمیان کی دعا آئی ہے ہم یہاں مکمل لکھ رہے ہیں۔

① ...... ((رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ.)) (ابو داود، ترمذی، حاکم، بیہقی، دارمی)

''اے اللہ میری بخشش فرما مجھ پر رحم کر اور مجھے صحت عطا فرما اور مجھے ہدایت نصیب کر اور میرے نقصان پورے کر مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عزت اور بلندی عطا فرما۔''

نوٹ:...... ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ'' کی جگہ ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ'' بھی کہہ سکتے ہیں معنی ایک ہی ہے۔

(نسائی، دارمی)

آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

② ...... ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ''...... ''اے اللہ میرے گناہ معاف فرما۔''

مسئلہ ۱۲:...... یہ دونوں دعائیں مسنون ہیں لہٰذا باری باری دونوں کو پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۳:...... سجدوں کے درمیان کی دعا کتنی بار پڑھنی چاہیے؟

اس بارے میں حدیث میں کوئی صراحت نہیں ہے، اس لیے ایک سے زائد بار پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مگر اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو طاق تعداد پسند ہے۔ (نسائی، ابوداود، ترمذی)

جلسہ استراحت:

کسی خاص حدیث میں اس بارے میں کوئی دعا منقول نہیں ہے، البتہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے متعلق فرمایا: ((انما ھی التسبیح والتکبیر وقراۃ القرآن۔)) (مسلم) ''کہ نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن پڑھنا ہے۔'' اس حدیث سے جو مفہوم سامنے آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ (بیٹھنا) بھی نماز کا جز ہے، لہٰذا اس حالت میں بھی قرآنی آیت یا دعا جو حدیث میں آئی ہو پڑھی جا سکتی ہے، لیکن مقرر نہ کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی تعیین نہیں فرمائی اور بوقت جلسہ استراحت پڑھنا ضروری بھی نہ سمجھے کیونکہ اس بات کا صریحاً حکم بھی نہیں ملتا۔

تشہد:

تشہد کے صحیح الفاظ یہ ہیں:

① ...... ((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا ، وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ . أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ .)) (بخاری، بیہقی)

''ہمہ اقسام کی جانی و مالی عبادتیں، نماز و صدقات اکیلے اللہ ہی کے لیے ہیں، نبی ﷺ پر اللہ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی نازل ہو میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

دوسری روایت میں اس طرح کے الفاظ آئے ہیں:

۲...... ((بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ .))

''اللہ کے نام اور اس پر بھروسہ کر کے شروع کرتا ہوں تمام قسم کی جانی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔''

باقی الفاظ وہی ہیں جو تشہد کے دعا نمبر ا میں گذرے، مگر آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

((اَسْأَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ .)) (نسائی)

''میں اللہ سے جنت کا طلب گار ہوں اور جہنم سے پناہ چاہتا ہوں۔''

اس طرح بھی الفاظ آئے ہیں:

۳...... ((اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ .))

''برکت والی تمام جانی و مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔''

اور آخر میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

((وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ .))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

نوٹ: ......صحیح بخاری میں ''اَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ'' کے بعد یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ۔ ''وہ اللہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔''

مسئلہ ۱۴: ...... پہلے تشہد میں یہ الفاظ کہے جاتے تھے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ .)) ...... ''اے نبی آپ پر سلامتی ہو۔''

لیکن جب نبی ﷺ اس دار فانی سے اپنے رب کی طرف عازم سفر ہوئے تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تشہد میں اس طرح کہنے لگے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .)) ...... ''نبی ﷺ پر سلامتی ہو۔''

(صحیح بخاری، ابو عوانہ، ابن ابی شیبہ، بیہقی، عبدالرزاق)

اسی طرح پڑھنا زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری، عمدۃ القاری، محلی شرح موطا، مصنفہ شیخ سلام اللہ دہلوی حنفی)

کیونکہ غائبانہ طور پر نبی ﷺ کو پکارنا آپ ﷺ کی بے ادبی ہے اور ایسا کرنے میں غیر اللہ کی مشابہت بھی ہے جس میں شرک کا تاثر پایا جاتا ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک)

اور سیدہ کائنات ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا قاسم بن محمد کو بھی اسی طرح سکھلایا۔ (بیہقی)

مسئلہ ۱۵:...... متذکرہ تشہد کی تمام دعائیں مسنون ہیں پہلی دعا زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ اس کی روایت صحت کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کی ہے۔

مسئلہ ۱۶:...... تشہد کی دعائیں سری (آہستہ) پڑھنی چاہئیں۔ (ابوداؤد، بیہقی، ترمذی)

درود شریف:

دوسرے قعدے میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیے، درود شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.))

"اے اللہ محمد ﷺ اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی تھی، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ محمد ﷺ اور ان کی اولاد پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر برکتیں نازل فرمائی، بے شک تو قابل ستائش اور صاحب احترام ہے۔"

نوٹ:...... کچھ احادیث میں "اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ" سے پہلے یہ الفاظ زیادہ ہیں "فِي الْعَالَمِيْنَ" جہاں والوں میں۔ (جلاء الأفهام بحواله السراج)

مسئلہ ۱۷:...... ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ (مسلم)

نوٹ:...... کچھ لوگ درود شریف میں "سَيِّدِنَا" لفظ کا اضافہ کرتے ہیں مگر اس بارے میں حدیث شریف سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

مسئلہ ۱۸:...... درود شریف صرف آخری قعدے میں پڑھنا چاہیے پہلے قعدے میں پڑھنا درست نہیں۔ (مسند ابی یعلی، مسند احمد)

درود شریف کے بعد کی دعا:

اللہ کے نبی ﷺ درود شریف کے بعد یہ الفاظ ادا فرماتے تھے:

((اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ.)) (نسائی)

"سب سے بہترین بات اللہ تعالیٰ کی ہے اور سب سے بہترین راستہ محمد ﷺ کا ہے۔"

مسئلہ ۱۹:...... نماز کی اس دعا میں یہ تعلیم اور سبق دیا گیا ہے کہ نماز عین سنت کے مطابق ہونی چاہیے۔

آخری قعدے کی دعائیں:

نبی کریم ﷺ سے آخری قعدے میں بہت سی دعائیں منقول ہیں یہاں چند تحریر کی جارہی ہیں:

① ...... ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ .)) (بخاری، مسلم)

''اے پروردگار میں عذاب جہنم اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں ، زندگی اور موت کے فتنے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں اور مسیح دجال کے شرانگیز فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

② ...... ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ .)) (بخاری ، مسلم)

''اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

③ ...... ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ .)) (مسلم)

''اے اللہ میرے اگلے پچھلے پوشیدہ اور ظاہر تمام گناہ معاف فرما اور میرے وہ گناہ بھی معاف فرما جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کیونکہ تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے، (یعنی ہدایت، عزت شرافت اور دوسرے کاموں میں سبقت نصیب کرتا ہے) اور تیرے علاوہ کوئی بھی قابل عبادت نہیں ہے۔''

④ ...... ((اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) (نسائی)

''اے اللہ مجھے اپنا ذکر شکر اور اچھی عادت کرنے کی توفیق عطا فرما (یعنی ایسی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما جسے تو پسند کرے، اور شرف قبولیت سے نوازے۔''

⑤ ...... ((اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ یَا أَللّٰهُ بِأَنَّكَ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِی ذُنُوبِی إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِیمُ .))

(نسائی، ابوداؤد)

''اے اللہ میں تجھے یہی واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تو یکتا اور بے نیاز ہے اور نہ تو کسی کا والد اور نہ بیٹا ہے اور نہ ہی تیرا کوئی ہمسر ہے، تجھ سے سوال یہ ہے کہ تو میرے گناہ معاف فرما کیونکہ تو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

مسئلہ:...... یہ دعائیں جس ترتیب سے لکھیں ہیں اسی ترتیب سے نہ پڑھی جائیں آگے پیچھے کرنے کا اختیار ہے۔بہتر ہے کہ دعا نمبر ۱ اور دعا نمبر ۲ پہلے پڑھیں اس کے بعد دوسری دعائیں پڑھیں۔ (بخاری، مسلم)

آخری دعا:

تمام دعاؤں کے بعد سلام سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے دعا سکھائی۔

⑥...... ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ .))

(بخاری ، مسلم ، احمد ، بیہقی)

''اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کئے ہیں اور تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف بھی نہیں کرسکتا تو اپنی خاص رحمت سے میرے گناہ معاف فرما اور مجھ پر رحم کر بے شک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

نوٹ:......مسند احمد کی ایک روایت میں لفظ ''كَثِيْرًا'' کے بجائے ''كَبِيْرًا'' وارد ہوا ہے۔ دونوں طرح پڑھنا مسنون ہے۔

مسئلہ ۲۱:......تشہد، درود شریف اور تمام دعاؤں کے بعد اپنی جائز طلب کے لیے دعا کی جاسکتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

شرط یہ ہے کہ اس دعا کے الفاظ قرآن یا حدیث میں آئے ہوئے ہوں اپنی طرف سے دعائیں بنانا یا انہیں تبدیل کرنا منع ہے۔ (بخاری، مسلم)

دین میں ہر نیا کام بدعت اور مردود ہے۔ (مشکوٰۃ)

اور وہ دعا اس آخری دعا سے پہلے پڑھی جائے کیونکہ یہ آخری دعا تمام دعاؤں کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ (فتح الباری، عمدۃ القاری)

سلام:

نبی اکرم ﷺ سلام پھیرتے ہوئے اپنے چہرے مبارک کو پہلے دائیں طرف پھیرتے پھر بائیں طرف اور ساتھ ہی یہ الفاظ ادا فرماتے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه .)) (ابو داؤد، طبرانی ، دار قطنی)

مسئلہ ۲۲:......اس سلام میں مخاطبین مسلمان ہیں یعنی مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلامتی کے نزول کی دعائیں کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

اور بوقت نماز اللہ کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

ان کے لیے بھی سلامتی کی دعا کی جاتی ہے، خصوصاً جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سلام کے مخاطب فرشتے ہوتے ہیں۔

سلام کے بعد کی دعائیں:

سلام پھیرنے کے بعد سب سے پہلے نبی ﷺ باآواز بلند ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہتے تھے۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

مسئلہ ۲۳:...... اللہ اکبر کے متعلق یہ وضاحت نہیں کہ کتنی بار کہے لہٰذا کئی بار بھی کہہ سکتا ہے۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ تین مرتبہ استغفر اللہ (اللہ سے معافی کا درخواستگار ہوں) کہتے تھے۔

۱...... ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ .))

(مسلم)

''اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے، اور تیرے پاس ہی سلامتی ہے، اے اللہ تو برکت اور عزت واحترام والی ذات ہے۔''

مسئلہ ۲۴:...... اس دعا میں کچھ لوگ اضافہ کر کے پڑھتے ہیں جس کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا، دعا میں اس طرح الفاظ زیادہ کرنا بدعت ہے۔ (بخاری، مسلم)

۲...... ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .)) (بخاری، مسلم)

''اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کی بادشاہی اور اسی کی تعریف ہے، اور وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری رضا مندی کے بغیر کسی بھی بزرگ ہستی کی بزرگی فائدہ نہیں دے سکتی۔''

۳...... ((رَبِّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) (نسائی)

''اے اللہ مجھے اپنا ذکر، شکر اور اچھی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔''

۴...... ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ ، وَاَعُوْذُبِكَ أَنْ أَرُدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا . وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .)) (بخاری)

''اے اللہ میں بخیلی سے اور بڑھاپے کی رذیل عمر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں دنیا کی ابتلاء اور عذاب قبر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

آیۃ الکرسی:

۵...... ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

''اللہ ایسی ذات ہے کہ جس کے سوا کوئی بھی قابل بندگی نہیں وہ زندہ وجاوید ہے نہ تو اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا تو ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے سفارش کر سکے؟ جو کچھ مخلوق کے روبرو ہے وہ جانتا ہے، اور جو بعد میں آنے والا ہے وہ اس سے بھی باخبر ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور وہ ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں ہے، وہ سب سے بلند اور مہتم بالشان ہے۔''

نوٹ:...... آیۃ الکرسی پڑھنے کے متعلق احادیث ''سنن نسائی اور شعب الایمان للبیهقی'' میں موجود ہیں۔

سورۃ اخلاص پڑھنا:

۱...... بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo﴾ (الاخلاص)

''اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ کہو کہ وہ اللہ یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے اور نہ ہی بیٹا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔''

نوٹ:...... سورۃ اخلاص پڑھنے کے متعلق احادیث مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

مسئلہ ۲۵:...... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور سورۃ الاخلاص پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا تو اس کے جنت میں جانے کے درمیان صرف موت حائل ہے۔ (نسائی، ابن حبان)

۷...... ((لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ .)) (مسلم)

''اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی اور اسی کی تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ہم اس کے علاوہ کسی کی بھی بندگی نہیں کرتے، تمام نعمتیں اور بھلائیاں اسی کے پاس ہیں اچھی تعریفات کا وہ مستحق ہے اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے ہم خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ اس بات کو کفار ناپسند کرتے ہیں۔''

مسئلہ ۲۶:...... یہ دعا رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ (مسلم)

۸...... ((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ .))

(ترمذی، ابن ماجه، حاکم، ابن سنی)

''میں اسی سے بخشش کا طالب ہوں جو یکتا ہے، زندہ وجاوید ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(ان کے علاوہ بھی بہت ساری دعائیں احادیث میں آئی ہیں ہم بخوف طوالت انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔)

تسبیحات:

فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' تینتیس (۳۳) مرتبہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' تینتیس (۳۳) مرتبہ ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' پڑھنا سنت ہے ان کی کل تعداد ننانوے (۹۹) بنتی ہے۔

پھر ایک بار یہ پڑھے:

((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ .))

''اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اسی کی تعریف ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اگر کوئی شخص ان تسبیحات کو پڑھے گا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم)

مسئلہ ۲۷:...... کچھ روایتوں میں ان تسبیحات کی تعداد سو اس طرح پوری کی گئی ہے کہ تینتیس (۳۳) بار ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' تینتیس (۳۳) بار ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' چونتیس (۳۴) بار ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ''۔ (مسلم)

دونوں طریقے مسنون ہیں جبکہ پہلا طریقہ زیادہ بہترین ہے کیونکہ احادیث سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

جماعت کی طرف منہ پھیرتے وقت کی دعا:

نبی کریم ﷺ فرض نماز پڑھا کر جب جماعت کی طرف رخ کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

((رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ .)) (مسلم، ابو عوانه)

''اے اللہ مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔''

نوٹ:...... اس دعا میں ''تَجْمَعُ'' کی جگہ ''تَبْعَثُ'' کے الفاظ بھی احادیث میں ملتے ہیں۔

صف میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

صف میں داخل ہوتے وقت تکبیر تحریمہ سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

((اَللّٰهُمَّ آتِنِي أَفْضَلَ مَا تُؤْتِيْ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ.)) (ابن سنی)

''اے اللہ مجھے وہ سب سے اچھی نعمت عطا کر جو تو اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے۔''

نماز میں اگر چھینک آ جائے تو یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى.)) (ابن سنی)

''اے پرور دگار تیرے لیے ہی پاکیزہ اور بابرکت تعریفیں ہیں ایسی تعریفیں کہ جسے ہمارا رب پسند کرتے اور راضی ہوجائے۔''

نماز میں اگر سانس پھول جائے تو یہ دعا پڑھے:

جلدی آتے وقت یا کسی بھی وجہ سے نماز میں اگر سانس پھول جائے تو یہ دعا پڑھے۔

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ.)) (مسلم)

''اللہ بہت بڑا ہے اور اسی کے لیے پاکیزہ اور بابرکت تعریفیں ہیں۔''

سجدہ تلاوت کی دعائیں:

نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دو دعائیں منقول ہیں:

1. ...... ((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ)) (ترمذی، ابو داؤد، بیہقی، ابن ماجه، دار قطنی)

''میرے چہرے نے اس ہستی کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے تخلیق کیا اور اپنی خاص حفاظت اور امداد کے ساتھ اس کے کان اور آنکھیں بنائیں تو کتنا ہی بابرکت ہے وہ جو سب سے بہترین تخلیق کار ہے۔''

2. ...... ((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ.))

(ترمذی، ابن ماجه، ابن حبان، ابن سنی)

''اے اللہ میرے سجدے کا اجر اپنے پاس لکھ لے اور اس کی وجہ سے میرے گناہ معاف فرما اور اس سجدے کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنا، اے اللہ میرا یہ سجدہ قبول فرما جیسا کہ تو نے اپنے بندے داؤد (علیہ السلام) کا سجدہ قبول فرمایا تھا۔''

مسئلہ ۲۸:...... یہ دونوں دعائیں مسنون ہیں باری باری دونوں پڑھنی چاہیے، دونوں اکٹھی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۲۹:...... سجدہ تلاوت کی دعائیں تین مرتبہ پڑھنی چاہئیں۔ (ابن سکن، تحفۃ الاحوذی)

مغرب اور فجر کی نماز کے بعد کی دعائیں:

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد خصوصاً فجر کی نماز کے بعد بہت ساری دعائیں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے چند یہاں تحریر کی جارہی ہیں۔

سات مرتبہ پڑھے:

① ...... ((اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ .))

''اے اللہ مجھے جہنم کی آگ سے پناہ دے۔''

سات مرتبہ پڑھے:

② ...... ((حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ .))

(ابو داؤد، مجمع الزوائد)

''میرے لیے اللہ ہی کافی ہے جس کے علاوہ کوئی قابل عبادت نہیں ہے اور اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔''

مسئلہ ۳۰:...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے گا تو یہ دعا اس کی دنیا اور آخرت کے لیے کافی ہے۔ (ابوداؤد)

تین مرتبہ یہ پڑھے

③ ...... ((رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا .)) (احمد، ترمذی)

''میں اللہ کے بطور رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے بطور نبی ہونے پر راضی ہوں۔''

④ ...... ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ .)) (ابو داؤد، مجمع الزوائد)

''اللہ پاک ہے اور اسی کی تعریفات ہیں اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اتنی تعریفیں کہ وہ راضی ہوجائے اس کے عرش کے ہم وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر تعریفیں۔''

سید الاستغفار:

اس دعا کے الفاظ احادیث میں اس طرح آئے ہیں:

۵...... ((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّی لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِی وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِی فَاغْفِرْ لِی فَإِنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ .)) (صحیح بخاری)

''اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں اپنی استطاعت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے وعدے پر قائم ہوں، میں تجھ سے اپنے کردہ گناہوں کے وبال سے پناہ چاہتا ہوں میں تیری نعمتوں کا احسان مانتا ہوں اور ساتھ ہی اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی کرتا ہوں، اے اللہ اپنی خاص رحمت سے میرے گناہ معاف فرما کہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔''

مغرب کی سنتوں کے بعد کی دعا:

مغرب کی فرض نماز کے بعد دو رکعت سنت پڑھ کر اس دعا کو زیادہ سے زیادہ مرتبہ پڑھنے کی کوشش کریں۔

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّت قَلْبِیْ عَلٰی دِيْنِكَ .)) (ابن سنی)

''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔''

فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا:

رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعت سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَمُحَمَّدِ النَّبِيِّ ﷺ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ .)) (ابن السنی)

''اے پروردگار، جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور محمد ﷺ کے رب تو مجھے جہنم کی آگ سے پناہ دے۔''

نوٹ:...... ''اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ'' یہ الفاظ تین مرتبہ کہنے چاہیے۔

نماز کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا:

جس وقت گھر، دکان یا کسی اور جگہ سے نماز کے لیے چلے یا کہیں بیٹھا ہوا ہو اور بوقت نماز اٹھے تو یہ اذکار ادا کرے۔

دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ (پاکیزگی اللہ کے لیے ہے)

دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں)

دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (ہمہ اقسام کی تعریفیں اللہ کے لیے ہیں)

دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کا طلب گار ہوں)

نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد کی جانب آتے وقت کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَفِیْ صَدْرِیْ نُوْرًا وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ جِدِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ شَعرِیْ نُوْرًا وَفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَفِیْ شَحْمِیْ نُوْرًا وَفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَفِیْ عَظْمِیْ نُوْرًا وَفِیْ مُخِّیْ نُوْرًا وَفِیْ مَنِیِّیْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَمِنْ قُدَّامِیْ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَاجْعَلِّیْ نُوْرًا وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاعْظِمْ لِیْ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ .))

(بخاری، مسلم، احمد، نسائی)

''اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر میری روح میں نفس میں نور پیدا کر اور میرے سینے میں، زبان میں سماعت میں بصارت میں میری ظاہر و اندرونی جلد میں نور پیدا کر اور میرے بالوں میں میرے خون میرے گوشت میری چربی میں میرے پٹھوں میں میری ہڈیوں میں میرے مادہ منویہ میں نور پیدا کر اور میرے اوپر میرے نیچے آگے پیچھے، دائیں بائیں نور کر دے میرے لیے نور ہی نور پیدا کر اور قیامت میں مجھے نور عطا کر۔''

(۲) تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ .))

(الدعوات الکبیر البیہقی)

اس دعا کا ترجمہ ''سلام کے بعد کی دعائیں'' کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

دُعائے قنوت:

وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنی چاہیے دعا کے الفاظ یہ ہیں:

❶...... ((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ ، وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ ، إِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ ، وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ [وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ] تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ .)) (ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد)

''اے اللہ مجھے ہدایت دے کر ان میں شامل کر جن کو تو نے ہدایت دی ہے، اور مجھے عافیت دے کر ان میں شامل کر جن کو تو نے عافیت دی ہے، اور میرا کارساز بن کر مجھے ان لوگوں میں شامل کر جن کی تو نے کارسازی کی ہے، اور اس چیز میں برکت ڈال جو تو مجھ کو عطا کرے اور مجھ

کو اپنے برے فیصلے سے محفوظ رکھ کہ فیصلہ کرنے والا تو ہی ہے، اور تجھ سے بڑھ کر کوئی بھی فیصلہ کرنے والا نہیں ہے، جس کا تو دوست بن جائے تو اسے کوئی رسوا نہیں کر سکتا اور جس کا تو دشمن بن جائے اسے کوئی بھی عزت نہیں دلا سکتا، اے پرودگار تو بابرکت اور عظمت والا ہے اللہ کی رحمت کی برکھا محمد ﷺ پر نازل ہو۔"

❷...... نبی کریم ﷺ سے یہ دعا بھی ثابت ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمَعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ .)) (ابن ماجه)

اس دعا کا ترجمہ سجدے کی دعا نمبرے میں گذر چکا ہے۔

مسئلہ ۳۱:...... قنوت میں متذکرہ دونوں دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ ۳۲:...... دعائے قنوت قبل از رکوع یا بعد از رکوع سیدھے کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے۔ (بخاری، حاکم دار قطنی)

بعد از رکوع پڑھنے کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں۔ (بیہقی)

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو جب دعائے قنوت سکھائی تو اسے یہ حکم بھی دیا کہ یہ دعا رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر پڑھنا۔ (حاکم)

مسئلہ ۳۳:...... دعائے قنوت کے وقت تکبیر کہنا یا ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

وتر کے بعد کی دعا:

جب نماز وتر کا سلام پھیر لے تو تین مرتبہ یہ پڑھے۔

((سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ .))

"بادشاہ پاک ہے بہت پاک ہے۔"

نوٹ:...... یہ دعا تیسری مرتبہ بآواز بلند کہے۔

((رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ .)) (نسائی، دار قطنی)

"فرشتوں اور جبرائیل کا مالک ہے۔"

تہجد کی دعائیں:

①...... رسول اللہ ﷺ جب نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو نگاہ مبارک آسمان کی جانب کر کے سورۃ آل عمران کا آخری رکوع پڑھتے تھے۔ (مسلم)

②...... ((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ

الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَائُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّار حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ (ﷺ) حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ. اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ۔ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا آخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔)) (بخاری ، مسلم)

''اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں کہ تو ہی آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو قائم رکھے ہوئے ہے، اور تعریفیں تیری ہی ہیں کہ تو ہی آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو روشن رکھے ہوئے ہے تمام تعریفیں تیری ہی ہیں کہ آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو ان سب کا مالک ہے۔ تعریفیں تیرے لیے ہی ہیں کہ تو برحق ہے تیرا وعدہ برحق ہے تیری ملاقات برحق ہے تیری بات برحق ہے، جنت وجہنم برحق ہے تمام انبیاء برحق ہیں محمد ﷺ برحق ہیں، قیامت برحق ہے۔ اے اللہ میں تیرا فرمانبردار ہوں اور تجھ پر ہی ایمان لایا ہوں اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا، اور تیری ہی طرف رجوع کیا ہے، اور تیری ہی مدد سے جھگڑتا ہوں، اور اپنا مقدمہ تیرے حضور پیش کرتا ہوں، تو میرے وہ تمام گناہ معاف فرما جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کہ تو ہی مقدم و موخر ہے تو ہی معبود برحق ہے اور تیرے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔''

③...... ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔)) (بخاری)

''اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے وہ بادشاہ اور قابل تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ بہت بڑا ہے اسی کا خوف ہے اور اسی کی طاقت ہے۔''

نوٹ: ...... نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھنے کے بعد ''رَبِّ اغْفِرْلِيْ'' ''اے اللہ میرے گناہ معاف فرما'' کہے یا کوئی بھی دعا مانگے تو وہ دعا قبول ہوگی۔ (بخاری)

④...... ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ

لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .)) (ابو داؤد)

''تیرے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے اے اللہ تو پاک ہے اور قابل ستائش ہے میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کا خواست گار اور تیری رحمت کا طلبگار ہوں اے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما اور میرے دل میں ہدایت آنے کے بعد کسی قسم کی کجی پیدا نہ کرنا اور مجھے اپنی خاص رحمت سے نواز کہ تو ہی سب سے بڑھ کر دینے والا ہے۔''

ان دعاؤں کے علاوہ بھی احادیث میں دیگر بہت سی دعائیں منقول ہیں۔

نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے کی دعائیں:

دس مرتبہ اَللّٰه اَكْبَرُ دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ دس مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

دس مرتبہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ الْقِيَامَةِ .

یہ تمام دعائیں پڑھ کر پھر نماز تہجد شروع کرے۔ (ابوداؤد)

آخری دعا کا ترجمہ یہ ہے:۔ اے اللہ میں تجھ سے دنیا اور روز قیامت کی تنگی سے پناہ چاہتا ہوں۔

دعائے استفتاح برائے نماز تہجد:

نبی اکرم ﷺ نماز تہجد کی پہلی رکعت ہلکی قرأت سے پڑھتے تھے۔ (مسلم)

اور پھر پہلی رکعت میں تکبیر اولیٰ کے بعد قرأت سے پہلے بطور استفتاح یہ دعا پڑھتے تھے۔

((أَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)) (مسلم)

''اے اللہ، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والے اور حاضر وغائب کا علم رکھنے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اے اللہ اس اختلاف میں جو حق ہے تو اپنی عنایت سے مجھے وہ حق دکھلا دے کہ تو جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔''

نماز تہجد کے بعد:

نماز تہجد کے بعد درود اور استغفار جتنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ (جلاء الافہام)

اذان اور تکبیر کی دعائیں:

اذان اور تکبیر میں جو کچھ موذن اور مکبر کہے تو سامع کو بھی وہی کچھ کہنا چاہیے، ہاں "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے جواب میں سامع یہ کہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

نوٹ:......موذن یعنی اذان دینے والا اور مکبر تکبیر کہنے والا۔

مسئلہ ۳۴:......فجر کی نماز میں جب موذن "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کہتا ہے تو کچھ لوگ اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" ایسا جواب دینا بدعت ہے کیونکہ حدیث میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا، ہاں حدیث میں جو رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل ملتا ہے وہ یہ ہے۔

((ثم قال بعد ذلك ما قال المؤذن .)) (مسند شافعی)

کہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں آپ ﷺ وہی کچھ کہتے تھے جو موذن ادا کرتا تھا اس حدیث سے "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کے جواب میں تراشے گئے خود ساختہ الفاظ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی موذن کی طرح سامع کو بھی وہی الفاظ جواب میں کہنے چاہیے۔

مسئلہ ۳۵:......تکبیر میں قد قامت الصلوۃ کے جواب کے لیے "اقامها الله وادامها" کے الفاظ بھی حدیث شریف میں آئے ہیں۔ (ابوداؤد)

مگر اس روایت میں کچھ کلام ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ قد قامت الصلوۃ کے جواب میں یہی الفاظ سامع کو بطور جواب کہنے چاہیے کیونکہ عام احادیث میں یہی حکم دیا گیا ہے جیسے مکبر کہے ویسا ہی تم کہو۔

مغرب کی اذان سنتے وقت کی دعا:

جب مغرب کی اذان شروع ہو تو یہ دعا پڑھیں:

[۱] ...... ((اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ اَصْوَاتُ دُعَاتِكَ وَاِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ فَاغْفِرْلِي .))

(ابن سنی)

"اے اللہ یہ آوازیں تیری طرف بلانے والوں کی ہیں اور یہ وقت تیرے دن کے جانے اور رات کے آنے کا ہے، تو میرے گناہ معاف فرما۔"

کچھ روایات میں یہ الفاظ ہیں:

[۲] ...... ((اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِي .))

(ابو داؤد، الدعوات الكبير للبيهقی)

"اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور دن کے جانے کا وقت ہے اور یہ آوازیں تیری طرف

بلانے والوں کی ہیں تو میرے گناہ معاف فرما۔"

مسئلہ ۳۶:...... دونوں طرح پڑھنا مسنون ہے۔

اذان کے بعد کی دعائیں:

① ...... ((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) (بخاری)

"اے اللہ اس پوری دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ کو وسیلہ (جنت میں آپ ﷺ کے لیے مخصوص جگہ) اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر سرفراز فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔"

مسئلہ ۳۷:...... کچھ روایات میں اس دعا کے اختتامی الفاظ اس طرح ہیں۔

((اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ .)) (الدعوات الكبير للبيهقی)

"بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

مسئلہ ۳۸:...... بعض لوگ اس دعا میں کچھ الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں۔

((وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .))

مگر یہ الفاظ خود ساختہ ہیں کیونکہ احادیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، دعا میں ایسی زیادتی بدعت کے زمرے میں آتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہمارے دین میں جو بھی نیا کام نکالا جائے وہ مردود ہے۔ (بخاری، مسلم)

محبّ سنت کے لیے آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے الفاظ ہی کافی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھے گا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

② ...... ((اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا .)) (مسلم)

"میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ کے رب ہونے پر محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور اسلام کے بطور دین کے ہونے پر راضی ہوں۔"

مسئلہ ۳۹:...... اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم بھی آیا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو اللہ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسلم)

بعض حضرات اذان سے پہلے "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" وغیرہ پڑھتے ہیں لیکن اس بارے میں بھی حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا یہ بھی احداث فی الدین (یعنی بدعت ہے) اور مردود ہے۔ (صحیح بخاری)

تکبیر کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وآتِهِ سُوَالَهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) (بخاری)

"اے اللہ اس پوری دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور روز قیامت آپ ﷺ کے سوال کو پورا فرما۔"

مسئلہ:...... اذان اور تکبیر کے درمیان مانگی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی، بلکہ شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

وضو کی دعائیں:

❶...... بسم اللہ کہہ کر وضو شروع کرے۔ (نسائی)

اگر بسم اللہ نہیں پڑھی تو وضو نہیں ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مسند احمد، دارمی، دارقطنی، بیہقی)

پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا ثابت نہیں ہے۔

جب وضو کے اعضاء دھو رہا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

❷...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِي دَارِي وَبَارِكْ لِيْ فِي رِزْقِي .)) (ابن سنی)

"اے اللہ میرے گناہ معاف فرما اور میرے گھر میں کشادگی عطا کر اور میرے رزق میں برکتیں نازل فرما۔"

مسئلہ:...... کچھ لوگ وضو کرتے وقت کلمہ شہادت کا ورد کرتے رہتے ہیں ایسے کرنا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

جب وضو مکمل کر لے تو پھر یہ دعا پڑھے:

❸...... ((اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .))

"میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ یکتا ہے اس کا کوئی

شریک نہیں اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

❹ ...... ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ .))

"اے اللہ مجھے یہ کثرت توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں میں شامل فرما۔"

❺ ...... ((سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ .)) (مسلم ، ابو داؤد ، ترمذی ، ابن حبان ، طبرانی ، اوسط ، عمل اليوم والليلة للنسائی، حاكم بزار ، ابو اسحاق المذی ، علل الدارقطنی)

"تو پاک اور لائق تعریف ہے اے اللہ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کا درخواست گار ہوں۔"

مسئلہ ۴۲:...... دعائیں پڑھتے وقت نگاہ آسمان کی طرف کرنی چاہیے۔ (مسند بزار)

مسئلہ ۴۳:...... دعا نمبر ۳ کو تین مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ (ابن سنی)

مسئلہ ۴۴:...... کچھ لوگ وضو کے بعد دیگر بہت ساری دعائیں پڑھتے ہیں جن کا حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے، جو دعائیں صحیح احادیث سے ثابت تھیں وہ ہم نے یہاں ذکر کر دی ہیں۔

مسئلہ ۴۵:...... کچھ لوگ وضو کے بعد سورۃ قدر ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ﴾ پڑھتے ہیں مگر ایسا کوئی حکم رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔

غسل:

غسل کے لیے احادیث میں الگ سے کوئی خاص دعائیں نہیں آئی ہیں۔

مسئلہ ۴۶:...... کچھ لوگ غسل جنابت کرتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھتے رہتے ہیں جبکہ اس بارے میں حدیث سے ایسا کوئی حکم نہیں ملتا۔

نماز تسبیح:

احادیث میں نماز تسبیح کی بڑی فضیلت آئی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ عام نمازوں کی طرح ۴ چار رکعتیں اکھٹی پڑھے صرف یہ دعا زیادہ پڑھنی ہے۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ .))

اس دعا کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر رکعت کے پہلے قیام میں پندرہ دفعہ رکوع اور بعد از رکوع دونوں سجدے اور سجدوں کے درمیان، جلسہ استراحت اور دونوں تشہد میں دس دس مرتبہ پڑھے۔ (ابوداؤد)

مسئلہ ۴۷:...... ہر رکعت میں جہاں جہاں یہ دعا پڑھنی ہے پہلے اس مقام کے لیے مخصوص دعائیں پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔ (ابوداؤد)

نماز جنازہ کی دعائیں:

نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہیں۔ (بخاری ومسلم)

پانچ بھی ثابت ہیں۔ (بخاری، مسلم احمد ابو داؤد، ابن ماجہ، نسائی)

چھ اور سات بھی ثابت ہیں۔ (مستخرج البرقانی علی البخاری ، تاریخ کبیر ، سنن سعید بن منصور ابن ابی خیثمه ، التلخیص الحبیر ، علل ابن ابی حاتم)

سلام:

پھر دائیں طرف سلام پھیرے۔ (الغیلانیات لابی بکر الشافعی ، التلخیص الحبیر ، علل ابن ابی حاتم)

سلام کے الفاظ وہی ہیں جو فرض نماز کے بیان میں گذر چکے ہیں۔

مسئلہ ۴۸:......نماز جنازہ میں سلام صرف دائیں طرف پھرنا چاہیے۔ (المنتقی لابن الجارود ، بیہقی، ابن ابی شیبه ، مسائل الامام احمد لابی داؤد ، غنیۃ الطالبین للشیخ عبدالقادر جیلانی ، مصنف عبدالرزاق)

طریقہ نماز جنازہ:

پہلی تکبیر کے بعد دعائے استفتاح پڑھے۔

مسئلہ ۴۹:......فرض نماز کے لیے جو دعائے استفتاح ذکر کی جاچکی وہی نماز جنازہ میں بھی بطور استفتاح پڑھے کیونکہ احادیث میں نماز جنازہ کے لیے کوئی مخصوص دعائیں نہیں آئی۔

دعا استفتاح کے بعد ترتیب کے مطابق پہلے تعوذ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ" پڑھے اس کے بعد تسمیہ "بِسْمِ اللّٰهِ" پھر سورۃ فاتحہ اور پھر کوئی بھی سورۃ پڑھے۔ (بخاری ، ابن ماجه ، ابن حبان ، حاکم ، ابو یعلی ، مسند شافعی ، بیہقی)

مسئلہ ۵۰:......سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی بھی نماز نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ نماز ہی نہیں جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ (بخاری، مسلم)

چونکہ یہ بھی ایک نماز ہے لہٰذا یہ بھی سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۵۱:...... امام کے پیچھے تمام مقتدی بھی سورۃ فاتحہ پڑھیں کیونکہ یہ حکم عام ہے اور تمام نمازیوں کے لیے ایک جیسا ہے۔

مسئلہ ۵۲:......نماز جنازہ میں قرأت بآواز بلند پڑھے۔ (بخاری، مسند شافعی، ابویعلی، حاکم)

مسئلہ ۵۳:......قرأت آہستہ (سری) آواز میں بھی پڑھنا جائز ہے۔ (نسائی)

مسئلہ ۵۴:......سورۃ فاتحہ کے اختتام پر امام اور تمام مقتدی بآواز بلند آمین کہیں کیونکہ یہ بھی حکم عام اور تمام نمازیوں کے لیے ہے۔

دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے، (حاکم) درود کے الفاظ وہی ہیں جو تشہد کے بیان میں گذر چکے۔

تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائیں۔

❶ ...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ.)) (مسلم)

''اے اللہ اس میت کو بخش دے اسے آرام پہنچا اور اسے معاف فرما اور اس کی اچھی مہمان نوازی کر اس کی جائے آرام کشادہ کر اور اسے اپنی رحمت کے پانی برف اور آلوں سے دھو کر سفید دھلے ہوئے کپڑے کی طرح کر دے اور اسے اس دنیاوی گھر سے اچھا گھر اور دنیاوی اہل خانہ سے اچھا اہل خانہ اور دنیاوی بیوی سے اچھی بیوی عطا کر اسے جہنم اور قبر کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرما۔''

❷ ...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ.)) (ابوداؤد، ترمذی)

''اے اللہ ہمارے زندہ، فوت شدہ، حاضر وغائب، چھوٹے بڑے، مرد وزن تمام کو معاف فرما، اے اللہ ہم میں سے جس کو بھی زندہ رکھنا مقصود ہو تو اسے اسلام پر زندہ رکھنا اور جسے فوت کرنا ہو اسے ایمان کی حالت میں فوت کرنا، اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد کسی فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔''

مسئلہ ۵۵: ...... کچھ روایات میں ''عَلَى الْإِسْلَامِ'' کے بجائے ''عَلَى الْإِيمَانِ'' کے الفاظ آئے ہیں اور اسی طرح ''ولا تفتنا'' کی جگہ ''وَلَا تُضِلَّنَا'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (ابوداؤد)

دونوں طرح پڑھنا مسنون ہیں، معانی دونوں کے ایک ہی ہیں۔

❸ ...... ((اَللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.)) (ابوداؤد، ابن ماجه)

''اے اللہ یہ میت فلاں بن فلاں تیری امان اور پناہ میں ہے، تو اسے عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا کہ تو باوفا اور صاحب حق ہے، اے اللہ اسے بخش دے اس پر رحم کر کہ تو ہی بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

مسئلہ ۵۶:...... اس دعا میں دو مرتبہ لفظ فلاں آیا ہے پہلے فلاں کی جگہ میت کا نام اور دوسرے فلاں کی جگہ میت کے والد کا نام لیا جائے۔

۴...... ((اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا .)) (ابوداؤد)

''اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے اور تو نے ہی اسے پیدا کیا اور اسلام کی طرف رہنمائی کی اور اب تو نے ہی اس کی روح قبض کی ہے تو ہی اس کے ظاہری اور پوشیدہ حالات سے واقف ہے ہم تیرے حضور دعا گو ہیں تو اسے بخش دے۔''

نوٹ:...... ان دعاؤں میں سے کوئی بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ ۵۷:...... یہ تمام دعائیں مسنون ہیں مگر دعا نمبر ا کی روایت میں تمام روایتوں سے زیادہ صحیح ہے۔

مسئلہ ۵۸:...... کوئی بھی دعا ایک سے زائد مرتبہ نہ پڑھے۔ (کتاب الصلوۃ لاسماعیل قاضی ، جلاء الافہام لا بن قیم ، التلخیص الحبیر للعسقلانی)

مسئلہ ۵۹:...... اگر تمام دعائیں ایک ساتھ پڑھ لے تو بہتر ہے، منع نہیں ہے۔

مسئلہ ۶۰:...... چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

اگر پانچ، چھ یا سات تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ رہا ہے تو ان تکبیروں کے درمیان کوئی خاص دعا احادیث میں نہیں آئی۔

ہم نے نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کے لیے کتب احادیث میں سے دعائیں جمع کر کے یہاں لکھ دی ہیں تا کہ وہ صحیح دعائیں یاد کر کے پڑھیں۔

ہم نے چھوٹی بڑی ہر قسم کی دعائیں لکھی ہیں تا کہ کم علم اور کند ذہن والے بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور سنت سے محروم نہ ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

****

المقالة الثانية

رفع الاختلاف عن مسائل الخلاف

اختلافی مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں

کراچی شہر کی دو عظیم شخصیتیں علامہ یوسف خان کلکتوی رحمہ اللہ جنہوں نے تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی جو ایک لاجواب مدرس کے ساتھ ساتھ بے باک خطیب بھی تھے کلکتہ کے اندر خطابت کی وجہ سے ان کو کلکتوی کا خطاب ملا جبکہ وہ دینانگر ضلع گورداسپور کے رہائشی تھے جن کا انتقال ۱۹۷۰ء میں کراچی میں ہوا اور دوسری شخصیت محترم جناب محمد عتیق صاحب شفیق پریس والے جہاں سے پندرہ روزہ رسالہ ''الارشاد'' شائع ہوتا تھا۔

ان دونوں شخصیتوں میں تین اہم مسائل میں علمی اختلاف ہوا تو ان دونوں نے فیصل اور بطور جج کے شاہ بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کو منتخب کیا اور اپنے تمام تحریری مناظرہ اور مسائل کو شاہ صاحب کے پاس ارسال کر دیے اور لکھا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ آپ ہمارے درمیان ان مسائل کو حل کرے تا کہ ہم کو تشفی ہو سکے تو شاہ صاحب نے مندرجہ ذیل تینوں مسلوں کو بھی قرآن وحدیث سے حل کر کے بھیجا اور اس کے ضمن میں تمام دیگر مسائل کا بھی احاطہ کر کے ان مسائل کی گتھی کو سلجھایا وہ مسائل یہ ہیں: ❶ خطبہ عیدین سننا فرض ہے یا مستحب؟ ❷ سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟ ❸ ایصال ثواب الی المیت کی نیت سے قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟ (الازہری)
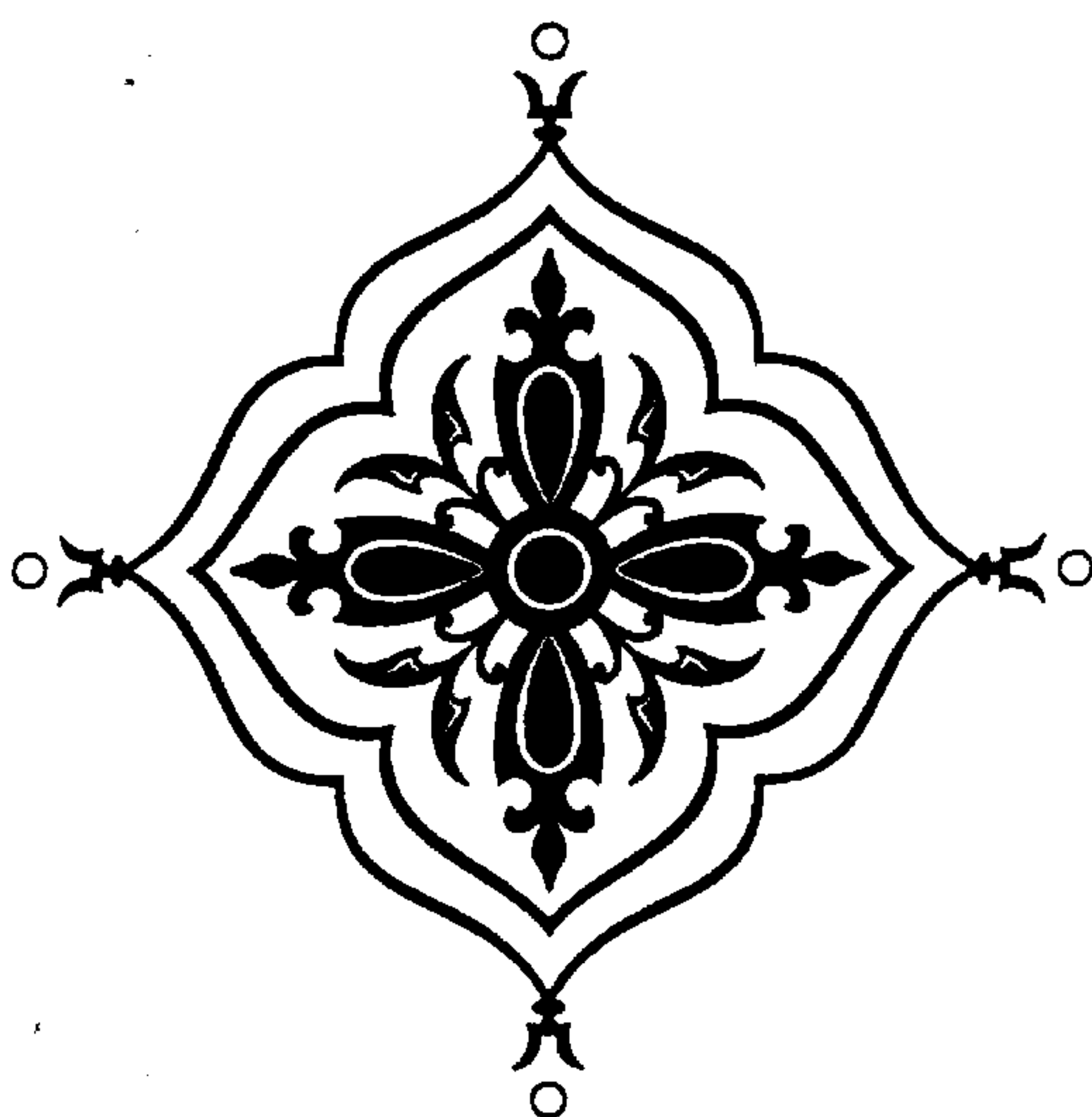
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الحكم العدل اللطيف الخبير يحكم ما يريد لا معقب لحكمه ليس كمثله شيءٌ وهو السميع البصير - ولا يشرك في حكمه احدا والذين تدعون من دونه لا يملكون من قطمير انزل كتابا فيه هدى ونور مبين فيه كل صغيرو كبيرا تبياناً بكل شي ما فرط فيه حتى الفتيل والنقير ليحكم بينهم فيما اختلفوا فيه ويجمعهم على الهدى وهو على كل شي قدير، فارسل رسولا محمدا البشير النذير، الداعي اليه باذنه السراج المنير، ليحكم بين الناس بما اراه الله ويدعوا اليه علىٰ بصيرة وجاء بالحق واحسن التفسير، فدعا الناس ليجتمعوا على كلمة واحدة وحذرهم من التشتت والتفرق اكبر تحذير قائلا امرت لا عدل بينكم الله ربنا وربكم لنا اعما لنا ولكم اعما لكم لا حجة بيننا وبينكم الله يجمع بيننا وبينكم واليه المصير - فمن لبّاه واطاعه، افلح ونجى ورجع صائبا وهو خطير - ومن عارضه اوعاداه خاب وخسر وانقلب خاسئاً وهو حسير، صلوٰت الله عليه وسلامه الى ابدا الآباد والدهر الدهير ما دا مت السمٰوٰت والارض وتعاقب ابنا سمير.

اما بعد! ہماری طرف دو احباب کی طرف سے مابین اختلافی مسائل میں بموجب کتاب وسنت فیصلہ دینے کا مطالبہ موصول ہوا ہے جو حسب ذیل ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم دونوں فریقین اپنے شرعی مسائل میں جن کی خط وکتابت ہمارے درمیان عرصہ سے جاری تھی آپ کو اپنا ثالث مانتے ہیں، آپ جو بھی شرعی فیصلہ دیں گے ہمیں منظور ہے۔ آپ کا جواب آنے پر ایک فریق ایک دوسرے کی خط وکتابت جو اس کے پاس موجود ہے فوری آپ کو رجسٹری سے روانہ کر دے گا اس سلسلہ میں جو بھی آپ کا فیصلہ ہوگا جو آپ عالم دین ہونے کی وجہ سے دیں گے وہ ہمیں منظور ہوگا والسلام

محمد عتیق ۱۱/۱۱/۱۹۶۷ محمد یوسف کلکتہ والے حال کراچی ۱۱/۱۱/۱۹۶۷

اور اسی مکتوب پر یہ بھی لکھا تھا کہ! ''یہ تحریر محمد اسحاق نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہے'' دستخط کاتب انگلش میں۔ اور جواب لکھنے کے بعد پھر فریقین نے ایک دوسرے کے خطوط بھیج دیئے اور دونوں کو رسیدیں بھی

ارسال کردیں گئیں۔

فیصلہ:...... اللھم لما اختلف فیه من الحق باذنك تهدی من تشآء الیٰ صراط مستقیم اللھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادة انت تحکم بین عبادك فیما کانو فیه یختلفون .

مابین فریقین مختلف فیہا مسائل یہ ہیں۔

۱: خطبہ عیدین سننا فرض ہے یا مستحب؟

۲: سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟

۳: ایصال ثواب الی المیت کی نیت سے قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟

یہی خاص مسائل ہیں ان کے متعلق تحقیق لکھی جاتی ہے باقی جو مسائل ضمناً ان خطوط میں مذکور ہیں ان کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تنبیه:...... ذیل میں فریق اول سے مراد مولانا محمد عتیق صاحب ہیں کیونکہ ابتدائی خط آپ کا ہے اور فریق ثانی سے مراد مولانا محمد یوسف ہیں، فاحفظه۔

المسئله الاولیٰ: عیدین کا خطبہ سننا فرض ہے یا مستحب؟

فریق اول:...... مولانا محمد عتیق صاحب کا موقف ہے کہ عیدین کا خطبہ سننا فرض ہے ان کا استدلال تعامل عہد نبوی ہے یعنی کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والأضحیٰ الیٰ المصلیٰ فاوّل شیءٍ یبدا بهٖ الصلوٰة ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم ویوصیهم ویامرهم فان کان یرید ان یقطع بعثًا قطعه او یا مر بشیءٍ امربهٖ ثم ینصرف . (صحیح البخاری کتاب العیدین باب الخروج الی المصلیٰ بغیر منبر رقم:۹۵۶)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکلتے سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں پر کھڑے ہوتے انہیں نصیحت کرتے اور وصیت کرتے اور حکم فرماتے اگر کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اس کو بھیجتے یا کسی چیز کا حکم فرمانا ہوتا تو اس کا حکم فرماتے پھر واپس آتے۔

فریق ثانی:...... فضیلۃ الشیخ محمد یوسف کلکتوی صاحب جن کا موقف ہے کہ عیدین کا خطبہ سننا مستحب ہے ان کی دو دلیلیں ہیں:

(۱)...... قول مروان ان الناس لم یکونوا یجلسون بعد الصلوٰة فجعلتها قبل

الصلوٰۃ . (بخاری ایضاً)

ترجمہ: ......مروان کہتے ہیں کہ لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے اس لیے میں نے خطبہ کو نماز سے پہلے کر دیا۔

(۲)......عن عبداللہ بن السائب قال شهدتُ مع رسول الله ﷺ العيدفلما قضى صلوٰة قال انا نخطب فمن احب ان يجلس للخطبة فليجلس ومن احب ان يذهب فليذهب . (ابو داؤد ، کتاب الصلوٰة باب الجلوس للخطبة رقم الحديث : ۱۱۵۵)

ترجمہ:......عبداللہ بن سائب بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا جب آپ نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ ہم خطبہ دیتے ہیں جو خطبہ کے لیے بیٹھنا پسند کرے وہ بیٹھ جائے اور جو جانا چاہے وہ چلا جائے۔

اقول:......بتوفيق الملك الوهاب وبيده ازمة الصواب فریق ثانی کی دلیل نمبر دوم صحیح روایت نہیں ہے فقد نص ابو داؤد فی سننہٖ صفحه ۱۶۳ ۔ وا لدار قطنی صفحه(۱۸۲ ۔ جلد ۱) ۔ط هند ۔ وقال انه مرسل وكذا حكى المنذرى فی مختصر سنن ابی داؤدصفحه ۳۳ ج۲ عن النسائی وحاكم وقال ”هذامرسل عن عطاء عن النبی ﷺ وذكره البيهقى فی سننہٖ صفحه ۳۰۱ج۳ عن الامام يحيىٰ بن معين انه قال غلط الفضل بن موسىٰ فی اسنادہٖ وانها هو عطاء عن النبی ﷺ مرسل وهكذا فی نصب الرايه للزيلعى صفحه ۲۲۱ ج۲ ونيل الاوطار للشو كانی صفحه ۳۱۲ج ۳ اورمرسل روایت قابل استشہاد نہیں ہے۔اور دلیل اول صحیح روایت ہے اس میں جملہ لم يكونوا يجلسون سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں اگر وہ استماع فرض سمجھتے تو کبھی نہیں اٹھتے گو وہ ہر نیک عمل میں زیادہ حرص رکھنے والے تھے اور ایک دوسرے سے سبقت لینے والے تھے، رضی اللہ عنهم اجمعين اور یہ عذر کہ وہ اس بنا پر نہیں بیٹھتے تھے کہ خطبہ میں بعض کے لیے تشنا وشتم اور بعض کے لیے بے جا مدح تھی صحیح یا قابل قبول نہیں ہے۔

من وجوہ:......

اولاً:...... یہ بات قطعی الثبوت نہیں ہے بلکہ صیغہ تمریض ، قیل ، وغیرہ سے منقول ہے کما فی فتح الباری (صفحہ۱۰۴ ج ۳)باب المشی والركوب الى العيد الخ ونيل الاوطار (صفحہ۳۳۳ج ۳) لہٰذا اس پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

ثانیا:...... علی هذا قبل الصلوٰۃ خطبہ میں پھر وہی بات ہوگی پھر تقدیم سے کیا فائدہ کما یقال:

فرمن المطر وقام تحت المیزاب

ثالثاً:...... علی التقدیر اگر سماع فرض وواجب ہوتا تو سلف سے یہ ہرگز متوقع نہیں کہ وہ صرف اس سب وشتم کی بنا پر اس کا ترک کر کے گناہ کا ارتکاب کریں حاشا وکلا بلکہ اس کا طریقہ ان کے ہاں یہ تھا کہ اس پر اعتراض کرتے نہ کہ اصل خطبہ کو ترک کرتے۔

فریق اول کی دلیل وجوب پر دال نہیں ہے کیونکہ افعال یا عمل سے وجوب یا فرض پر استدلال کرنا درست نہیں جب تک امر نہ ہو یا وجوب کی دوسری کوئی دلیل نہ ہو اس بنا پر امام عطاء بن ابی رباح تابعی سے منقول ہے۔ ففی المحلیٰ للا مام ابن حزم (صفحہ ۸۶ ج ۵) وروینا من طریق ابن جریج عن عطاء قال لیس حقا علی الناس حضور الخطبة یعنی فی العیدین والاثار فی هذا کثیرة . یعنی عیدین کے خطبے میں حاضر ہونا لازمی نہیں ہے.

بلکہ خطبہ عیدین بذات خود بالاتفاق واجب نہیں ہے . ففی بدر التمام شرح بلوغ المرام للقاضی شریف الدین الحسین بن محمد المغربی (نسخہ قلمیہ) فی شرح الحدیث السادس من باب صلوٰۃ العیدین حصل الاجماع علی عدم وجوب الخطبة فی العیدین ، وهکذا فی سبل السلام (صفحہ ٦٦ ج ٢) وفی نیل الا وطار (صفحہ ٣٢٥ ج ٣) تحت حدیث ابی داود انا نخطب فمن احب ان یجلس للخطبة فلیجلس الحدیث وفیه ان الجلوس لسماع خطبة العید غیر واجب قال المصنف (یعنی ابا البرکات مجددالدین ابن تیمیه جد شیخ الاسلام مصنف منتقی الاخبار من نیل الا وطار) رحمة الله وفیه بیان ان الخطبة سنة اذالو وجبت لوجب الجلوس لها انتهیٰ وفیه ان تخییر السماع لا ید ل علیٰ عدم وجوب الخطبة بل علیٰ عدم وجوب سما عها اِلا ان یقال انه یدل من باب الاشارة لانه اذا لم یجب سماعها لا یجب فعلها وذالك لان الخطبة خطاب ولا خطاب اِلا للمخاطب لما ذا لم یجب السماع علی المخا طب لم یجب الخطاب وقد اتفق الموجبون لصلوٰۃ العید وغیر هم علیٰ عدم وجوب خطبة ولا اعرف قائلا بوجوبها یہی مسلک عام ائمہ اور علماء کا ہے۔ قال الا مام ابن حزم فی المحلیٰ (صفحہ ٨٦ ج ٥) ولیس الجلوس للخطبة واجباً. ان تمام عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ خطبہ عیدین فرض نہیں ہے بلکہ استحباب پر مبنی ہے اور اب فقہاء مذاہب اربعہ کے

اقوال ملاحظہ ہوں۔

امام شافعی رحمہ اللہ:

کتاب الام (صفحہ ۲۱۲ ج ۱) میں فرماتے ہیں۔ احب لمن حضر خطبة عيد، او استسقاء، او حج، او كسوف، ان ينصت ويستمع واحب ان لا ينصرف احد حتى يستمع الخطبة، فان تكلم، او ترك الاستماع، او انصرف، كرهت ذالك له، ولا اعادة عليه، ولا كفارة وليس هذا كخطبة يوم الجمعة، لان صلوٰة يوم الجمعة فرضً۔ یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص عید کے خطبہ یا استسقاء، حج یا کسوف میں حاضر ہوتو اس کو خطبہ سننا چاہئے اور خاموش رہنا چاہیے اور اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ خطبہ سنے بغیر واپس نہ جائے اور دوران خطبہ بات یا کلام کرنا مکروہ ہے لیکن اس پر اعادہ یا کفارہ نہیں ہے کیوں کہ یہ جمعہ نماز کے خطبہ کی طرح فرض نہیں ہے اور فقہ شافعی کی مشہور کتاب "المهذب للامام ابى اسحاق الشيرازى صفحه ۱۲۰ ج ۱" میں ہے: ويستحب للناس استماع الخطبة وهكذافى فتح العزيز شرح الوجيز للامام الرافعى (صفحه ۵۵ ج ۵) فى ذيل شرح المهذب، وفى شرح المهذب للنووى (صفحه ۲۳ ج) ويستحب للناس استماع الخطبة وليست الخطبة ولا استماعها شرطاً لصحة الصلوٰة لكن قال الشافعى لو ترك استماع للخطبة العيد او الكسوف او الا ستسقاء او خطب الحج او تكلم فيها او انصرف وتركها كرهت ولا اعادة عليها وهكذا فى بقية الكتب.

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب طحطاوی علی مراقی الفلاح (صفحہ ۳۱۸) میں ہے کہ اعلم ان الخطبة سنة وتا خيرها الى ما بعد الصلوٰة سنة ايضاً والتطهير و كونه مشيئا بالتقديم لا يدل على نفى سنة اصلها مطلقاً لان الاساءة لترك سنة التاخير وهى غير اصل السنة وفى الدرة المنيفة لو خطب قبل الصلوٰة جاز وترك الفضيلة ولا تعاد ومثله فى مسكين، وفى خزانة الروايات (صفحه ۲۴۴) قلمى و فى الراجية ترك الخطبة فى العيدين لا يضر لا نها سنة لا واجبة وفى التهذيب شرائط العيد كشرائط الجمعة الا ان الخطبة فى العيد للوعظ والتذكير لا لشرطِ الصلوٰة ولهٰذا تو خر عن الصلوٰة ويستمع القوم لخطبة العيد وينصتون لانه، يخاطبهم ولكن لا يكره الكلام فيها كما يكره فى خطبة الجمعة ـ وفى القاضى خان (صفحه ۸۷ ج ۱)۔ " وتجوز الصلوٰة بدونها "

اور مالکی مذہب کا امام قاضی ابو الولید الباجی المنتقی شرح الموطا (صفحہ ۳۲۲ ج ۱) میں لکھتے ہیں کہ وھذا کما قال لا ن الخطبة من سنة الصلوٰة وتوابعها ممن شهد الصلوٰة تلزمة او عن لا تلزمة من صبى او امرا وعبد لم يكن له ان يترك حضور سنتها مع القدرة هكذا فى الزرقانى شرح الموطا (صفحہ ۳۶۹ ج ۱)۔

اور فقہ حنبلی کی مشہور کتاب المغنی (صفحہ ۲۴۶ ج ۲) میں ہے" والخطبتان سنة لايجب حضور ها ولا استما عها لماروى عن عبدالله بن السائب قال شهدت مع رسول الله ﷺ العيد فلما قضى الصلوٰة قال انا نخطب فمن احب ان يجلس للخطبة فليجلس ومن احب ان يذهب فليذ هب (رواه النسائى وابن ماجه ورواه ابو داؤد قال هو مرسل وانما اخذت عن الصلوٰة والله اعلم لا نها لما كانت غير واجبة جعلت فى وقت يتمكن من اراد تركها بخلاف خطبة الجمعة والاستماع لها افضل وقد رُوى عن الحسن وابن سيرين انهما كرها الكلام يوم العيد والامام يخطب وقال ابراهيم يخطب الامام يوم العيد قدر ما يرجع النساء الى بيوتهن ولهٰذا يدل على انه لا يستحب لهن الجلوس ا ستماع الخطبة لئلا يختلطن بالرجال وحديث النبى ﷺ فى موعظتهٖ النساء بعد فراغهٖ من خطبتهٖ دليل على انهن لم ينصر فن قبل فراغهٖ وسنة النبى ﷺ احق بالاتباع وهكذافى شرح الكبير فى ذيل المغنى (الصفحة المذكورة)

خلاصہ یہ کہ عیدین کا خطبہ کا سننا واجب یا فرض نہیں بلکہ مسنون ومحبوب ومرغوب فیہ ہے اس کا ترک خلاف اولیٰ ہے وبالخصوص محبّ السنة کے لیے تو نہایت برا ہے یہاں ناجائز کہنا کسی کا قول نہیں ہے البتہ اس سے اعراض کرنا یا انکار کرنا یا ہمیشہ بلا وجہ عمداً استماع کو ترک کر دینا اور اس سے منہ پھیرنا موجب گناہ ہے کیونکہ یہ اعراض عن السنة ہے اور حدیث میں ہے۔ مَن رغب عن سنتى فليس منى " میں داخل ہے اور دستور المتقی کی عبارت کا بھی خلاصہ ذیل میں اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

عیدین کا خطبہ سنۃ موکدۃ ہے، خطبہ نہ سننا اور خطبہ سے بھاگ کھڑا ہونا گناہ ہے جس حدیث میں ہے کہ جو چاہے خطبہ سنے اور جو چاہے چلا جائے وہ سخت ضعیف ہے (دستور المتقى صفحه ۲۱۷) طبع مسلم پریس کراچی ۔ یہ عبارت اس نسخہ میں ہے مگر دو پرانے نسخے ہم نے دیکھے ہیں ایک وہ جو ۱۳۰۹ھ میں باہتمام محمد معظم مالک مطبع فاروقی دہلی میں طبع ہوا اور دوسرا وہ جو ۱۳۲۱ھ میں باہتمام سید عبد السلام بن محمد معظم مالک

مطبع فاروقی دھلی میں طبع ہوا دونوں میں یہ عبارت نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے کہ بعد نماز مقتدی صفوں کو توڑیں نہیں امام کے سامنے منہ کئے ہوئے بیٹھے رہیں اور خطبہ سنیں صفحہ ٦٨۔ النسخة الاولیٰ۔اور دوسرے نسخے میں جو ١٣٢١ھ میں مطبوع ہوا اس میں اس طرح ہے کہ ''جب امام نماز سے فارغ ہو تو مقتدی صفیں نہ توڑیں بلکہ امام کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے اور توجہ تام کے ساتھ خطبہ سنیں صفحہ ٧٥۔ اور اس کے بعد نسخہ مطبوعہ ١٣٠٩ھ میں ہے کہ خطبہ عیدین کا سننا مؤکدہ سنت ہے'' اور دوسرے نسخے میں ہے کہ عید کا خطبہ سنت ہے اور سنت بھی مؤکدۃ''

اب نسخوں کے اختلاف سے قطع نظر اس عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اولاً:...... یہ سنت مؤکدۃ ہے واجب نہیں۔ ثانیاً:...... جملہ ''بھاگ کھڑا ہونا'' اس سے واضح ہے کہ اعراض کرنا نفرت کرنا یا انکار کرنا گناہ ہے نہ کہ صرف کسی ضرورت کی بناء پر نہ سننا یا اعراض وتنفر کی بنا پر نہ سننا بھی گناہ ہے، هـذا هـو الـقـول الـوسيـط بيـن الافراط والتفريط وسياتی معنیٰ الرغبة فی المسئلة الثانيه ان شاء الله تعالیٰ.

نیز فریق اول کا زور دینا بنـاء علی التقویٰ والترغيب وتحريض ہے اور فریق ثانی کا لکھنا علی سبیل الفتویٰ ہے۔

ہم نے دونوں چیزوں کو بیان کر دیا ہے اور فریق اول کی عبارات کا خلاصہ یہ رہتا ہے کہ خطبات ومجالس میں ہر وقت ایسے فتوے دینا اچھا نہیں خصوصاً اس زمانہ تکاہل میں جبکہ عمل کی طرف رفتار بالکل سست پڑ گئی ہے ایسے فتوں سے عوام ناجائز فائدہ لیتے رہیں گے۔ بجائے اس کے ترغیب وترھیب سے کام لینا چاہیے بلکہ ایسا فتویٰ استفتاء کے وقت یا درس وتدریس میں موزوں ہوتی ہے لکل مقام مقال، امام بخاری نے ایسے طرز عمل کے لیے ایک باب رکھا ہے قال "بـاب مـن تـرك بـعض الاختيار ان يقصر فيهم بـعـض الناس عنه ويقعوا فی اشد منه پھر اس سے متصل دوسرا باب رکھتے ہیں باب "من خص بـالـعـلـم قـومـا دون قوم كراهية ان لا يفهموا اوقال علیؓ حد ثو الناس بما يعرفون اتـحبـون ان يكذب الله ورسوله." (بـخـاری كتـاب الـعلم، صفحه ٢٤ ج١) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (صفحہ ٢٣٥ ج١٢)۔میں باب دوم کے تحت لکھتے ہیں: "وهـذه الـتـرجـمـة قريبة من الـتـرجمة التی قبلها ولكن هذه فی الاقوال وتلك فی الافعال او فيها وقال الكرمانی فـی شـرح الـبـخاری (صفحه ١٥٦ ج٢)۔ عن ابن بطال قال وفيه انه يجب ان يخص بـالعلم قوم فهم الضبط وصحة الفهم ولا يبذل المعنی اللطيف لمن لا ينشاهعه من

الطلبة ومن يخاف عليه الترخص والا تكال لتقصير فهمه. " اورہمیں یقین ہے کہ اس نصیحت سے نہ فریق اول کو اس حقیقت سے انکار ہوگا نہ فریق ثانی کو والله الهادی الی سواء السبيل وهو تعالیٰ حسبنا نعم الوكيل.

المسئلة الثانيه : سنن ونوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟

پہلے مراتب الشرع ملاحظہ ہوں پھر مسئلہ بیان کیا جائے گا "قال الامام ابن حزم فی الاحکام فی اصول الاحکام (صفحه ٢٦ ج ١)(صفحه ٣٢١ ج ٢)ان مراتب الشرع خمسة حرام وفرض وهذا ن طرفان ثم يلى الحرام المكروه ويلى الفرض الندب وبين الندب والكراهة واسطة وهی الاباحة۔

فالحرام مالا يحل فعله ويكون تاركه ماجوراً مطيعا وفاعله آثما عاصيا.

والفرض ما لا يحل تركه ويكون فاعله ما جوراً ويكون تاركه آثما عاصياً.

والمكروه هو ما ان فعله المرأ لم يا ثم ولم يا جروان تركه اجر والندب هو ما ان فعله المرأ أُجر وان تركه لم يا ثم ولم يوجر.

والا باحة هی ما ان فعله المرأ لم ياثم ولم يو جر وان تركة لم يا ثم ولم يو جر.

وقال الغزالی: فی المستصفی(صفحه ٦٥ ج ١)اما التمهيد فان اقسام الا حكام الثابتة لا فعال المكلفين خمسة الواجب والمحظور والمباح والمندوب والمكروه وجه هذه القسمة ان خطاب الشرع اما ان يرد باقتضاء الفعل او اقتضاء الترك او اتخير بين الفعل والترك فان ورد باقتضاء الفعل فهو امر فاما ان يقترن به الاشعار بعقاب على الترك فيكون واجباً اولا يقرن فيكون ندبا والذی ورد با قتضاء الترك فان اشعر با لعقاب على الفعل محظور والا فكراهية وان ورد بالتخيير فهو مباح۔ وهٰكذا فی اللمح لابی اسحاق الشيرازی (صفحه ٣)وارشاد الفحول للشوكانی (صحفه ٦) وحصول المامول للنواب صديق حسن خان القنوجی (صفحه ٢٩)۔

اور فرائض خمسہ کے علاوہ باقی نمازیں فرض یا واجب نہیں ہیں اب ان کا حکم یہی رہا کہ "يو جرعا مله ولا يا ثم تاركه اور حديث لا الا ان تطوع" جو فریق ثانی نے پیش کی ہے وہ نص قاطع ہے کہ فرائض کے علاوہ سب تطوع اور مندوب ہیں اسی بنا پر محدثین وتر کو واجب نہیں کہتے ۔ حالانکہ اس کی تائید میں بہت سی روایات آئی ہیں حتیٰ کہ بعض میں توالوتر حق تک آیا ہے مگر باین ھمہ محدثین اس کے عدم وجوب

کے قائل ہیں ان کے منجملہ دلائل میں سے یہ بھی دلیل ہے کہ "لا الا ان تطوع" بعض فرائض کے سوائے باقی سب تطوعات ہیں کما فی قیام اللیل المروزی صفحه ۱۱۲۔ وفی نصب الرایه صفحه ۱۱٤ ج ۲۔استدلوا علیٰ عدم وجوب ۔الوتر بحدیث الا عرابی انه ، علیه السلام قال له خمس صلوٰة کتبهن الله علیك قال هل علی غیر هن قال لا الا ان تطوع۔ یعنی ایک اعرابی آپ کے پاس آیا اس نے پوچھا کیا صلاۃ خمسہ کے علاوہ بھی میرے اوپر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں ہاں اگر تو نفل نماز پڑھے تو پڑھ سکتا ہے۔ ونحوه فی الدرایة لا بن حجر (صفحه ۱۱۳) ۔ اور محدث جلیل امام محمد بن نصر المروزی قیام اللیل (صفحه ۱۲٤) میں فرماتے ہیں کہ ان الصلوٰة انواع منها فریضة مکتوبة مؤکدة وهی الصلوٰة الخمس با جماع الامة علی ذالك ومنها سنة لیست بفریضة ولکنها نافلة ما مورة بها مرغب فیها یستحب المداو مة علیها منها الوتر ورکعتان قبل الفجر وما اشبه ذالك ومنها نافلة مستحبة ولیست بسنة ولکنها تطوع من عمل بها اثیب علیها ومن ترکها لم یکره له ترکها ...... نماز کی مختلف اقسام وانواع بعض ان میں سے فرض ہیں جیسے صلاۃ خمسہ اور بعض سنت ہیں فرض نہیں ہیں لیکن نفل ہے اور اس کے کرنے پر ترغیب بھی دلائی گئی ہے اور اس پر ہمیشگی کو مستحب کہا گیا جیسے وتر اور فجر کی دو سنتیں اور کچھ نافل مستحب سے سنت نہیں جس کے کرنے پر ثواب ملے گا اور ترک کوئی برا کام نہیں۔

اسی طرح کئی نوافل کے لیے امر وارد ہے مثلاً: صَلّوا قبل المغرب رکعتین اخرجه ابو داؤد (صفحه ۱۲۸).

ترجمہ: مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔

((اذادخل احد کم المسجد فلیر کع رکعتیں قبل ان یجلس .))

(متفق علیه، المشکواة صفحه ٦٨)

"جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔"

((فصل لوقتها ثم ان اقیمت الصلوٰة فصل معهم فانها زیادة خیر وعن ابی هریرةؓ قال امر نا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نصلی اربعاً بعد الجمعة وان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد فاذارایتمو هما فصلوا وادعواحتی ینکشف مابکم .))

"وقت پر نماز پڑھو پھر اگر دوبارہ پڑھنی پڑے تو پڑھو وہ تمہاری نفل ہو جائیں گی، آپ ﷺ

نے حکم دیا کہ ہر جمعہ نماز کے بعد چار رکعات پڑھے جب سورج اور چاند کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گرھن نہیں ہوتے جب وہ دیکھو تو نماز پڑھو۔"

((ذکر الاحادیث ابن حزم فی المحلیٰ (صفحہ ۲۳۲ ج۲)۔ وامرنا رسول اللہ ﷺ ان نصلی رکعتی الضحیٰ بسورتیھما بالشمس وضحٰھا والضحیٰ.)) (اخرجۃ البیھقی کما فی للفتاویٰ للسیوطی، صفحہ ٤٤ ج١)

"حالانکہ عام طور پر محدثین ان سب کو واجبات میں شمار نہیں کرتے اگر چہ امر کا حقیقی معنیٰ وجوب کا ہے مگر یہ حدیث "لاَ الّا انْ تَطوّعَ" ان سب کے لیے قرینہ صارفہ کا حکم رکھتی ہے یہاں سنت ونوافل میں درجات ہیں جن کے لیے امر یا ترغیب وارد ہے وہ سب سے زیادہ مؤکد ہیں مثلاً وتر، فجر کی سنتیں، مغرت سے پہلے دو رکعتیں اور جن پر نبی ﷺ سے دوام ثابت ہے ان پر دوام ہی افضل ہے۔ مثلاً فرائض سے قبل وبعد کی سنتیں اور قیام اللیل اور جمع کی فجر میں دو سورتیں السجدہ اور الدھر پڑھنا ففی المعجم الصغیر للطبرانی (صفحہ ۲۰۵۔۲۰۶)۔ من حدیث ابن مسعود یدیم ذالك. اولا:......جن پر آپ نے دوام نہیں کیا ان پر اگر چہ دوام خواہ ان کا ترک جائز ہے مگر عین متابعت بھی ہے اور فضیلت اسی میں ہے کہ آپ ﷺ کی طرح عمل کیا جائے اور ان پر دوام نہیں کیا جائے مثلاً:

((صلوٰۃ الضحیٰ ففی حدیث الترمذی کان رسول اللہ ﷺ یصلی الضحیٰ حتی نقول لا یدعھا ویدعھا حتیٰ نقول لا یصلیھا اور صوم تطوع کحدیث کان رسول اللہ ﷺ یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتیٰ نقول لا یصوم.)) (متفق علیہ، المشکوٰۃ، صفحہ ١٦، ١٧٨)

اور یہ سب فضائل ہیں فرائض نہیں! تطوعات ہیں واجبات نہیں۔ ہاں اگر ترک ترغیباً عنھا ہے یعنی بے رغبتی کی بنا پر تارک ہے، یا اس سے نفرت ہے یا سنت سے عداوت ہے تو وہ یقیناً آثم وگنہگار ہوگا اور وہ حدیث "من رغب عن سنتی فلیس منی." کے وعید میں داخل ہے

قال الامام الراغب فی کتاب المفردات فی ترغیب القرآن (صفحہ ١٩٨) واذا قیل رغب عنہ اقتضی الرغبۃ عنہ والزھد فیہ نحو قولہ تعالیٰ ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم، اراغِب انتَ عن الھتی وفی لسان العرب لا بن منظور الا فریقی (صفحہ ٤٢٣ ج١)۔ بیروت، ورغب عن الشی ترکہ متعمدا وزھد فیہ ولم یردہ وفی

الافعال لابن القطاع (صفحه ٢٦ ج ٢)۔ وعنه رغبة لم ارضة ، وهكذا فی الصحاح للجوهری (صفحه ١٣٧ ج ١) ۔ والمصباح المنير للفيومی (صفحه ٢٤٨ ج ١) والقاموس (صفحه ٧٤ ج ١)۔ والنهايه لا بن الاثير (صفحه ٨٩ ج ٢)۔ واساس البلاغة للزمخشری (صفحه ٢٤٨ ج ١)۔ ومجمع بحار الانوار للفتنی (صفحه ١٩ ج ٢)۔ وغير ها من كتب الفن ، پس حدیث من رغب عن سنتی فليس منی ، کے معنیٰ یہ ہوئے کہ جو میری سنت سے ناراض ہوا اس سے اجتناب کیا یا اس سے منہ پھیر لیا یا نفرت کی تو ایسا شخص واقعی میری امت میں سے ہے اس قید کے بغیر ترک فتویٰ کا موجب نہیں ہے یہاں بھی فریق اول کا کلام ناصحانہ انداز میں ہے یعنی کہ ایسے فتوے عام نہ کئے جائیں جہاں فتویٰ کا وقت اور موقع محل ہو وہاں استعمال کیا جائے مگر منبر اور جلسہ گاہ ایسے فتوے کے محل نہیں ہیں کیونکہ وہاں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو محض اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں ترک عمل کے لیے راستہ ملے اور بدون عمل نجات کی بشارت حاصل ہو۔ ﴿لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ﴾ (التوبة : ٥٧) خاص طور ایسے وقت کے جب لوگ سنن ونوافل تو کیا فرائض سے بھی سبکدوش ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں ان کی زور سے پابندی کرائی جائے تاکہ فرائض محفوظ رہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جو خطبہ بیان فرمایا تھا اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ " اما بعد ايها الناس فان الشيطان قد يئس من ان يعبد بارضكم هذهٖ ابدا ولكنه ان يطع فيما سوىٰ ذالك فقد رضى بهٖ مما تحقرون من اعمالكم فاحذروه علىٰ دينكم ، (سيرة ابن هشام)(صفحه ٦٠٤ ج ٢)۔ وفی سنن الدارمی (صفحه ٤٤ ج ١) ۔ مصر صفة ٢٦ الهند اخبر نا ابو المغيرة ثنا الاوزاعی عن يحيىٰ بن ابی عمرو الشبانی عن عبدالله ابن الديلمی قال بلغنی ان اول ذهاب الذين ترك السنة يذهب الدين سنة سنة كما يذهب الحبل قوة قوة . " الغرض شیطان کا ابتدائی سبق یہ ہے کہ عمل کی تحقیر ذھن میں بٹھا دیتا ہے اس کے بعد ترک اعمال کا سبق دیتا ہے نعوذ بالله من شره وشراعوانه وجنوده واوليائه۔ اس سے بچنے کا علاج یہی ہے کہ فرائض کے اوپر عمل کے لیے سنن ونوافل کی شدت سے پابندی کی جائے اور کرائی جائے تحریراً وتقریراً تعلیماً وتدریساً اس کی ترغیب دلائی جائے اس کے ترک پر کڑی نظر رکھی جائے تاکہ دشمن دور رہے اور قریب آنے کی ہمت نہ کر سکے اور یقیناً ایسی نصیحت سے فریق ثانی کو بھی اختلاف نہ ہوگا اور نہ اس کو ناگوار لگے گا اور جو کچھ فتاویٰ علمائے کرام کے مذکور ہے وہ بھی من باب الترغیب ہے فرضیت یا وجوب کی دلیل نہیں ہے۔

محدثین کا مذہب ہم نے بیان کر دیا ہے کہ فرائض وسنن کے احکام کیا ہیں اور تارك والراغب عن

سنۃ کا فرق بھی ہم نے بتا دیا ہے. غور فرمائیں کہ ایک ایسی سنت جس پر عہد نبوی ﷺ میں دوام تھا اور خاص اہتمام کیا جاتا تھا بعد میں بعض صحابہ سے ان کا ترک ثابت ہے چنانچہ مغرب سے قبل دو رکعت سنت کے متعلق بیہقی (صفحہ ۴۷۶ ج ۱) میں ابو امامہ الباھلی سے مروی ہے کہ: "کنا لاندع الرکعتین قبل المغرب فی زمان رسول اللہ ﷺ وعن زغبان مولیٰ حبیب بن مسلمۃ قال رایت اصحاب رسول اللہ ﷺ یحبون الیھا کما یحبون الی المکتوبۃ یعنی الرکعتین قبل المغرب وفی سنن الدارمی صفحہ ۲٦۷ ج ۱ مطبوعہ مصر و ہند صفحہ ۹۹ عن علی بن زید قال سمعت انسًا یقول کانوا اذا سمعوا اذا ن المغرب قاموا یصلون کانھا فریضۃ"

لیکن باوجود اس کے عقبۃ بن عامرؓ سے ترک ثابت ہے جب اس سے مراد بن عبداللہ الیزنی نے ذکر کیا ہے "الا اعجبك من ابی تمیم یر کع رکعتیں قبل صلوٰۃ المغرب فقال عقبۃ انا کنا نفعلہ علی عھد رسول اللہ ﷺ قلت فما یمنعك الآن قال الشغل." (البخاری (صفحہ ۱۵۸ ج ۱) باب الصلواۃ قبل المغرب من کتاب الصلوٰۃ) اب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا ترک سے نہ اس سنت کے مؤکد ہونے پر حرف آتا ہے کیونکہ صحابہؓ اس کا فرض کی طرح اہتمام کرتے تھے کما مر اور نہ اس صحابی پر معاذ اللہ گنہگار ہونے کا فتویٰ لگ سکتا ہے کیونکہ فرض یا واجب نہیں ہے. خواہ کتنی اس کی فضیلت واہمیت ہو مگر پھر بھی وجوب نہیں فرض اور غیر فرض کے مراتب میں فرق ہے۔

اسی طرح "سنۃ" اصطلاح میں فرض وغیر فرض کو بھی کہا جاتا ہے: "قال الامام ابن حزمؒ فی الاحکام (صفحہ ۴۳) ۔السنۃ ھی الشریعۃ نفسھا وھی فی اصل اللغۃ وجہ الشیء وظاھرہ قال الشاعر:

ترك السنۃ وجہ غیر مقرفہ
ملساء لیس بھا خال وندب

واقسام السنۃ فی الشریعۃ فرض وندب اواباحۃ او کراھۃ او تحریم کل ذالك قد سنۃ رسول اللہ ﷺ عن اللہ عزوجل ۔ وفی الفتح (صفحہ ۲۰٦ ج ۲)۔ المراد بالسنۃ الطریقۃ الشریعۃ التی ھی اعم من الواجب والمندوب." اور یہی اصطلاح سلف میں تھی فاخرج الدارمی فی سننہ (صفحہ ۱۱۷ ج ۱)۔ مصری (صفحہ ۷۷) طبع الھند قال اخبرنا محمد بن کثیر عن الاوزاعی عن مکحول قال السنۃ سنتان سنۃ الاخذ بھا فریضۃ وترکھا کفر وسنۃ الاخذ بھا فضیلۃ وترکھا الی غیرہٖ حرج" یعنی

جس مسنون فعل کی فرضیت ثابت ہو اس کے تارک پر وہی حکم ہوگا جو تارک فرض پر ہے اور اگر فرضیت ثابت نہیں تو اس پر وہی حکم عائد ہوگا جو تارک تطوع پر ہو سکتا ہے اور حدیث سے ثابت ہوا کہ فرائض کے علاوہ تمام نمازیں تطوع ہیں اور امام ابن حزم نے کتاب مراتب الاجماع (صفحہ ۳۲) میں فرمایا ہے کہ "واتفقوا ان کل صلوٰة ما عدا الصلوٰة الخمس وعدا الجنائز والوتر وما نذره المرأ ليست فرضاً." اس کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب المحلیٰ (صفحہ ۲۲۶ ج ۲)۔ میں بیان کرتے ہیں پھر (صفحہ ۲۳۰) پر لکھتے ہیں کہ "وروينا عن قتادة عن سعيد بن المسيب انه ساله رجل عن الوتر فقال سعيد اَوْ ترَ النَبِیُّ ﷺ وان تركت فليس عليك شيء وصلى الضحیٰ وان تركت فليس عليك شي وصلى ركعتين قبل الظهر وبعد ها وان تركت فليس عليك شي وعن ابن جريج قلت لعطاء اَواجب الوتر وركعتان امام الصبح او شيء من الصلوٰة قبل المكتوبة او بعد ها قال لا وهو قول الشافعي و داؤد وجمهور المتقد مين والمتاخرين."

اور حدیث "ستة لعنتهم ولعنهم الله" میں یہ جملہ ہے کہ " والتارك لسنتي "جس سے مراد وہ سنت ہے جو کہ فرض ہو نہ کہ غیر فرض، کیونکہ غیر فرض کا ترک موجب لعنت نہیں۔ ورنہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ایک سنت کے ترک کی بنا پر اس وعید میں داخل کرنا پڑے گا۔" وعاذه الله تعالىٰ من ذالك " اور یہاں یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جو مجموعی طور پر طریقہ نبوی کے علاوہ کوئی طریقہ اختیار کرے جیسا کہ آیت کریم میں ہے کہ ﴿وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤمِنِيْنَ﴾ (النساء ع ۱۶ پ ۵) جیسے اہل الرائے بمقابلہ اہل السنۃ، بلکہ بعض روایت میں " التارك لسنتي " کے بجائے "الراغب عن سنتي الى بدعة " وارد ہے۔ "كذا في الاعتصام للشاطبي" (صفحہ ۱۰۵ ج ۱)۔ اس طرح دوام و مواظبۃ سے استدلال بمع الوجوب کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ صرف دوام وجوب کی دلیل نہیں۔ تاکید یا زیادت فضیلت کی دلیل ہے۔ مثلاً تہجد آپ ﷺ کا دائمی عمل تھا کیا اس کے تارک کو بھی ملعون کہیں گے؟ حاشا وکلا خود عبداللہ بن عمر پہلے تہجد نہیں پڑھتے تھے پھر جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ " نعم الرجل عبد الله لو كان يصلى من الليل وكان بعد لاينام من الليل الا قليلا (بخاری صفحہ ۱۵۱ ج ۱) باب فضل قيام الليل من كتاب الصلوٰة." تو کیا معاذ اللہ اس سے قبل ابن عمر رضی اللہ عنہ التارك لسنتي کی وعید میں شامل تھے؟ حالانکہ اس کو اپنی مواظبت کا بھی علم تھا اور پھر آپ نے اس پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا بلکہ ترغیب دلائی! اسی طرح جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر پڑھنا دائمی عمل تھا پس کیا اگر کوئی

دوسری سورتیں پڑھے گا تو کیا وہ ملعون ہوگا؟ نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اساء یعنی اچھا نہیں کیا اور عظیم ثواب سے محروم ہوگیا لیکن گنہگار نہیں ہوا۔ ایسی کئی مثالیں ہیں بلکہ جس پر نبی کریم ﷺ کی مواظبت ثابت ہے اس کے متعلق مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس پر مواظبت ہی کی جائے نہ کہ اس پر واجب یا فرض کے احکام مرتب کئے جائیں یا اس کو فرائض پر متفرع کیا جائے "قال السيد الشريف على الجرجانى فى كتاب التعريفات (صفحه ۷۰) السنة لغة العادة وشرعة مشترك بين ما صدر عن النبى صلى الله عليه وسلم من قول او فعل او تقرير وبين ما واظب النبى ﷺ بلا وجوب وهى نوعان سنة هدى ويقال لها السنة المؤكدة كالاذان والاقامة والسنن الرواتب والمضمضة والاستنشاق على راى وحكمة كالواجب المطالبة فى الدنيا الا ان تاركه يعاقب وتاركها لا يعاقب وسنن الزوائد كاذان المنفرد والسواك والافعال المعهوده فى الصلوٰة وخارجها وتاركها غير معاقب." معلوم ہوا کہ جن افعال پر رسول اللہ ﷺ سے ہمیشگی ثابت ہو ان میں بھی بعض ایسے ہیں جو نہ واجب ہیں اور نہ ہی ان کا ترک موجب عقاب ہے اس طرح نوافل سے فرائض کا نقصان پورا ہونا اس سے یہ استدلال کرنا کہ سنن واجب ہیں یا ان کا تارک بدون اعتراض گنہگار ہوگا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان سے مراد وہ نقص ہے جس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوتی ہو ورنہ اگر کوئی شخص نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن ترک کرے تو اس کے بجائے نوافل یا سنن کافی ہوجانی چاہئیں بلکہ ایسا نہیں ہے۔ اس سے نقصان ہوسکتا ہے مثلاً کسی نے سورت فاتحہ ترک کردی یا رکوع یا ایک سجدہ اس سے رہ گیا تو اس کے بجائے سنن نوافل کام نہیں آئیں گے اس کے لیے تو یہی فتویٰ ہے کہ " لا صلوٰة له "اور علماء اس کو نماز دھرانے کا حکم دیں گے بلکہ ایسے نقص مراد ہیں جن سے نماز کی صحت پر اثر نہیں پڑتا اور نہ اس کا بطلان لازم آتا ہو یا ایسے نقص جو خطأ واقع ہوں جو کہ پہلے سے معاف ہیں۔ قال الله تعالىٰ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ (الاحزاب ع۱ پ۲۱) سنن ونوافل اس لیے ہیں تاکہ بندہ کی عبادت ہر لحاظ سے صاف رہے۔ اس حکمت کا یہی مطلب ہے جو کہ سنن کی مشروعیت کے لیے بیان کی گئی ہے نہ کہ اس حکمت پر احکام متفرع کئے جائیں یہ جب ہوسکتا ہے کہ اولاً تسلیم کریں کہ جو بھی رکن عمداً رہ جائے یا خطأً اور نسیاناً رہ جائے اور پھر اس کو رہ جانے کا علم بھی ہوجائے مگر نماز نہ دہرائے صرف سنن پڑھتے رہنا کافی سمجھا جائے یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، ولا احدا قاله بلکہ یہ اس کو مستلزم ہے کہ نوافل ارکان کا بھی عوض ہوسکتے ہیں۔ وهو باطل فاذا بطل

اللازم بطل الملزوم .

الغرض یہ سب کچھ علمی تحقیق ہے جس کو علماء ہی سمجھ سکتے ہیں اور عوام الناس کا اس میں حظ نہیں ہے ان کو صرف عمل کی ترغیب دینی چاہیے اور عمل میں سستی پر تنبیہ وتہدید کی جائے ہمیں یقین ہے کہ فریقین کے قول میں یہ بہترین تطبیق ہے وھوا لقول الا عدل العالی بین المقصر والغالی واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق ومنہ الوصول الی سواء الطریق وھوا لرفیق فی کل ضیق .

المسئلة الثالثة : میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا:

تنبیہ: ...... اس مسئلہ میں اگر چہ بحث مابین مولانا محمد یوسف صاحب اور جناب جمیل الرحمٰن صاحب کے مابین ہوئی ہے مگر چونکہ جناب عتیق الرحمٰن صاحب بھی اس میں شامل ہیں جیسا کہ ان خطوط سے ظاہر ہے بلکہ گویا جناب جمیل الرحمٰن صاحب ان کی طرف سے ترجمان ہیں لہٰذا یہاں بھی فریق اول سے مراد وہی ہیں۔

فریق اول کا مطالبہ ہے:

میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی کتاب وسنت میں کیا کوئی دلیل موجود ہے؟ کیا حضور اکرم ﷺ نے ایسا عمل کیا ہے یا کرنے کا حکم دیا ہے؟ کیا صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس پر عمل ہوا ہے؟

(خط جمیل الرحمٰن صاحب ۳ مورخہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۸۶ بمطابق ۲۹ اگست ۱۹۶۶ ع)

پھر لکھتے ہیں کہ: ہم علمائے کرام اور اپنے بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے یہ فعل اھل الرای کا ایجاد کردہ ہے، اور بدعت ہے چنانچہ اس وجہ سے اہل حدیث حضرات کے ہاں میت کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا دستور نہیں ہے۔ (خط جمیل الرحمٰن صاحب مورخہ ۹ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۹۶۶/۸/۲۷)

فریق ثانی کا کہنا ہے کہ:

اگر ان علماء نے اپنے اقوال کی تائید میں پیغمبر ﷺ کی حدیث آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہے تو اور کیا چاہیے مجھ کو بھی وہ حدیث لکھ کر بھیج دی جائے ...... اور ان شاء اللہ پیش کر ہی نہ سکیں گے۔

(خط مولانا محمد یوسف صاحب ٦ مورخہ ١٩٦٦/٩/٦)

فیصلہ:...... اقول بالتوفیق الحق المبین ۔ وھو حسبی ونعم المعین . یہ عمل نہ قرآن مجید سے ثابت ہے نہ رسول اللہ ﷺ سے اور نہ ہی خلفائے راشدین کے زمانہ میں پایا گیا ہے اور نہ ہی کسی صحابیؓ سے منقول ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہٖ (صفحہ ٢٥٨ ج ٤)۔ تحت

قولہٖ تعالیٰ ﴿وان لیس للانسان الا ماسعیٰ﴾ (النجم)

ومن هذه الا ية الكريمة استنبط الشافعیؒ ومن اتبعه ان القراءة لا يصل اهد اء ثوابها الى الموتى لانه ، ليس من عملهم ولا كسبهم ولهٰذا لم يندب اليه رسول الله ﷺ امته ولا حثهم عليه ولا ارشد هم اليه بنص ولا ايماء ولم ينقل ذالك عن احد من الصحابہؓ ولو كان خيرا لسبقونا اليه وباب القربات يقتصر فيه على النصوص ولا يتصرف فيه بانواع الا قيسة والاراء فاما الدعاء والصدقة فذاك مجمع على وصو لهما ومنصوص من الشارع عليهما واما الحديث الذى رواه مسلم فى صحيحهٖ عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا مات الا نسان انقطع عمله الا من ثلاث من ولد صالح يد عوا له اوصدقة جارية من بعدهٖ او علم ينتفع بهٖ فهذه الثلاثة فى الحقيقة من سعيه وكده وعمله كما جاء فى الحديث" ان اطيب ما اكل الرجل من كسبه وان ولده من كسب" والصدقة الجارية كالوقف ونحوه هى من آثار عملهٖ ووقفه وقد قال الله تعالیٰ" انا نحن نحى الموتى ونكتب ما قدموا آثا رهم "الا ية والعلم الذى نشره فى الناس فاقتدى به الناس بعده هو ايضا من سعيهٖ وعملهٖ وثبت فى" الصحيح" من دعا الى هدىٰ كان له من الاجر مثل اجور من اتبعه من غير ان ينقص من اجور هم شيئاً .

اس عبارت سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے ۔

الاول (۱) اس عمل کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے نہ صراحۃً ملتا ہے نہ اشارۃً نہ آپ نے خود ایسا کیا نہ امت کو ایسی تعلیم دی یا ارشاد فرمایا وھكذا صرحه ابن القيم فى كتاب الروح (صفحہ۱۷۵) وغیرہ حالانکہ آپ سے قبل کئی انبیاء واہل اللہ فوت ہو چکے تھے آپ کی زندگی میں کئی نیک اصحاب فوت ہوئے حتیٰ کہ سعد بن معاذؓ جن کے متعلق آپ نے فرمایا کہ "اهتز العرش لموت سعد" اخرجه احمد والشيخان ، والترمذى وابن ماجة من حديث جابر واحمد ومسلم من حديث انس كذافى الجامع الصغير للسيوطى (صفحه ۹۱ ج ۱) اور آپ ﷺ کے کئی اقارب اور پیارے آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور بعض شہید ہوئے مثلاً آپ کا عم معظم حمزہ بن عبدالمطلب چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضاعی بھائی عثمان بن مظعون ام ایمن و ابوسلمہ ازواج مطہرات خدیجہ، زینب بنت خزیمہ آپ کی ساس ام رومان زوجہ ابی بکر الصدیق دوسری ساس زینب بنت مظعون والدہ حفصہ بنت عمر

آپ کے فرزندان قاسم طیب اور ابراہیم، بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم، زینب۔ آپ کے نواسے علی بن زینب، عبداللہ بن رقیہ نیز آپ کا متبنی محبوب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم وغیرہم یہ سب آپ کی زندگی میں رحلت کر گئے لیکن ایک کے لیے آپ نے قرآن خوانی نہیں کی نہ ان کے دوسرے رشتہ داروں کو ایسا حکم دیا۔ اسی طرح غزوات میں کئی صحابہ شہید ہوئے جن میں علماء، فقہاء، زھاد وعباد سب شامل تھے مگر کسی ایک کے لیے نہ (قرآن خوانی کی) اور نہ ہی کرنے کی طرف توجہ دلائی پس جو عمل آپ کے زمانے میں نہیں تھا وہ کیسے شریعت میں داخل ہوسکتا ہے۔ حالانکہ آپ پر شریعت مکمل ہوچکی تھی قرآن میں صریح حکم ہے کہ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ ع ۱ پ ٦) قال ابن کثیر فی تفسیر (صفحہ ۱۲ ج ۲)۔ ھذہٖ اکبر نعم اللہ تعالیٰ علیٰ ھذہٖ الامۃ حیث اکمل تعالیٰ لھم دینھم فلا یحتا جون الی دین غیرہٖ ولا الی نبی غیر نبیھم صلوٰت اللہ وسلامۃ علیہ ولھٰذا جعلہ اللہ تعالیٰ خاتم الانبیاء وبعثہ الی الانس والجن فلا حلال الا ما احلہ، ولا حرام الا ما حرمہ، ولا دین الا ماشرعہ، وکل شیءِ اخبر بہٖ فھو حق وصدق ولا کذب فیہ ولا خلف۔

وقال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس قولہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ وھو الاسلام اخبر اللہ نبیہ، والمومنین انہ، قد اکمل لھم الایمان فلا یحتا جون الی زیادہ ابداً قد اَتمہ اللہ فَلا ینقصہ ابداً. وقد رضیہ اللہ فلا یسخطہ ابدا، امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: "قبض رسول اللہ ﷺ وقد تم ھذا الا مر واستکمل فانما یبقی ان یتبع انا رسول اللہ ﷺ ولا یتبع الرای فانہ من اتبع الرای جاء احد اقویٰ فی الرای منك فاتبعتہ، فانت کلما جاء رجل علیك اتبعتہ، اری ھذا لا یتم کذا فی ایقاظھم اولی الا بصار۔ للغلانی (۱۸) نقلناہ عن تھذیب الاثار للطبری۔" جب آپ نے بھلائی کی سب باتیں بتا دیں تو اگر یہ کام مامور من اللہ ہوتا یا اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی ہوتی تو ضرور بتا دیتے بلکہ اس کو جائز یا کارثواب سمجھنا رسول اللہ ﷺ پر خیانت کا الزام ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ: "من احدث فی ھذہٖ الا مۃ شیئاً لم یکن علیہ سلفھا فقد زعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ لا ن اللہ تعالیٰ یقول ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ فما لم یکن یومئذٍ دیناًفلا لکم الیوم دینا۔ کذا فی الاعتصام للشاطبی (صفحہ ۱۵ ج ۱)۔ اور امام ابن حزم مراتب "الاجماع" (صفحہ ۱۷۴) میں فرماتے ہیں کہ "واتفقوا انہ مذمات النبی ﷺ فقد انقطع

الوحی وکمل الدین واستقرو انہ لا یحل لاحد ان یزید شیئاً من رایہٖ بغیر استد لال منہ ولا ان یحدث شریعۃ وان من فعل ذالك کافر " اور ظاہر ہے یہ تلاوت اس لیے کی جاتی ہے تاکہ میت کو ثواب پہنچے اور ثواب پہنچانا دین کا مسئلہ ہے اور جب نبوی زمانہ میں یہ دین نہ تھا تو ثواب کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسی چیزوں کو نبی ﷺ نے مردود کہا ہے فاخرج الشیخان من حدیث عائشہ مرفوعا من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد وفی روایۃ لمسلم من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھورد وفی لفظ ابی داؤد من صنع امراء علیٰ غیر امرنا فھو رد (الترغیب والترھیب للمنذری صفحہ ۸۳ج۱) اور جب یہ عمل آپ کے عہد مبارک میں نہیں تھا نہ ہی آپ نے ایسی ترغیب دلائی نہ حکم فرمایا تو پھر اس کے مردود ہو[illegible] شک باقی رہا، نیز صحیح مسلم (صفحہ ۱۸۴ج۱)۔ میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ مروی ہے " یقول اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد ﷺ وشر الامور محدثا تھا کل بدعۃ ضلالۃ ." الحدیث اور ایضاً یہ فعل محدث (نیا نکلا ہوا) ہے لہٰذا شر الامور اور برے سے برا کام ہے وفی ابی داؤد (صفحہ ۶۳۵)۔"وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ ." پس دین میں ہر نیا نکلا ہوا عمل بدعت وضلالت ہے اور بدعت کی تعریف اہل اصطلاح کے نزدیک یہ ہے۔ قال الشاطبی فی الاعتصام (صفحہ ۱۹ ج۱)۔طریقہ فی الدین مخترعۃ تضاھی الشریعۃ یقصد بالسلوك علیھا المبالغۃ فی التعبد للہ سبحانہ ، وھذا علیٰ رای من لا ید خل العادات فی معنیٰ البد عۃ وانما یخصھا بالعبادات واما علی رای من ادخل الاعمال العادیۃ فی معنی البد عۃ فیقول البدعۃ طریقۃ فی الدین مخترعۃ تضا ھی الشریعۃ یقصد بالسلوك علیھا ما یقصد با لطریقۃ الشریعۃ .''

اسی بنا پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسی عمل کو مخترع بتاتے ہیں: " فقال ھذا مخترع من متا خری القراء لا اعرف لھم سلفا کذا فی تفسیر المنار (صفحہ ۲۶۳ ج۸)۔ نقلا عن تنقیح الفتاوی الحا مدیہ .

الثانی (۲) :...... یہ کہ سلف صالحین اصحاب کرام تابعین عظام میں بھی یہ فعل قطعاً مروج نہیں تھا "ھکذا قالہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فی الاختیارات العلمیۃ(صفحہ ۵۳) ۔ وستاتی عبارتہ ، ان شاء اللہ تعالیٰ ." اور حافظ ابن حجرؒ کا سابق قول بھی اس پر دال ہے۔نیز ابن القیم بھی کتاب الروح (صفحہ ۷۵-۷۶)۔ میں ایسی تصریح کرتا ہے وقال السید الجر جانی فی کتاب التعریفات(صفحہ ۲۵) البدعۃ ھی الامر المحدث الذی لم یکن علیہ الصحابہ

والتابعون ولم یکن ۔ اقتضاه الدلیل الشرعی اور علامہ الرشید الرضا تفسیر المنار (صفحہ ۲۴۹ ج ۸) میں لکھتے ہیں کہ: فعلم مما شرحناه ان کل جرت بہٖ العادة من قراءة القرآن والاذکار واهداء ثوابها الی الاموات واستئجار القراء وحبس الاوقات علی ذالک بدع غیر مشروعة و مثلها ما یسمونه ، اسقاط الصلوٰة ولو کان لها اصل فی الدین لما جَهِلَهَا السلف ولو علموها لما اهملوا العمل بها ولیس هذا من قبیل ما لاشک فی جوازہٖ ووقوعہٖ فی کل زمن من فتح الله علی بعض الناس بما لم یوثر عن قبلهم من حکم الدین واسرارہٖ والفهم فی کتابہٖ کما قال امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم الله وجهه .... فهما فی لقرآن بل هو من العبادات العملیه التی یهتم الناس بامرها فی کل زمان ولو فعلها الصحابة لتوفرت الدواعی علیٰ نقلها بالتواتر والاستفاضة ۔"

اس عمل کے باطل و مردود ہونے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ عہد نبوی ﷺ میں نہیں تھا تا ہم سب صحابہ کرام کا اس سے بے خبر ہونا صاف بتاتا ہے کہ یہ مخترع و محدث فی الدین ہے اگر سراسر شریعت کے اندر اس کے متعلق اشارہ ہوتا تو کسی نہ کسی اصحابی سے قولاً یا عملاً اس کے متعلق منقول ہوتا۔ چنانچہ نہ تو کسی نے نبی ﷺ کے لیے قرآن خوانی کی اور نہ آپ کے اھل بیت کے کسی فرد کے لیے کی حالانکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت صدیقی میں ہوا نہ تو خلیفۃ المسلمین نے ایسا کیا اور نہ ہی خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا جو کہ اگر شرعی کام ہوتا یا اس سے ثواب پہنچنے کی امید ہوتی تو وہ اس کے لیے سب سے زیادہ احق تھا کیونکہ وہ ان کے شوہر تھے اور نبی کریم ﷺ کے قریبی تھے اسی طرح ان کے زمانہ میں کئی مشہور لوگ فوت ہوئے مگر کسی کے لیے بھی اس طرح ایصال ثواب نہیں کیا گیا۔ اسی طرح یہ عمل تابعین اور اتباع التابعین میں بھی کسی سے ثابت نہیں ہے بلکہ سلف تو یہاں تک محتاط تھے کہ اخرج الحافظ ابن وضاح الاندلسی فی کتاب البدع والنهی عنها قلمی (صفحہ ۱۰) باب مایکون بدعة قال حدثنا اسد عن الربیع بن صحیح عن یونس بن عبید قال کانوا یجتمعون فاتاهم الحسن فقال له رجل یا ابا سعید ما تریٰ فی مجلسنا هذا قوم من اهل السنة والجماعة لا یطعون علی احد نجتمع فی بیت هذا یوما وفی بیت هذا یوما فنقرا کتاب الله وندعوا ربنا ونصلی علیٰ النبی ﷺ وندعوا لا نفسنا ولعامة المسلمین قال فنهیٰ الحسن عن ذالک اشد النهی ۔

الثالث (۳): ...... اس کو کار خیر کہنا اور اچھا سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر نیکی کا کام ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ ہم کو بتاتے کیونکہ آپ ہی قرآن کریم کے مفسر اور بیان کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور کرانے والے تھے ارشاد الٰہی ہے ﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ ﴿وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ﴾ (الحج ع٦ـ ع٨ـ پ١٤) پس جو بھی قرآن کریم میں حکم آیا ہے اس کا طریقہ آپ نے بوجہ اتم بتادیا چنانچہ ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ اور ﴿كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ﴾ ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ وغیرھا .... من الآیات﴾ ان سب کا عملی طریقہ واضح فرمایا اسی طرح فرمایا ﴿وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ﴾ (الحج ع١٠ پ١٧) پس جو بھی خیر اور بھلائی کا کام تھا کر کے بتا دیا یا اس کی طرف ارشاد فرما کر توجہ دلائی اگر یہ بھی خیر کا کام ہوتا تو ہرگز بخل نہ کرتے ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾ (التکویر پ ٣٠) اور خاص طور پر فرمایا: ﴿وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبة ع١٣ پ١١) اور میت کے لیے جو بھی دعا وغیرہ کا طریقہ تھا سب بتلا دیا. اگر یہ طریقہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتا یا اس میں بھی میت کے لیے کوئی نفع ہوتا تو ضرور بتا دیتے اس کو ہرگز نہ چھپاتے کیونکہ قرآنی وعید آپ کے پاس آ چکی تھی کہ ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدة : ٦٧) اور صحیح مسلم (صفحہ ٩٨ـ ج١) میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "ومن زعم ان رسول الله ﷺ کتم شیئاً من کتاب الله فقد اعظم علی الله الفریة والله تعالیٰ یقول ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ ." (الحدیث)

نیز صحابہ کرام جو ہر خیر میں سبقت لینے والے تھے وہ ہرگز اس سے محروم نہ رہتے اور یہ بھی محال ہے کہ خیر کا کام ہم تو کرلیں اور جو اول اہل اسلام ہیں وہ اس سے بھی محروم رہیں. حالانکہ وہ قرآن کریم سنتے رہتے تھے اور پڑھتے رہتے تھے کہ ﴿فاستبقوا الخیرات﴾ (المائدہ ع٧ پ٦) ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران : ١٣٣) ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (الحدید: ٢١) ﴿وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ﴾ (الحجر: ٢٤)

الرابع (٤): ...... امام شافعیؒ نے اس کو غیر مشروع قرار دیا ہے وھکذا صرحه ابن القیم فی کتاب الروح (صفحه ١٤٠)۔ وموفق الدین ابن قدامة فی المغنی (صفحه ٤٢٨، ج٢)۔ وشمس الدین ابن قدامة فی الشرح الکبیر (صفحه ٤٢٥، ج٢) فی ذیل المغنیٰ والشوکانی فی نیل الاوطار (صفحه ٩٩، ج٤) والخازن فی تفسیره لباب

التاویل (صفحہ ۲۲۳، ج٦) والسیوطی فی الاکلیل (صفحہ ۲۰۲) وغیرھم یہی مذہب امام مالک کا ہے کما ذکرہ ابن القیم فقال المشہور من مذھب الشافعی ومالک ان ذالك لا یصل (کتاب الروح صفحہ ۱٤٥) وکذا حکی عنھما ابن الھمام فی فتح القدیر (صفحہ ۳۰۸، ج ۲) وعلی القاری شرح فقہ الاکبر (صفحۃ ۱۳۱) طبع مصر وشرح عقیدۃ طحاویۃ (صفحہ ٤٤٩) اور امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں ایک میں جواز ہے جیسا کہ فریق ثانی کا کہنا ہے یہ متاخرین حنابلہ کا قول ہے اور دوسری روایت میں اس کو بدعت شمار کیا گیا ہے ففی کتاب الفروع لا بن مفلح عنہ، بدعۃ لانہ لیس من فعلہ علیہ السلام وفعل اصحابہ انہ محدث وسالہ عبداللہ (ای ابنہ) یحمل مصحفاً الی المقبرہ فیقرا علیہ قال بدعۃ کذا فی المنار (صفحہ ۲٦۸ ـج۸) اور قد ماء حنابلہ کا بھی یہی مسلک تھا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان الاختیارات العلمیہ (صفحہ ٥۳) میں موجود ہے قال ونقل الجماعۃ عن احد قرأۃ القران علی القبور وھو قول جھمور السلف وعلیھا قدماء اصحابہ ولم یقل احد من العلماء ان القراۃ عند القبور افضل ولا رخص فی الاتخاذہ عیراً کا عیار القراۃ عندہ فی وقت معلوم او الذکر او الصیام واتخاذ المصا حف عند القبر بدعۃ ولو للقرائۃ ولو نفع المیت لفعل السلف (وقال) القراءۃ علی المیت بعد موتہ بدعۃ بخلاف القرآۃ علی المحتضر فانھا تستحب یٰسٓ .... ولم یکن من عادۃ السلف اذا صلوا تطوعاً و صاموا تطوعاً او حجوا تطوعاً او قرآ والقران یھدون ثواب ذالك الیٰ اموات المسلمین فلا ینبغی العدول عن طریف السلف فانہ افضل واکمل ـ اھـ ـ مختصراً الغرض شیخ الاسلام بھی اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اگر چہ اس کتاب میں جواز کا فتویٰ بھی ہے مگر لا ینبغی کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نہ کرنا چاہیے ہمارے لیے اتنی ہی شہادت کافی ہے کہ یہ عمل سلف میں نہیں تھا اور امام ترمذی اہل العلم کا بھی مسلک بیان کرتے ہیں فقال یقولون لیس شی یصل الی المیت الا الصدقۃ والدعاء" سنن ترمذی (صفحہ ۸٥ ـج ۱) ثابت ہوا کہ اہل حدیث کا بھی یہی مسلک ہے. باقی اختلاف کی صورت میں یہ حکم ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوریٰ : ۱۰) قال ابن الجوزی فی تفسیرہٖ زاد المسیر (صفحہ ٥۷٥ ج ۷)۔ ای من امر الدین وقال القرطبی فی تفسیرہٖ (صفحہ ۷ج٦) تحت الایۃ وامور الشرایع انما تتلقی من بیان اللہ وقال النفی فی المدارك (صفحہ ۱۰۱، ج ٤)۔ ای حکم ذالك المختلف فیہ مفوض الی اللہ وقال ابن کثیر فی تفسیرہٖ (صفحہ ۲۸

ج ٤) ای مهما (اختلفتم فیه من الامور وهذا عام فی جمیع الاشیاء فحکمه الی الله ای هوا الحا کم فیه بکتابه وسنة نبیه ﷺ وکذا قاله الشوکانی فی تفسیره (صفحه ٥١٣ ج ٤) ۔ نیز فرمایا کہ ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء : ٥٩) یہاں باتفاقِ اهل العلم الرجوع الی القرآن اوالحدیث مراد ہے قاله ابن القیم فی اعلام الموقعین (صفحه ٤٩ ج ١) ط ۔مصری وغیره وقال ابن کثیر فی تفسیره (صفحه ٥١٨ ج ١)۔ وهٰذا امر من الله عزوجل بان کل شی تنازع الناس فیه من اصول الدین وفروعه ان یرد التنازع فی ذالك الیٰ الکتاب والسنة کما قال الله تعالیٰ ، وما اختلفتم فیه من شیءٍ فحکمه الی فما حکم به الکتاب والسنة ویسشهد اله بالصحة فهو الحق وما ذا بعد الحق الا الضلال ولهٰذا قال ان کنتم تومنون بالله والیوم الآخر فرد علی ان من لم یتحا کم فی محل النزاع الی الکتاب والسنة ولا یر جع الیهما فی ذالك فلیس مومنا بالله والیوم الاخر۔ اب اس فیصلہ کے لیے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ قرآن نے یہ خبر دی ہے کہ کوئی بھی نئی چیز دین میں داخل نہیں ہوسکتی پس فیصلے کی صورت یہی رہے گی کہ جو اس فعل کے جواز کے قائل ہیں یا اس کے مدعی ہیں وہ اس عمل کا قرآن یا حدیث سے ثبوت پیش کریں اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی ثبوت موجود نہیں لہٰذا حق بجانب وہی ہے جو اس کے قائل نہیں منکر ہیں۔ ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس ع ٤ پ ١١) الغرض اقوال پر قناعت کرنا ہمارا مذہب نہیں ہے بلکہ ہم مامور ہیں کہ ہر اختلاف کے وقت کسی کی بات کو نہ لیں فلیس بعضهم اولی بعض بلکہ اصل یعنی کتاب وسنۃ کی طرف رجوع کریں وقد فعلناه والحمد لله علی ذالك .

الخامس (٥):......صدقہ دعا کا بھیجنا منصوص ہے اور قران خوانی کے بارے میں نصوص کے اندر کوئی اشارہ تک نہیں۔ پس مسئلہ مانحن فیها میں ایسی روایات پیش کرنا قیاس ہے نہ کہ استدلال۔

اولا:......محدثین کے نزدیک قیاس حجة شرعیة مستلزمه نہیں ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب الاعتصام میں متعدد ابواب قیاس کے رد میں واضح فرمائے ہیں مزید تفصیل کے لیے کتاب الاحکام اور النبذ لابن حزم اور ارشاد الفحول للشوکانی وغیرہ دیکھیں۔

ثانیا: ...... یہ اعتقادی مسئلہ ہے اور قیاس ظنی ہے جس سے اعتقادی بات پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

ثالثا: ...... یہ قیاس نصوص کے خلاف ہے جیسا کہ پیراگراف (٩) میں آئے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ اور ایسا قیاس بالاجماع باطل ہے۔

رابعا: ...... یہ قیاس مع الفارق ہے دعا خود فعل داعی ہے نہ کہ اس کا ثواب بخش کیا جاتا ہے بلکہ اس

کے لیے دعا مانگتا ہے اسی طرح صدقہ بھی عام نہیں بلکہ جو کچھ احادیث میں مذکور ہے وہ بھی اسی میت کی طرف سے صدقہ کیا جاتا ہے نہ کے خود صدقہ کرے پھر اس کا ثواب میت کی روح کو بخشتا ہے اور قیاس مع الفارق سب کے نزدیک مردود ہے۔

خامساً:...... قائلین قیاس اسی مسئلہ میں قیاس کرتے ہیں جو کہ منصوص نہ ہو اگر چہ یہ خود غلط بات ہے کیونکہ سب مسائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل : ۸۹) مگر تاہم یہ مسئلہ منصوص ہے اور منع قرآن وحدیث سے ثابت ہے کما ذکر وکما سیاتی ان شاء الله تعالیٰ لہٰذا قیاس کی کوئی حاجت نہیں رہی۔

السادس (۶) :...... اعمال وقربات توقیفیہ یعنی منصوص پر موقوف ہیں ان کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت ہونا ضروری ہے چونکہ مسئلہ مانحن فیھا میں کوئی نص نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ثبوت ہے لہٰذا مردود ہے اور فریق ثانی کا منکرین سے دلیل طلب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ فریق اول کا مطالبہ ثبوت باقی ہے اس کا ثابت نہ ہونا ہی اس کے ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے۔ فمن دعٰی خلاف ذالك فعليه البيان والبرهان .

السابع (۷) :...... ان قربات وغیرہ میں قیاس وآراء کا تصرف نہیں چل سکتا لہٰذا صدقات وغیرہ پر اس کو قیاس کرنا ناقابل التفات ہے یہاں نص کی ضرورت ہے وھو مفقود .

الثامن (۸) :...... اس فعل کو مندوب یا مستحب کہنا بھی تشریع (نئی شریعت بنانا ہے) کیونکہ مستحب کی تعریف یہ ہے۔ قال الجرجانی فی التعریفات (صفحه ۱۲۳) المستحب اسم لما شرع زيادة على الفرض والواجبات وقيل المستحب مارغب فيه الشارع ولم يوجبه وقال ابن حزم فی الاحکام (صفحه ٤٠) والندب امر يتخير فی الترك الا ان فاعله ماء جورا . اور کسی چیز کا ثواب بتانا نبی کریم ﷺ ہی کا کام ہے نہ کسی دوسرے کا، نیز آپ کا عمل موجب ثواب ہے۔ لقوله تعالیٰ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الاحزاب : ۲۱) اور جو ثواب کے کام تھے وہ سب آپ نے قولا یا عملاً تفصیل سے بتادیے ہیں۔ پس جبکہ اس کام کے لیے ایسا ثبوت نہیں اب کسی کو حق نہیں کہ اسکو مرغوب یا موجب ثواب سمجھے ایسا کرنا شریعت بنانا ہے نیز کسی اور کے کہنے یا اس کے عمل کی بناء پر اس کو مستحب یا کار ثواب کہنا آیت ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ﴾ (الشوریٰ : ۲۱) کے تحت داخل ہے۔

التاسع (۹) :...... ہر ایک کو اپنا ہی عمل کام آئے گا لہٰذا قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسئلہ ایصال ثواب میں دراصل بعض لوگوں نے افراط کیا ہے اور بعض لوگوں نے تفریط چنانچہ

معتزلہ نے بالکل ہی انکار کیا ہے کہ کسی چیز کا بھی ثواب نہیں پہنچتا اسی طرح خوارج کے ایک فرقہ الاحنسیہ کا بھی کہنا ہے کما ذکرہ ابن الجوزی فی تلبیس ابلیس (صفحہ۲۰)۔اوراس کے برعکس اہل الراء نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہر چیز کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور سب جائز ہے۔اور اول الذکر نے صرف ان دلائل کو لیا ہے جس سے ممانعت اور عدم وصول الثواب ظاہر ہوتا ہے اور دلائل مشتبہ کو کچھ باور نہیں کیا اور ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرہ : ۸۵) کے خطاب کے تحت آئے اسی طرح اہل الراء نے صرف چند مشتبہ دلائل جن میں بعض اشیاء کا ذکر ہے ان کو دیکھ کر عام دروازہ کھولا اور دلائل مانعہ کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنی بے کار تاویلات کیں ورنہ سب کے سب دلائل کو ماننا اور سب پر عمل کرنا ہی صحیح وحق مذہب ہے۔اب ہم اولاً وہ دلائل پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک کو اپنا ہی عمل نفع دیگا نہ کہ کسی اور کا قال اللہ تعالی ﴿لَّيْسَ لِلْاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۝ ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى﴾ (النجم : ۳۹تا۴۱) یہ آیت اس بات میں نص ہے کہ کسی کو بھی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دیگا صرف اس کا اپنا عمل جو کہ اس کی اپنی سعی ہے وہی فائدہ دیگا اسی کا اسکو اجر وبدلہ ملے گا قال ابن جریر فی تفسیرہٖ (صفحہ ۷۴ ج۲۷) یقول جل ثناؤہ اولم ینبانہ لا یجازی عامل الا بعملہٖ خیراً کان او شراً وقال ابن کثیر (صفحہ ۲۵۸ ج۴) ای کما لا یحمل علیہ وزر غیرہ کذا لک لا یحصل من الا جر الا ماکسب ھو لنفسہٖ وقال القرطبی فی تفسیرہٖ (صفحہ ۱۱۴ ج۱۷) وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ ولا ینفع احداً عمل احد واجمعوا علی انہ لا یصل احد عن احد ـ وفی الجلالین (صفحہ ۲۲۲ج۲) مصری ـ ای انہ لا تحمل نفس ذنب غیرھا ـ وان ای انہ لیس للا نسان الا ما سعیٰ من خیر فلیس لہ من سعی غیر الخیر شیء وفی تفسیر الشوکانی صفحہ ۱۱۱ ج۵ ـ والمعنیٰ لیس لہ الا اجر سعیہ وجزاء عملہٖ ولا ینفع احدًا عمل احد ـ وھکذا فی فتح البیان للنواب (صفحہ ۱۴۲ ج ۹) وھکذا فی المراغی (صفحہ ۶۵ ج ۲۷) والقاسمی (صفحہ ۵۵۸۴ ج۱۵) والکشاف (صفحہ ۱۸ ج ۳) ـ وغیر ھا من التفاسیر وفی تفسیر غریب القرآن لابن قتیبہ (صفحہ ۴۲۹) ـ وان لیس للانسان الا ماسعیٰ " ای ما عمل لآخرتہ . اورامام شافعی کی اس مسئلہ میں سب سے بڑی دلیل یہ ہے اور امام موصوف تفسیر لغۃ اور احکام میں حجۃ ہے اور آپ کا امام اللغۃ ہونا مسلم ہے چنانچہ امام بیہقی "الانتقاد علی الشافعی (قلمی) کی ابتدا میں لکھتے ہیں کہ وقد ذکرنا فی کتاب المناقب الجزاء العاشر من شھادۃ جماعۃ من ائمہ ، اھل اللغۃ للشافعیؒ بانہ امام فی اللغۃ وان قولہ فیھا حجۃ وروینا

عن ابی الولید ا بن ابی الجارود المکی انه قال: کان یقال ان محمد بن ادریس لغة وجلدة یحتج بہٖ کما یحتج بالبطن من العرب ۔ وروی عن ابی عمرو غلام ثعلب فقال هو من بیت اللغة یجب ان یوخذ عنه وعن الاصمعی انه استفاد منه وروی فی احکام القران(صفحه ۲۰ ج۱)۔ عن یونس بن عبدالاعلی قال کان الشافعی اذا اخذ فی التفسیر کانه شهد التنزیل وعن الربیع قال فلما کنت ادخل علی الشافعیؒ الا والمصحف بین یدیه یتبع احکام القرآن وروی فی کتاب معرفة السنن والآثار (صفحه ۳۲ ج ۱) قلمی ۔ عن الامام احمد بن حنبل قال للشافعی فیلسوف فی اربعة اشیاء فی اللغة واختلاف الناس والمعانی والفقه . اور یہ آیت عام ہے اور نص قاطع ہے کہ کسی کا عمل دوسرے کو کام نہیں آ سکتا۔ جبکہ اس کا اپنا عمل یا سعی نہ ہو۔ اسی معنٰی کی اور آیتیں بھی ہیں ۔

" قال الله تعالیٰ ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (الانعام ع۲۰ پ۸) قال ابن الجوزی فی تفسیره زاد المسیر (صفحه ۱۶۲ ج۳) ای لا یوخذ سواها بعملها وقیل المعنیٰ الا علیها عقاب معصیتها ولها ثواب طاعتها ، وفی المراغی (صفحه ۹۲ ج۸)۔ والخلاصة ان الدین ارشدنا ان نجری علیٰ ما اَوْدعته الفطره فی النفوس من ان سعادة الناس وشفائهم فی الدنیا باعمالهم والعمل یؤثر فی النفس التاثیر الذی یزکیها ان کان صالحاً او التاثیر الذی یدسُّها ویفسدها ان کان مسیئاً والجزاء مبنی علیٰ هذا التاثیر ولا ینتفع احد ولا یتضرر بعمل غیره ۔ وهکذا فی تفسیر المنار(صفحه ۲٤٦ ج۸) .

وقال الله تعالیٰ : ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرة ع۱۰ پ۱) وفی تفسیر ابن جریر (صفحه ۵۷٦ ج۱)۔ لها عند الله ما کسبت من خیر فی ایام حیاتها وعلیها ما اکتسبت من شر لا ینفعها غیر صالح اعمالها ولا یضرها الا سیئها ، وفی تفسیر الرازی(صفحه ۷٤۵ ج۱) یدل علی ان کسب کل احد یختص به ولا ینتفع به غیره ۔ وقل الراغب فلیس لکم ثواب فعلیهم ولا علیکم عقابه کذا فی القاسمی (صفحه ۲۷۸ ج۲) ۔وفی النسفی (صفحه ۷٦ج۱) ای ان احدا لا ینفعه کسب غیره متقدماً کاناو متاخراً فکما ان اولئك لا ینفهم الا ما کسبوا فکذالك انتم لا ینفعکم الا ما کسبتم وذالك لا فتخار آبائهم ۔ وفی الشوکانی (صفحه ۱۲٦ ج۱)۔ بیان لحال تلك الامة وحال المخاطبین بان لکل من الفریقین

کسبه ولا ينفعه كسب غيره ولا يناله منه شيء ولا يضره ذنب غيره ...... والمراد انكم لا تنتفعون بحسناتهم ولا تو خذون بسيا تهم ، وفی الجمل (صفحه ۱۱۰ ج۱)۔ افادت ان احدا لا ينفعه كسب احد بل هو مختص به ان خيرا فخير وان بشر فشر وقال جل ثنائه ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ (البقره: ۲۷۲) قال النسفی (صفحه ۱۳۶ج۱) فهو لا نفسكم لا ينتفع به غيركم هكذ فی البيضاوی (صفحه ۷۲)۱ والجمل (صفحه ۲۲۵ج۱) وفی الفيض صفحه ۷۷۔ والحال ما تنفقوا من خير مال فلا نفسكم عوده لها لا لما عداها ، وقال سبحانه وتعالیٰ ﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾ (الاسراء ع۱ پ۱۵) قال ابن جرير (صفحه ۳۱ ج۵) لا نكم انما تنتفعون بفعلكم ما تفعلون من ذالك انفسكم فی الدين والاخرة ، وقال القرطبی (صفحه ۲۱۷ ج۱۰) ای نفع احسانكم عائد عليكم وهكذا فی الشوكانی (صفحه ۲۰۲ ج۳)۔ وقال ابن الجوزی فی زاد المسير (صفحه ۱۰ ج۵) ای عاقبة الطاعة لكم ، وقال الخازن(صفحه ۱۱۸ ج ٤) يعنی لها ثوابها وجزاء حسناتها ، وقال النسفی(صفحه ۳۰۷ ج۲) والصحيح انها علی بابها لان اللام لاختصاص والعامل مختص ...... جمله حسنة كانت او سيئة يعنی ان الاحسان والاساءة كلاهما مختص بانفسكم لا يتعدیٰ النفع والضرر الی غيركم ، وهكذا فی الجمل (صفحه ٦١٦ ج۲)۔ وقال عزا سمه ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ (حم السجده: ٤٦) والجاثية (ع۲ پ۲۵) قال ابن جرير(صفحه ١٤٥ ج۲۵) فلنفسه عمل ذالك الصالح من العمل وطلب خلاصها من عذاب الله تعالیٰ واطاع ربه لا لغير ذالك لانه لا ينفع ذالك غيره ...... ولم يضر احدا سوی نفسه وقال الشوكانی (صفحه ۵۰۷ ج٤) فثواب ذالك راجع اليه ونفعة خاص به من اساء فعليها ای عقاب اسائته عليه لا علیٰ غيره ، وفی(صفحه ۵ج۵) والمعنیٰ ان عمل كل طائفه من احسان واساءه لعامله لا يتجاوزالی غيره ۔"

ایسی بہت سی آیات ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ہر عامل کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا اس کا بدلہ اس کے اپنے لیے ہے یہ ایک عام اور جنرل قانون ہے لیکن اگر کسی آیت یا حدیث صحیح میں کسی چیز کے نفع پہنچنے کا ذکر ہے تو وہ اس عموم سے خاص سمجھا جائے گا یہی اصول محدثین وفقہاء کا ہے بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو نہ کہ ضعیف قال القرطبی فی تفسير(صفحه ۲۰۰ ج۲)۔ اتفقوا علیٰ انه لا يجوز تخصيصه (ای

کتاب الله) لحدیث ضعیف ، ہاں اگر حدیث صحیح ہے تو وہ حکم اس عام سے مخصوص سمجھا جائے گا .
قال الشوکانی فی تفسیره (صفحه ١١١ ج٥) ۔ (تحت آیت الاولیٰ) والمعنیٰ لیس له الا اجر سعیه وجزاء عمله ولا ینفع احداً عمل احدٍ وهذا العموم مخصوص بمثل قوله سبحانه وتعالیٰ والحقنابهم ذریا تهم ، وبمثل ما ورد فی شفاعه الانبیاء والملائکة للعباد و مشروعیة دعاء الاحیاء للا موات ونحو ذالك ولم یصب من قال ان هذهٖ الا یة منسوخة بمثل هذٰ الامور فان الخاص لا ینسخ العام بل یخصة فکل ما قام الدلیل علی ان الانسان ینتفع به هو من غیر سعیه کان مخصصا لما فی هذهٖ الا یة من العموم ، وهکذا قال النواب صدیق حسن خان فی نیل المرام(صفحه ٣٨٥)
یعنی اصل عام حکم منع کے لیے وارد ہے اور جس عمل کے لیے دلیل وارد ہوگی اس کو اس عام سے خاص کیا جائے گا واذ لیس فلیس اسی قاعدے کی بنا پر حافظ ابن حجر فتح الباری (صفحہ ٩٦ ج ٥) مصر باب من مات وعلیه الصوم من کتاب الصیام میں فرماتے ہیں کہ لان الاصل عدم النیابة فی العبادة البدنیة ولا نها عباده لا تد خلها النیابة فی الحیاة فکذا لك فی الموت الا ماورد فیه الدلیل فیقتصر علی ما ورد فیه ویبقی الباقی علی الاصل هو الراجح اس قاعدہ کی بنا پر فیصلہ یہ رہا کہ چونکہ اس عمل کا کسی آیت یا حدیث سے ثبوت نہیں ہے لہٰذا اس عموم کے تحت رہے گا اور ناجائز اور قوانین الٰہیہ کے تحت مستحیل سمجھا جائے گا اور جو اس کے مدعی ہیں وہ اس کے مخالف کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا عمل کیا یا بتلایا ہے؟ ولیس لهم الا ذالك سبیل ما وجه یلتزم .

العاشر (١٠) : ...... جو حدیث ابن کثیر نے نقل کی ہے جس میں تین کاموں (دعاء الولد ، والصدقه الجاریة والعلم) کا ذکر ہے وہ کام بھی دراصل اس کے لیے کسب وعمل کا نتیجہ وثمر ہیں اس کے علاوہ اور اشیاء بھی احادیث میں مذکور ہیں جن کو جلال الدین السیوطی نے نظم کیا ہے، قال ۔

اذا مات ابن اٰدم لیس یجری
علیه من فعال غیر عشر
علوم بثها ودعاء نجل
وغرس النخل والصدقات تجری
وراثه مصحف ورباط ثغر
وحفر البئر اجزاء غصر

وبیت للغریب بنا یاوی
الیه او بناء محل ذکر

وزاد ایضا قال:

تعلیم القرآن الکریم
فخذها من احادیث لحصر

وکذا فی دلیل الصالحین لطرق ریاض الصالحین لا بن علان الصدیقی .

(صفحہ ٤٢١ ج٣)

ان گیارہ اشیاء پر سیوطی نے حصر کا حکم لگایا ہے اور یہ سب دراصل اس کے لیے اعمال ہیں اور ان کی اپنی سعی ہے اس طرح الفاظ حدیث انقطع عملہ بھی اس کے مقتضی ہے کہ بلا دلیل صریح عموم سے کسی امر کو خاص نہیں کیا جاسکتا وھذا ھو مسلك اھل الاعتدال بین اصحاب الرای و باب الاعتزال ۔ ولله تعالیٰ سئل الثبات علی الحق بلازوال وبہٖ نفھم وبجمله نستمسك فی جمیع الأحوال وبه نستعید من الخطاء والخبل والزلة والضلال ۔ ونسبحه بحمدہٖ ونقدس له بالغدو والا صال .

ضمنی مسائل:

مابین الفریقین اصل بنیادی تین مسائل مختلف فیہا تھے جن کے متعلق ہم نے حسب تحقیق وما علمنا من کتاب الله وسنة رسولہٖ ﷺ اپنا فیصلہ دے دیا اب ان مسائل کو ذکر کرتے ہیں جو کہ فریقین کے درمیاں تحریری مناظرہ میں ضمناً مذکور ہوئے ہیں والله الھادی الی الصراط السوی ومنه العصمة من الذلة والھدیٰ .

المسئلة الاولیٰ : عاشورہ کے کتنے روزے رکھنے چاہیے:

صوم عاشورہ (خط فریق اول ۔٣)

اس کے متعلق ہم مفصل فتویٰ لکھ چکے جو کہ ہماری کتاب بدیع الفتاویٰ کے اندر درج ہے یہاں مختصراً بیان کرتے ہیں فاخرج (احمد فی مسندہٖ (صفحہ ٢٤١ ج١) عن ھشیم انا ابن ابی لیلیٰ عن داؤد عن ابیه عن جدہٖ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ صوموا یوم عاشوراء خالفوا فیه الیھود وصوموا قبله یوماً او بعده یومًا .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دن قبل یا ایک دن بعد میں روزہ رکھو۔

ومحمد بن ابی لیلیٰ فیه کلا م یسیر لا یضر وقد اورده صاحب الفتح(صفحه ١٤٨ج٥)۔ ولم یتکلم علیه فهو حسن عنده او صحیح کما بین شرطه فی المقدمة (صفحه ١٦ ج١) وله شاهد عند مسلم عن حدیثه لئن عشتُ الی قابل لأصومن التاسع ، ورواه البیهقی عنه بلفظ ولئن بقیت الی قابل لآمرن بصیام یوم قبله او یوم بعده کذا فی التلخیص الحبیر لابن حجر (صفحه ٢١٢ج٢) و(صفحه ١٩٩) ط الهندی یعنی تین دن ۹، ۱۰، ۱۱ تاریخوں کا روزہ مسنون ہے اور یہی افضل ہے اس کے بعد دو تاریخیں یعنی ۹، ۱۰ پھر کم از کم ایک یعنی دسویں تاریخ قال الحافظ فی الفتح (صفحه ١٤٨ج٥) وعلی هذا فصیام عاشوراء علی ثلاث مراتب ادنا ها ان یصام وحده وفوقه ان یصام ایضا التاسع وفوقه ان یصام التاسع والحادی عشر والله اعلم ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں تین درجات ہے۔

۱: سب سے کم یہ کہ صرف ایک روزہ رکھے۔

۲: اس کے اوپر کے نو اور دس کا رکھا جائے۔

۳: اس سے ارفع دس کے ساتھ نو اور گیارہ کا بھی رکھا جائے۔

وهکذا فی تهذیب سنن ابی داؤد لابن القیم (صفحه ٣٢٤ج٣۔٣٢٥ج٣) ونیل الاوطار (صفحه ٣٥٩ ج٤) وغیر ها من کتب الشان والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم .

المسئلة الثانیة : زیورات کی زکوٰۃ:

زکوٰۃ الحلی خط فریق اول (۳):

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے قال الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری فی الترغیب والترهیب (صفحه ٥٥٧، ٥٥٨ج٣) وقد اختلف العلماء فی ذالك فروی عن عمر الخطاب رضی اللہ عنہ انه اوجب فی الحلی الزکوٰة وهو مذهب عبدالله بن عباس وعبدالله بن مسعود وعبد الله بن عمرو وسعید بن المسیب وعطاء وسعید بن جبیر وعبدالله بن شداد ومیمون بن مهران ، وابن سیرین ، مجاهد ، جابر بن زید والزهری وسفیان الثوری وابی حنیفه واصحابه واختار ه ابن المنذر ومن اسقط الزکوٰة فیه عبدالله بن عمر وجابر بن عبدالله واسماء بنت ابی بکر وعائشه والشعبی والقاسم بن محمد ومالك واحمد واسحق وابو عبیدة قال قال المنذری وقد کان الشافعی قال بهذا بالعراق ثم وقف عنه بمصر وقال هذا مما استخیر الله منه اقول ام المومنین عائشه رضی اللہ عنہا

سے اس بات کی روایت بھی ہے ففی المحلیٰ (صفحہ ۷۵ج٦)وعن عمر و بن شعیب عن عروة عن عائشه ام المومنین قالت لا باس بلبس الحلی اذا اعطیت زکواته واخرجه ابو عبیدة فی کتاب الاموال (صفحه ٤٤٠) والدارقطنی فی سته (صفحه ١٠٧ج٢) المصری(صفحه ٢٠٥) الهندی ، وقواه الحافظ فی التلخیص(صفحه ١٧٨ج٢) المصری (صفحه ١٨٤) الهند ی ۔ بحد یثها المر فوع الاتی اور وہاں حافظ صاحب نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق بیان کی ہے کہ ویمکن الجمع بینهما بانها تری الزکوٰة فیها ولا تری اخراج الزکوٰة مطلقاً فی مال الایتام ۔اس پر بعض نے اعتراض کیا ہے کہ مؤطا مالک (صفحہ۱۰٦) میں روایت ہے عن عبدالرحمن بن القاسم عن ابیه قال کانت عائشه تلینی وانا اخالی یتیمین فی حجر ها و کانت تخرج من اموالنا الزکوٰة ، لیکن کلمہ ولا تریٰ سے مراد علی سبیل الوجوب ہے وهذا علی الند ب والاستجاب فافهم. نیز اتباع میں سے ابراہیم نخعی طاؤس اور مکحول بھی قائل ہیں کما اخرجة عنهم ابن ابی شیبة (صفحہ۲۷ج۴) ایضاً امام احمد سے دوقول مذکور ہیں ایک میں زکوۃ دینے کا حکم ہے کما ذکرة ابن قدامة فی المغنی (صفحه ٦٠٥ ج٢)۔ وهكذا حكاه شیخ الاسلام ابن تیمیه فی القواعد النورانیة الفقهیة (صفحه ٨٩) اسی طرح امام شافعی سے بھی المیزان الکبریٰ للشعرانی (صفحه ٨ج٢) میں دوسرا قول منقول ہے بلکہ حدیث کی بنا پر آپ نے رجوع کیا ہے جیسا کہ فقہ شافعی کی مشہور ومعروف کتاب المہذب لابی اسحاق الشیرازی (صفحہ۱۵۸ج۱) میں مذکور ہے وستاتی العبارته ان شاء الله تعالیٰ اور یہی حق ہے اور قرآن وحدیث میں اسی قول کی تائید ہے قال الله تعالیٰ ﴿وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ٥ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ﴾ (التوبة ٣٤، ٣٥) یہ آیت عموماً زیوروں کو بھی شامل ہے اور استثناء یا تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے امام خطابی معالم السنن شرح ابی داوٗد(صفحہ۷ج۲)۔ میں فرماتے ہیں کہ الظاهر من الکتاب یشهد لقول من اوجها واقره علیٰ ذالك الحافظ المنذری فی ترغیبه(صفحه ٥٥٨ ج١) قال ابوبکر الجصاص ، ید خل تحته الحلی ایضاً کذا فی عمدة القاری (صفحه ٢٤٩ج١) ۔ بلکہ حدیث حدیث نبوی ﷺ جو کہ قرآن مجید کی شرح)ہے اس میں زیورات کو کنز میں شمار کیا گیا ہے، سنن ابی داوٗد(صفحہ۲۱۸)۔ میں ہے: حدثنا محمد بن عیسیٰ ثنا عتاب یعنی ابن بشر عن ثابت بن عجلان عن عطاء عن ام سلمة قالت کنت البس اوضاحا

من ذهب فقلت يا رسول الله اكنز هو فقال ما بلغ ان تودى زكوٰته ، فزكى به فليس بكنز والحديث سكت عليه ابو داؤد اخرجه الحاكم فى مستدركه (صفحه ٣٩٠ج١)۔ قال هذا حديث صحيح على شرط البخارى ولم يخرجاه واقره على ذالك الذهبى فى تلخيصه وكذا ادخله ابن دقيق العيد فى كتاب الالمام من احاديث الاحكام ومن شرطه انه لا يدخل فيه الاما صح من الحديث كما نبه عليه فى اول الكتاب صفحه ٢ ولهٰذا قال الحافظ فى الدرايه(صفحه ٢٥٥ج١) مصرى و (صفحه ١٤١)۔ الهندى ۔ وقواه ابن دقيق العيد ؟ *اس حدیث پر یہ اعتراض کئے گئے ہیں* فقيل عتاب بن بشر متكلم فيه والجواب من وجهين

الاول (١) انه صدوق يخطى كما فى التقريب (صفحه ٣٤٩) الهندى (صفحه ٣) المصرى فهذا من قبيل من يبلغ حديثه درجة الحسن والثانى ٢ ۔ انه ليس بمفرد بل تابعه محمد بن المهاجر عند الحاكم (الصفحة المذكورة) والدارقطنى فى سننه(صفحه ١٠٦ج٢)المصرى و (صفحه ٢٠٤)، الهندى ۔ وقول ابن الجوزى محمد بن مهاجر قال ابن حبان يضع الحديث على الثقات ، وهو قبيح فان محمد بن مهاجر الكذاب ليس هو هذا فهذا الذى يروى عنه ثابت بن عجلان ثقه شامى اخرج له مسلم فى صحيحه وثقه احمد وابن معين وابو زرعه ودحيم وابو داؤد وغير هم وقال النسائى ليس به باس و ذكره ابن حبان فى الثقات وقال كان متقنا واما محمد بن مهاجر الكذاب فانه متاخر فى زمان ابن معين قال الزيلعى فى نصب الرايه (صفحه ٣٧٢ ج٢)۔ نقلا عن صاحب التنقيح وكذا فرق بينهما الشيخ برهان الدين ابو الوفا الحلبى سبط ابن العجمى فى الكشف الحثيت عمن رمى بوضع الحديث (صفحه ١٣٢) قلمى وكذا الحافظ ابن حجر فى تهذيب التهذيب(صفحه ٤٢٨ج٩) وقبلها الذهبى فى الميزان (صفحه ١٤٠ ج٣)ط الاولىٰ(صفحه ٤٩ ج٤) ۔ قلمى ۔ وقيل تفرد به ثابت بن عجلان والجواب انه ، صدوق كما فى تقريب (صفحه ١١٦ ج١) مصرى و (صفحه ٨١) الهندى وقد وثقة ابن معين وابن حبان وقال النسائى وابو حاتم لا باس به وقال عبدالحق فى الاحكام لا يحتج به فرد عليه ابن القطان وقال العقيلى لا يتابع على حديثه فقال ابن القطان ان هذا لا يضر الا من لا يعرف بالثقة وامامن وثقه فانفراده لا يضر وصدق فان مثل هذا لا

یضره الا مخالفة الثقات لا غير فيكون شاذا والله اعلم قاله فى التهذيب صفحه ۱۰ ج ۲ ۔ کہ الغرض یہ حدیث صحیح اور تمام علتوں سے سالم ہے وقد حسن اسناده النووی فی شرح المهذب صفحه ۳۳ ج ٦ یہ صریح دلالت کرتی ہے کہ زیورات بھی کنز میں شمار ہیں اور ان کی زکوٰۃ کا مانع بھی آیت کریمہ کی وعید میں داخل ہے" وقد بوب عليه ابو داؤد بباب الكنز ماهو وزكوٰة الحلى ، الدار قطنى ، بباب ما ادى زكوٰة فليس بكنز ." پس یہ حدیث بھی زیورات پر زکوٰۃ کو واجب کرتی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں . ففى الباب عن عبدالله بن عمر و بن العاص وعائشه واسماء بنت يزيد وفاطمة بنت قيس وعمر بن يعلى بن مرة الثقفى عن ابيه عن جده وابن مسعود فحديث عمرو اخرجه ابو داؤد (الصفحة المذكورة) فقال حدثنا ابو كامل وحميد بن مسعدة المعنىٰ ان خالد بن الحارث حد ثهم نا حسين عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان اِمرأةً اَتَتْ رَسولَ اللّهِ ﷺ ومعها ابنة لَهَا وَفِى يَدِ ابنَتِهَا مَسَكَتَانِ غليظتان مِنْ ذَهبٍ فقال لها اتعطين زكاه هذا؟ قالت لا ، ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار قال فَخَلعتهمَا فالقتهما الى النبى ﷺ وقالت هما لله ورسولهٖ والحديث اخرجه ، النسائى صفحه ۲٤۸ ج ۱ من هذا الطريقه ثم ساقه من طريق المعتمر بن سليمان عن حسين عن عمرو بن شعيب قال جاء ت امراة نحوه مرسلاً ثم قال خالد اثبت عندنا من المعتمر یعنی متصل روایت کو مرسل پر ترجیح دی اس لیے کہ جو راوی اثبت ہے اس کی روایت ارجح ہونی چاہیے نیز قاعدہ ہے زيادة الثقة مقبولة مالم تقع منافيه كما تقرر فى مقرهٖ ولهٰذا قال المنذرى اسناد ہ لا مقال فيه فان اباداؤد رواه عن ابى كامل الجحدرى ورمى وحميد بن مسعدة وهما من الثقات احتج بهما مسلم وخالد بن الحارث امام فقيه احتج بهٖ البخارى ومسلم وكذا لك حسين بن ذكوان المعلم احتج به فى الصحيح ووثقة ابن المدينى وابن معين وابو حاتم وعمر و بن شعيب فهو من قد علم وهذا اسناد تقوم بهٖ الحجة ان شاء الله تعالى انتهىٰ وقال ابن القطان فى كتابهٖ اسناده صحيح ، كذافى نصب الراية صفحه ۳۷ ج ۲ ۔ وقال ابن الملقن فى البدر المنير (قلمى) رواه ابو داؤد باسناد صحيح وصححة البيهقى فى معرفة السنن والاثار صفحه ۸٦ ج ۲ قلمى ۔ فى باب زكوٰة الحلى فقال ان الشافعىؒ كان كالمتوقف فى روايات عمرو بن شعيب اذا لم ينضم

الیھا ما یوکد ھا لما قیل فی روایاتہٖ عن ابیہ عن جدہ انھا من صحیفۃ کتبھا عبداللہ
بن عمرو وقد ذکرنا فی کتاب الحج ما یدل علی صحۃ سماع عمرو من ابیہ عن
جدہٖ عبداللہ بن عمرو بن العاص واللہ اعلم (ثم قال) وقد انضم الیٰ حدیثہٖ ھذا
روایۃ ثابت بن عجلا ن عن عطاء عن ام سلمۃ (یعنی الحدیث المذکور وساقھا ثم
قال وانضم الیہ ایضاً حدیث محمد بن عمرو بن عطاء فذکرحدیث عائشہ وساقہ ،
وسیاتی قریبا ان شاء اللہ تعالیٰ. *گویا کہ امام شافعیؒ کے اصول پر بھی حدیث صحیح ثابت ہوگئی*
والحمد للہ اور غالبًا اسی حدیث کی بنا پر امام شافعی زکوٰۃ فی الحلی کے قائل ہوئے ہیں اور پہلے قول (عدم وجوب
الزکوٰۃ) سے رجوع فرمایا کما ذکرہ ابو اسحق الشیرازی فی المھذب صفحہ
۱۵۸۔۱۵۹ج۱ قال والثانی تجب فیہ الزکوٰۃ واستخار اللہ فیہ الشافعی واختارہ
لماروی ان امراۃ جاءت الی رسول اللہ ﷺ معھا بنتھا فی ید ھا مسکتان غلیظتان
من ذھب ، الحدیث المذکور *گویا کہ امام صاحب بھی متوقف تھے جب حدیث کی صحت معلوم ہوئی*
تو اسی کو اختیار کیا وقد حسنہ النووی فی شرح المھذب صفحہ ۳۳ ج٦ ۔ وقال الحافظ
فی بلوغ المرام صفحہ ۷۲ اسنادۃ قوی وللخبر طرق فاخرجہ احمد من طریق
الحجاج بن ارطاۃ عن عمرو بن شعیب بہٖ والحجاج لا تقومہ بہٖ الحجۃ واخرجہ
الترمذی من طریق ابن لھیئۃ عن عمرو بہٖ وقال ورواہ المثنی بن الصباح عن عمرو
بن شعیب نحو ھذا وابن لھیئۃ والمثنیٰ بن الصباح ضعیفا فی الحدیث ولا یصح فی
ھذا الباب عن النبی ﷺ شیء انتھیٰ قال المنذری لعل الترمذی قصد الطریقین
للذین ذکر ھما والا فطریق ابی داؤد لا مقال فیھا انتھی وقال ابن القطان بعد
تصحیحہٖ لحدیث ابی داؤد اوانما ضعف الترمذی ھذا الحدیث لان عندہ فیہ
ضعیفان ابن لھیعۃ وابن الصباح کذا فی نصب الرایہ صفحہ ۳۷۰ ج۲ . *پس یہ سندیں*
پہلی سند کی تائید کرتی ہیں اگر چہ وہ فی نفسہٖ صحیح ہے کما مر ولھٰذا قال الحافظ فی الدرایہ صفحہ
۲۵۹ ج۱ ۔ مصری ۔ صفحہ ۱٦۱ الھندی ۔ وقال الترمذی لا یصح فی ھذا الباب
شیء کذا قال وغفل عن طریق الحارث (یعنی طریق ابی داؤد) واخرجہ الدارقطنی
من طریق الحجاج بن ارطاۃ عن عمرو بن شعیب وقال فی التلخیص صفحہ ۱۷۵
ج۲ ۔ مصری صفحہ ۱۷۳ ھندی لفظ ابی داؤد من حدیث حسین بن المعلم وھو
ثقۃ عن عمرو بن شعیب وفیہ زاد علی الترمذی حیث جزم بانہ لا یعرف وقد تابعھم

حجاج بن ارطاة نیز اس روایت کی ایک اور سند بھی ہے اخرجه الخطیب فی تاریخ بغداد صفحه ۳۰۷ ج۳۔ فی ترجمة ابی العباس محمد بن محمد بن عصمة بن شیبان البلخی۔ والحدیث صححه صاحب تحفة الاحوذی صفحه ۱۲۔۱۱ ج۲۔ وقال الخطابی فی المعالم صفحه ۱۶ ج۲ تحت الحدیث قلت قوله ایسرك ان یسورك الله بهما نارا انما هوتاویل قوله عزوجل یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکویٰ بها جبا ههم وجنو بهم واما حدیث عائشة فاخرجه ، الحاکم فی مستدرکه صفحه ۳۸۹ج۱۔ قال اخبر نا عبدالرحمن بن حمدان الجلاب بهمدا ن ثنا ابو حاتم الرازی ثنا عمرو بن الربیع ابن طارق ثنا یحییٰ بن ایوب ثنا بن ابی جعفر ان محمد بن عمرو بن عطاء اخبره عن عبد الله بن شداد ابن الهاد قال دخلنا علی عائشة زوج النبی ﷺ فقالت دخل علی رسول الله ﷺ فریٰ فی یدی سخابا من ورق فقال ما هذا یا عائشة فقلت صنعتهن اتزین لك فیهن یا رسول الله ﷺ فقال اتؤدین زکواتهن فقلت لا او ماشاء الله من ذالك قال حسبك من النار هذا حدیث علی شرط الشیخین ولم یخرجاه۔ واقره علیٰ ذالك الذهبی ولم یتعقبة .

واخرجه ابو داؤد عن ابی حاتم الرازی به وسکت علیه وجعله البیهقی فی المعرفة منضما الیٰ حدیث عمرو بن شعیب کما تقد م ورواه الدار قطنی صفحه ۱۰۵۔۱۰۶ ج۲۔ ط۔ مصری۔ صفحه ۲۰۵ الهندی۔ عن البغوی عن محمد بن هارون ابی نشیط عن عمرو بن الر بیع به وقال ان محمد بن عطاء کما رواه ابو حاتم و محمد بن عمر وبن عطاء معروف ، وقال ابن القطان اخفیٰ علی دارقطنی امره فجعله مجهو لا وتبعه عبدالحق فی الاحکام وانما هو محمد بن عمرو بن عطا ء احد الثقات وقد جاء مبینا عند ابی داؤد وبینه شیخه محمد بن ادریس الرازی وهو ابو حاتم الرازی امام الجرح والتعدیل کذا فی نصب الرایه صفحه ۳۷۱ج۲۔

وکذا قاله الحافظ الذهبی فی المیزان صفحه ۱۰۳ ، ۲۸۳ ج۳ ط قدیم صفحه ۲۴۸ج۳۔ طبع جدید و صفحه ۳۶۴ ج۳۔ ط جدید وهکذا فی اللسان صفحه ۲۸۴ ج۵۔اور باقی رواۃ معتبر ہیں قال الشیخ ابن دقیق العید فی الامام ویحییٰ بن ایوب اخرج له مسلم وعبد الله بن ابی جعفر من رجال الصالحین وکذا لك عبدالله بن شداد والحدیث علی شرط مسلم کذا فی نصب الرایه (الصفحة المذکورة) واقره ،

علی ذالك الحافظ فی الدراية صفحه ۲۵۹ ج ۱ المصری والهندی ، صفحه ۱۶۱ وصاحب التعليق المغنی علی سنن الدار قطنی صفحه ۱۰۶ ج ۲ والهندی صفحه ۲۰۵ وصاحب تحفة الاحوذی صفحه ۱۱ ج ۲ ـ واما حديث اسماء فاخرجه احمد فی مسنده صفحه ٤٦١ ج ٦ ـ قال حدثنا علی بن عاصم عن عبدالله بن عثمان بن خيثم عن شهر بن حوشب عن اسماء بنت يزيد قالت دخلت انا وخالتی علی النبی ﷺ وعلينا اسورة من ذهب فقال لنا تعطيان زكواته فقلنا لا قال اما تخا فان ان يسوركما الله اسورة من نار أديا زكواته ، *علی بن عاصم متکلم فیہ ہے۔* قال فی التقريب صفحه ۳۹ ج مصری ، والهندی صفحه ۳۷۲ ـ صدوق يخطی ويضرورمی بالتشيع ، *نیز شهر بن خوشب بھی* فقال ايضا ۳۵۵ ج ۱ مصری ـ والهندی ۲۷۷ ـ صدوق كثير الارسال والا وهام *پس یہ روایت اگر چہ مستقل حجۃ نہیں ہے لیکن شہادت ومتابعت میں مقبول ہے* و الهيثمی فی مجمع الزوائد صفحه ٦٧ ج ۳ ـ وقال رواه احمد واسناده حسن ، واما حديث عمرو بن ليلی الثقفی فاخرجه الحافظ ابن الجارود فی صحيحه المعروف بالمنتقی صفحه ۱۳۰ ج المصری والهند صفحه ۱۸۲ ـ قال حدثنا اسحٰق بن عبدالله النسيابوری قال حدثنا حفض بن عبد الرحمن قال ثنا سفيان عن عمرو الثقفی عن ابيه عن جده قال جاء رجل الی رسول الله ﷺ وفی يدها خاتم من ذهب عظيم فقال اتؤ دين زكوٰة هذا قال وما زكوٰته ، قال فلما ولی قال جمرة عظيمة .

قال ابو محمد: قال الوليد بن مسلم فی هذا عن سفيان عن عمرو بن يعلی الطائفی وله طريق آخر عند الطبرانی من طريق ضرار بن صرد وهو ضعيف قاله صاحب المجمع صفحه ٦٧ ج ۳ ـ وله طريق آخر عند الخطيب فی تاريخه صفحه ۱۹۱ ج ٦ ـ فی ترجمة ابراهيم بن ابی الليث .

واما حديث ابن مسعود وفاطمة بنت قيس فذ كرهما الزيلعی صفحه ۳۷۳ ج ۲ ـ ولا يصح شی منهما *نیز اسی باب میں امام ترمذی نے ایک اور حدیث پیش کی ہے۔* فقال فی سننه صفحه ۸۱ ج ۱ باب ماجاء زكوٰة الحلی ـ حدثنا هناد نا ابو معوٰية عن الاعمش عن ابی وائل عن عمرو بن المصطلق عن ابن ابی زينب امراة عبدالله عن النبی ﷺ فقال يامعشر النساء تصد قن ولو من حليكن فانكن اكثر اهل جهنم يوم القيامة

حدثنا محمود بن غيلان نا ابو داؤد عن شعبة عن الاعمش قال سمعت ابا وائل يحدث عن عمرو بن الحارث ابن اخی زینب امراة عبدالله عن النبی ﷺ نحوه وهذا اصح من حديث ابی معاويه وابو معاوية وهم فی حديثه فقال عمرو بن الحارث عن ابن اخی زینب والصحیح انما هو عمرو بن الحارث بن اخی زینب ان احادیث اورآیت کریمہ کی بنا پر انہیں لوگوں کا قول صحیح ہے جو کہ زکوٰۃ فی الحلی کے ایجاب کے قائل ہیں قال الامام ابن شهاب الزهری مضت السنة ان فی الحلی زكوٰة كذا فی المحلی صفحه ۷۶ ج٦ واخرجه ، ابن ابی شیبه فی مصنفه صفحه ۲۷ ج٤ عن عطاء والزهری ومكحول ۔ ایضاً اگر چہ ہم ان سب احادیث سے قطع نظر کرلیں تو بھی جن دلائل سے مطلقاً سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے وہ بعمومہا زیورات کو بھی شامل ہیں اور تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ " لا زكوٰة فی الحلی "لیکن یہ روایت مردود و باطل ہے، اور بناوٹی ہے امام بیہقی کتاب المعرفۃ صفحہ ۸۷ ج۲ (قلمی) میں فرماتے ہیں کہ والذی يرويه بعض فقهائنا مرفوعًا ليس فی الحلی زكوٰة لا اصل له انّما يروى من قول جابر غير مرفوع والذی روی عن عافية بن ايوب عن الليث عن ابی الزبير عن جابر مر فوعا باطل لا اصل له وعافية بن ايوب مجهول فمن احتج به مرفوعا كان مغروراً بذنبه داخلا فيما نعيب به المخالفين من الا حتجاج برواية الكذا بين والله يعصمنا ، كذا قاله النووی فی شرح المهذب صفحه ۳۵ج٦ ۔ والزيلعی فی نصب الرايه صفحه ۳۷٤ ج۲ والحافظ فی الدراية صفحه ۲٦۰ ج۱ ۔ المصری والهندی صفحه ۱٦۲ وادخله الشوكانی فی الفوائد المجموعه فی الاحاديث الموضوعة وفی الجامع الصغير صفحه ۹۰ . پس ایسی باطل اور بے اصل روایات کا کیا اعتبار بلکہ حکم اپنے اصل پر قائم ہے۔ قال الامام ابن الحزم فی المحلی صفحه ۸ج٦ لما صح عن رسول الله ﷺ فی الورقة ربع العشر وليس فيما دون خمس اواق من الورق صدقة فاذا بلغ مائتی درهم ففيها خمس درا هم وكان الحلی ورقاً وجب فيه الزكاة لعموم هٰذين الاثرين الصحيحين واما الذهب فقد صح عن رسول الله مامن صاحب ذهب لا يودی ما فيها الا جعل له يوم القيامة صفائح من نار يكوى بها فو جبت الزكوٰة فی كل ذهب بهذا النص ثم قال قد صح عن النبی ﷺ ايجاب الزكواه فی الذهب عموماً ولم يخص الحلی منه بسقوط الزكوٰة فيه لا بنص ولا باجماع فوجبت الزكواه بالنص

فـي كـل ذهب وفضة وحص الاجماع المتيقن بعض الاعداد منهما وبعض الازمان فـلـم تـجب الزكوٰة فيهما الا في عدد اوجبه نص او اجماع وفي زمان اوجبه نص او اجـمـاع ولـم يجز تخصيص شيء منهما اذ قد عمهما النص فوجب ان لا يفرق بين احـوال الـذهـب بـغيـر نـص ولا اجـماع وصح يقيناً بلا خلاف ان رسول الله كان يـوجـب الـزكـوٰة في الذهب والفضة كل عام وحلى الفضة او الذهب فلا يجوز ان يقال الا الحلى بغير نص في ذالك ولا اجماع وبالله التوفيق .

المسئلہ الثالثہ : ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں جاندار کی تصاویر ہو:

الصلوٰة الى التصاوير ذوات الارواح :

اس مسئلہ کے متعلق امام المحدثین بخاریؒ نے اپنی صحیح میں تین ابواب لکھے ہیں جن کے ذکر کرنے سے مسئلہ واضح ہوجاتا ہے قـال رحـمـه الـلـه تعالىٰ صفحه ٥٤ ج١ ـ بَابُ اِنْ صَلّٰى فِي ثَوبٍ مُـصَـلَّـبٍ اَوْ تَـصَـاوِيْـرَ هَـلْ تَـفْسُدُ صَلوٰتُهُ؟ ، وَمَا يَنْهٰى مَن ذَالِكَ؟ حد ثنا ابو معمر عبـدالله بن عمرو قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز بن صهيب عن انس قال كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيتِهَا فَقَال النَّبِي ﷺ اَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْر تَعرِضُ فِيْ صَلاتي وقال صفحه ٦١-٦٢ ج١ مع المطالع ـ باب مَنْ صَـلّـٰى وَقُـدَّامُهٗ تَنُّورٌ اَوْنَار اَوْشَيٌ مِما يُعْبَدُ فَاَرَادَ بِهٖ وَجهُ اللهِ عَزوجل وقال الزهرى اَخبـرنـى انَـس بن مالك قال قال النبيُّ ﷺ عُـرِضَـتْ عَـلَـى النَّارُ وَاَنَا اُصَلِي حدثنا عبـدالـله بن مَسلمة عن مالك وعن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن عبدالله بن عباس قال انخَسَفَتِ الشَمْسُ فَصَلّٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ اُرِايتُ النَّار فَلَمَ اَرَ مَنْظرا كَـا لـيَـومِ قـطُّ اَفْـظَـعُ وقـال صفحه ٦٢ ج١ ـ باب الصلوٰة فِي البِيعةِ وَقَال عُمرؓ اَنَّا لا نَـدخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ اَجْلِ التَماثِيل التّي فيها الصُورَ وَكَانَ ابنُ عَبّاسٍ يُصَلِي فِي البيعة لا بيـعة فِيهَـا تَـماثِيل حدثنا مُحَمّد بن سلام قال اخبرنا عَبَدَةُ عن هشام بن عروة عن ابيـه عـن عائشة ان ام سلمة ذَكَرَتْ لِرَسُولِ الله ﷺ كـنيسة بارضِ الحَبشَةِ يقالُ لها مَـارِيَـه فَـذَكَرَتْ لَهٗ ما رأت فِيهَا مِن الصَور فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ اُولَئِكَ قَومٌ اِذَا مَاتَ فِيهِـم الـعَـبْـد الـصَـالـح اَوِ الرَجُلُ الصالِحُ بَنَوا على قَبرِهٖ مَسْجداً وَ صَورُوا فيه تِلكَ الصُور اُولَئِكَ شَرَارُ الخَلقِ عِنْدَ اللهِ .

ان ابواب اور روایات کا حاصل یہ ہے کہ ذی روح کی تصویر آگے رکھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے، تبھی تو

رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو تصاویر والی چادر کو ہٹانے کا حکم فرمایا اور اگر نماز پڑھی گئی تو فاسد نہیں ہوگی اس لیے کہ آپ نے لوٹائی نہیں قال فی فتح الباری صفحہ ۳۰ ج ۲ ۔ (فی شرح باب الاول) ودل الحدیث علیٰ ان الصلوٰۃ لا تضر بذالك لانه صلی الله علیه وسلم لم یقطعها ولم یعد ها ، وهكذا فی معالم السنن شرح ابی داؤد للخطابی صفحه ۲۱۷ ج۱ وعمدة القاری للعینی صفحه ۹۶ ج٤ ۔ وشرح البخاری للكرمانی صفحه ۳۸ ج٤ وشرح عمدة الاحكام (ابن دقیق العید صفحه ۹۲ ج۱ ۔ والبدر التمام شرح بلوغ المرام للحسین بن محمد المعزنی (قلمی) وسبل السلام صفحه ۱۵۱ ج۲ ۔ وغیرها من الكتب . اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ان کنائس میں نماز نہ پڑھنا جن میں تصاویر موجود ہوں اس کو مزید تائید دیتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے وفی البخاری صفحه ٦١٤ ج۲ ۔ باب این ركز النبی ﷺ رایه یوم الفتح ؟ حدثنا اسحٰق قال حدثنا عبدالصمد قال حدثنا ابی قال حدثنا ایوب عن عكرمة عن ابن عباسؓ اَنَّ رَسولَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَبی اَن یَدخُلَ البیت وَفیهِ الالِهَهْ فَاَمَرَ بِهَا فَاخْرَجَتْ فَاُخْرِجَ صَورَةُ اِبرَاهِیمَ وَاِسْمَاعِیلَ فی اید یهما الا زلام فَقَالَ النَّبیُّ ﷺ قَاتَلَهُمُ الله لَقَدْعَلِمُوا مَا استقسَمَا بِهَا قَطُّ ثُمّ دخل البَیْتَ فَكَبَّر فی نَوَاحی البَیتِ وَخَرَجَ وَلَم یُصَلِّ فِیهِ ۔ اگرچہ اس روایت میں نماز کی نفی ہے مگر دیگر احادیث صحاح میں نماز فی البیت کا اثبات ہے وهو الصحیح عند المحد ثین لان المثبت مقدم علی النافی وقد بسطه فی الفتح صفحه ۲۱٤ ج٤ ۔ باب من كبر فی نواحی البیت ، من كتاب الحج پس نبی کریم ﷺ کا بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کرنا اور تصاویر نکال دینے کے بعد اندر داخل ہونا اور نماز پڑھنا یہ خود تصریح ہے کہ تصویر والی جگہ پر نماز نہیں پڑھنی چاہیے، لیکن اگر پڑھی گئی ہو تو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور عمداً کرنے والا گنہگار ہوگا وبه بجمع بین الاحادیث .

نیز تصاویر رکھنا، کھچوانا اور بنانا سب حرمات میں سے ہیں اور اہل علم اس کو کبائر میں شمار کرتے ہیں حافظ ذہبیؒ نے کبائر پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جو کہ کتاب الکبائر کے نام سے مشہور ہے، چنانچہ ۱۷٦ پر عنوان لکھتے ہیں کہ الكبیرة الثامنة والاربعون التصویر فی الثیاب والحیطان والحجر والدراهم وسائر الاشیاء سواء كانت من شمع اوعجین او حدید او نحاس او صوف او غیر ذالك والامر باتلافها . پھر چند مشہور احادیث نقل کرتے ہیں جن میں عذاب اور فرشتوں کے نہ آنے کا ذکر ہے پھر تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واما الصور نهی كل

مصور من ذوات الا رواح سواء كانت لها اشخاص مغتصبة او كانت منقو شة فى سقف او جدار او موضوعة فى نمط او منسوجة فى ثوب او ماكان فان قضية العموم تاتى عليه فليجتنب وبالله التوفيق ۔ وهكذا قاله الخطابى فى المالم صفحه ۷۵ ج ۱ وفى النيل صفحه ۱۰۵ ج ۲ قال النووى قال اصحابنا وغير هم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لا نه ، متو عد عليه بالوعيد الشديد المذكور فى الأحاديث وهكذا فى العمدة على شرح العمدة صفحه ۲۵۵ ج۳ ۔ الامير اسمٰعيل البخارى الصنعانى وهو فى ذيل شرح عمدة الاحكام لابن دقيق العيد وفيه (الصفحة المذكورة) ولقد ابعد غاية البعد من قال ان ذالك محمول على الكراهة وان التشديد كان فى ذالك الزمان لقرب عهد الناس بعبادة الا وثان وهذا الزمان حيث انتشر الاسلام وتمهدت قواعده لا يساويه فى هذاا لمعنىٰ فلا يساويه فى هٰذا التشديد هٰذا او معناه وهٰذ االقول عند نا باطل قطعاً لانه قد ورد فى الاحاديث الاخبار عن امر الآخرة بعذاب الصورين وانهم يقال لهم احيوا ماخلقتم وهٰذه علة مخالفة كما قاله هٰذا القائل وقد صرح بذالك فى قولہٖ عليه السلام المشبهون بخلق الله وهذه علة عامة مستقله مناسبة لا تخص زمانا دون زمان وليس لنا ان نتصرف فى النصوص المتضافره بمعنىٰ خيا لى يمكن ان يكون هو المراد مع اقتضاء اللفظ التعليل بغيرہٖ وهو التشبة بخلق الله ، پس ایسی چیزوں کو گھر میں رکھنا بھی گناہ ہے چہ جائیکہ ایسی جگہ پر رکھنا جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔ والله اعلم وعلمه اتم وحكمه ، احكم .

المسئلة الرابعة : سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں کیا فرق ہے؟

(تقسيم السنة الى المؤكدة وغير المؤكدة) (خط فریق اول۲۔ وثانی ۲)

سنت کی تعریف بیان ہو چکی ہے اور مزید سنیے۔ قال الشو كانى فى ارشاد الفحول صفحه ۳۳ ۔ واما معناها شرعاً اى فى اصطلاح الشرع فهٰذا قول النبى ﷺ وفعله وتقرير وتطلق بالمعنىٰ العام على الواجب وغيره فى عرف اهل اللغة والحديث واما فى عرف اهل الفقه فانما يطلقو نها على ما ليس بواجب وتطلق على ما يقابل البدعة كقو لهم فلان من اهل السنة وهكذ فى حصول المامون للنواب صفحه ۳۸ . پس جو نفل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو وہ سنت ہے بشرطیکہ اس کے وجوب پر کوئی دلیل نہ ہو اسی کو فقہاء

مؤکدہ کہتے ہیں ۔ کیونکہ آپ کی اتباع کا ہمیں حکم ہے اس سے بڑھ کر کیا تاکید ہو سکتی ہے کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب : ۲۱) ہاں البتہ جن کاموں پر مواظبت ودوام ثابت ہے وہ فضیلت وثواب میں ان سے زیادہ اہم ہیں جن پر دوام ثابت نہیں علیٰ ھذا القیاس اور جن مندوبات کے لیے امر وارد ہوا ہے مثلاً صلوا قبل المغرب ؟ وغیرہ وہ اور زیادہ اہم ہیں قدماء میں آج کل والی تقسیم نہیں تھی البتہ جس کام کے لیے احادیث سے زیادہ اہمیت معلوم ہوتی تھی اس کو زیادہ اہم جانتے تھے اور بس واللہ اعلم واحکم ۔

المسئلة الخامسة : کیا مروان بن حکم کو مدینہ سے نکالا گیا؟

(اخراج مروان بن الحکم من المدینہ) (خط فریق اول ۳۔ وثانی ۳)

ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا ہو اس کے باپ الحکم بن ابی العاص کو طائف کی طرف نکالا گیا تھا اور یہ بچہ اس کے ساتھ تھا قال الحافظ ابن حجرؒ فی الاصابة صفحہ ۴۵۵ ج ۳ ۔ اخرج ابوہ الی الطائف وھو معه وفی اسد الغابة لابن الاثیر صفحہ ۳۴۸ ج ۴ ۔ خراج الی الطائف طفلاً لا یعقل لما نفی النبی ﷺ اباہ الحکم ۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس کی ولادت ہی وہاں طائف میں ہوئی تھی کما فی اسد الغابة صفحہ ۳۴ ج ۲ ۔ والاستیعاب لابن عبدالبر صفحہ ۲۶۳ ج ۱ ۔ اور رجال مشکوٰۃ کے صحیح نسخہ میں یہ ہے کہ نفی اباہ الی الطائف ایضا یہ بات عقلاً بھی محال ہے کیونکہ یہ بچہ تھا اور اس کی ولادت ہجرت سے دو سال بعد ہوئی تھی اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی ۔ کما فی الاستیعاب والاصابة وغیرھما پس جب یہ مکلّف ہی نہیں تھا بلکہ مرفوع القلم تھا تو پھر کس جرم میں ان کو نکالا گیا تھا ۔ بلکہ اس کے باپ کو نکالا گیا تھا ، ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (الانعام ع ۲۰ پ ۸)

تنبیہ : ......بلکہ اس کے خلاف خواہ مخواہ کی باتیں اڑائی جاتی ہیں اور فی الواقع صحابہؓ اس کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے خود نبی کریم ﷺ کے نواسے امام حسن اور امام حسینؓ بھی اس اقتداء میں نماز پڑھتے رہے فقد اخرج البخاری فی تاریخہ الصغیر صفحہ ۱۰۸ (قلمی) فی ذکر من کان بعد الخمسین الی الستین قال حدثنا ابو نعیم قال حدثنا عبدالرحیم بن عبد ربه قال حدثنی شرحبیل ابو سعد قال رایت الحسن والحسین یصلیان خلف مروان وقال الشافعی انبانا حاتم بن اسماعیل عن جعفر بن محمد عن ابیه ان الحسن والحسین کانا یصلیان خلف مروان لا یعید انها ویقتدان بها کذا فی البدایة والنهایة لا بن کثیر

صفحہ ۲۵۵ ج۸۔

المسئلة السادسة : کیا مروان بن حکم کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے؟

(هل له صحبة ام لا)

مروان بن الحکم کے لیے صحابی ہونا ثابت نہیں ہے حافظ ابن حجر نے کتاب الاصابۃ کے قسم دوم میں اس کا ترجمہ ذکر کیا ہے دیکھو صفحہ ۴۵۵ ج ۳۔ وقال فی المقد مة القسم الثانی فیمن ذکر فی الصحابة من الا طفال الذین ولدوا فی عهد النبی ﷺ لبعض الصحابة من النساء والرجال ممن مات النبی ﷺ وهو دون سن التمیز اذ ذکر اولئك فی الصحابة انما هو علیٰ سبیل الا لحاق لغلبة الظن علیٰ انه صلی الله علیه وسلم رآ هم لتوفردوا عی اصحابه علیٰ احضار هم اولادهم عنده عند ولا دتهم لیحنکهم ویسمیهم ویبرك علیهم والا خبار فی ذالك کثیرة مشهور ...... لکن احادیث هٰولاء عنه من قبیل المرا سیل عند المحققین من اهل العلم بالحدیث ولذالك افرد تهم عن القسم الاول ۔ وقال فی التهذیب صفحه ۹۱ ج ۱۰ ۔فی ترجمة روی عن النبی ﷺ مرسلاً ولا یصح له منه سماع ۔ وفی التقریب صفحه ۲۳۹ ج۸۔مصری ، والهندی لا یثبت له صحبة اورامام ابن سعد اپنے کتاب الطبقات الکبریٰ صفحه ۳۵ ج ۵ ۔ میں اس کو تابعین میں شمار کیا ہے نیز بقول اہل فن اس کو رؤیت بھی حاصل نہیں ہے۔ فقال الامام البخاری لم یری النبی ﷺ کما فی التهذیب (الصفحة المذکورة) وهکذا فی الاستیعاب صفحه ۲۶۳ ج ۲ ۔ واسد الغابة صفحه ۳۴۸ ج ٤ ۔ وتجر ید اسماء الصحابة للذهبی صفحه ۲۵ ج ۲ ۔ ورجال المشکوٰة صفحه ۱۱۸ ۔ والله اعلم .

المسئلة السابعة : علم منطق اور فلسفہ پڑھنا جائز ہے؟

(المنطق والفلسفة) (خط فریق اول ۴)

منطق کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ آله قانونیه تعصم مراعا تها الذهن ان یزل فکرہ منطق ایسا قانون ہے جس کے پڑھنے سے ذھن بگڑنے سے بچ جاتا ہے مگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کتاب الرد علی المنطقیین صفحه ۱۸۰ میں اس کو اکذب الدعاء بتاتے ہیں اس میں بعض فوائد ہیں جن کی بنا پر مناظرہ اور مجادلہ میں مدد ملتی ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانا ہر ایک کا کام نہیں ہے امام ابن حزم التقریب منطق کی تعریف میں لکھتے ہیں صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ " وکذا لك هذہ الکتب اذا تناولها ذو العقل الذکی والفهم القوی لم یعدم این تقلب وکیف تصرف منها نفعاً جلیلاً وهدیا منیرا

بیانا لا ئحاً وتنجیحا فی کل علم تنا وله ، وخیر عم فی حینه ودیناه وان اخذها ذو العقل السخیف ابطله وذو الفهم القلیل بلدته وحیر ته فلیتناول کل امرا حسب طاقته وما تو فیقنا الا بالله عزوجل اس فن کے متعلق بعض نے افراط کیا ہے اور بعض نے تفریط بعض مفرطین نے تو اس کو فرض کفایہ تک کہہ دیا یا اس لیے اس کے رد میں امام ابن تیمیہؒ نے الرد علی المنطقین میں مستقل کتاب تحریر کی ہے وہ صفحہ ۱۷۹ میں تحریر کرتے ہیں:" و من قال من المتا خرین ان تعلم المنطق فرض علی الکفایة فانه یدل علیٰ جهله بالشرع وجهله بفائدة المنطق وفساد هٰذا القول معلوم بالاضطرار من دین السلام واجهل منه من قال انه ، فرض علی الاعیان مع ان کثیرا من هٰولاء لیسوا مقرین با یجاب ماوجبه الله ورسوله وتحریم ما حرمه الله ورسوله ومعلوم ان افضل هذه الامة من الصحابة والتابعین لهم باحسان وائمة المسلمین عرفوا ما یجب علیهم وکل علمهم والمانهم قبل ان یعرف منطق الیونان فکیف یقال انه لا یوثق بالعلم ان لم یوزن به او یقال ان فطر بنی آدم فی الغالب لا یستقیم الا به فان قالوا نحن لا نقول ان الناس یحتا جون الی اصطلاح المنطق بل الی المعانی التی تو زن بها العلوم قیل لا ریب ان المجهولات لا تعرف الا بالمعلومات والناس یحتاجون الی ان یزنوا ما جهلوه بما علموه وهٰذا من الموازین التی انزلها الله حیث قال الله الذی انزل الکتاب والمیزان وقال لقد ارسلنا رسلنا بالبنیات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان وهٰذا موجود عند امتنا وغیر امتنا عمن لم یسمع قط بمنطق الیونان فعلم ان الا مة غیر محتاجة الیه ۔ اور اصحاب تفریط نے اس کو پڑھنا اور سمجھنا خلاف شرع قرار دیا ہے حالانکہ منطق کو سب سے زیادہ رد کرنے والے امام ابن تیمیہؒ ہے جن کی دو مشہور کتابیں ہیں (۱) الرد علی المنطیقین (۲) نقض المنطق ۔ مگر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بذات خود منطق کے ماہر اور عالم تھے جب ہی تو اھل منطق کی غلطیوں کی نشاندھی کی ہے امام ابن حزم التقریب صفحہ ۳۔ میں لکھتے ہیں کہ ـــ" فان قال جاهل فهل تکلم اخذ من السلف الصالح فی هذا قیل له ان هذا العلم مستقر فی نفس کل ذی لب فالذهن الذکی واصل بها مکنه الله تعالیٰ فیه من معة الفهم الی فوائد هذا العلم والجاهل منکسع کا لا عمیٰ حتی ینبه علیه وهکذ سائر العلوم فما تکلم احد من السلف الصالح فی مسائل النحو لکن لما فشا جهل الناس باختلاف الحرکات التی باختلا فها اختلف المعانی فی اللغة العربیة وضع العلماء کتب النحو فرفعوا اشکالا عظیما وکان

ذالك معينا على االفهم لكلام الله عزوجل فكلام نبيه صلى الله عليه وسلم وكان من جهل ذالك ناقصالفهم عن ربهٖ تعالیٰ فكان هٰذا من فعل العلماء حسنا وموجباً لهم اجر وكذا لك القول فی تواليف كتب العلماء فی اللغة والفقه فان السلف الصالح غنوا عن ذالك كله بما اتا هم الله به من الفضل ومشاهدة النبوة وكان من بعد هم فقراء الى ذالك كله يریٰ ذالك حسناً ويلم نقص من لم يطا لع هذه العلوم ولم يقرا هذهٖ الكتب وانه قريب النسبة من البها ئم وكذا العلم فان من جهله خفی عليه بناء كلا م الله عزوجل مع كلام نبيه صلى الله عليه وسلم وجا ز عليه من الشعيب جوا زا لا يفرق بنيه وبين الحق ولم يعلم دينه الا تقليد والتقليدمذموم .

پس اسلم طریقہ یہ ہے کہ ایسے تکلّفات سے گریز کیا جائے البتہ عالم متبحر ان سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے جبکہ قوائد واصطلاحات صحیح نہیں ہیں امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتب میں ان کی غلط باتوں کوخوب واضح کیا ہے اور امام ابن حزمؒ نے بھی التقریب میں ان کی کافی غلطیاں بیان کی ہیں اور بنسبت دیگر کتب کے عالم متبحر کے لیے بھی کتاب مفید ہے، نیز مناظرہ میں بھی اس کو فائدہ ملے گا جو کہ ان کے غلط قوائد سے واقف ہوگا ورنہ ہمیشہ خطا کھا جائے گا قال الامام ابن تيميةؒ فی نقض المنطق صفحه ۸۵۵۔ بل الواقع قديما حديثا انك لا تجد من يلزم نفسه ان ينظر فی علومه بهٖ ويناظر بهٖ الا وهو فاسد النظر والمناظره كثير العجزعن تحقيق علم وبيانه .

اور اسی طرح فلسفہ کو سمجھیں لیکن فلسفہ اور علم کلام نے اہل اسلام کے عقائد میں تزلزل پیدا کیا ہے جس کی بنا پر کئی فرقہ باطلہ پیدا ہوئے جیسے جھمیہ، خوارج، معتزلہ، قدریہ وغیرھم یہ سب اسی بنا پر اہل السنہ سے لڑتے رہے اور ذات باری تعالیٰ ملائکہ وانبیاء وکتب سماویہ وغیرہ کے متعلق ان کے عقائد کفریہ ہیں جن کو شیخ الاسلام نے کتاب الردعلی المنطقین میں واضح فرمایا ہے صفات الھیہ کا تعطیل وانکار پھر تشبیہ تاویل، اسی طرح قرآن کومخلوق کہنا اور وحدۃ الوجود جیسا ناپاک عقیدہ رکھنا اور توسل وغیرہ ان سب کا موجد فلاسفروں کی تعلیم ہے بلکہ ابن سینا نے جو کتاب الشفا لکھی اس نے کافی علماء کو اس مرض میں مبتلا کر دیا چنانچہ علامہ ابن العربی کے اشعار مشہور ہیں۔

برئنا الى الله من معشر
بهم مرض من كتاب الشفاء
وكم قلت يا قوم انتم على
شفا جرف من كتاب الشفاء

فلما استهانوا بتبيهنا
رجعنا الى الله حتى كفىٰ
فما توا على دين اسطائس
وعشنا علىٰ ملة المصطفى

(الرد علىٰ المنطقين صفحه ٥١٠)

اور ابن سینا خود اپنی خبر دیتا ہے کہ ان کا خاندان ملحد تھا اور اسی وجہ سے وہ ان علوم میں مشغول ہوئے (الرد على المنطقين صفحه ١٤٣) امام غزالی بھی اس کا شکار ہوئے اور کئی ایسی لغویات اور کلمات بدعیہ ان کی تصانیف میں صادر ہوئیں بالاخر سخت حیران و پریشان ہوا وراس کو بے فائدہ اور مضر جان کر ترک کر دیا اور آخر میں مسلک اہل حدیث کو اختیار کرلیا اور ایک کتاب بنام (الجام العوام عن علم الکلام) تصنیف کی، اسی طرح فخر الدین الرازی جنہوں نے عمر اس فن میں گذاردی اور ان کی تصانیف ان اشیا سے بھری پڑی ہیں آخر میں انہوں نے بھی توجہ کی اور ایک کتاب بنام، اقسام لذات لکھی اور اس میں صاف لکھا ہے کہ لقد تا ملت الطرق الكلاميه والمناهج الفلسفه فما را تها ليشفى عليلا ولا تروى غليلا ورايت اقرب الطريق طريقه القرآن اقرا فى الاثبات ، الرحمن على العرش استوىٰ اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه واقرء فى النفى ليس كمثله شي وَلاَ يحيطون بهٖ علما وهل تعلم له سميعا .اسی طرح ہتھیار ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ ومن جرب مثل تجربتی عرف مثل معرفتی اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

نهايه اقدام العقول عقال
واكثر سعى الغالين ضلال
وارواحنا فى وحشه من جسومنا
وحاصل دينانا اذى ووبال
ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوى ان جمعنا بين قيل وقالو

نیز امام الحرمین ابو محمد الجوینی نے بھی سب باتیں ترک کر کے مذہب سلف اختیار کیا اور کہا کرتے تھے کہ "يا اصحابنا لا تشتغلوا بالكلام فلو انى عرفت ان ا لكلام يبلغ الىٰ ما بلغ ما اشتغلت به اور جب مرنے کا وقت آیا تو کہا کہ " لقد خفت البحر الحفم وخليت اهل الاسلام علومهم ودخلت عما نهى عنه والان ان لم يداركنى ربى برحمتهٖ فالويل لا

بـن الـجوينى " اسی طرح علامہ شہرستانی کوبھی ان علوم سے بدون حیرانی اور پریشانی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا اوران کے اشعار ہیں ۔لعمری لقد طفت المعاهد كلها ۔ وسيرت طرفى بين تلك المعالم فـلم ارالا وصفا كف حائر على ذقن او قارعاً سن نادم (نقض المنطق ٦٠تا ٦٢ اور رازی کا تلمیذ خسروشاہی المتکلم اخیر بھی میں کہنے لگا والـلـه ما ادرى ما اعتقد (الرد على المنطقين صـفـحــه ٣٢٧) اسی طرح خود فلاسفہ بھی حیران ہیں اور کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے بلکہ اہل حدیث کا مسلک نہایت اوسط واسلم ہے وہی آیت کریمہ ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرہ:١٤٣) کے مصداق ہیں ۔ان تکلفات کے دور رہنے کے باوجود وہ ہر مناظرہ ومقابلہ میں فائز وغالب رہے ۔ چنانچہ شیخ الاسلام نقض المنطق صفحہ ٨ ۔ میں ان کی شان یوں بیان کرتے ہیں قـال ۔ فهـم اكـمـل الناس عقلاً واعدلهم قياسا واصدبهم رايا واستدهم كلا مأو اصحهم نظراً ء واهدا هم استد لال واقـوهـم جـدالا ء واتهم فراسةً واصدقهم الهاما واحدهم اجراً وكاشفة واصوبهم سـمـعـاً ومـخاطبةً واعظهم واحسنهم وجداً وذوقاً وهذا هو المسلمين بالنسبة الىٰ سائـر الام ولا هـل السنة والحديث الى سائر الملل اللهم ثبتنا علىٰ الملة الحنيفية السمحة السهلة البيضاء المطهرة من ادران الا لحاد والا قسيه والا راء ۔ التى سلكها اهـل الـحديث من الصحابة والتابعين لهم بالا حسان والا قتداء انت ولينا فى الدنيا وآخرة تو فنا على الاسلام ولايمان ولحقنابادلاء ۔

المسئلة الثامنة : کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں؟

(الحديث الضعيف واقسامة وهل يعمل بهٖ فى الفضائل ام لا)(خط فریق ثانی ١)

اس کے متعلق مختصراور جامع عبارت ابن کثیر کی ہے قـال فـى اخـتـصـار عـلـوم الحديث ۔ صـفـحـه ٤٤ ـ الـحـديـث الـضعيف قال (يعنى ابن الصلاح) وهو مالم يجتمع فيه صـفـات الـصـحـيـح ولا صـفـات الحسن المذكورة فيما تقدم ثم تكلم علىٰ تعدادهٖ وتـنـويعه باعتبار فقده واحدة من صفات الصحة او اكثر او جميعها فيقسم جنسه الى الموضوع والمقلوب والشاذ والمغلل والمضطرب والمرسل والمنقطع والمعضل وغيـر ذالك وقـال الشيـخ جـمال الدين القاسمى فى قواعد التحديث صفحه ١٠٩ ويتـفاوت ضعفه بحسب شدة ضعف رواٰه وصفته كصحة الصحيح فمنه اوهىٰ كما ان فـى الـصحيح أصح اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے قـال الـخـطيب فى الـكـفـايـه صفحه ١٣٣ ـ فى باب التشدد فى أحاديث الأحكام والتجوز فى فضائل

الاعمال قد ورد عن غير واحد من السلف انه لا يجوز حمل الا حاديث المتعلقة بالتحليل والتحريم الا عمن كان بريئاً من التهمة بعيدا من الطعقه واما احاديث الترغيب والمواعظ ونحو ذالك فانه يجوز كتبها عن سائر الشيوخ ثم اسند ذالك عن ائمة الحديث سفيان الثورى وسفيان بن عينه واحمد بن حنبل وابى زكريا العنبرى . لیکن اس کے قبول کرنے کے لیے شرائط ہیں:

(۱)...... یہ کہ ضعیف شدید نہ ہو اور راوی کذاب یا متھم یا فاحش الغلط نہ ہو۔ ونقل العلائی الا تفاق عليه .

(۲)...... یہ کہ وہ کام پہلے کسی ایسے اصل عام کے تحت ہو جو کہ معمول بہ ہو۔

(۳)...... یہ کہ اس پر عمل اس بنا پر نہ ہو کہ حدیث سے ثابت ہے بلکہ احتیاط کا عقیدہ رکھتا ہو (۴) چوتھا یہ کہ وہ روایتیں قصص مواعظ اور فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب سے تعلق رکھتی ہوں نہ کہ صفات الٰہیہ یا عقاید یا احکام یا حلال یا حرام یا تفسیر القرآن کے متعلق ہوں۔ كذا فى تدريب الراوى للسيوطى صفحه ۱۰۸ ـ والباعث الحثيث صفحه ۹۱ ـ قواعد التحديث صفحه ۱۱٦ ومنهج ذوى النظر وغير ها من كتب هذا الشان .

تنبيه: ...... حديث مبحوث فيه يعنى فمن احب ان يجلس الخطبة فليجلس . احکام کی احادیث میں سے ہے لا من الفضائل ونحو ها ایضاً ۔ احتیاط کا تو کوئی سوال ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

المسئلة التاسعة : دوران نماز آیات کے جواب دینے کا حکم کس پر لازم ہے قاری یا سامع پر؟

(جواب الآيات للقارى والسامع) (خط فریق ثانی ۱)

اس کے متعلق جو بھی روایات آتی ہیں ان سب میں صرف قاری کے لیے جواب دینے کا ذکر ہے فقط سورۃ رحمٰن کی آیت ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کا جواب سامع کو بھی دینا ہے قال الترمذى فى سننه صفحه ۱٦۱ ج ۲ حدثنا عبدالرحمن بن واقد ابو مسلم نا الوليد بن مسلم عن زهير بن محمد عن محمد بن المنكدر عن جابر قال خرج رسول الله ﷺ علىٰ اصحابه فقرا عليهم سورة الرحمن من اولها الىٰ آخر ها فسكتو ا فقال لقد قرأتها على الجن ليلة الجن فكانو ا احسن مر دودا منكم كنت كلما اتيت على قوله فباى الآء ربكما تكذبان " قالوا "لا بشىء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد هٰذا حديث

غریب لا نعرفه الا من حديث الوليد بن مسلم عن زهير بن محمد قال احمد ابن حنبل كان زهير بن محمد الذى وقع بالشام ليس هو الذى يروى عنه بالعراق كانه رجل آخر قلبوا "سمه" يعنى لما يرون عنه من المنا كير وسمعت محمد بن اسماعيل يقول اهل الشام يروون عن زهير بن محمد منا كير واهل العراق يروون عنه احاديث مقاربه ، وله شاهد من حديث ابن عمر قال الى الحافظ ابن جرير فى التفسير صفحه ۱۲۳ ج۲۷ ۔ حدثنا محمد بن عبا د وعمر و بن مالك البصرى قالاثنا يحيىٰ بن سليمان الطائفى عن اسماعيل بن امية عن نافع عن ابن عمر قال ان رسول الله ﷺ قرأ سورة الرحمن او قرأت عنده فقال مالى اسمع الجن احسن جوابا لربها منكم قالوا ماذا يا رسول الله ﷺ قال ما اتيت على قول الله ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ الا قالت الجن لا شىء من نعمك ربنا نكذب واخرجه البزار ايضاً قال صاحب مجمع الزوائد صفحه ۱۱۷ ج۷۔رواه البزار عن شيخه عمر و بن مالك الراسبى وثقه ، ابن حبان وضعفه غير ه وبقية رجاله ، رجال صحيح ، والراسبى هو البصرى وهو ضعيف كما فى التقريب صفحه ۷۷ج۲ ۔ مصرى ۔ والهندى صفحه ۱۹٦ ۔ ولكنه ، تابعه عند ابى جرير شيخ آخر كما عرفت فى السند وقد صحح السيوطى اسناده كما ذكره الشو كانى فى تفسيره فتح القدير صفحه ۱۲۷ ج۵ ۔ ناقل احوال الحديث بسنده انه حسن واحد الطريقين يتقوى بالآخر ۔ پس اس آیت کا جواب سامع کو بھی دینا ہے باقی آیات کا جواب صرف قاری کو دینا ہے سامع کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ فمن ادعیٰ خلاف ذالك فعليه البيان والله المستعان وعليه التكلان .

المسئله العاشرة : کیا ایسا شخص جو ایک صاع ادا نہیں کر سکتا تو وہ نصف صاع فطرہ نکال سکتا ہے؟

(اخرج نصف الصاع لمن عجز عن تمام الصاع)

اس کے متعلق دستور المتقی کی اصل عبارت جو کہ خط میں پیش کی گئی وہ حسب ذیل ہے صحیح حدیثوں کی رو سے آدمی پیچھے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانگ انگریزی تول سے گندم یا جو یا پنیر صدقہ فطر میں دینا واجب ہے اگر کسی سے اس قدر نہ ہو سکے تو سوا سیر سوا چھٹانگ گندم صدقہ دے دے۔

(دستور المنتقیٰ صفحہ ۲۱۸۔ مطبوعہ مسلم پریس کراچی)

اس پر فریق ثانی کا مطالبہ ہے کہ یہ کس حدیث میں آیا ہے خط ۔ا۔

جواباً یہ عرض ہے کہ اس طرح کسی حدیث میں نظر نہیں آتا ہے کہ پورے صاع کی طاقت نہ رکھتا ہے وہ نصف صاع ادا کرے کتب حدیث کی پوری چھان بین کی مگر ایسی بات نہیں ملی۔ البتہ قمح (گیہوں) کے متعلق جس روایت میں نصف صاع کا ذکر ہے وہ بجمیع طرق معلول ہے۔ علله الحافظ فی التلخیص والدراية وغیرہ۔ صحابہ میں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کما فی الفتح (صفحہ ۱۱۷ ج ۴)۔ اور بوقت اختلاف حکم ہے کہ ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النساء : ٥٩) اور مرفوع حدیث صحیح میں صرف صاع کا ذکر ہے ولهٰذا قال امام الكبير المحدث الشهير ابو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمی فی سننه صفحه ٣٣٠ ج١ مصری والهندی صفحه ٢٠٩ ۔ بعد ذکر اختلاف معاویه وابی سعید الخدریؓ اری صاعاً من کل شیء لیکن یہ اختلاف استطاعت وعدم استطاعت کی بنا پر ہے ۔ قال الامام ابن حزم فی المحلیٰ صفحه ١٤٠ ج٦ ۔ فان لم يقدر الا علىٰ بعض صاع اداه ولا بد لقول الله تعالىٰ لا يكلف نفسا الا وسعها ولقول رسول الله ﷺ اذا امرتكم بامر فا تو ا منه ما استطعتم وهو واسع لبعض الصاع فهو مكلف اياه وليس واسعًا لبعضه فلم يكلفه وهذا الصلوٰة يعجز عن بعضها ويقدر علىٰ بعضها ومثل الدين يقدر على بعضه ولا يقدر على سائره؟ وليس هذا مثل الصوم يعجز فيه عن تمام اليوم او تمام الشهرين المتتابعين ولا مثل الرقبة ، الواجبة الا طعام الواجب فی الكفارات والهدی الواجب يقدر على البعض من كل ذالك ولا يقدرسائره فلا يجز ئه شی منه لان من افترض عليه صاع فی زكوٰة الفطر فلا خلاف فی انه جائز له ان يخرج بعضه ثم بعضه ولا يجوز تفريق اليوم ولا يسمى من لم يتم صوم اليوم صائم الا حيث جاء به النص فيجرئه حينئذٍ وامابعض الرقبة فان الله تعالىٰ نص بتعويض الصيام من الرقبه اذا لم توجد فلم يجر تعدی النص وكان معتق بعض الرقبة مخالفا لما امر به وافترض عليه من رقبة التامة او من الاطعام المعوض منها او الصيام المعوض منها واما بعض الشهر ين فمن بعضها وافرقهما فلم يات بما امر به متتا بعا فهو عليه او عوضه حيث جاء النص بالتعويض منه واما الهدی فان بعض الهدی مع بعض هدی آخر لا سمى هديا فلم يات بما امر به فهو دين عليه حتى يقدر عليه؟ واما الا طعام فيجز ئه ما وجد منه حتى يجد باقيه لانه لم يات مر تبطا بوقت محدود الاخر وبالله للتوفيق ۔ اور المغنی لموفق الدين ابن قدامه صفحه ٦٨٢ ج٢ ۔ مع الشرح للكبير میں ہے کہ فان لم يفضل بعض صاع فهل يلزمه اخراجه

علی روایتین احدا هما لا یلزمه اختار ها ابن عقیل لا نها طهرة فلا تجب من لا یملك جمیعها كالكفارة ولثانیه یلزم اخرجه لقول النبی ﷺ اذا امرتکم فاتوا منه ما استطعتم ولا نها طهرة فوجب منها ما قدر علیه كا لطهارة بالماء ولان الجزء الصاع یخرج عن العبد المشترك فجا ز ان یخرج عن غیرہٖ کا لصاع اور شرح المهذب للنووی صفحہ ۱۱۱ ج ۶ ۔ میں ہے وان فضل بعض الصاع فوجهان مشهور ان ذکر هما المضف بدلیلها ، احد هما عنه الاصحاب یلزمه ابی هریرة لقوله صلی الله علیه وسلم اذا امر تكم بامر فاتوا بہٖ ما استطعتم ۔ رواه البخاری من روایة ابی هریرة واتفق الاصحاب علی تصحیح هذا الوجه ونقله صاحب الحاوی عن نص الشافعی قال والوجه الآخر قائل بانه لا یلزم ، قیاسا علیٰ بعض الرقبة غلط لما ذکر ناه من الحدیث والقیاس والفرق بینه وبین الكفارة وجهین احدهما ان لها بدلاً والثانی ان بعض الرقبة لا یومر باخراجہٖ فی موضع من مواضع وبعض الصاع وجب بالا تفاق علیٰ من یملك نصف عبد ونصفه لمعسر واللّٰه اعلم ۔ اور یہ حدیث مذکورہ بالا بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ میں مروی ہے اور امام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ هذا من جوامع الكلم وقواعد الاسلام ویوخذ فیه كثیر من الاحكام كا لصلوة لمن عجز عن ركن منها او شرط فیاتی بالمقدور وكذا الوضوء وستر العورة وحفظه بعضی الفاتحه واخراج بعض زكوٰة الفطر لمن لم یقدر علی الكل والا مساك فی رمضان لمن افطر بالعذر ثم قدر فی اثناء النهار الیٰ غیر ذالك من المسائل التی یطول شرحها ۔ ذكره فی الفتح صفحه ۲۲ ج ۷ ۔ الحلبی وهكذا قال الحافظ ابن رجب فی جامع العلوم والحكم فی شرح خمسین حدیثا من جوا مع الكلم صفحه ۸٤ ۔ تحت الحدیث المذكور وفی قولہٖ صلی الله علیه وسلم دلیل علی ان من عجز عن فعل المأمور به كله وقد بعضه فانه یاتی بما امكن منه وهذا مطرد فی المسائل (فذ كر الا مثله) ثم قال ومنها زكوٰة الفطر فان قدر علی اخراج بعض صاع لزمه ذالك علی الصحیح ، الفرض نصف صاع کی شرط صحیح نہیں ہے بلکہ جو شخص پورے صاع ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ جتنی بھی طاقت رکھتا ہے تو ادا کرنا ضروری ہے، وهو الحق الحقیق بالقبول فلا ینبغی عنه العدول وبالله تعالیٰ التوفیق وبه نعتصم ونجول .

المسئله الحادية عشرة : وہ شخص کون تھا جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز سے قبل شروع کیا؟

(اول من قدم الخطبه على الصلوٰة فى العيدين) (خط فریق ثانی ۲۔)

اس کے متعلق حافظ صاحب کی عبارت مختصر اور جامع ہے قال فی الفتح صفحه ١٠٤ ج ٣۔ واختلف اول من غير ذالك فرواية طارق بن شهاب عن ابى سعيد عند مسلم صريحة فى ان مروان كما تقدم فى الباب قبله.

وقيل بل سبقه الى ذالك عثمان وروى ابن المنذر باسناد صحيح الى الحسن البصرى قال اول من خطب قبل الصلوٰة عثمان صلى بالناس ثم ـ خطبهم يعنى على العادة فراى ناسا لم يدركوا لصلوٰة ففعل ذالك ... صاريخطب قبل الصلوٰة ...... ويحتمل ان يكون عثمان فعل ذالك احيا نا بخلاف مروان فواظب عليه لذالك نسب اليه وقد روى عن عمر مثل فعل عثمان وقال عياض ومن تبعه لا يصح عنه وفيما قاله نظر لان عبدالرزاق وابن ابى شيبة روياه جميعا عن ابن عينيه عن يحيىٰ بن سعيد الانصارى عن يوسف بن عبدالله بن سلام وهذا اسناد صحيح لكن يعارضه حديث ابن عباس المذكور فى الباب الذى بعده وكذا حديث ابن عمر فان جمع بوقوع ذلك منه نادرا والا فما فى الصحيحين اصح وقد اخرج الشافعى عن عبدالله بن يزيد نحوحديث ابن عباس وزاد حتى قدم معاوية فقدم الخطبة فهٰذايشير الى ان مروان انما فعل ذالك تبعا لمعاوية لانه كان امير المدينه من جمعته وروى عبدالرزاق عن ابن جرير عن الزهرى قال اول من احدث الخطبة قبل صلوة العيد معاويه وروى ابن المنذر عن ابن سيرين ان اول من فعل ذالك زياد بالبصرة قال عياض ولامخالفة بين هٰذين الاثرين واثر مروان لان كلامن مروان وزياد كان عاملاً لمعاوية فيحمل انه ابتدا ذالك وتبعه عما له والله اعلم وهكذا ذكر الشو كانى فى نيل الاوطار صفحه ٣٣٣ج ٣وبالله التوفيق وهو حسبى ونعم الرفيق ـ

المسئله الثانية عشرة : کیا نبی ﷺ کے تمام افعال ہمارے لیے وجوب کا درجہ رکھتے ہیں؟

(افعال النبى ﷺ هل تد ل علىٰ الوجوب ام لا) (خط فریق ثانی ۳)

افعال علی التحقیق ندب کے لیے ہیں وجوب کے لیے نہیں جب تک کوئی دلیل وجوب کی مقتضی نہ ہومثلاً امر وغیرہ اس مسئلہ کے متعلق امام ابن حزم نے الاحکام صفحہ ۴۲۲ الباب التاسع عشر (۴/۳۹) میں ایک مستقل

باب رکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ وقال سائر الشافعیین وجمیع اصحاب الظاهر: لیس شیء من افعاله علیه السلام واجبا وانما ندبنا الی ان نتاسی به علیه السلام فیها فقط وان لانترکها علی معنی الرغبة عنها ولنا ترکها علیٰ غیر معنیٰ الرغبة عنها ولکن کما نترک سائر ما ندبنا الیه مما ان فعلناه اجرنا وان ترکناه لم ناثم ولم نوجر الا ماکان من افعاله بیانا للامر او تنفیذلحکم فهی حینئذ فرض لان الامر قد تقدمها فهی تفسیر الامر قال علی وهذاالقول هو الصحیح الذی لا یجوز غیره۔ ثم المسئلة بالادلة والبراهین واختصرها فی کتابه الندب وقد ذکر فی المحلیٰ صفحه ۱۱۰ ج۱ ۔ ایضا فقال وافعال النبی ﷺ لیست فرضا الا ما کان منها بیانا لامر فهو حینئذا امر لکن الا شاء به السلام فیها حسن وبرهان ذالک هذا لخبر الذی ذکرناه انفا من انه لا یلزمناشی الاما امرنا به اونهانا عنه وان ما سکت عنه فعفو ساقط عنا وقال عزوجل، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ اورامام شوکانی فی ارشادالفحول صفحہ ۳۸۔ اورنواب صاحب نے حصول المامول صفحہ۴۲۔ میں یہی صحیح مسلک بتایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ومنه الوصول الی طریق الصواب

المسئلة الثالثه عشر: کیا نبی ﷺ پر اپنی بیویوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

(هل کان التقسیم للازواج واجبا علی النبی ﷺ ام لا ؟) (خط فریق ثانی ۳)

قال الله تعالی ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾، الخ الاحزاب ......

......اکثر مفسرین اس آیت سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ تقسیم آپ ﷺ پر واجب نہیں تھی قال الشوکانی فی فتح القدیر صفحة ۲۸۳ج ٤۔ المعنیٰ ان الله وسع علی رسوله وجعل الخیار الیه فی نسائه فیوخرمن یشاء ویوخر نوبتها ویترکها ولا یاتها من غیر طلاق ویضم الیه من اشاء منهن وجیضا جها ویسیت عنده قد کان القسم واجبا علیه حتی نزلت هذه الآیت فاتفع الوجوب وصار الخیار لله ...... وهذا قول جمهور المفسرین فی معنیٰ الآیت وهو الذی دلت علیه الادلة الثانیه فی الصحیح وغیره قال القرطبی فی تفسیره صفحه ۲۱۵ ج۱٤ نقله عن ابن العربی فی احکام القرآن صفحه ۱۵۵٦ ج۳۔ والمعنیٰ المراد هوان النبی ﷺ کان مخیرا فی ازواجه ان شاء ان یتسم قسم وان شاء ان یترک القسم ترک فخص النبی ﷺ بان جعل الامر الیه فیه لکنته کان یقسم من قبل نفسه دون ان یفرض ذالک علیه قطیبا لنفوسهن وصونا

لھن عن اقوال الغيرة التی تو دی الی ما لا ينبغی وقيل كان القسم واجبا على النبی ﷺ ثم نسخ الوجوب بهذا الايته قال ابن الجوزی فی تفسيرہ زاد المسير صفحه ۴۰۷ ج۶ ۔ واكثر العلماء على ان هذہ الاية نزلت مبيحة لرسول ﷺ من جملة نسائه كيف شاء غير ايجاب السمه عليه والتوية بينهن غير انه كان يسوى بينهن اس آیت کے شانِ نزول میں دو اور معنیٰ بتائے گئے ہیں لیکن آیت سب کو متضمن وشامل ہے۔ قال الحافظ ابن كثير فی تفسيره صفحه ۵۰۱ ج۳۔ ذهب طائفة من العلماء من الشافعيه وغير هم الیٰ انه ، لم يكن القسم واجباً عليه ﷺ واحتجو ابهذہ الآية الكريمه ...... واختار ابن جرير ان الآية عامة فی الواهبات وال[illegible]ی عنده انه مخير فيمن ان شاء قسم وان شاء لم يقسم وهذا الذی اختاره حسن جيد قوی عليه جمع بين الاحاديث ولهٰذا قال الله تعالیٰ ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ﴾ ای اذا علمن ان الله قد و ضع عنك الحرج فی القسم فان شئت قسمت وان شئت لم تقسيم لا جناح عليك فی ای ذالك فعلت تم مع هذا ان تقسم لهن اختيار ا منك لا انه على سبيل الوجوب فرحن بذالك واستبشرن به وحملن جميلك فی ذالك واعترفن بمنتك عليهن فی قسمتك لهن وتسويتك بينهن وانصافك لهن وعد لك فيهن ۔ الحاصل آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات سب کو باری دیتے تھے لیکن على سبيل الاختيار لا على سبل الوجوب ، لیکن آپ کے علاوہ سب پر تقسیم واجب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ قال الامام ابن حزم فی مراتب الاجماع صفحه ۶۵ ۔ واجمعوا على ان العدل فی القسمة بين الزوجات واجب ولم يتعقب له ، فی ذالك شيخ الاسلام ابن تيميه فی نقد مراتب الاجماع نیز شعرانی نے بھی، الميزان الكبری صفحه ۱۱۸ ج ۲ میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے، والله اعلم بالصواب واليه المرجع والماب.

المسئله الرابعة عشرة : بدعتی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

(الصلوٰة خلف اهل البدع) (خط فریق ثانی ۳)

قال البخاری فی صحيحہ صفحه ۹۶ ج۱ ۔ باب امامة المفتون والمبتدع وقال الحسن صل وعليه بد عته قال ابو عبدالله وقال لنا محمد بن يوسف حدثنا الاوزاعی حدثنا الزهری عن حميد بن عبدالرحمن عن عبدالله عدی بن خيا ر انه

دخل علىٰ عثمان بن عفانؓ وهو محصور فقال انك امام عامة ونزل بك ماترى ويصلى لناامام فتنة ونتحرج فقال الصلاة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا اساؤ فاجتنب اساء تهم . اہل بدع کے پیچھے نماز میں اختلاف ہے قال العينى فى العمدة صفحة ٢٣٢ج٢ ـ تحت الباب اختلف العلماء فيه فا جازت طائفة منهم ابن عمر اذا صلى خلف الحجاج وكذا لك ابن ابى ليلىٰ وسعيد بن جبير ثم خرجناعليه وقال النخعى كا نوا يصلون ورا ء الامراء ماكانوا وكان ابو وائل يجمع مع المختاربن عبيد وسئل ميمون بن مهران عن الصلوٰت خلف رجل يذكر انه من الخوارج فقال انت لا تصلى له انما تصلى الله عزوجل قد كنا نصلى خلف الحجاج وكان حروريا ازراقيا وروى اشهب عن مالك لا احب الصلوٰة خلف الاباضية والواصلية ولا السكنى معهم فى بلد وقال ابن القاسم ادى الاعادة فى الوقت على من صلى خلف اهل البدع وقال اصبغ يعيد ابدا وقال الثورى فى القدرى لا تقدم وقال احمد ابن حنبل لا يصل خلف احد من اهل الا هوا ء اذا كان داعيا الى هواه ومن صل خلف الجهمية والرافضية والقدرية يعيد وقال اصحابنا تكراه الصلوٰة خلف صاحب هوى وبد عة ولا تجوز خلف الرافى والجهمى لا نهم يعتقدون ان الله لا يعلم الشى قبل حدوثه وهو كفر والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن وكان ابو حنيفة لا يرى الصلوٰة خلف المبتدع ومثله عن ابى يوسف اوراعدل الاقول امام احمد کا

قول ہے وخير الامور اوساطها اوراسی طرح سب اقوال میں تطبیق اور توفیق ہوجاتی ہے چنانچہ امام ابوداؤد السجستانی مسائل احمد بن حنبل صفحہ ۴۳۔ میں فرماتے ہیں کہ قلت لا حمد اصلى خلف المرجئى قال اذا كان داعيًا فلا يصلى خلفه اور امام عبدالله بن احمد بن حنبل كتاب السنة صفحه ١٠٦ ج١ میں فرماتے ہیں کہ سالت ابى مرة عن صلواة خلف القدرى فقال ان كان يخاصم فيه ويد عوا اليه فلا يصلى خلفه وفى المغنى صفحه ٢١ ج٢ ـ قال الا ثرم قلت لا بى عبدالله الرافضة الذين يتكلمون بما تعرف فقال نعم آمره ان يعيد قيل لا بى عبد الله وهكذا لاهل البدع كلهم قال لا منهم من يسكت ولا يتكلم وقال لا تصل خلف احد من اهل الاهواء اذا كان داعية الىٰ هواه وقال لا تصل خلف المرجئى اذا كان داعيا ـ پس امام بخاری نے جو جواز کا باب باندھا ہے وہ

مطلق نہیں بلکہ اس کے لیے شروط ہیں اول یہ کہ داعی الی البدعۃ نہ ہوں والثانی اس کی نماز صحیح طریقہ پر ہو اور نبوی نماز کے موافق ہو فاخرج احمد فی مسنده صفحه ١٤٦ ج٣ ـ قال حدثنا هارون بن معروف حدثنا ابن وهب قال حدثنی ابن ابی ذئب عن موهوب بن عبدالرحمن بن ازهر عن انس بن مالك انه كان يخالف عمر بن عبدالعزيز فقال له عمر ما يحملك على هذا فقال انی رايت رسول الله ﷺ يصلی صلوٰة متی تو ا فقها اصلی معك ومتی تخا لفها اصلی وانقلب الی اهلی ، قال الهيثمي فی مجمع الزوائد صفحه ٦٨ ج٢ ـ رجاله ثقات صدق رحم الله فكلهم مذكورون فی التهذيب وموصفون بالثقة والصدق سوىٰ موهب بن عبدالرحمن بن ازهر وقد ذكره ابن حبان فی الثقات صفحه ٣٣٧ ج٢ ـ قلمی واورده الحافظ فی تعجيل المنفعة واخرج الطبرانی فی معجمه الكبير عن ابی ايوب انه كان يخالف مروان بن الحكم فی صلوٰته فقال له ، مروان ما يحملك علىٰ هذا قال انی رايت رسول الله ﷺ يصلی صلوٰة ان وافقته وافقتك وان خالفته صليت وانقلبت الی اهله وقال المجمع (الصفحة المذكوة) رجاله ثقات وقد عقب علی الحديثين بباب فی الامام يسئی الصلوٰة .

تنبیه: ......صحیح بخاری (صفحہ۹۶ ج۱) میں ہے باب اذا لم يتم الامام واتم من خلفه حدثنا الفضل بن سهل قال حدثنا الحسن بن موسیٰ الاشيب قال حدثنا عبدالرحمن بن عبدالله بن دينار عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال يصلون لكم فان اصا بوا فلكم ولهم وان اخطؤا فلكم وعليهم قال الحافظ فی الفتح تحت الحديث عن البغوی ، ومحل الخلاف فی الامور الاجتهادية كمن يصل خلفه من لا يری قرائه البسملة ولا انها من اركان القرآء ة ولا انها اية من الفاتحه ، بل يری ان الفاتحه تجزی بدونها قال فان صلوٰة الماموم تصنع اذا قرا هو البسملة لا ن غاية حال الامام فی هذه الحالة ان يكون اخطاء وقد دل الحديث علی ان خطا الامام لا يو ثر فی صحة صلوٰة الماموم اذا اصاب ، پس اگر اختلاف اجتہاد ہے تو اقتدٰی درست ہے نہ کہ تقلیداً اختلاف ہو فاعتبر الفرق بينهما .

تنبیہ آخر! صاحب مجمع الزوائد نے باب مذکور میں تیسری روایت ذکر کی ہے قال وعن ابی علی المصری قال سافر نا مع عقبة بن عامر الجهنی فحضر تنا الصلوٰة فاردنا ان يتقدمنا

قال انی سمعت رسول الله ﷺ یقول من ام قوما فاتم فله التما م ولهم التمام وان لم یتم فلهم التمام وعلیه الا ثم رواه احمد والطبرانی ورجاه ثقات ، یہاں عدم الاتمام علی سبیل التعمد ہے تب ہی تو علیـه الا ثـم ،فرمایا لیکن یہ ضروری نہیں کے مقتدی یہ جان بوجھ کر بھی اس کو آگے کریں گے کہ وہ عمداً عدم اتمام کا ارتکاب کرے۔اس میں صرف تنبیہ ہے کہ امام کو حتی الامکان نماز کے اتمام کا خیال کرنا چاہیے اور عملاً کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے نماز میں خلل واقع ہو مگر خطاء اجتہادی معاف ہے وقد اخرج الا مام احمد فی مسنده صفحه ۳۹۹ ج ۱ قال ثنا محمد بن الصباح ثنا اسماعیل بن زکریا عن عبدالله بن عثمان بن خیثم عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیه عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ انه سیأتی امر کم من بعدی رجال یطفئون السنة ویحدثون بدعة ویو خرون الصلوٰہ عن مواقیتها قال ابن مسعودؓ یا رسول الله کیف اذا ادرکتهم قال لیس یا ابن ام عبد طاعة لمن عصی الله قالها ثلاث مرات ، ورراة الخبر موثقون فی التهذیب والتقریب والخلاصة .

الشرط الثالث کسی ایسے عقیدے کا معتقد نہ ہو جس سے کفر یا شرک لازم آتا ہو کیونکہ ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے ناجائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

الحاصل، ایسے بدعتی کے پیچھے نماز جائز ہے جو کہ داعی الی البدعۃ نہ ہو اور نہ کفریہ یا شرکیہ عقیدہ یا عمل کا مرتکب ہو اور نہ ہی بدون خطا اجتھادی طریقہ نبوی کے خلاف نماز پڑھتا ہو وبہ تجمع بین الاقوال اور اس تقریر سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ مسائل کا اختلاف ایک دوسرے کی اقتدا سے مانع نہیں ہے شرطیکہ اختلاف کی بنا اجتھاد ہو نہ کہ تقلید والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات وهو الله لا اله الا هو له الحمد فی الاولیٰ وفی الآخره له الحکم والیه ترجعون .

المسئله الخامسة عشره : رخصت کا کیا مطلب ہے؟

(معنیٰ الرخصة وحکمها) (خط فریق ثانی ۴)

قال الجرجانی فی التعریفات صفحه ٦٠ الرخصة فی اللغة الیسر والسهولة وفی الشریعة اسم لما شرع متعلقا بالعوارض ای بما اتبع بعزد مع قیام الدلیل المحرم وقیل هی ما بنی علی اعذار العباد وهکذا فی المستصفی للغزالی صفحه ۹۸ ج ۱ ۔ واصول البزدوی صفحه ۱۳۵ ۔ وغیر ها من کتب الفن وفی حدیث ابی سعید قال سافرنا مع رسول الله ﷺ الی مکة ونحن صیام قال فنزلنا منزلا فقال رسول الله ﷺ انکم قد دنوتم من عدو کم والفطر اقوی لکم فکانت رخصة فمنا

من صام ومنا من افطر ثم نزلنا منزلا آخر فقال انكم تصبحوا عدوكم والفطر اقوى لكم فا فطروا وفكانت عزمة فافطرنا ثم لقد رائينا نصوم بعد ذالك مع رسول الله ﷺ فى السفر اراه احمد ، مسلم ، ابو داؤد ، كذافى المنتقى للشيخ ابن تيميه صفحه ١٤٠ ط هند باب الفطر والصوم فى السفر یہ حدیث رخصت اور عزیمت کے درمیان نہایت واضح طور پر فرق کو ظاہر کرتی ہے نیز اس حدیث سے دونوں کا حکم بھی ظاہر ہو گیا یعنی رخصت پر عمل جائز ہے بشرطیکہ اس کے تاکید کی یا وجوب کی کوئی دلیل نہ ہو نیز اس سے اعراض وتنزہ نہ ہو فقد اخرج الشيخان ، عن عائشه قالت صنع رسول الله ﷺ شيئا فرخص فيه فتنزه عنها قوم فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فخطب فحمد الله ثم قال ما بال اقوام يتنزهون عن الشىء اصنعه فوالله انى لا علمهم بالله واشد هم له خشية (المشكوٰة صفحه ٢٧) پس مرخص اشیاء کا ترک تنزہ کی بنا پر صحیح نہیں قال الحافظ فى الفتح صفحه ٣٨ ج١٧ - بمصر تحت الحديث ، المراد منه هنا ان الخير فى الاتباع سواء كان ذالك فى العزيمة او الرخصة وان استعمال الرخصة بقصدالا تباع فى المحل الذى وردت اولى من استعمال العزيمة بل ربما كان استعمال العزيمة حيئذ مر جو حا كما فى اتمام الصلوة فى السفر وربما كان مذ مومًا اذا كان رغبة عن السنة كترك المسح على الخفين ...... ونقل ابن التين عن الدادى ان التنزه عما ترخص فيه النبى ﷺ من اعظم الذنوب لا نه يرى نفسه اتقى لله من رسولهٖ وهذا الحاد(قلت) لا شك فى الحاد من اعتقد ذالك ولكن الذى اعتل به من اشير اليهم فى الحديث انه غفر له ما تقدم وما تا خر اى فا ذا ترخص فى شىء لم يكن مثل غيرهٖ ممن لم يغفر له ذالك فى فيحتاج الذى لم يغفر له ، الى الاخذ بالعزيمة والشدة لينجو ا فا علمهم النبى ﷺ انه وان كان غفر الله له ولكنه ، مع ذالك اخشى الناس لله واتقاهم فمهما فعله صلى الله عليه وسلم من عزيمة و رخصة فهو فيه غاية التقوىٰ والخشية لم يحمله التفضل بالمغفرة على ترك الجد فى العمل قيا ما بالشكر ومهما ترخص فيه فانما هو للاعانة على الغريمة ليعملها بالنشاط ، یہی مطلب اس حدیث کا ہے کہ ان الله يحب ان توتى رخصه كما يحب ان تو تى عزائمه وهو مروى من حديث ابن عمر اخرجه احمد ورجاله رجال الصحيح والبزار والطبرانى فى الاوسط اسناده حسن ومن حديث ابن عباس اخرجه الطبرانى فى الكبير والبزار ورجاله ثقات ومن حديث ابن مسعود

اخرجة الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیه معقر بن عبدالله الانصاری قال العقیلی لا یتابع علیٰ حدیثه ومن حدیث ابی الدرداء واثلة بن الاسقع وابی امامة وانس بن مالك اخرجه ایضا فی الکبیر والاوسط وفیه عبدالله بن یزید ضعفه ، احمد وغیره من حدیث عائشه اخرجه ، ایضا فی الاوسط وفیه عمر بن عبید صاحب الخمر وهو ضعیف کذا فی مجمع الزوائد صفحه ۱۶۲۔۱۶۳ج۳۔ والله تعالیٰ اعلم وعلمه ، اتم.

المسئلة السادسة عشرة: کس عمل کا آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے؟

(الخصوصیة له ﷺ هل نحتاج الیٰ الدلیل ام لا) (خط فریق ثانی:۴)

نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہم پر فرض ہے اور ہر بات میں آپ کی اطاعت کرنا ہے قال الله تعالیٰ: ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران :۳۱) وقال ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب : ۲۱) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر بات میں آپ کی اطاعت کرتے تھے اور کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ یہ کام آپ کے لیے خاص ہے بلکہ حسب استطاعت پیروی کرتے رہے الا یہ کہ جس کام کے متعلق آپ نہیں فرماتے یا بیان فرماتے کہ یہ کام میرے لیے خاص ہے تمہارے لیے نہیں ہے قال الهیثمی فی المجمع صفح ۱۷۴ ج۱۔ باب اتباعه فی کل شیء عن مجاهد قال کنا مع ابن عمرؓ فی سفر فمر بمکان فحاد عنه فسئل لم: فَعَلْتَ قَالَ: رأیتُ رسولَ الله ﷺ فَعَلَ هَذافَفَعَلْتُ رو اه حمد والبزار ورجاله موثقون وعن انس بن سیرین قال کنت مع ابن عمرؓ بعرفات فلما کان حین راح رحت معته حتی اتی الامام فصلی معه الاولیٰ والعصر ثم وقف وانا واصحاب لی حتی افاض الامام فافضنا معة حتی انتهیٰ الی المضیق دون الماز مین فاناخ فانخنا ونحن نحسب انه یر ید انْ یصلی فقال غلامه الذی یمسك راحلته: انه لیس یرید الصلوٰة ولکنه ذکران النبی ﷺ لما انتهی الی هذا المکان قضیٰ حاجته فهو یحب ان یقضی حاجته رواه احمد ورجاله رجال الصحیح وعن ابن عمر: انه کان یا تی شجرة بین مکة والمدینة فیقیل تحتها ویخبر ان النبی ﷺ کان یفعل ذالك رواه البزار ، ورجاله موثقون وعن زید بن اسلم قال رایت ابن عمر محلول الازرار وقال رایت رسول الله ﷺ محلول الذار رواه البزار وابو یعلیٰ وفیه عمرو بن مالك ذکره ابن حبان فی

الثقات وكال يغرب ويخطى ، وفى سنن ابى داؤد صفحه ٥٦٤ ـ حدثنا النفيلى واحمد بن يونس قالا نا زهير ، حدثنا عروة بن عبدالله قال ابن نفيل ابن قشير ابو مهمل الجعفى نا معاوية بن قرة نا ابى قال اتيت رسول الله ﷺ فى رهط من مزينة فبايعناه وان قميصه لمطلق الا زرار قال فبا يعنه ثم ادخلت يدى فى جيب قميصه فميست الخاتم قال عروة فما رايت معاوية ولا ابنه الا مطلقى ازرارهما فى شتاء ولاحر ولا يزر ران ازرا رهما ابداً وفى كتاب التقبيل لا بن الاعرابى صفحه ٤ حدثنا على بن عبدالعزيز حدثنا ابن الاصبهانى حدثنا شريك عن ابن عون عن عمير بن اسحاق قال كنت اسير مع الحسن بن علىؓ فى بعض طرق المدينه فلقيه ابوهريرة فقال جعلنى الله فداك اكشف لى عن بطنك حتى اقبل الموضع الذى رايت رسول الله ﷺ يقبله فكشف عن بطنه فقبل سرته ، والحديث اخرجه احمد فى مسنده صفحه ٢٥٥ ج٢ ـ قال لنا محمد بن ابى عدى عن ابن عون عن عمير بن اسحٰق فذكره واخرجة ابن حبان فى صحيحه قال اخبرنا الحسن بن سفيان حدثنا ابو بكر بن ابى شيبة عن ابن عون عن عمير بن اسحاق فذكره كذا فى موارد الظمان الىٰ زوائد ابن حبان للهيثمى صفحه ٥٥٣ ـ فى باب ماجاء فى الحسن والحسينؓ من كتاب المناقب ـ اس طرح کے اور بھی آثار ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلافؒ آپ ﷺ کے ہر فعل کو قابل اتباع سمجھتے تھے اور صحيح مسلم صفحه ٣٥٣ـ٣٥٤ ج١ ـ مع النووى میں ہے کہ " حدثنا هارون بن سعيد الا يلى حدثنا ابن وهب اخبرنى عمرو وهو ابن الحارث عن عبد ربه بن سعيدعن عبد الله بن كعب الحميرى عن عمرو بن ابى سلمه انه سال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايقبل الصائم فقال له رسول الله ﷺ سل هذه لام سلمة فاخبرته ان رسول الله ﷺ يصنع ذلك فقال يا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تا خر فقال له رسول الله ﷺ اما والله انى لا تقاكم لله واخشا كم له ، قال النووى ، سبب قول القائل انه من الخصائص فانكر عليه صلى الله عليه وسلم هذا وقال انا اتقا كم لله تعالىٰ واشد كم خشية فكيف تظنون بى او تجوزون على ارتكاب منهى عنه ، مختصرا وقال مسلم حدثنا يحى بن ايوب وقتيبه وابن حجر قال ابن ايوب حدثنا اسماعيل بن جعفر اخبرنى عبدالله بن عبدالرحمن وهو ابن معمر بن حزم الانصارى ابو طواله ان ابا يونس مولىٰ عائشة

اخبره عن عائشۃؓ ان رجلاً جاء الی النبی ﷺ یستفتیه وهی تسمع من وراء الباب فقال یا رسول الله تدرکنی الصلوٰة وانا جنب فا صوم فقال لست مثلنا یا رسول الله ﷺ غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تا خر فقال والله انی لا رجوا ان اکون اخشا کم لله واعلمکم بما اتقی ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جب تک خصوصیت کی دلیل نہ ہو آپ کے کسی فعل پر ایسا گمان نہیں کرنا چاہیے بلکہ سب لوگ اس میں شامل ہیں اس طرح وصال الصوم کی حدیث بھی اس پر دال ہے۔ وقال الحافظ فی الفتح صفحه ۱۰۸ ج ۵۔ فی باب الوصال من کتاب الصوم ، وفی احادیث الباب من الفوائد استواء المکلفین فی الاحکام ولان کل حکم اثبت فی حق النبی ﷺ ثبت فی حق امته الا مایستثنی بدلیل ...... وفیه ان الصحابة کا نوا یر جعون الی فعله المعلوم صفت ، ویباد رون الی الا ئتساء به الا فیما نها هم عنه مختصراً بلکہ صحابہ صرف آپ کی حرکات وسکنات کو دیکھتے تھے فا خرج ابو داؤد فی سننه صفحه ۹۵ قال حدثنا موسیٰ بن اسماعیل السعدی عن ابی نضرة العبدی عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول الله ﷺ یصلی با صحابه اذ خلع نعلیه فو ضعهما عن یساره فلما رای القوم ذالك القو نعا لهم فلما قضیٰ رسول الله ﷺ صلوٰته قال قال ما حملکم علیٰ القائکم نعا لکم؟ قالوا رایناك القیت نعلیك فا لقینا نعالنا فقال رسول الله ﷺ ان جبرئیلؑ اتانی فاخبرنی ان فیهما قذرا او قال اذی وقال اذا جاء احد کم المسجد فلینظر فان رای فی نعلیه قذرا او اذی فلیمسحه ولیصل فیهما والحدیث اخرج ابن حبان فی صحیحه عبد بن حمید واسحٰق بن راهویه وابو یعلیٰ فی مسانید هم بنحوه کذا فی نصب الرایه للزیلعی صفحه ۲۰۸ ج ۱ ۔ یہاں آپ ﷺ نے ان کی اس اتباع پر انکار نہیں کیا بلکہ جو بات ان پر مخفی تھی وہ ظاہر کر دی اور نعلین کے اتارنے کی علت بیان فرمائی ثابت ہوا کہ ہر فعل قابل اتباع ہے اور خصوصیت محتاج دلیل ہے قال ابن حزم فی الاحکام صفحه ۴۳۳ ۔ ولا یجوز ان یقال فی شی من فعله علیه السلام انه خصوص له الا بنص فی ذالك لا نه ، علیه السلام قد غضب علی من قال ذالك وکل شی اغضب رسول الله ﷺ فهو حرام وذالك مذکور فی حدیث الانصاری الذی ساله عن قبلة الصائم فاخبره انه یفعل ذلك فقال له الا نصاری یا رسول الله انك لست مثلنا قد غفر الله ما تقدم من ذنبك وما تا خر فغضب رسول الله ﷺ فقال والله انی اتقاکم لله واعلمکم بما اتی وها اذرا و کما قال علیه السلام فلا یحل لا

حد بعد هذا ان يقول فى شيء فعله عليه السلام انه خصوص له الا بنص مثل النص الوارد فى الموهبة لقوله تعالىٰ ، خالصة لك من دون المومنين ، ومثل وصاله عليه السلام فى الصوم وقوله نا هيا لهم انى لست كهيئكم ومثل نو مه وصلاته دون تجديد وضوء فسئل عليه السلام عن ذالك فقال عيناى تنا مان ولا ينام قلبى ، فما جاء فى بيان كما ذكرنا فهو خصوص وما لم يات فيه نص كما قلنا فلنا ان نتا سى عليه السلام و لنا فى ذالك الا جر الجزيل ولنا ان نترك غير راغبين عن ذالك فلا ناثم ولا نوجر پس خصوصیت کا دعویٰ محتاج دلیل ہے، وبدونه لا تقبل وهكذا قاله الفقهاء قال ابو اسحاق الشيرازى فى اللمع صفحه ٣٧ فصل اذا فعل رسول الله ﷺ شيئا وعرف انه فعله على وجه الوجوب او على وجه الندب كان ذالك شرعا لنا الا ان يدل الدليل على تخصيصه بذلك وقال ابو بكر الدقاق لا يكون ذلك شرعاً لنا الا بدليل والدليل علىٰ فساد ذالك قوله عزوجل ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ولا ن الصحابة كانو ا ير جعون فيما اشكل عليهم الى افعاله فيقتدون به فيها فدل علىٰ انه شرع فى حق الجميع ، وقال الشو كانى فى الا رشاد صفحه ٣٦ فان علمت صفته فى حقه من وجوب او ندب او ابا حة فاختلفوا فى ذالك علىٰ اقوال الاول ان امته مثله فى ذالك الفعل الاان يدل دليل على اختصاصه وهٰذا هوالحق وهكذا فى حصول الما مول للنواب صفحه ٤١ ۔ اسی طرح فقہاء حنفیہ نے بھی لکھا ہے کابن الهمام فى التحرير صفحه ٣٥٤ ۔ والا مير بادشاه فى شرحه التيسير صفحه ١٢٠ ج٣ ۔ والبزدوى فى كنز الوصول الى معرفة الا صول صفحه ٢٢٨ وغيرهم وبالله تعالىٰ التوفيق ومنه الهداية الىٰ سواء الطريق .

المسئلة السابعة عشرة : کسی عمل پر ہیشگی کیا وہ وجوب کا درجہ رکھتی ہے یا نہیں؟

(المواظبة هل تدل على الوجوب ام لا) (خط فریق ثانی ۴)

ضمنی مسائل میں سے مسئلہ (۱۲) میں بیان کر آئے ہیں کہ افعال ندب واستحباب کے لیے ہیں وجوب کے لیے نہیں ہیں نیز ابتدائی مسائل میں سے مسئلہ (۲) میں بھی واضح کر آئے ہیں کہ مجرد دوام وجوب کی دلیل نہیں جبکہ اس کے لیے کوئی اور دلیل نہ ہو نیز ہم نے وہاں سید علی الجرجانی کی عبارت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صرف دوام وجوب کے لیے نہیں ہے فارجع البصر هل ترىٰ من فطور والله اعلم واحكم .

المسئلة الثامنه عشره : کیا تراویح واجب اور ضروری ہے؟

(وجوب التراویح وعدمه) (خط فریق ثانی ۴)

اس کے متعلق بھی وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ فرائضہ خمسہ کے علاوہ باقی سب نمازیں تطوع ونفل ہیں اور امام ابن حزمؒ کتاب مراتب الاجماع صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں کہ 'واتفقوا علیٰ ان صلوٰۃ العیدین وکسوف الشمس وقیام لیالی رمضان لیست فرضاً وکذا لك التهجد علی غیر رسول الله ﷺ اور امام نووی شرح المهذب صفحه ۳۱ ج ٤۔ میں فرماتے ہیں کہ امام حكم المسئلة فصلوة التراويح سنة با جماع العلماء اور علامہ ابن رشد بدایۃ المجتہد صفحہ ۲۰۹ ج۱ میں فرماتے ہیں واجمعوا علیٰ ان قیام شهر رمضان مرغب فيه اكثر من سائرا شهر ، وفی نیل الاوطار صفحه ٥٤ ج۳۔ "قال النووی اتفق العلماء علی استحبابها ،" اس کے متعلق صحیحین وغیرہ کی مشہور حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ تیسری یا چوتھی رات کو نہیں نکلے تھے اور فرمایا کہ ما زال بکم الذی رایت من صنعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بهٖ فصلواایها الناس فی بیوتکم ان افضل صلوٰة المراء فی بیتهٖ الا الصلوٰة المكتوبه (المشكواة صفحه ١١٤) وفی المؤطا صفحه ٤٠ مالك عن ابن شهاب عن ابی سلمة بن عبدالرحمن بن عوف عن ابی هريره ان رسول الله ﷺ كان يرغب فی قيام رمضان من غيران يا مر بعزيمة الحديث قال الباجی فی المنتقٰی شرح الموطا صفحه ۲۰٦ ج ۱ ۔ يعنی من غير ان يوجب بل امر ندب وتر غيب وفسر ه بصيغة تقتضی التر غيب والندب دون الايجاب وهكذا فی تنوير الحوالك شرح مؤ طا للا مام مالك للسيوطی صفحه ۱۰۳ نقلا عن النووی والله اعلم بالصواب واليه المرجع والماب .

المسئلة التاسعة عشرة : اقامت کتنے کلمات پر مشتمل ہے؟

(ثبوت الاقامة باحدی عشرة كلمة من البخاری) (خط فریق ثانی ۴)

دستور المنتقیٰ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدًا رسول الله حی علی الصلوٰة حی علی الفلاح قد قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله .

پھر حاشیہ پر لکھا ہے:

یہ تکبیر حضور اکرم ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی۔ (بحوالہ صحیح بخاری، دستور المتقیٰ صفحہ ۱۰۲، طبع مسلم،

پریس کراچی) اس پر فریق ثانی نے مطالبہ کیا ہے کہ بخاری سے گیارہ الفاظ کی تکبیر نکال کر بتایئے خط۴۔
دراصل یہ مطالبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ مصنف دستور المنتقیٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ بعینہٖ یہ الفاظ بخاری شریف میں ہیں بلکہ اس کا ظاہر کلام یہ ہے کہ اس نے بخاری کی حدیث سے اس طرح اقامۃ کا استنباط کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں "باب الاقامة واحده الا قوله قد قامت الصلوٰة حدثنا علی بن عبدالله قال حدثنا اسماعیل بن ابراهیم قال حدثنا خالد الحذاء عن ابی قلابة عن انس قال امر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الا قامه" (بخاری صفحہ۸۵ج۱) اس حدیث سے مصنف نے یہ لیا ہے کہ اکہری اقامت رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی لان الا مر هو صلی الله علیه وسلم کما تقرر فی اصول اور مصنف نے اکہری اقامت کے کلمات بتلائے ہیں کہ اس طرح ادا کئے جائیں یہی اس کی عبارت کا حاصل ہے اس پر اعتراض کرنا درست نہیں ہے (والله اعلم وعلمه اتم واحکم)

المسئلة الموفية للعشرين: جنت اور جہنم کہاں ہیں دلیل سے ثابت کریں؟

(این الجنة والنار وثبوت ذالك من النص) (خط فریق ثانی ۴)

دستور المتقیٰ صفحہ۱۸ پر یہ عبارت ہے۔
کسی نص سے صراحتاً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جنت وجہنم کہاں ہیں؟ اگر چہ جنت کو آسمان پر اور جہنم کو زمین پر بتایا گیا ہے، فریق ثانی کا کہنا ہے کہ جنت ساتویں آسمان پر ہے کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ﴾ (النجم: ١٤ تا ١٥) اور معراج کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر حوالہ دیا ہے پس جنت بھی وہاں ہے۔
اقول! یہ آیت وحدیث اس مسئلہ پر نص صریح ہے اور سب اہل عقائد واہل تفسیر اس آیت کا بھی یہی مطلب لیتے ہیں حافظ ابن القیمؒ نے کتاب حادی الارواح صفحہ۴۳۔ میں اس مسئلہ کے لیے مستقل عنوان رکھا ہے الباب الثالث عشر فی مکان الجنة واین هی" اور اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں وهكذا الا مام ابن حزم فی الفصل صفحه ٨٢ ج ٤۔ میں نیز دوسری آیت سے بھی استدلال کیا گیا ہے قال الله تعالیٰ ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ (الذاریات: ٢٢) قال ابن جریر فی تفسیره صفحه ٢٠٦ ج٢٦ ۔ حدثنی الحارث قال ثنا ورقاء عن ابن نجیح عن مجاهد وفی السماء رزقکم وما توعدون یقول الجنة فی السماء وما توعدون من خیرٍ او شرٍ ، وقال حدثنا ابن حمید قال ثنا مهران عن سفیان وما توعدون من الجنة اور معراج کی جتنی حدیثیں ہیں یہی بتاتی ہیں کہ جنت آسمان پر ہے ہاں انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں

سدرة المنتهیٰ کا ذکر ساتویں آسمان پر آیا ہے کما ذکرہ الفریق الثانی اور اکثر روایتیں اس طرح ہیں لیکن ابن مسعودؓ کی حدیث میں چھٹے آسمان پر ہونے کا ذکر ہے فاخرج احمد وعبد بن حمید ومسلم والترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویة والبیهقی فی الدلائل ، عن ابن مسعود قال کما اسری بر سول الله ﷺ انتهیٰ به الی سدرة المنتهیٰ وهی فی السماء السادسة الیها ینتهی ما یعرج من الارواح فیقبض منها والیها ینتهی ما یهبط من فوقها فیقبض منها " الحدیث کذا فی الدر ر المنثور صفحه ۱۲۵ ج٦۔ مگر دراصل یہ اختلاف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ سدرة المنتهیٰ کا اصل چھٹے آسمان پر ہے اور باقی سارا درخت ساتویں آسمان پر ہے قال النووی فی شرح المسلم صفحه ۹۷ ج ۱۔ قال القاضی کونها فی السماء السابعة هو الاصح وهو قول الا کثرین وهو الذی یقتضیه المعنیٰ وتسمیه بالمنتهیٰ قلت ویمکن ان یجمع بینهما فیکون اصلها فی السادسة ومعظمها فی السابعه فقد علم انها فی نهایة من العظم وقال الخلیلؒ هی سدرة فی السماء السابعة قد اظلت السماوات والجنة" وهکذا فی الفتح صفحه ۲۱۲ ج۸ ۔عصر فقال یحمل علی ان اصلها فی السماء السادسة واغصانها وفر عوها فی السماء السابعة ولیس فی السادسة منها الا اصل ساقها " اسی طرح دوسری روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے ففی حدیث البخاری صفحه ۳۹۱ ج ۱ ۔ باب درجات المجاهدین فی سبیل الله من کتاب الجهاد من حدیث ابی هریره وفیه ان الجنة مائة درجه اعد ها الله للمجاهدین فی سبیل مابین الدرجتین کما بین السماء والارض فاذا سالتم الله فاسئلوا الفردوس فانه اوسط الجنة واعلی الجنة اراه قال وفوقهُ عرش الرحمن ومنه تفجر انهار الجنة واخرجه الترمذی صفحه ٧٦ ج ۲ عن معاذ بن جبل وعبادة بن الصامتؓ اور مصنف دستور المتقیٰ نے بھی آسمان پر ہونے کا انکار نہیں کیا ہے لیکن جگہ کی تعین متعین کی ہو وہ بھی بحمد للہ ہوگئی۔

تنبیه: ......فریق ثانی نے جھنم کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے مگر مصنف دستور المتقی نے اس کو زمین پر بتایا ہے۔" وروی ابو نعیم من طریق محمد بن فصیل ثنا محمد بن عطیه عن ابن عباسؓ انه قال فی الجنة فوق السماء السابعه ویجعلها الله حیث شاء یوم القیامة وجهنم فی الارض السابعة واخرج ابن مندة قال حدثنا احمد بن اسحٰق ثنا ابو احمد الزمیری ثنا محمد بن عبید الله عن سلمه بن کهیل عن ابی الزعراء عن عبدالله قال الجنة فی

السماء الرابعة فاذا كان يوم القيامة جعلها الله حيت يشاء والنار فى الارض السابعة جعلها الله حيث يشاء فاذا كان يوم القيامة واخرج ايضاً عن احمد بن اسحاق عن الزبيرى عن اسرائيل عن ابن ابى يحيىٰ عن مجاهد قال قلت لابن عباس اين الجنة قال فوق سبع سماوات قلت فاين النار قال تحت سبعة ابحر مطبقة كذا فى حاوى الارواح صفحه ٤٣۔٤٤ ۔والله اعلم بالصواب ۔ وعنده ام الكتاب ومنه الوصول الى طريق للصواب

المسئله الحادية والعشرون : اگر کوئی امام عید میں کسی بدعت کو فروغ دے تو اس کے ہمراہ عید کی نماز اداء کی جائے یا نہیں؟

(اذا احدث الامام بدعة فى العيد هل يصلى معه ام لا) (خط فریق ثانی ۴۔)

مسئلہ (۱۴) میں اسی مسئلہ کو اچھی طرح واضح کیا گیا ہے وہاں رجوع کرنا چاہیے اگر امام میں ایسی بدعت نہیں جس سے کفر لازم آئے یا طریقہ نبوی کے خلاف نہیں پڑھاتا ہو تو پھر علیحدگی درست نہیں کما بیناہ ۔ بلکہ خود ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبہ عید نماز سے پہلے کرنے پر اعتراض بھی کیا مگر علیحدہ نماز نہیں پڑھی اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عید گاہ کے میدان میں منبر لانے پر بھی اعتراض تھا لیکن علیحدہ جماعت نہیں کی کیونکہ اگر چہ یہ کام تو خلاف سنت تھے مگر نفس دو رکعت نماز صحیح تھی ہاں اگر تنبیھا ایسا کرے تو اور بات ہے لیکن وہ بھی اس وقت جب وہ یہ پختہ یقین کرلے کہ ایسا کرنے سے امام راہ راست پر آجائے گا فافهم ولا تعجل وبالله تعالى التوفيق وهو الرفيق ونعم الرفيق .

المسئلة الثانية والعشرون :

قوله تعالىٰ ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ.... الآية﴾ (خط فریق ثانی ۴)

اس سے فریق ثانی کا یہ استدلال ہے کہ۔

”بیان کر دیا کہ کوئی بھی نماز ہو چاہے جمعہ کی ہو یا عیدین کی سلام پھیرتے ہی مقتدی کو حق ہے کہ وہ جائے یا بیٹھا رہے (خط فریق ثانی ۴۔۱۲) حافظ ابن جریر اپنی تفسیر صفحہ ۱۰۲ ج ۲۸ میں فرماتے ہیں کہ یقول تعالىٰ ذكره فاذاقضيت صلوٰة الجمعة يوم الجمعة فانتشروا فى الارض ان شئتم ذالك رخصة من الله لكم فى ذالك وبنحو الذى قلنا فى ذالك قال اهل التاويل ذكر من قال ذالك حدثنى يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين عن

مجاھد انہ قال ھی رخصة یعنی قوله فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض حدثت عن الحسین قال سمعت ابا معاذ یقول ثنا عبید قال سمعت الضحاك یقول فی قولہٖ فا ذا قضیت الصلوٰة فانتشرو ا فی الارض قال ھذا اذن من الله فمن شاء خرج ومن شاء جلس حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید اذن الله لھم اذا فرغوا من الصلوٰة فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ فقد احللته لکم اور یہ امر اباحت کے لیے ہے جیسا کہ ابن جریر کی عبارت اور آثار سے ظاہر ہوا اور خود فریق ثانی کی عبارت کا بھی ماحصل یہی ہے نیز اور مفسرین نے بھی تصریح کی ہے کما فی القرطبی صفحہ ۱۰۸ ج ۱۸۔ وابن کثیر صفحہ ۳۶۷ ج ۴۔ والنسفی صفحہ ۲۵۶ ج ۴۔ والخازن مع البغوی صفحہ ۸۷۔۹۷ ج ۷۔ والجمل صفحہ ۳۴۴ ج ۴۔ اب یہاں دو امر قابل غور ہیں

(۱)...... انتشار کا حکم نماز کو پورا کرنے تک انتظار کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ جملہ شرط ہے 'فاذا قضیت الصلوٰہ فانتشرو افی الارض لہٰذا قضاء الصلوٰۃ کا وجود انتشار فی الارض کے لیے شرط ہے گویا کہ یہ امر تمام نماز کے پوری کرنے کے امر کو متضمن ہے اور نماز فرض وتطوع دونوں لفظ الصلوٰۃ میں داخل ہیں یعنی مکمل نماز مع الرواتب پوری کر کے پھر جائیں اور فرض نماز کے لیے امر فرض ہے اور غیر فرض کے لیے امر ندب ہے جیسا کہ حدیث ہے، من نام عن الصلوٰة او نسیھا فلیصلھا اذا ذکر ھا قال الامام ابن حزم فی المحلیٰ صفحه ۱۰۳ ج ۳ ۔ ھذا عموم ید خل فیه کل صلوٰة فرض ونافلة فھو بالفرض امر فرض وبالنافلة امر ندب وحض لان النا فلة لا تکون فرضاً پس اس آیت میں من وجہ وجیہ سنن ورواتب کے لیے ترغیب وتخصیص ہے۔

(۲)...... اگر فرض نماز ہے تو بھی انتشار فی الارض کا امر مراد اباحۃ کے لیے ہے کما مر اور سنن ورواتب کی فضیلۃ وتاکید سے کسی کو انکار نہیں بلکہ اھل الخیر فضیلۃ، وترغیب کو یقیناً اباحت پر ترجیح دیں گے۔ الغرض جس طرح یہاں اجازت معلوم ہوتی ہے اس طرح اس سے مسنون فعل کے لیے ٹھہرنا بھی افضل ثابت ہوتا ہے۔

تنبیہ: ...... فریق ثانی نے عیدین کا بھی ذکر کیا ہے اور آیۃ کریمہ جمعہ کے لیے نص ہے لہٰذا یہ قیاس ہے منصوص نہیں۔ بلکہ سیوطی الاکیل فی استنباط التنزیل صفحہ ۲۱۰۔ میں آیۃ بالا کے تحت لکھتا ہے کہ " اباح الانتشار عقیب الصلوٰة فیستفاد منه تقدیم الخطبة علیھا " اور عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے لہٰذا یہ اس میں داخل نہیں کیا جاسکتا اس سے خطبہ عیدین کے ترک پر استدلال کرنا درست نہیں البتہ

ترک السنن والنوافل پر ہوسکتا ہے لیکن جس طرح کہ ہم نے بیان کیا ہے اور مؤکد ومرغب ہونے کو منافی نہیں بلکہ من وجہ مؤید ہے۔ وباللہ التوفیق ومنه الوصول الی الحق الحقیق۔

المسئله الثالثه والعشرون : امام مالک کے قول کی وضاحت؟

(قول الا مام مالك ومفهومه ومعناه) (خط فریق اول۔۴)

موطا مالک صفحہ ۶۴۵ پر یہ عبارت ہے۔

"قال یحی سئل مالك عن رجل صلی مع الامام یوم الفطر هل له ان ینصرف قبل ان یسمع الخطبة فقال لا ینصرف حتی ینصرف الامام اور المدونه کبری صفحه ۱۶۸ ج ۱۔ میں ہے "قال فقلنا لمالك فمن شهد العید من النساء والعبید ممن لا یجب علیهم الخروج فلما صلوا مع الا مام ارادو الانصراف قبل الخطبة یتعجلون لحاجات ساداتهم والمصلحة بیو تهم قال لا ادری ان ینصر فوا الا بانصراف الا مام اس عبارت سے مراد تاکید وترغیب ہے نہ کہ وجوب وفرضیۃ بلکہ استحباب وسنت کو نہ چھوڑنے کی تاکید ہے کما ذکرنا من کلام ابی الولید الباجی فی المسئلة الاولیٰ وقال الزرقانی فی شرح الموطا صفحه ۳۶۹ ج ۱۔ قال یحییٰ سئل مالك عن رجل صلی مع الامام هل له ان ینصرف قبل ان یسمع الخطبة قال لا ینصرف حتی ینصرف الامام ای یکره ذالك لمخالفة السنة وقال الشیخ ابو عبید الله محمد بن خلفه الوتستانی۔ لابی المالکی فی '' اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم صفحه ۳۸ ج ۳۔ "الخطبة سنة کما تقدم ...... ولا ینصرف احد قبلها الا لعذر" مختصراً ثابت ہوا کہ امام ممدوح کے قول سے مراد تاکید ہے وجوب نہیں۔ والله اعلم بالصواب وعنده علم الکتاب۔

المسئلة الرابعة والعشرون : کتاب دستور المتقیٰ کا مصنف کون ہے؟

(مصنف دستور المنتقیٰ) (خط .... الفریقین)

اس کتاب کا پرانہ نسخہ ہم نے دیکھا ہے جو کہ ۱۳۰۹ھ۔ میں باہتمام جناب سید محمد معظم صاحب مالک مطبع فاروقی دہلی میں طبع ہوا ہے اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

جس کو احقر العباد طالب افعال سنن احمد حسین ...... دیوانی مہتمم مدرسہ حقانی چھاونی نصیر آباد راجپوتانہ ضلع اجمیر واسطے، فائدہ ...... بچوں اہل اسلام کا کتب احادیث صحاح مترجمہ حضرت والا جاہ امام المسلمین مجد الدین آقاء نامدار جناب مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر مرحوم نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ سے اقتباس بتصحیح جناب متبع احادیث رسول رحمانی مدرس اول مدرسہ حقانی عالم کتاب اللہ الکریم مولانا وشیخنا محمد

عبدالحکیم صاحب دام فیضہم نے مرتب کیا۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ کتاب کا اصل مصنف مولانا احمد حسن صاحب ہیں جو کہ علامہ عبدالحکیم صاحب نصیر آبادی کے تلمیذ ہیں اور چھاونی نصیر آباد کے مدرسہ حقانی کے مہتمم بھی رہ چکے ہیں تغمده الله برحمته الواسطه وبه وصلنا الى الخاتمه ، والحمدلله على التمام وحسن الختام كسلك النظام وسبحة العقائق نحمده اولاً واخرا وظاهراً وباطناً حق حمده بعدد خلقه والخلائق ونشكره على آلائه حق شكره بقدر السنوات والشهور والا سابيع والا يام والساع والدقائق .

ونثنى عليه كما هو اهله ، حيث سهل لناما اشكل واحكل والتميز بين الباطل والحقائق ونمجده وهو اهل التمجيد على ما وفقنا للتحقيق بالفلق فى الخلاقيات والتوفيق بين الجما عات والو سائق ونذ كره كما علمنا مالم نكن نعلم وانزله الينا فى الكتب الوثائق ندعوه خيفة وخيفة فى السر والعلن ونستانس به فى الحضر ونتزو ده فى السفر كالو ثائق .

ونعبده مخلصين له ، الدين حنفاء ونركع ونسجد واليه نحفد فى الرخاء والرغد والشظف والحوالق ونستعينه فى الشدائد والكربات والصفائن .

ونومن به ايما ن من لا يرتاب ولا يزل ولا يزلق ما دامت الحياة بين الترائب والترائق ونتوكل عليه فى الكثير واليسير والقليل والجليل والعظائم والصلائق ونستهديه لطريقة القديم وهذه المستقيم المسلوك لا هل الا حسان واتباع اثار هم والسلائق .

ونستعينذه من زوال نعمته، فجأة نقمنه وتحول عافيته وجيع انواع العذاب والبوائق .

ونلتجأ لديه من مكاره الاعمال ومساوى الا خلاق وشر ور الا نفس والبوالق ونستو فقه لما لى العادات ومكا رم العبادات وما يحبه ويرضاه من الحسنات العقائق ونستعصم به عن الخطاء والخبل والزلق والزلل والعوائق ونسا له ، راجنى راغبينى ان يد خلنا جنة الفر دوس ونعما ئها من الانهار والحدائق ونتضرع عند بابه مشفقين خاشعين ان يزحزحنا من النار وما فيها من الا لام والد دائق .

ونرجوا من جنابه ان ير فعنا درجات ولا ينزلنا دركات بالفوز والفلاح وللود

والا صلاح والعلائق ونصلی ونسلم امتثالاً لامره على رسوله الكريم الى كافة الناس من اهل البلاد والقرىٰ والنتائق ما دامت الملٰئكة تسبح بحمد ربهم وتقدس له والنجوم تسبح فى السماوات والطرائق وما بقى الذكر والشكر والركوع والسجود والقيام والقعود والدراسة وتلاوة الكتب والبطائق.

وانا العبد الفقير الراجى الى رحمة ربه القول ابو محمد بديع الدين شاه عفى الله عنه

ہم دونوں ذیل میں دستخط کنندگان کو اس فیصلہ کی نقل موصول ہوئی بتاریخ ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۸۹ھ بمطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۶۹ع۔

محمد عتیق سلیم خود
۲۰/۹/۶۹

فیصلہ کی کاپی جو کہ ۲۸ ورق پر مشتمل ہے وصول پائی
محمد یوسف کلکتہ والے۔ ۲۱/۹/۶۹

المقالة الثالثة

عين الشين بترك رفع اليدين

رفع الیدین کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ

علماء احناف کے سرخیل مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی صاحب نے ایک رسالہ بنام ”کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین“ تحریر کیا جس میں انھوں نے رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے اور دوسری رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لیے اُٹھتے ہوئے رفع الیدین کا عدم ثبوت پیش کیا تھا تو سیّد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ نے اس کا جواب عربی زبان میں ”عین الشین بترك رفع الیدین“ کے نام سے دیا جس کا جواب ابھی تک علماء احناف پر قرض ہے اس کا اُردو ترجمہ بلتستان کے ساتھی نے کیا ہم دونوں زبانوں میں یہاں یہ مقالہ پیش کر رہے ہیں۔“ (الازہری
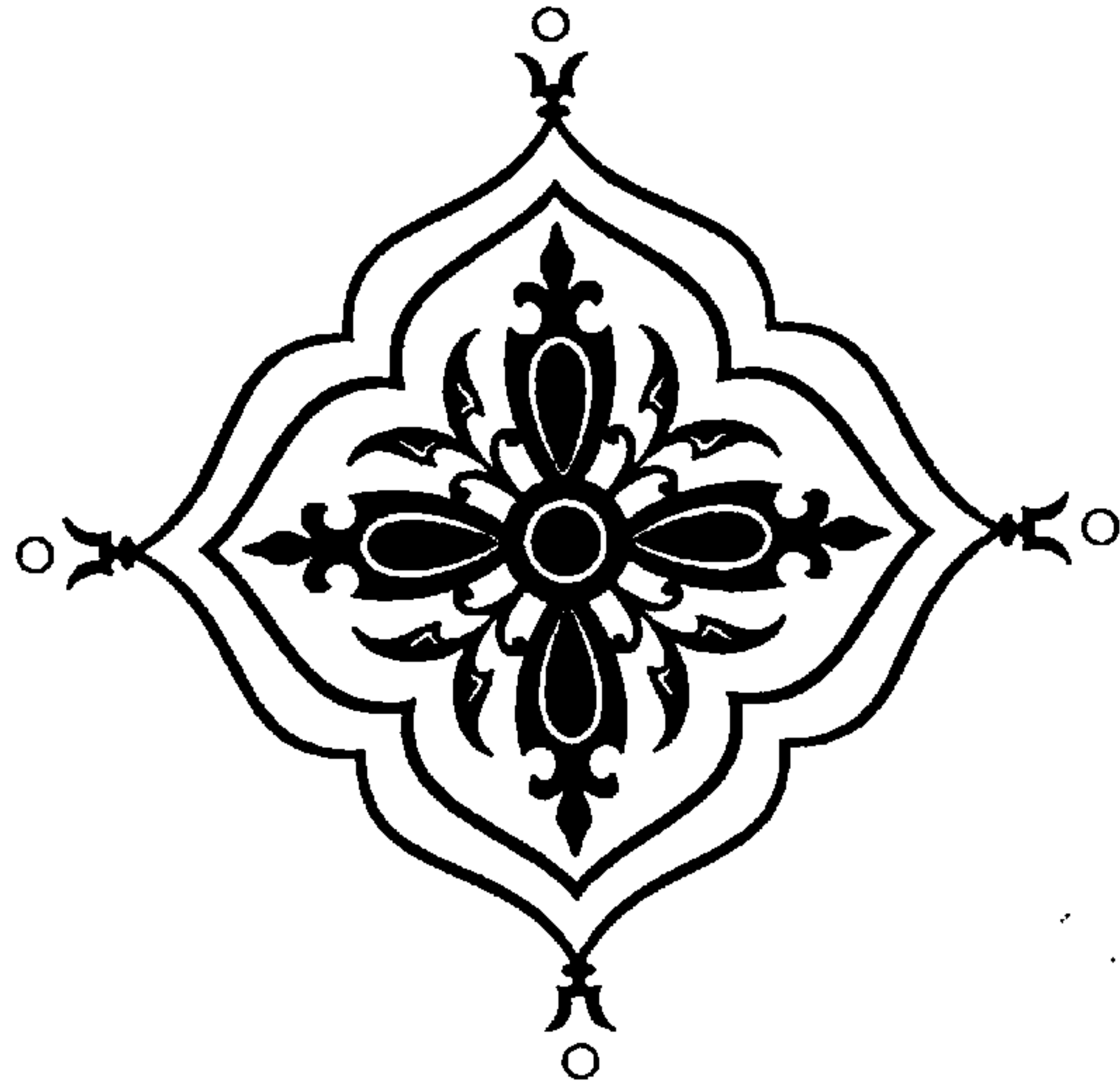
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله الذى اظهر الزين ، وابرز الشين ، وميز احدهما عن الآخر ، ولم يذرهما بين وبين؛ لئلا يتحير الطالب ، فيقول: اين؟ فاين؟ ووزن جميع المسائل بلسان العين ، ومن جملتها ، مسئلة رفع اليدين .

والصلوة والسلام على رسوله صاحب العلم والعين محمد العربى العزيز اللين ، الذى كان له فى الصلوة قرة للعين ، فصلى امام الثقلين مع الخضوع والكين ، كما جاء بها الروح الامين ، الطاهر من المين ، واخبر: ان كما اصلى هى الاسوة؛ لاما يحدثه القين ، ومن اطاعنى فله الغين ، ومن عصانى فهو فى الحين ، مع آله وصحبه۔ والعين ما صبح اللسان بين اللوزتين ، وسبح الجنان بين اللوحتين .

اما بعد: فهذا تنقيد رسالة المخدوم محمد هاشم -الشهير منذ القرنين-التى جمعها فى اثبات: عدم الرفع عند الذهاب الى الركوع ، والقين ، والقيام الى الثالثة من الاثنتين ، وشمر ذيله ، والقى ما فى يديه ، والجبيين مع ان اثبات العدم ليس بالهين ، ولومع التعب ، الاين وان سماها بكشف الرين عن مسئلة رفع اليدين؛ ولكنها فى الحقيقة كالجيم مع الدنس والوين بل كاللوف واللوب مع الغين فالواجب: انقاء ما هوالحق من الامرين . شرعت فيه مسميا له "بعين الشين بترك رفع اليدين" والمسؤل من الله اصلاح ذات البين . بالتوفيق؛ لاعمال الحق؛ وللباطل بالطين۔

قوله:فمما ينبغي ان يعلم:ان الاحاديث ثابتة فى كل الطرفين الخ.

اقول: قال الشيخ الكبير ، ابو الحسن السندى فى (حاشية النسانى – ج١ ص١٥٨ ، وفتح الودود شرح ابى داود): " فالسنة هى الرفع ، لا الترك"۔ وقال شيخ الاسلام ابن تيمية فى (فتاواه – ج١ ص٨٨) بعد ذكر الاحاديث "فهذه احاديث صحيحة ، ثابتة ، مع مافى ذلك من الآثار – وليس لها: ما يصلح ان يكون معارضا ، ومقاوما:فضلا ان يكون راجحا والله اعلم" <اهـ> .

وهكذا: قال تلميذه الشهير الحافظ ابن القيم ففى كتابه (زاد المعاد – ج اص٥٧) <نظامى كانبور > "وروى رفع اليدين عنه فى هذه المواطن الثلاثة: نحوا من ثلاثين نفسا واتفق على روايتها العشرة ولم يثبت عنه:خلاف ذالك البتة؛ بل كان ذلك هديه دائما الى ان فارق الدنيا" . <اهـ> .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد لله الذى اظهر الزين ، وابرز الشين ، وميز أحدهما عن الآخر ولم يذرهما بين بين لئلا يتحير الطالب فيقول فأين؟ ووزن جميع المسائل بلسان العين من جملتها مسئلة رفع اليدين . والصلاة والسلام علىٰ رسوله صاحب العلم والعين محمد العربى العزيز اللين ، الذى كان له فى الصلاة قرة العين ، فصلى امام الثقلين مع الخضوع والكين ، كما جاء بها الروح الأمين الطاهر من المين ، واخبر ان كما اصلى هى الاسوة لا ما يحدثه القين ومن اطاعنى فله الغين ومن عصانى فهو فى الحين ، مع اله واصحابه والعين ما صبح اللسان بين للوزتين ، وسبح الجنان بين اللو حتين .

امابعد!

یہ رسالہ مخدوم محمد ہاشم صاحب کے رسالہ پر تنقید ہے جو تقریبا دوصدیوں سے مشہور معروف چلا آرہا ہے۔ جن میں موصوف نے رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور دوسری رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کا عدم ثبوت پیش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس کام کے لیے انہوں نے دامن سمیٹ کر، پائنچے اٹھا کر، اپنے پاس جو کچھ تھا سب پیش کرڈالا مگر عدم رفع الیدین کو ثابت نہ کر سکے اس لیے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے اگر چہ اس میں کتنی ہی مشقت، تھکن اور درماندگی برداشت کر کے کوشش کی جائے (یعنی یہ ایک ناممکن کام ہے)۔

انہوں نے اپنے رسالہ کا نام "كشف الرين عن مسئلة رفع اليدين" رکھا ہے جبکہ حقیقتاً میلا کچیلا ہونے میں یہ کالے انگور سے بھی زیادہ سیاہ ہے بلکہ کوئلے کی مانند ہے۔

لہٰذا ضروری ہوا کہ ان دونوں معاملات میں سے جو حق ہے اس کو ظاہر اور واضح کیا جائے چنانچہ میں نے یہ رسالہ "عين الشين بترك رفع اليدين" کے نام سے تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اصلاح ذات البین اور حق کو ماننے اور باطل کو چھوڑنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

ان کا کہنا ہے:...... یہ جان لینا لازمی وضروری ہے، کہ احادیث دونوں جانب ثابت ہیں یعنی

وقال سيد المحدثين ابو عبد الله البخارى: فى جزء ه (ص ١٦ طبع ملتان) "ولم يثبت عند اهل النظر، ممن ادركنا من اهل الحجاز واهل العراق منهم: عبدالله بن الزبير (١)، وعلى بن عبدالله جعفر ويحى بن معين، واحمد بن حنبل، واسحاق بن راهويه، هولأ اهل العلم من بين اهل زمانهم. فلم يثبت عند احد منهم: علم فى ترك رفع الايدى عن النبى ﷺ ولاعن احد من اصحاب النبى ﷺ انه لم يرفع يديه".

فهذه العبارات كلها: ترد على ما ادعاه المصنف وهذا لاينكره الا المتعسف لاسيما اتفاق محدثى الحجاز والعراق. كما نص عليه البخارى، الذى اتفق الناس على جلالته فى الشان، ولاتنازع فى صحة تنقيده اثنان، كما صرح به العينى فى مقدمة (العمدة) واين مقدار كلامه مع اولاء ؟! ولا غرو. فانه لكل فن رجال: فرجال للحرب، وللقصية رجال.

قوله: اما الاحاديث فمنها حديث ابن مسعود رَضِىَ اللهُ عَنهُ الخ.

اقول: رحى اسانيد هذا الخبر تدور على عاصم بن كليب، وهو وان وثق. كما ذكره المصنف عند توثيق رجال السند. ولكن ليس ممن يكون تفرده حجة. فقد نص الامام ابن المدينى "انه لايحتج به اذا انفرد". كما فى (الميزان للذهبى ج ٢ ص ٥ والتهذيب ج ٥ ص٥٦). وكذا قاله: عنه، يعقوب بن شيبة فى مسند عمر.

وهذا: مما تفرد به؛ فلا ينتهض حجة. وما ذكر المصنف من سند الدار قطنى، ومسانيد الامام ابى حنيفة: فلا تصلح للمتابعة فضلا عن الاحتجاج به. كما سياتى الكلام عليه فى موضعه؛ ولهذا قال الامام عبدالله بن المبارك "لم يثبت حديث ابن مسعود عن النبى ﷺ لم يرفع الا اول مرة". رواه: عنه الترمذى فى (السنن - ج١ ص٢٥). وابن المبارك؛ من تلامذه الامام ابى حنيفة؛ فتنصيصه غاية فى المرام، وليس هو بمنفرد، بل من مضعفى الخبر: الامام، احمد -المعتدل فى الشان- كما فى (الرفع والتكميل - ص ١٩) للكهنوى. نقلا عن السخاوى، وهو عن الذهبى؛ ثم شيخه؛ يحى بن آدم والبخارى. وابو حاتم، ثم ابنه، وابو داود، والدار قطنى وقال ابن حبان: "هذا احسن خبر روى لأهل الكوفة فى نفى رفع اليدين فى الصلوة عند الركوع وعند الرفع منه؛ وهو فى الحقيقة اضعف شئ يعول عليه لان له عللا (١٠) تبطله".

حالتِ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع الیدین کرنا، اور دونوں مذکورہ حالتوں میں رفع الیدین نہ کرنا......الخ۔

(میں کہتا ہوں): ...... شیخ الکبیر ابو الحسن السندی (حاشیہ نسائی ج۱ص۵۸) اور فتح الودود شرح ابی داوٗد میں کہتے ہیں: "فالسنة هي الرفع لا الترك" یعنی سنت رفع الیدین کرنا ہے نہ کہ چھوڑ دینا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فتاویٰ (ج۱ص۸۸) میں ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

"فهذه احاديث صحيحة ، ثابتة ، مع ما في ذلك من الآثار - وليس لها ما يصلح ان يكون معارضا ، ومقاوما ، فضلا ان يكون راجحًا- والله أعلم ."

یعنی" یہ احادیث صحیح اور ثابت ہیں اس کے ساتھ اس بارے میں آثار بھی ہیں اور یہ کہ ان کے مقابلے میں کوئی ایسی حدیث نہیں جو ان کے معارض یا مخالف ہو چہ جائیکہ وہ (ان احادیث کے مقابلے میں) راجح ہو۔ واللہ اعلم۔"

اسی طرح ان (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) کے مشہور شاگرد حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب زاد المعاد (ج۱ص۵۷) طبع نظامی کانپور۔ میں لکھا ہے کہ:

"وروى رفع اليدين عنه في هذه المواطن الثلاثة نحوا من ثلا ثين نفسا واتفق على روايتها العشرة ولم يثبت عنه خلاف ذلك البتة بل كان ذلك هديه دائما الى ان فارق الدنيا ."

"یعنی آپ ﷺ کا ان تین مواقع پر رفع الیدین کرنا تقریباً تیس آدمیوں نے روایت کیا ہے۔ اس کو روایت کرنے میں عشرہ مبشرہ متفق ہیں اور آپ ﷺ سے اس کے برخلاف بالکل بھی ثابت نہیں ہے بلکہ یہی (رفع الیدین کرنا) آپ ﷺ کا دنیا سے انتقال فرمانے تک معمول اور طریقہ کار رہا ہے۔"

سید المحدثین ابو عبداللہ البخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جزء رفع الیدین (ص۱۶) طبع ملتان میں لکھا ہے:

"ولم يثبت عند اهل النظر ممن أدركنا من اهل الحجاز واهل العراق منهم عبدالله بن الزبير وعلى بن عبدالله وجعفر ويحيىٰ بن معين واحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه ، هؤلاء اهل العلم من بين اهل زمانهم ، فلم يثبت عند احدهم منهم علم في ترك رفع يديه ."

"یعنی اہل حجاز اور اہل عراق میں سے جن اہل نظر کو ہم نے پایا ان کے نزدیک ترک رفع الیدین

كـذا فـى (التـلـخيص الحبير - ج١ ص٨٣) للحافظ ابن حجر العسقلانى، وضعفه: ايـضـا الـحـافـظ ابـن عبـد البر فى (التمهيد) ونقل عن البزار (١) انه قال: "لا يثبت ولايحتج بمثله" <اهه>.

فـاذا تـظـافـرت فـى تضعيفه اقوال اهل الشأن؛ فكيف يقاوم الاخبار الصحاح التى وردت فـى جـانـب الاثبات، حتى يصح قول المخدوم "ان الاحاديث ثابتة فى كل الـطـرفـيـن". وايـضـا فزيادة "ثم لم يعد" ونحوها؛ اتفق الحفاظ على خطأها كما فى (عـلـل الـحـديـث) لابـن ابـى حـاتـم، وكتاب (رفع اليدين) للمروزى و (الوهم والايهام) لابن القطان؛ وقال البخارى فى جزءه (ص١٣) "قال احمد بن حنبل عن يـحى بن آدم: نظرت فى كتاب عبدالله بن ادريس عن عاصم بن كليب وليس فيه ثم "لـم يعد" فهذا اصح. لان الكتاب احفظ عند اهل العلم؛ لان الرجل يحدث بشئ، ثم يرجع الى الكتاب، فيكون كما فى الكتاب. حدثنا ابن ربيع ثنا ابن ادريس، عن عـاصـم بـن كليب، عن عبدالرحمن بن الاسود، ثنا علقمة: ان عبدالله قال: علمنا رسـول الله ﷺ الصلاة، فقام فكبر ورفع يديه، ثم ركع فطبق بين يديه، فجعل بين ركبتيـه، فبـلـغ ذلك سـعـداً. فـقـال: صـدق اخـى؛ الا بل كنا نفعل ذلك فى اول الاسـلام، ثـم امرنا بهذا. قال البخارى: وهذا المحفوظ عند اهل النظر من حديث عبدا لله بن مسعود" <اهه>. فهذا صريح فى ان الخبر شاذ، بل مقلوب بل قد ثبت من خبر ابن ادريس: ان ابن مسعود ممن يروى: اثبات الرفع؛ لان قوله: فكبر، ورفع يـديـه، ثـم ركـع، مبيـن فـى ذلك۔وقـد ادخـل ابـوداؤد: هـذا الخبر، فى (سننه ج١ ص١٤٩) فى ابواب رفع اليدين. ولو سلم انهما خبران فعلى تقدير الصحة هذا خبـر نـاسـخ؛ لـمـا ذكـره الـمـصـنـف؛ لان سعد بن ابى وقاص بين ان هذا فى اول الاسـلام. فـان قـلـت: انهـمـا واحد ثبت ما قلناه من القلب والشذوذ. وايضا ففيه تسـليـم من سعد للرفع عند الركوع؛ لانه انما انكر التطبيق فقط. فدل على بقائه، وقال البيهـقى فى (سننه - ج٢ ص٧٩) "فان كان الحديث: على ما رواه ابن ادريس؛ فقد يكون عـاد لرفعهما فلم يحكه: وان كان: على ما رواه الثورى، ففى حديث ابن ادريس: دلالة عـلـى ان ذلك كـان فـى صـدر الاسـلام، ثـم سـنـت بعده السنن، وشرعت بعده الشرائع، حفظها من حفظها، وادها؛ فوجب المصير اليه - وبالله التوفيق" <اهـ>.

ثابت نہیں ہے۔ان میں سے عبداللہ بن زبیر (یعنی امام حمیدی) علی بن عبداللہ (علی بن مدینی) جعفر، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہ ہیں یہ اپنے زمانے کے اہل علم ہیں ان میں سے کسی کے نزدیک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع الیدین کے بارے میں کوئی علم ثابت نہیں ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے ترک رفع الیدین ثابت ہے یعنی کہ اس نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔''

یہ تمام عبارات مصنف کے دعوے کی تردید کرتی ہیں اور ان کا صرف متعصب قسم کا بے راہ رو ہی انکار کرسکتا ہے۔خصوصاً جب اس پر حجاز اور عراق کے محدثین کا اتفاق ہو جس طرح کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے۔اور امام بخاری کی جلالت شان پر تو سب لوگوں کا اتفاق ہے۔اور پھر ان کی تنقید کے درست ہونے میں کوئی بھی تنازع اور اختلاف نہیں کرسکتا جس طرح امام عینی نے عمدۃ القاری کے مقدمہ میں صحتاً بیان کیا ہے۔اب ان کے کلام اور اس کے کلام کا کیا جوڑ؟ اس میں کیا تعجب ہر فن کے الگ آدمی ہوتے ہیں کچھ لوگ لڑنے والے اور کچھ لوگ کھانے والے۔

عاصم بن کلیب کی روایت:

(ان کا کہنا ہے) :...... ان احادیث میں سے ایک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو ابو داوٗد، ترمذی، نسائی (ابن ماجہ) ابن ابی شیبہ، دارقطنی، طحاوی اور اصحاب امام ابو حنیفہ ودیگر حضرات نے اپنی مصنفات ومؤلفات اور مسانید میں روایت کیا ہے۔

ابو داوٗد کے الفاظ یہ ہیں: عثمان بن ابی شیبہ، وکیع، سفیان، عاصم یعنی ابن کلیب عبدالرحمٰن بن الاسود، علقمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز نہ پڑھاؤں؟'' پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ایک مرتبہ کے علاوہ نہیں اٹھائے ......الخ

(میں کہتا ہوں) :......اس خبر کی اسانید عاصم بن کلیب کے گرد گھومتی ہیں اور وہ اگر ثقہ ہو بھی جائے جس طرح مصنف نے سند کے رجال کی توثیق کرتے وقت ذکر کیا ہے لیکن پھر بھی اس کا تفرد حجت نہیں ہے۔امام ابن المدینی نے اس کی صراحت کی ہے جو کہ

"انه لا يحتج به اذا انفرد" (میزان الاعتدال ذهبی ج ۲ ص ۵ التهذيب ج ۵ ص ۵٦)

''یعنی جب وہ اکیلا روایت کرے تو اس کی روایت سے حجت لینا درست نہیں ہے۔''

اسی طرح ان کے بارے میں یعقوب بن شیبہ نے مسند عمر میں کہا ہے کہ: " هـذا مما تفرد به فلا ينتهض حجة " یعنی یہ وہ ہے جس میں وہ (عاصم بن کلیب) اکیلا ہے لہٰذا یہ حجت کے قابل نہیں ہے۔

قوله:ثم قال الترمذی " فی الباب عن البراء بن عازب، وحدیث ابن مسعود " الخ.

اقول: تحسینه لایقبل فی جنب جماعة النقاد مع تساهله ، قال الذهبی: فی (المیزان - ج٣ص٣٠٩) "لایغتر بتحسین الترمذی فعند المحاقة غالبها ضعاف" <اهـ> . وقال فی (ج٣ص٣٥٧)"لایعتمد العلماء علی تحسین الترمذی" <اهـ> . وقال الحافظ فی (النکت) " ان الحدیث اذا وصفه الترمذی بالحسن لایلزم ان یحتج به" <اهـ> .

وقال الزیلعی فی (نصب الرایة - ج٢ص٣٠٠) "روی الترمذی من حدیث المنهال بن خلیفة ...... قال: حدیث حسن ، وانکرعلیه" <اهـ> . ایضا؛ فالمراد منه حسن الاسناد کما بینه فی علله ، الملحق بآخر (السنن - ج٢ص٢٤١) . ومعلوم ان تصحیح السند غیر متضمن لتصحیح المتن . وقد مر انه معلول ایضا ، وایضا؛ قد اقر الترمذی: ابن المبارک فی قوله: لم یثبت . فصح انه مع تحسینه؛ لایراه حجة .

قوله:واما الدار قطنی فلفظه هکذا:ثنا ابوعثمان سعید بن محمد بن احمد الخیاط – الخ.

اقول: هذا الخبر أدخله ابن الجوزی فی (الموضوعات) واقره علیه الحافظ فی (التلخیص - ج١ص٣٨) . والکلام علیه من وجوه ، قال الدار قطنی: فی (سننه - ج١ص١١١) " تفرد به محمد بن جابر؛ وکان ضعیفا - عن حماد ، عن ابراهیم وغیره حماد: یرویه عن ابراهیم ، عن عبدالله ، من فعله غیر مرفوع الی النبی ﷺ وهو الصواب" <اهـ> .

فهذه ثلاثه وجوه:-

الاول: ضعف محمد بن جابر ، وقد ضعفه ایضا: ابن معین ، والنسائی ، وابن مهدی ، ویعقوب بن سفیان ، والعجلی وقال عمرو بن علی: کثیر الوهم ، متروک الحدیث . وقال ابوزرعة: ساقط الحدیث عند اهل العلم . وقال البخاری: لیس بالقوی ، یتکلمون فیه ، روی مناکیر ، وقال ابوداود لیس بشیٔ کما فی (التهذیب - ج٩ص٨٩-٩٠) .

والثانی: کونه مرسلًا بدون واسطة علقمة بین ابراهیم ، وعبدالله علی وجه الصواب ، فهذا یدل علی کون الشذوذ فی السند؛ بل قد رواه حماد نفسه کذلک . فقال البیهقی فی (سننه - ج٢ص٨٠) " وکذلک رواه حماد بن سلمة ، عن حماد بن

اور جو مصنف نے دارقطنی اور مسانید ابی حنیفہ کی سند سے ذکر کیا ہے وہ قابل حجت ہونا تو دور کی بات ہے متابعت کے قابل بھی نہیں ہے۔ اس پر آگے تفصیل سے بات ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اسی لیے امام ابن المبارک نے کہا ہے:

" لم يثبت حديث ابن مسعود عن النبی ﷺ لم يرفع الا اول مرة . "

یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا ثابت نہیں ہے۔ اس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن (ج ۱ ص ۲۵) میں ذکر کیا ہے اور امام ابن المبارک امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے ہے چنانچہ آپ کا یہ بیان کرنا انتہائی کا آمد اور مفید ہے۔ اور پھر یہ کہ وہ اکیلے بھی نہیں ہیں بلکہ اس خبر کو ضعیف قرار دینے والوں میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی ہیں جو کہ اس فن میں معتدل ہیں جیسا کہ لکھنوی نے کتاب " الرفع والتكميل " کے (صفحہ ۱۹) پر امام سخاوی سے نقل کیا ہے۔ وہ امام ذہبی سے پھر اس کا استاد یحییٰ بن آدم اور بخاری ابو حاتم، پھر اس کا بیٹا ابو داؤد دارقطنی اور ابن حبان رحمہم اللہ نے کہا کہ:

" هذا احسن خبر روی لاهل الكوفة فی نفی رفع اليدين فی الصلاة عند الركوع وعند الرفع منه ، وهو فی الحقيقة اضعف شیء يمول عليه لان له عللا تبطله " .

(شاہ صاحب نے یہ علتیں اپنی تعلیقات جزء رفع الیدین میں نقل کی ہیں۔ مترجم)

یعنی یہ اہل کوفہ کے لیے سب سے بہترین روایت ہے جو نماز میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی نفی میں بیان کی گئی ہے جبکہ حقیقتاً یہ سب سے کمزور اور ضعیف ترین چیز ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس میں بہت سی علتیں ہیں جو اس کو باطل قرار دیتی ہیں۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۸۳) میں بھی ہے اور امام ابن عبدالبر نے " التمهيد " میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور بزار سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں " لا يثبت ولا يحتج بمثله " یعنی نہ یہ ثابت ہے اور نہ ہی اس جیسی روایت سے حجت لی جاسکتی ہے۔

اب جب کہ اس کو ضعیف کہنے میں اس فن (حدیث) کے ماہرین کے اقوال باہم موافق اور مددگار ثابت ہو رہے ہیں تو یہ ان صحیح احادیث کے مقابلے میں کیسے پیش کی جاسکتی ہے؟ جو رفع الیدین کے اثبات میں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہ کہ مخدوم صاحب کی یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ دونوں جانب حدیثیں ثابت ہیں؟

اسی طرح لفظ " ثم لم يعد " کی زیادتی وغیرہ کی بارے میں بھی حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ بھی

ابی سلیمان، عن ابراهیم عن ابن مسعود مرسلا موقوفا" <اهـ>.
والثالث:کونه موقوفا علی الصواب. وهکذا اخرجه محمد فی (موطاه – ص٨٤)
وهنا وجوه اخر:-

فالرابع: ان محمد بن جابر؛ مع ضعفه، متغیر الحفظ کما فی (التقریب – ص٤٨٣) وفی (المیزان – ج٣ص٣٤). "قال ابوحاتم: ساء حفظه فی الأخر، وذهبت کتبه. قلت: واضر. وقال احمد: لایحدث عنه الاشر منه. وقال ابن حبان: کان اعمی، یلحق فی کتبه ما لیس من حدیثه، ویسرق، وما ذکر به؛ فیحدث به!"

والخامس: انّ فی حدیثه عن حماد اضطرابا. کما فی (التهذیب نقلا عن ابی حاتم. وهذا صریح فی الروایة، فانه یرویها عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله تارة، وعن حماد عن ابراهیم عن عبدالله تارة اخری. السارس: أن حمادًا أیضاً متکلم فیه کما فی الفعفاء القعیلی. وقال ابو حاتم: لایحتج به کمافی المیزان (٣/ ٢٧٩).

واسابو: ان فی الخبر انقطاعا؛ لانه یرویه ابراهیم النخعی عن عبدالله، کما صوبه الدارقطنی، ولیس له سماع عن احد من الصحابة. فقال ابن المدینی، وابو حاتم: لم یلق احدا من الصحابة. کما فی (التهذیب – ج١ ص١٨٧)، وفی (المیزان – ج١ ص٣٥) "لم یصح له سماع من صحابی" <اهـ>.

بل قد مات ابن مسعود قبل مولده بثمان عشر سنة، فانه ولد سنة خمسین کما فی (الثقات لابن حبان – ج٢ ص٣ق) وتوفی ابن مسعود سنة اثنتین وثلاثین، اوفی التی بعدها کما فی (التقریب – ص٢٨٨)

فان قلت: مراسیله عنه محمولة علی السماع؛ فانه قال للاعمش: اذا قلت لك قال عبدالله. فلم اقل ذلك؛ حتی حدثنیه جماعة عن عبدالله. واذا قلت: حدثنیه فلان؛ فهو الذی حدثنی.

قلنا: یرویه عنه الطحاوی فی (معانی الاثار – ج١ ص١٣٣) بهذا السند "حدثنا ابراهیم بن مرزوق ثنا وهب او بشربن عمر – شك ابو جعفر –عن شعبة عن الاعمش، انه قال له: اذا حدثتنی فاسند. فقال: اذا قلت لك". الخ. وابرهیم هذا! قال فی (التقریب –ص٢٧) "عمی قبل موته، فکان یخطئ ولایرجع' <اهـ>.

غلط ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم کی کتاب " علل الحدیث " مروزی کی کتاب "رفع الیدین" اور ابن القطان کی کتاب " الوھم والا بھام " میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جزء رفع الیدین (ص ۱۳) پر کہا ہے: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یحییٰ بن آدم سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں عاصم بن کلیب کے بارے میں دیکھا اس میں لفظ "ثم لم یعد" نہیں ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ کتاب اہل علم کے نزدیک زیادہ محفوظ شے ہے اسی وجہ سے آدمی پہلے اپنے حافظہ سے بیان کرتا ہے پھر کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے (تاکہ جو حافظہ سے بیان کیا ہے اس کی صحت کے بارے میں تصدیق ہو جائے) پھر وہ ویسا ہی پاتا ہے جس طرح کتاب میں ہوتا ہے۔ (اصل کتاب میں اسی طرح ہے)

"حدثنا ابن ربیع ثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود ثنا علقمة ان عبدالله قال: علمنا رسول الله ﷺ الصلاة فقام فكبر و رفع يديه ثم ركع فطبق يديه ، فجعل بين ركبتيه فبلغ ذلك سعدا ، فقال: صدق اخى ، الا بل كنا نفعل ذلك فى اول الاسلام ثم امر نا بهذا ."

"یعنی ہم سے ابن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ادریس نے بیان کیا اس نے عاصم بن کلیب سے اس نے عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ کہتا ہے کہ ہم سے علقمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، پھر کھڑے ہو گئے اور رفع الیدین کیا، پھر رکوع کیا اور دنوں ہاتھوں کو جمع کر کے دونوں گھٹنوں کے درمیان میں رکھا۔ یہ بات جناب سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ میرے بھائی (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا ہے مگر ہم شروع اسلام میں ایسا کیا کرتے تھے اس کے بعد ہمیں اس (ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے) کا حکم دیا گیا۔ (یعنی ہاتھوں کو جمع کر کے گھٹنوں کے درمیان میں رکھنے کا عمل شروع اسلام کا ہے بعد میں یہ منسوخ ہو گیا اور ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھنے کا حکم دیا گیا)"

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل نظر کے نزدیک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث میں سے یہ حدیث محفوظ ہے۔

اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں لم یعد ہے) شاذ ہے، بلکہ مقلوب ہے بلکہ ابن ادریس کی روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعود ان میں سے ہیں جو اثبات رفع الیدین کو بیان کرنے والے ہیں اس لیے کہ ان کا قول " فكبر و رفع يديه ثم ركع " اس کی وضاحت کرتا ہے اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی سنن (ج ۱ ص ۱۴۹) میں رفع الیدین کے ابواب میں داخل کیا ہے۔

وكـذا نقله فى (الميزان - ج١ ص٣١) عن الدار قطنى . فكيف يحتج بخيره؟ ثم فى السند، وهب، او بشر بن عمر، فلما لم يتعين احدهما كيف يقبل الخبر؟ لان بشرا ثـقة. ولـكـن وهـب بـن عـمر لايدرى من هو؟ نعم . ذكر الحافظ فى (التقريب - ص٥٨٤): وهـب ابـن عـمـرو، بالواو. وقال: هو وهيب، يأتى. وقال فى ترجمة وهيـب بـن عـمـرو: مستور. فهذا الشك يوهن الخبر جدا. وقال فى (الميزان) فى تـرجـمة الـنـخـعى ' استقر الامر على ...... انه اذا ارسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحسن" <اهه>.

ويـكـفـى لبـطـلان الـخبـر: انـه قـد ثبـت الـرفع فى اخبار صحاح وايضا: ففيه ذكر الشيخين. وقد ثبت عنهما: الرفع عملاً، فروايةً. اما حديث ابى بكر: ففى (البيهقى - ج٢ص٧٣) "اخبـرنـا ابـو عبـدالله الـحـافـظ، ثـنا ابوعبدالله محمد بن عبدالله الـصـفـار، الـزاهد. املاء من اصل كتابه. قال: قال ابو اسماعيل السلمى: صليت خـلف ابى النعمان محمد بن الفضل. فرفع يديه حين افتتح الصلوة، وحين ركع، وحيـن رفع رأسه من الركوع. فسألته عن ذلك؟ فقال: صليت خلف حماد بن زيد. فـرفـع يديه حين افتتح الصلوة، وحين ركع، وحين رفع رأسه من الركوع. فسألته عـن ذلك؟ فقال: صليت خلف ايوب السختيانى فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركـع، واذا رفع رأسه من الركوع، فسألته. فقال: رايت عطاء بن ابى رباح. ير فـع يـديـه اذا افتتـح الـصـلـوة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع فسألته فقال: صليت خلف عبدالله بن الزبير. فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع، واذا رفع راسه من الركوع فسألته فقال عبدالله بن الزبير: صليت خلف ابى بكر الصديقؓ وكـان يـرفـع يـديـه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع. وقال ابوبكر: صليت خلف رسول الله ﷺ فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع. رواته ثقات" <اهـ>.

والأمـر كـما قال؛ فان شيخ البيهقى هو الامام الحاكم محمد بن عبدالله ابن البيع، صـاحـب الـمستـدرك، والتـصـانيف الـكثيـرة. وثقه خليل بن عبدالله الحافظ، والـخـطيـب، وابـن طـاهـر، وقـال ابـو حازم العبدى: كان امام اهل الحديث فى عـصره. له ترجمة فى (تذكرة الحفاظ للذهبى - ج٢ص٢٢٧)، وفى مقدمة علوم

اور پھر اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ دو الگ الگ حدیثیں ہیں اور پھر بالفرض اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی یہ حدیث مصنف کی بیان کردہ حدیث کی ناسخ ہے، اس لیے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ یہ شروع اسلام میں تھا (اب منسوخ ہو چکا ہے) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہے تو پھر بھی ہم نے جو کہا کہ وہ ثابت ہو گیا ہے یعنی قلب اور شاذ۔ اور اس میں سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے رفع الیدین کو تسلیم کرنے کا بھی ثبوت ہے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے صرف تطبیق (گھٹنوں کے درمیان ہاتھوں کو رکھنا) کا انکار کیا، رفع الیدین کا نہیں۔ لہٰذا رفع الیدین اپنی جگہ برقرار رہا۔

امام بیہقی سنن (ج۲ص۷۹) میں لکھتے ہیں:

"فقال كان الحديث على ماروه ابن ادريس فقد يكون عاد لر فعهما فلم يحكه ، ان كان على ماروه الثوري ، ففي حديث ابن ادريس دلالة على ان ذلك كان في صدر الا سلام ، ثم سنت بعده السنن ، وشرعت بعده الشرائع ، فحفظها ، وادها فوجب المصير اليه ۔ و بالله التوفيق ۔ (اھـ) ."

"اگر حدیث اس کے مطابق ہو جو ابن ادریس نے روایت کیا ہے تو اس میں یہ ہے کہ آپ نے دوبارہ رفع الیدین کیا ہے مگر اس کو بیان نہیں کیا گیا، اور اگر حدیث اس کے مطابق ہے جو ثوری نے بیان کیا ہے تو ابن ادریس کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ شروع اسلام میں تھا اس کے بعد بہت سی سنتیں اور شریعتیں جاری ہوئی ہیں اور جس نے ان کو یاد رکھا انہوں نے یاد رکھا اور ادا کیا، پس ضرورت اس امر کی ہے کہ اس طرف رجوع کیا جائے۔"

ان کا کہنا ہے: ...... پھر ترمذی کہتے ہیں اس بارے میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے ...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... امام ترمذی کے تساہل کی وجہ سے ناقدین کی ایک جماعت کے مقابلے میں ان کی تحسین قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ امام ذہبی میزان (ج۳ص۳۰۹) میں لکھتے ہیں:

"لا يغتربتحسين الترمذي فعند المحاقة غالبها ضعاف ."

"یعنی امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین سے دھوکہ نہ کھائے اس لیے کہ محققین کے نزدیک ان میں سے اکثر ضعیف ہوتی ہیں۔"

اسی طرح (ج۳ص۳۵۷) میں لکھتے ہیں:

"لا يعتمد العلماء على تحسين الترمذي ."

الحدیث "کان اماما، جلیلا، حافظا، عارفا، ثقة، واسع العلم، اتفق الناس علی امامته، وجلالته، وعظمة قدره، ورحل الیه؛ لسعة علمه، ودرایته. واتفق العلماء: علی انه من اعلم الائمة الذین حفظ اللّٰه بهم هذا الدین" <اهه>.

واما شیخه الصفار: فروی له الحاکم فی عدة مواضع من مستدرکه، وصحح الاحادیث، واقره علی ذلك الذهبی. وقال ابونعیم: فی (تاریخه)"احد العباد"، وقال ابو الشیخ: فی (طبقاته) "صحیح السماع"، وقال السمعانی: فی الانساب "کان زاهدا، حسن السیرة، ورعا کثیر الخیر" وقال ابن العمادی: فی (شذرات الذهب - ج۲ص۳۴۹) "کان من اکثر الحفاظ حدیثا، قال الحاکم: هو محدث عصره، مجاب الدعوة، لم یرفع رأسه الی السماء نیفا واربعین سنة" <اهـ>.

وسلم -توثیقه- ابن الترکمانی فی (الجوهر النقی) - الملحق مع البیهقی - وبقیة رجاله موثقون فی (التقریب، والتهذیب).

فان قلت:"قال ابن الترکمانی: السلمی، تکلم فیه ابوحاتم.

قال الدار قطنی: وقال ابن ابی حاتم: تکلموا فیه. ومحمد بن فضل عارم، تغیر بآخره. قال ابن حبان: تغیر حتی کان لایدری ما یحدث به؛فوقع فی حدیثه المناکیر الکثیرة؛ فیجب التنکیب عن حدیثه فیما رواه المتأخرون، فاذا لم یعلم هذا من هذا؛ ترك الکل، ولایحتج بشئ منها" <اهـ>.

قلنا: هذا کله مدفوع. فاما السلمی، فکلام ابی حاتم فیه غیر متضح، وقد وثقه الائمة کافة، ففی (التقریب - ص ۳۳٦) "ثقة، حافظ، لم یتضح کلام ابی حاتم فیه". وقد وثقه النسائی، وابن حبان، ومسلمة، وابو الفضل بن اسحاق. وقال ابو بکر الخلال "رجل معروف، ثقة، کثیر العلم، متفقه. وقال عمر بن ابراهیم: صدوق، ومشهور بالطلب. وقال الخطیب کان فهما، متقنا، مشهورا بمذهب السنة. وقال الدار قطنی - وهو الناقل عن ابن ابی حاتم -: ثقة، صدوق. وقال الحاکم: ثقة، مأمون. کذا فی (التهذیب - ج۹ص٦۲). هذا صریح ان الدار قطنی بنفسه، لم یعبأ بکلام ابی حاتم. واما عارم، فقد نص الدار قطنی: بانه ما ظهر له بعد اختلاطه حدیث منکر - کما فی (التهذیب - ج۹ص٤٠٤). وصوب ذلك الحافظ: فی (مقدمة الفتح) وقال: فی (التهذیب) بعد قول ابن حبان "قرأت بخط

حافظ نے " النکت" میں لکھا ہے:

" ان الحديث اذا وصفه الترمذی بالحسن لا يلزم ان يحتج به . "

''یعنی جب کسی حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ حسن قرار دے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے حجت بھی لی جائے۔''

امام زیلعی نصب الرایۃ (ج۲ص۳۰۰) میں رقمطراز ہیں:

"روى الترمذی من حديث المنهال بن خليفة ...... قال : حديث حسن ، وانكر عليه . "

''امام ترمذی رحمہ اللہ نے منہال بن خلیفہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے جبکہ اس پر انکار اور رد کیا گیا ہے۔''

اور یہ بھی ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حسن مراد اسناد کا حسن ہونا ہے جس طرح انہوں نے خود اپنی ''علل'' میں سنن کے آخر میں (ج۲ص ۲۴۱) میں اس کی وضاحت کی ہے اور یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ سند کی تصحیح متن کی تصحیح کا متضمن نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ روایت معلول ہے۔ اور خود امام ترمذی نے امام ابن المبارک کے قول "لم يثبت" (ثابت نہیں) کو قرار رکھتے ہوئے اقرار کیا ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ وہ خود اس کی تحسین کے باوجود اس کو قابل حجت نہیں سمجھتے تھے۔

دارقطنی کی روایت:

(ان کا کہنا ہے): ......لیکن امام دارقطنی کے الفاظ اس طرح ہیں: ابوعثمان سعید بن محمد بن احمد الخیاط عبدالوہاب بن عیسیٰ بن ابی حیہ، اسحاق بن ابی اسرائیل، محمد بن جابر، حماد، ابراہیم، علقمہ، عبداللہ سے روایت ہے:''میں نے نبی ﷺ، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے نماز شروع کرتے وقت تکبیر اولیٰ کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھائے''......الخ

(میں کہتا ہوں): ......اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات میں شامل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر (ج۱ص ۲۳۸) میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ اور اس پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔

امام دارقطنی اپنی سنن (ج۱ص۱۱۱) میں لکھتے ہیں:

"تفرد به محمد بن جابر وكان ضعيفا ، عن حماد عن ابراهيم ، وغير حماد يرويه عن ابراهيم ، عن عبدالله ، من فعله غير مرفوع الى النبى ﷺ وهو الصواب ".

الـذهبی . لم يقدر ابن حبان ان يسوق له حديثا منكراً والقول فيه ما قال الدار قطنی"
وهكذا فی (الميزان - ج۳ص۱۲۱) . بل بالغ: فی الرد علی ابن حبان، واثبت قول الـدار قطنی، ونقل: عن العقيلی "قال جدی: ما رأيت بالبصرة شيخاً، احسن صلوة مـن عـارم. كـانـوا يـقولون: اخذ الصلوة عن حماد بن زيد، واخذها عن ايوب".
وهذا تثبيت للحديث من العقيلی، وهو من ائمة الفن، ثم عن الذهبی ايضا.
وان قلت: قال ابن التركمانی ايضا: "والصفار لم يصرح بالتحديث عن السلمی".
قلنا: فـكان ماذا! لان الصفار ثقة، وليس بمدلس. وقد قال ابن التركمانی نفسه: فی (الجوهر النقی - ج۱ص۱۷۱) <ای فی ذيل سنن البيهقی>"جمهور اهل الحديث عـلـی من ادرك شخصا فروی عنه كانت روايته محمولة علی الاتصال - سواء كان بـلـفـظ قـال، او عـن، او غير هما". والصفار ممن سمع من السلمی فقد وقع فی روايـاتـه عـنـه بـصيغة التصريح كاخبرنا، ونحو ذلك. كما فی مستدرك الحاكم.
وايـضـا هـذه الشبهة انـمـا تقع ان سلمنا فی المتاخرين، كما ذكره ابن الصلاح فی مـخـتـصره وليس كذلك فيما نحن فيه، فان الصفار - شيخ للحاكم، وهو ايضا من شيـوخ الـدار قـطنی . كما ذكره الذهبی فی (التذكرة) فی ترجمة الحاكم. وقد عد الـحـافـظ: مـن المتقدمين، الدار قطنی. فی (شرح النخبة -ص۳۸). فلا شك فی كـون الصفار منهم (۱). فالخبر - سالم من جميع العلل. تداوله امام عن امام. ثم يـروی عـارم ابـو النعمان عن حماد بن زيد، وهو عن ايوب السختيانی. وهما من كبـار اهـل البصرة، وفقهائهم. وايوب يروی عن عطاء، وهو من فضلاء اهل مكة وعـلـمـا ئهـم، ومن شيوخ الامام ابی حنيفة. وقال فی شأنه " مارأيت فيمن لقيت افـضـل مـنـه". كـذا فی (العمدة للعينی - ج۲ص۷۵۰) فثبت ان خبر (۱) ابی بكر صحيح، ثابت۔
وله خبر آخر عند البيهقی، من طريق عبدالرزاق، عن ابن جريج عن عطاء، عن ابن الزبير عنه.
واما حديث عمر، فـقـال البيهـقـی ايـضـا (ج۲ص۷٤) "اخبرنا محمد بن عبدالله الـحافظ، ثنا ابو جعفر احمد بن عبيد الحافظ، وابوالقاسم عبدالرحمد بن الحسن القاضی، الاسديان، بهمدان.

''یعنی محمد بن جابر جو کہ ضعیف ہے حماد سے روایت کرنے میں متفرد ہے، وہ ابراہیم سے روایت کرتا ہے، حماد کے علاوہ دوسرے ابراہیم سے، وہ عبداللہ سے ان کا فعل بیان کرتے ہیں نبی ﷺ کی طرف مرفوع روایت بیان نہیں کرتے۔ اور یہی صحیح ہے۔''

اس کی تین وجوہات ہیں۔

(۱) محمد بن جابر کا ضعیف ہونا:...... اس کو ابن معین، نسائی، ابن مہدی، یعقوب بن سفیان اور عجلی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ عمرو بن علی کہتے ہیں: محمد بن جابر کثیر الوہم اور متروک الحدیث ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں: اہل علم کے نزدیک اس کی حدیث ساقط اور نا قابل اعتبار ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: قوی نہیں ہے، اس کے بارے میں علماء حدیث کلام کرتے ہیں، اس نے بہت سی منکر روایتیں بیان کی ہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں ''لیس بشیء'' یہ کسی درجے میں نہیں ہے۔ (التہذیب ج۸ ص۸۹۔۹۰)

(۲) مرسل ہونا:...... صحیح قول کے مطابق ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے درمیان علقمہ کے واسطے کے بغیر اس کی روایت مرسل ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی سند میں شذوذ واقع ہوئے ہیں۔ بلکہ حماد نے خود بھی اس کو اسی طرح روایت کیا ہے، امام بیہقی اپنی سنن (ج۲ص۸۰) لکھتے ہیں:

''وکذلك رواه حماد بن سلمة، عن حماد بن ابی سلیمان، عن ابراهیم عن ابن مسعود مرسلا وموقوفا.''

''یعنی اسی طرح حماد بن سلمہ نے حماد بن ابی سلیمان سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسے مرسل اور موقوف طور پر روایت کیا ہے۔''

(۳) صحیح قول کے مطابق اس کا موقوف ہونا:...... اسی طرح امام محمد نے اپنی کتاب موطا (ص۴۷) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ان کے علاوہ یہاں کچھ اور وجوہات بھی ہیں:

(۴) محمد بن جابر ضعیف ہونے کے ساتھ اس کا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا۔ جیسا کہ تقریب (ص۴۸۲) میں ہے اسی طرح میزان (ج۳ص۳۴) میں ہے.

'' قال ابو حاتم: ساء حفظه فی الآخر، ذهبت کتبه، قلت: واضر. وقال احمد لا یحدث عنه الا شر منه، وقال ابن حبان: کان اعمی، یلحق فی کتبه ما لیس من حدیثه، ویسرق، وما ذکر به؟ فیحدث به.''

''ابو حاتم کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا، اس کی کتابیں ضائع ہوگئیں۔ میں کہتا ہوں اور وہ اندھا ہوگیا۔ احمد کہتے ہیں کہ اس سے وہی روایت کرتا ہے جو اس سے بھی

قـالا: ثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزيل، الهمدانى، ثنا آدم بن ابى اياس، ثنا شعبة، ثـنـا الـحـكـم، قـال: رأيت طاؤسا. كبر فرفع يديه حذو منكبيه عند التكبير، وعند ركـوعه، وعند رفعه رأسه من الركوع. فسألت رجلا من اصحابه؟ فقال: انه يحدث بـه عـن ابـن عـمـر، عـن عمر، عن النبى ﷺ قال ابو عبدالله الحافظ: فالحديثان كـلاهـمـا محفوظان عن ابن عمر عن، عمر، عن النبى ﷺ وابن عمر، عن النبى ﷺ فـان ابن عمر رأى النبى ﷺ فعله، ورواه عن النبى ﷺ". ورجال سنده كلهم ثقات.

فشيخ البيهقى، هو الحاكم المذكور - وشيخا الحاكم احدهما ابو جعفر احمد بن عبيـد، وثـقـه الـخـطـيـب فـى تـاريـخـه (ج٤ ص٢٦١) والذهبى فى (التذكرة - ج٣ ص٨٧)؛ ونقل عن الدار قطنى "انه قال: كان ثقة، ثبتا، صنف المسند وجوده". ومتابعه مجروح، ولكن لاحاجة لنا اليه. وحسبنا رواية الثقة.

وشيخهما: ذكـره ابـن حبـان فى (الثقات) فى الطبقة الرابعة والذهبى فى (التذكرة - ج٢ ص١٦٦)، ونقل عن الحاكم انه قال: "ثقة، مأمون، ثم قال: كان يضرب بكتابه الـمـثـل" ثـم ذكـر حديثا بسند وقع هو فيه، ثـم حسـنـه. وبـقية رجاله موثقون فى (التقريب).

وشعبة: هو ابن الحجاج، الامام. **والحكم**: هوابن عتيبة ابو محمد الكندى.

ولايقال: انه مدلس؛ لانه قد قال: رأيت طاؤسا. فلا يتطرق ههنا شبهة فى التدليس.

وطاؤس: من كبار اهل اليمن، ابو عبد الرحمن بن كيسان.

فان قلت: الرجل الذى سأله الحكم مجهول.

قلنا: هذا لايضر؛ لان ظاهر السياق يدل على انه سأله بحضرة طاؤس، حين رأه يرفع يديه؛ فعدم اعتراضه دليل عل الاقرار.

فـالـخـبـر، متـصـل لاشك فيه. ولذلك صححه الحاكم، كما فى (نصب الراية - ج١ ص٤٠٥)؛ وسلمه الحافظ فى (الدراية - ص٨٥).

واما قول: الـماردينى، نقلا عن كتاب الامام: كذا رواه آدم وابن عبدالجبار المروزى عن شعبة، ووهما فيه. والمحفوظ عن ابن عمر عن النبى ﷺ.

قلنا: لـم يحكم صاحب الامام بالوهم، بل قال كما فى (النصب - ج١ ص٤١٥).

زیادہ برا ہو۔ ابن حبان کہتے ہیں وہ اندھا تھا، اپنی کتابوں میں وہ حدیثیں بھی شامل کرتا تھا جو اس کی اپنی حدیث نہیں ہوتی اور چوری کرتا اور جو کچھ بھی بیان کیا جاتا وہ اسے (اپنی بنا کر) حدیث بیان کرتا۔"

(۵) حماد سے حدیث بیان کرنے میں اضطراب ہے۔ جیسا کہ تہذیب میں ابو حاتم سے نقل کیا گیا ہے اور یہ روایت میں نمایاں اور صریح ہے۔ کبھی اس کو حماد سے، وہ ابراہیم سے، وہ علقمہ سے، وہ عبداللہ سے بیان کرتا ہے اور کبھی حماد سے، وہ ابراہیم سے، وہ عبداللہ سے بیان کرتا ہے۔ (یعنی کبھی ابراہیم اور عبداللہ کے درمیان علقمہ کے واسطے سے بیان کرتا ہے اور کبھی علقمہ کے واسطے کے بغیر ابراہیم نخعی براہ راست عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتا ہے اور یہ اضطراب ہے)۔

(۶) حماد بھی متکلم فیہ ہے، جیسا کہ "الضعفاء" عقیلی میں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ "لا یحتج به" یعنی یہ قابل حجت نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۷۹)

(۷) اس روایت میں انقطاع ہے:...... ابراہیم نخعی اس کو عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے جیسا کہ دارقطنی نے اس کی تصویب کی ہے۔ اور ابراہیم کے لیے کسی بھی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ابن المدینی اور ابو حاتم کہتے ہیں:

"لم یلق احدا من الصحابة." (التہذیب ج ۱ ص ۱۸۷)

"یعنی وہ (ابراہیم) کسی ایک بھی صحابی سے نہیں ملا۔"

میزان (ج ۱ ص ۳۵) میں ہے کہ:

"لم یصح له سماع من صحابی."

"اس کا کسی ایک بھی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے۔"

بلکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی پیدائش سے اٹھارہ سال پہلے انتقال کر چکے تھے۔ ابراہیم ۵۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ ابن حبان کی کتاب الثقات (ج ۲ ص ۳ ق) میں ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں (خلافت عثمان رضی اللہ عنہ) میں یا اس سے اگلے سال وفات پا گئے تھے یا جیسا کہ التقریب (ص ۲۸۸) میں ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ ان کا اس سے مراسیل بیان کرنا سماع پر محمول کئے جائیں گے اس لیے کہ انہوں نے اعمش سے کہا تھا کہ جب میں تم سے یہ کہوں کہ "عبداللہ نے کہا" تو یہ میں تم سے ایسے ہی نہیں کہتا بلکہ اس کو مجھ سے ایک جماعت نے عبداللہ سے بیان کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور جب میں یہ کہوں "مجھے یہ فلاں نے بیان کیا ہے" تو یہ وہی ہے جو اس نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں امام طحاوی نے اس کو معانی الآثار (ج ۱ ص ۱۳۳) میں اسی سند سے روایت کیا ہے:

وایضا: فهذه الرواية ترجع الى مجهول، وهو الذى حدث الحكم من اصحاب طاؤس. فان كان روى من وجه آخر، متصلا، عن عمر. والا فالمجهول لوتقوم به الحجة. وهو ما اخرجه البيهقى فى (الخلافيات) الخ، وشبهة الجهالة قد زالت كما مر.

وهذا الشيخ :ايضا، قد جعله مؤيدا بالخبر المتصل، وهو يأتى. فهو صريح انه يزيل الوهم عن الرواية.

وايضا :قد علم من كلام الماردينى، ان آدم ليس بمتفرد بزيادة عن عمر، بل تابعه ابن عبدالجبار، فهذه قوة فى قوة. مع ان آدم ثقة. فالزيادة من مثله مقبولة، مالم تقع المنافاة بين الخبرين، كما نحن فيه.

واما :نقل الماردينى: عن الخلال، عن احمد انه جعل المحفوظ ما روى عن ابن عمر؛

فلا يضر :لان الذى زادثقة، وليس ينافى ما يرويه رواية من لم يذكر. فلهذا حكم بكونه محفوظا، الحاكم، ثم البيهقى، ومعهما الامام البخارى ايضا. فانه قد ذكر: تلك الرواية فى جزء ه(ص١٢) ومعهم الامام الترمذى. فانه قد: عد عمر من رواة الرفع. كما اشار الى ذالك بقوله "وفى الباب عن عمر" الخ.

ولعمر :خبر آخر عند البيهقى، فى (الخلافيات) فقال "انبأ ابو عبدالله الحافظ، عن ابى احمد الحسين بن على بن محمد بن يحى، عن ابى بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة، حدثنى احمد بن الحسن الترمذى، نا حجاج بن ابراهيم الازرق، نا عبدالله بن وهب القرشى، اخبرنى حيوة بن شريح الحضرمى، عن ابى عيسى سليمان بن كيسان المدنى، عن عبدالله بن القاسم. قال: بينما الناس يصلون فى مسجد رسول الله ﷺ اذ خرج عليهم عمر بن الخطاب. فقال: اقبلوا على بوجوهكم اصلى بكم صلوة رسول الله ﷺ التى يصلى، ويأمر بها. فقام مستقبل القبلة ورفع يديه حذو منكبيه ثم كبر، ثم ركع، وكذلك حين رفع، فقال للقوم: هكذا كان رسول الله ﷺ يصلى بنا. قال الشيخ ابن سيد الناس: فى(نفح الشذى) "رجاله موثقون"، وقال الشيخ ابن دقيق العيد: "رجال اسناده معروفون"، كما فى (نصب الراية – ج١ ص٤١٥) وهذه الرواية هى التى اشار اليه فى (الامام) كما مر.

"حدثنا ابراهيم بن مرزوق ثنا وهب او بشر بن عمر - شك ابو جعفر - عن شعبة عن الاعمش انه قال له : اذا حدثتني فَاسنِد. فقال : اذا قلت لك ...... الخ "

''ہم سے ابراہیم بن مرزوق نے بیان کیا کہا ہم سے وہب یا بشر بن عمر نے بیان کیا (ابوجعفر کو شک ہے) وہ شعبہ سے روایت کرتا ہے وہ اعمش سے انہوں نے اس سے کہا جب آپ مجھے حدیث بیان کریں تو مسند بیان کریں اس نے کہا جب میں تم سے کہوں ....''

اور یہ جو ابراہیم ہے اس کے بارے میں تقریب (ص ۲۷) میں ہے کہ:

" عمى قبل موته فكان يخطى ولا يرجع . "

''یعنی ابراہیم مرنے سے پہلے نابینا ہوگیا تھا اور وہ غلطی کرتا تھا پھر رجوع بھی نہیں کرتا تھا۔''

اسی طرح اس کو میزان (ج ۱ص ۳۱) میں دار قطنی سے بھی نقل کیا ہے۔ اب اس کی روایت سے کس طرح حجت لی جا سکتی ہے؟

پھر یہ کہ اس سند میں وہب یا بشر بن عمر ہے۔ ان میں سے کوئی ایک متعین نہیں۔ جب کوئی متعین نہیں تو اس حدیث کو کس طرح قبول کیا جائے؟ اس لیے کہ بشر تو ثقہ ہے جبکہ وھب بن عمرو کون ہے؟ معلوم نہیں ۔ حافظ ابن حجر نے التقریب ص ۵۸۴) میں وہب بن عمرو (واؤ کے ساتھ) کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ وہیب ہے اور وہیب بن عمرو مستور ہے۔ (مستور کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی) اور یہ شک اس حدیث کو اور بھی زیادہ کمزور کر دیتا ہے۔

میزان میں نخعی کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

" استقر الا مر على ...... انه اذا ارسل عن ابن مسعود وغير ه فليس ذلك بحسن . "

''یعنی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ابراہیم نخعی جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مرسل بیان کرتا ہے تو وہ حسن نہیں ہوتی۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا ثبوت:

اور اس روایت کے باطل ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ صحیح احادیث میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ اس میں شیخین (ابوبکر وعمر) کا بھی ذکر ہے کہ ان دونوں سے بھی عملاً رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔

پس روایتاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیہقی (ج ۲ص ۷۳) میں ہے۔

" اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو عبدالله محمد بن عبد الله الصفار

وخبر آخر : اخرجه الدار قطني في غرائب مالك كما في (النصب - ج ١ ص٤١٦) من حديث خلف بن ايوب البلخي، عن مالك بن انس، عن الزهرى، عن سالم، عن ابيه، عن عمر. قال: رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه اذا كبر، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع. وهذه الرواية تفيد للمتابعة، فالروايات عن الشيخين ايضا تبطل ما رواه محمد بن جابر، عن حماد.

قوله :قال :قلت:لابراهيم حديث وائل، انه راى النبى ﷺ الخ.

اقول: هذا الخبر له طريقان، وفى احديهما ابوبكرة اسمه بكار بن قتيبة. وان اثنى عليه بعضهم، لكن لم نقف على كلمة واحدة تدل على توثيقه. ثم فيه مؤمل بن اسماعيل : وقد بالغ فى تضعيفه المخدوم، نفسه، فى رسالته (دراهم الصرة).

وفى الاخرى: معين بن عبدالرحمن السلمى وهو قدتغير بآخره، كما فى (التقريب - ص١١٥) وذكره ابن العجمى فى (الاغتباط) ونقل عن ابن ابى حاتم، والنسائى، ويزيد بن هارون.

ثم غضب النخعى : ليس بشئ فى مقابلة ما اسند الى النبى ﷺ فان وائلا، من كبار اصحاب النبى -ﷺ- الذى بشر به قبل مجيئه، ولما جاء اجلسه معه على منبره، كما فى (التهذيب -ج ١١ ص١٠٢) "وهو لا ينسب الى النبى ﷺ الا مارآه".

ثم قوله :رآه مرة يفعل - فى غاية البطلان، قال البخارى: فى (جزء ه - ص ٢٣) وهذا ظن منه، لقوله: فعله مرة. مع ان وائلا ذكر : انه رأى النبي -ﷺ- واصحابه غير مرة يرفعون ايديهم. ولايحتاج وائل الى الظنون؛ لان معاينته اكثر من حسبان غيره.

قال البخارى: "قدبينه زائدة فقال: حدثنا عاصم، ثنا ابى ان وائل بن حجر اخبره، قال قلت: لانظرن الى صلوة رسول الله -ﷺ- كيف يصلى؟ فكبر، ورفع يديه، فلما ركع، رفع يديه فلما رفع رأسه رفع يديه بمثلها، ثم رأيتهم بعد ذلك فى زمان فيه برد، ورأيت الناس - عليهم جل الثياب - تحرك ايديهم تحت الثياب فهذا وائل بين فى حديثيه انه رأى النبى -ﷺ- واصحابه يرفعون ايديهم مرة بعد مرة".

ولايقال ههنا : ان عاصما متفرد؛ لان رواية وائل مروية من اوجه، بل قد روى من طريق شعبة. ففى (الجزء - ص ١١)"حدثنا مسلم بن ابراهيم ثنا شعبة ثنا عاصم، فذكر الحديث. وشعبة لايحمل عن مشائخه الا صحيح حديثهم". كذا

الزاهد املا من اصل كتابه ، قال قال ابو اسماعيل السلمي صليت خلف ابن ابي النعمان محمد بن الفضل فرفع يديه حين افتتح الصلوٰة ، وحين ركع ، وحين رفع راسه من الركوع . فسالته عن ذلك فقال : صليت خلف حماد بن زيد ، فرفع يديه حين افتتح الصلوٰة ، وحين ركع وحين رفع راسه من الركوع . فسالته عن ذلك فقال : صليت خلف ايوب السختياني ، فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . فسالته فقال رايت عطاء بن ابي رباح : يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . فسالته فقال : صليت خلف عبدالله بن الزبير ، فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع ، فسالته فقال عبد الله بن الزبير : صليت خلف ابي بكر رضی اللہ عنہ ، وكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من من الركوع . وقال ابو بكر : صليت خلف رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ، فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . رواته ثقات .“

”یعنی ہم کو ابوعبد اللہ الحافظ نے خبر دی ، کہا ہم سے ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاہد نے بیان کیا اس نے اپنی اصل کتاب سے پڑھ کر سنایا، کہا ابواسماعیل السلمی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ابونعمان محمد بن فضل کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے جب نماز شروع کی اس وقت رفع الیدین کیا اسی طرح جب رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تب بھی۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حماد بن زید رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھی اس نے نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا میں نے ان سے اسکے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایوب سختیانی کے پیچھے نماز پڑھی ، وہ بھی نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے ۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ، وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت

فی (الفتح - ج١ ص١٥٠).
ثم حدث: عن وائل ابنه علقمة، ومنه سمع عمرو بن مرة، كما فی الطریق الثانیة، فاتصل السند. والنخعی لم یلق ابن مسعود، كما مر؛ فالمنقطع لایقاوم المتصل! فكیف الترجیع؟ واین التفضیل؟ ثم وائل لیس بمتفرد، بل معه جماعة من الصحابة. فقد ذكرنا عن الشیخین، وكفی بهما روایة. وذكر صاحب الفتح (ج١ ص٤٠٤) "وذكر البخاری انه رواه سبعة عشر رجلاً من الصحابة. وذكر الحاكم، وابو القاسم بن مندة؛ ممن رواه العشرة المبشرة. وذكر شیخنا ابو الفضل الحافظ: انه تتبع من رواه من الصحابة، فبلغوا خمسین رجلا". وقال السیوطی فی (الازهار المتناثرة) "ان حدیث الرفع متواتر عن النبی ﷺ اخرجه الشیخان: عن ابن عمر، ومالك بن الحویرث؛ ومسلم: عن وائل بن حجر؛ والاربعة: عن علی؛ وابوداود: عن سهل بن سعد، وابن الزبیر، وابن عباس، ومحمد بن مسلمة، وابی اسید، وابی قتادة، وابی هریرة؛ وابن ماجة: عن انس، وجابر، وعمیر اللیثی واحمد: عن الحكم بن عمیر؛ والبیهقی: عن ابی بكر، والبراء؛ والدار قطنی: عن عمر، وابی موسی، والطبرانی: عن عقبة بن عامر، ومعاذ بن جبل". ثم الصواب: عن ابن مسعود الثبوت لا الترك كما مر.

قوله: واما اصحاب مسانید الامام ابی حنیفة، اخرجوه عن ابی حنیفة الخ.

اقول: اخرجه ابو محمد عبدالله بن محمد بن یعقوب السبذمونی، الاستاذ، البخاری من طریق رجاء بن عبدالله عن النهشلی، عن شقیق بن ابراهیم، عن الامام. ورجاء: هذا مجهول، لاذكر له فی كتب الرجال. وشیخه: منكر الحدیث كما (فی المیزان ج١ ص٤٤٩)، وقال الذهبی فی (المغنی) "لایحتج به. كما فی كشف الاحوال للمدراسی - ص٥٢". ثم الاستاذ: صاحب المسند، ایضا من المشهورین بالوضع؛ فقال ابوسعید الرواس "یتهم بوضع الحدیث. وقال احمد السلیمانی: كان یضع هذا الاسناد علی هذا المتن، وهذا المتن علی هذا الاسنادل وهذا ضرب من الوضع. وقال ابوزرعة احمد بن الحسین الرازی: ضعیف. وقال الحاكم: صاحب عجائب، وافراد عن الثقات. وقال الخطیب: كان صاحب عجائب، ومناكیر، وغرائب، ولیس بموضع الحجة. وقال الخلیلی: لین، ضعفوه،

رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ، وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔"

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ، آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت ، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

بات بالکل ویسے ہی ہے جس طرح انہوں نے کہا ہے ۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کے استاد امام حاکم محمد بن عبداللہ ابن البیع صاحب المستدرک ہیں وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ۔ ان کو خلیل بن عبداللہ الحافظ الخطیب اور ابن طاہر نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حازم العبدی کہتے ہیں وہ اپنے وقت کے امام الحدیث تھے۔ان کے حالات زندگی تذکرہ الحفاظ امام ذہبی (ج ۲ ص ۲۲۷) میں ہے۔مقدمہ علوم الحدیث میں ہے۔

" کان اماما ، جليلاً ، حافظا ، عارفا ، ثقة ، واسع العلم ، اتفق الناس على امانته ، وجلالته ، وعظمة قدره ، ورحل اليه لسعة علمه ، ودراية . واتفق العلماء على انه من اعلم الائمة الذين حفظ الله بهم هذا الدين . "

"یعنی وہ امام بزرگ حافظ عارف ثقہ وسیع علم رکھنے والے تھے ۔ لوگوں نے ان کی امامت جلالت شان قدرومنزلت کی عظمت پر اتفاق کیا ہے۔ اور لوگ (تحصیل علم کے لیے) ان کی وسعت علمی و کشادہ درایت کی وجہ سے ان کی طرف رخت سفر باندتے تھے۔ اور علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ آپ ان بڑے بزرگ ائمہ میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس دین حنیف کی حفاظت فرمائی ہے۔"

ان کا استاد شیخ الصفار امام حاکم نے اپنی مستدرک میں کئی مواضع پر ان سے روایت کی ہے۔ اور ان کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی اس کو برقرار رکھا ہے (یعنی ان کی تصحیح پر کوئی کلام نہیں کیا جس طرح وہ دوسری ضعیف روایتوں پر جن کو امام حاکم اگر صحیح کہیں تو ان پر کلام کرتے ہیں) ابو نعیم نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ " احد العباد " عابدوں میں سے ایک عابد ہے۔ ابو الشیخ اپنی طبقات میں کہتے ہیں :"صحيح السماع " یعنی ان کا سماع درست ہے۔ امام سمعانی الانساب میں لکھتے ہیں " كان زاهد احسن السيرة كثير الخير " یعنی آپ زاہداً اچھی سیرت والے متقی اور بہت سے خوبیوں والے تھے۔ ابن العمادی شذرات الذہب (ج ۲ ص ۳۴۹) میں لکھتے ہیں:

"كان من اكثر الحفاظ حديثا ، قال الحاكم ، هو محدث عصره ، مجاب الدعوات ، لم يرفع راسه الى السماء نيفا و واربعين سنة . "

كان يدلس". كذا في (لسان الميزان - ج٣ص٣٤٩) وقال: في (المغنى) "يأتي بعجائب واهية، كذا في (كشف المدارسي - ص٦٣)". وقال السمعاني في (الانساب) "كان ضعيفا في الرواية، غير موثق به". وذكره ابن الجوزي: في الضعفاء. وقال ابن مندة: كان غير ثقة، وله مناكير. كذا في (الجوهر المضية - ج١ ص٢٨٩) للقرشي الحنفي. وروى الاستاذ: ايضا رواية النخعي - التي فيها ذكر لاعتراضه على وائل - من طريق: احمد بن محمد عن جعفر بن محمد عن ابيه عن عبدالله بن الزبير عن الامام. ومن طريق: احمد بن محمد عن محمود بن على بن عبيدالله الهروى عن ابيه عن الصلت بن الحجاج عن الامام. ومن طريق: ابراهيم بن عمرو بن محمد الهمداني عن محمد بن عبيد عن القاسم بن الحكم عن الامام. ذكر: تلك الاسانيد - الخوارزمي؛ في (مسند الامام - ج١ ص٣٥٨) وهي كلها مظلمة. ففي الاولى: عبدالله بن الزبير جهله الذهبي في (الميزان ج ٢ ص٣٨) اوهو: والد ابي الزبير. وقد ضعفه: ابونعيم الكوفي، وابوزرعة. كما في (الميزان) ايضا. وفي الثانية: الصلت قال: ابن عدي عامة حديثه منكر. كما في (الميزان - ج١ ص٤٦٨). وفي الثالثة: القاسم بن الحكم. قال ابو حاتم: "لايحتج به" كما في التهذيب -ج٨ص٣١٢). وبقية الرجال كلهم مجاهيل، لايدري من هم. فهذه الاخبار في غاية السقط، بل هي، مما صنعته يدا الاستاذ.

قوله: ورواه غير هم من المحدثين الخ.

اقول: تدور طرقها على هؤلاء؛ فالكلام عليها كالكلام عليها.

قوله: واسانيد حديث ابن مسعود، بعضها جيد ـ الخ.

اقول: هذا كله مردود؛ لما مر ـ فارجع البصر هل ترى من فطور.

قوله: وصحح (حديث ابن مسعود) نظرا الى بعض اسانيده الحافظ ابن حزم، والدار قطني، وابن القطان، وغير هم.

اقول: قد قدمنا عن الامامين؛ التضعيف له. واما ابن حزم: فتصحيحه، مبنى على انه لم يقف على ما قاله ابن المديني في عاصم. فمن وقف حجة؛ عليه. وقال ابن عبدالبر: في التمهيد "اما حديث ابن مسعود، فانفرد به عاصم بن كليب ...... وليس ممن يحتج به اذا انفرد".

''یعنی آپ حفاظ میں سب سے زیادہ حدیثوں کو یاد رکھنے والے تھے حاکم کہتے ہیں، آپ اپنے زمانے کے محدث تھے مستجاب الدعوۃ تھے تقریباً چالیس سے زیادہ سالوں سے انہوں نے اپنے سر کو آسمان کی طرف نہیں اٹھایا۔''

آپ کی توثیق کو ابن الترکمانی نے بھی الجوہر نقی میں تسلیم کیا۔ باقی تمام رجال کو التقریب والتہذیب میں ثقہ قرار دیا گیا ہے۔

اگر آپ کہیں: ابن ترکمانی نے کہا ہے کہ السلمی کے بارے میں ابو حاتم نے کلام کیا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ ابن ابو حاتم کہتے ہیں کہ محدثین نے اس کے اور محمد بن فضل عارم کے بارے میں کلام کیا ہے اور اسکا حافظہ آخری عمر میں بگڑ گیا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ اس حد تک متغیر اور خراب تھا (یعنی حافظہ ان کا اتنا کمزور ہوگیا تھا) کہ اس کو خود پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا بیان کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کی روایتوں میں بہت سی منکر روایتیں بھی داخل ہوگئی ہیں۔ لہٰذا اس سے بعد میں روایت کرنے والوں کو الگ کرنا ضروری ہے۔ اور جب (ان منکر و غیر منکر) کے درمیان امتیاز نہ ہوا ور فرق معلوم نہ ہو تو سب کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان میں سے کسی سے بھی حجت نہیں لی جائے گی۔

ہم کہتے ہی: یہ سب باتیں قابل رد و نا قابل اعتبار ہیں اس لیے کہ السلمی کے بارے میں ابو حاتم کا کلام واضح نہیں ہے اور پھر یہ کہ باقی تمام ائمہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ تقریب (ص۳۳۶) میں ہے "ثقة حافظ لم يتضح كلام ابى حاتم فيه " یعنی ثقہ حافظ ہے ان کے بارے میں ابو حاتم کا کلام واضح نہیں ہے۔ امام نسائی، ابن حبان، مسلمہ اور ابوالفضل بن اسحاق نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

ابو بکر الخلال کہتے ہیں:

" رجل معروف ، ثقة ، كثير العلم ، متفقه ، وقال عمر بن ابراهيم ، صدوق ومشهور بالطلب . وقال الخطيب كان فهما . متقنا ، مشهورا بمذهب السنة وقال الدار قطني ـ وهو الناقل عن ابى حاتم ـ ثقة ، صدوق ، وقال الحاكم ثقة ، مامون . (كذا فى التهذيب ج٩ص٦٢)

''یعنی معروف آدمی ہے ثقہ ہے بڑے علم والا ہے فقیہ ہے۔ عمر بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سچا ہے، حدیثیں طلب کرنے میں مشہور ہیں۔ خطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ سمجھدار، پختہ کار، مضبوط اور سنی المذہب ہونے میں مشہور تھے۔ دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (ابو حاتم سے نقل کرنے والا خود ہیں) وہ ثقہ ہے، سچا ہے۔ حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ثقہ ہیں، دیانتدار وصاف کردار کے مالک ہیں۔ اسی طرح التہذیب (ج۹ص۶۲) میں ہے۔''

نـعـم - الـقطان ، انما صحح من حيث السند ، وخطّأ الزيادة "ثم لايعود". كما فى (النصب والدراية).

ومـعلوم؛ ان صحة السند ان سلمت ، لاتستلزم صحة المتن. فهذه خيانة من العالم ان ينقل عن احد تصحيحه للسند ، ويغمض عن تخطائه للمتن!

قوله: ووافقهم - على ذلك التصحيح - الحافظ ابن حجر - الخ.

اقول: ليس فـى (الـدراية) حـرف واحـد يدل على ذلك؛ بل قال: فى (التلخيص - ج١ ص٨٣) - بـعـد نـقـل اقوال اهل الشأن فى تضعيفه "وهؤلاء الائمة: انما طعنوا كلهم ، فى طريق عاصم بن كليب".

قوله: فمن اسانيده الصحيحة؛ سند ابى بكر بن شيبة ـ الخ.

اقول: قـد بـطـل الادعاء. ثم كتاب (ابن ابى شيبة) من الطبقة الثالثة؛ فلا يجوز لكم الـنـقـل مـنـه ، الا لـلا ستشهـاد؛ لا لـلاحـتـجـاج. فـفـى (حجة الله البـالغة - ج١ ص١٣٠١ صـح الـمـطـابـع) "امـا الـطـبـقة الاولـى ، والثانية ، فعليهما اعتماد الـمـحدثين ، وحوم حماهم ، مرتعهم ومسر حهم. واما الثالثة: فلا يباشرها للعمل الا الـنـحـارير ، الجهابذة ، الذين يحفظون اسماء الرجال؛ وعلل الا حاديث. نعم! ربما يؤخذ منها المتابعات ، والشواهد. وقد جعل الله لكل شئ قدراً".

قوله: فاما الاول:فقال الحافظ ابن حجر:فى (تهذيب التهذيب) ان وكيع بن الجراح ـالخ.

اقول: لا كـلام فـى امامة الوكيع وجلالته؛ لكن قلما يسلم الانسان من الوهم. وفى (التهـذيـب - ج١١ ص١٢٥) "عـن احمد: اخطأ وكيع فى خمسمأة حديث". وعد ابن القطان هذا الخبر من وهمه كذا قاله الزيلعى فى (النصب -ج١ ص٣٩٦).

قوله: واما الثانى:فقد قال:فى (تذكرة القارى) سفيان بن سعيد بن مسروق، الثورى ـالخ.

اقول: الثـورى اميـر الـمـؤمنين فى الحديث ، ولاشك؛ ولكن ذهب البخارى ، وابو حـاتـم: انـه وهم فى هذا الخبر ، كما فى (النصب - ج١ ص٣٩٦)؛ والوهم لايقدح فى امامته؛ ويتأكد ذلك بان: عبدالله بن ادريس لم ير الزيادة: "ثم لم يعد" ، فى كتاب عـاصم بن كليب ، كما ذكر: فى موضعه. وايضا ، فالثورى: قد نسب الى التدليس؛ والائـمة: وان حـمـلـوا عـنـعـنه لكن الحنفيين: لم يقبلوها وردوا حديثه فى الجهر بالتأمين؛ لعنعنته (١) فلاينبغى لهم الاحتجاج بعنعنته هذه!

یہ اس بارے میں تصریح ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بذات خود ابو حاتم رحمہ اللہ کی بات کی پرواہ نہیں کی۔ لیکن عارم کے بارے میں دارقطنی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ ان کی اختلاط کی بعد کوئی منکر روایت سامنے نہیں آئی (التھذیب ج۹ ص ٤٠٤) امام حافظ (ابن حجر رحمہ اللہ) نے اس کو مقدمۃ الفتح میں درست قرار دیا ہے۔ اور تہذیب میں ابن حبان رحمہ اللہ کے قول کے بعد لکھتے ہیں:

"قرات بخط الذهبی ، لم یقدر ابن حبان ان یسوق له حدیثا منکرا ، والقول فیه ما قال الدار قطنی ." (المیزان ج۳ ص۱۲۱)

"یعنی میں نے ذہبی کے خط سے پڑھا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ ان کی ایک بھی منکر حدیث پیش نہیں کر سکے اور ان کے بارے میں بات وہی درست ہے جو دارقطنی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔"

بلکہ اس میں ابن حبان کے قول کی اچھی طرح تردید کی ہے اور دارقطنی کے قول کو ثابت کیا ہے۔ عقیلی سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں:

"قال جدی ما رایت بالبصرة شیخا احسن صلاة من عارم ، کانوا یقولون: اخذ الصلاة عن حماد بن زید ، واخذها عن ایوب ."

"یعنی میرے دادا نے کہا کہ میں نے بصرہ میں عارم سے زیادہ اچھی نماز ادا کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ لوگ کہتے تھے کہ اس نے یہ نماز حماد بن زید سے اور اس نے ایوب سے سیکھی ہے۔"

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عقیلی بھی اس حدیث کو صحیح اور ثابت سمجھتے ہیں اور وہ اس فن (حدیث) کے اماموں میں سے ہیں۔ اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ کی طرف سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے۔

اگر آپ کہیں کہ ابن ترکمان نے یہ بھی کہا ہے کہ "والصفار لم یصرح بالتحدیث عن السلمی" یعنی الصفار نے السلمی سے حدیث بیان کرنے میں صراحت نہیں کی ہے۔

ہم کہتے ہیں: پھر کیا ہوا؟ صفار ثقہ ہے، مدلس نہیں۔ ابن ترکمانی نے خود الجوہر النقی فی ذیل سنن البیہقی ج ا ص ا۷ا میں لکھا ہے:

"عند جمهور اهل الحدیث علی من ادرك شخصا فروی عنه کانت روایته محمولة علی الانصال ۔ سواء کان بلفظ قال ، او عن ، او غیر هما ."

"یعنی جمہور محدثین کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کسی آدمی سے ملے پھر وہ اس سے روایت کرے تو اس کی روایت کو اتصال پر محمول کیا جائے گا خواہ وہ لفظ "قال" یا "عن" یا کسی اور لفظ کے ساتھ روایت کرے۔"

اور صفار ان میں سے ہے جنہوں نے سلمی سے حدیثیں سنی ہیں۔ اور اس کی ان سے روایت (کرنے

قوله: واما الثالث فقد قال:فی (تذکرة القاری) عاصم بن کلیب۔الخ.

اقول: قد مر ان تفرده لیس بحجة ، فلا یفیده مجرد التوثیق فیما نحن فیه .

قوله: روی له مسلم، واصحاب السنن الاربعة، وعلقه البخاری.

اقول: لم یحتج به مسلم ، بل استشهد به ، وهذا خارج عن النزاع واما الاربعة: فلم یشترطوا عدم اخراج روایة من لایحتج به؛ ففی کتبهم عن کثیر ، ممن هو دونه . واما تعلیقات البخاری: فلیست من الاصول عنده ، کما لایخفی .

قوله: واما الرابع۔الی۔قاله۔وهو من الطبقة الثانیة انتهی.

اقول : اذا لم یصح السند الیه؛ فکونه ثقة جلیلا لایجدی نفعا ولاتزر وازرة وزر اخری .

قوله: فصح السند المذکور علی شرط الشیخین.

اقول : هذا یستلزم ان یکونا یحتجا بمن لایجوز الاحتجاج به ، او بالمنقطعات ، والمعلولات ، والمنکرات ، والمدرجات ، وهذا باطل ، فبطلان اللازم ، بطلان للملزوم .

قوله: وکذلك سند ابی داؤد ...... وکذلك سند الترمذی ...... وکذلك سند النسائی۔الخ.

اقول : هذا سند واحد ، وقد مر الکلام علیه . وحسبك – لبطلان ما قاله – ان مخرجیه ایضا لم یثبتهوه؛ فابوداؤد : فی (سننه) وکذا ، الترمذی ، نقلا عن ابن المبارك .

قوله: وکذلك سند الامام ابی حنیفة۔الخ.

اقول: قد مر: انه لایصح السند الیه ، ثم حماد: ایضا فیه ما فیه کما ذکر .

قوله: وانما روی له مسلم۔الخ.

اقول : لکن مقرونا بغیره . ثم الشیخان: انما یخرجان عن امثاله ، ما سلم من الاختلاط وشبهة التدلیس ، والا نقطاع ، ولیس ذلك لغیر هما .

قوله: سیأتی الکلام بعد هذا۔الخ.

اقول: وتذکر هناك: ما له ، وما علیه .

قوله : ومنها :حدیث براء بن عازب۔رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ ۔واخرجه عبدالرازق، واحمد، وابو داؤد، وابن ابی شیبة، والطحاوی، والدار قطنی، وغیرهم۔الخ.

میں) بھی تصریحی لفظ جیسے " اخبرنا " وغیرہ کے ساتھ واقع ہیں۔ جس طرح کی متدرک حاکم میں ہے۔
اور پھر یہ شبہ بھی اس وقت واقع ہوتا ہے جب ہم اس کو متاخرین میں تسلیم کریں جس طرح کہ ابن صلاح نے اپنی کتاب مختصر میں ذکر کیا ہے۔ اور جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ ایسا مسئلہ نہیں ہے۔

صفار حاکم کا استاد ہے اور اسی طرح دار قطنی کے استادوں میں سے ہیں۔ جیسا کہ امام ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں امام حاکم کے حالات زندگی کے تحت نقل کیا ہے اور امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے متقدمین میں دار قطنی کو بھی شمار کیا ہے۔ (شرح نخبہ ص ۳۸)

اب اس میں کوئی شک نہیں کہ صفار بھی انہیں میں سے ہیں۔

اس لیے کہ صفار دار قطنی کا استاد ہے اور دار قطنی کو متقدمین [illegible] گیا ہے۔ جب شاگرد کا شمار متقدمین میں ہو تو اس کا استاد بالاولیٰ متقدمین میں شمار ہوگا۔ (مترجم)

لہٰذا یہ حدیث تمام علتوں سے محفوظ ہے۔ اس کو ایک امام دوسرے امام سے لیتا ہے پھر اس کو عارم ابو النعمان حماد بن زید سے روایت کرتا ہے اور وہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ سے اور یہ دونوں اہل بصرہ کے علماء اور فقہاء میں سے ہیں۔ اور ایوب عطا سے روایت کرتا ہے اور وہ اہل مکہ کے علماء فضلا میں سے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ

" ما رايت فيمن لقيت افضل منه " (عمدة القارى العلامة عينى ج ٢ ص ٧٥٠)

"یعنی میں جن سے بھی ملا ان میں ان سے زیادہ افضل میں نے کسی کو نہیں پایا۔"

پس ثابت ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح اور ثابت ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث بیہقی میں عبدالرزاق عن ابن جریج عن عطاء عن ابن الزبیر کی سند سے مذکور ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث:

امام بیہقی ج ۲ ص ۷۴ میں لکھتے ہیں:

"اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ، ثنا ابو جعفر احمد بن عبيد الحافظ ، وابو القاسم عبد الرحمن بن الحسن القاضى ، الا سديان ، بهمدان ، قالا : ثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزيل ، الهمدانى ، ثنا آدم بن ابى اياس ، ثنا شعبة ، ثنا الحكم ، قال : رايت طائوسا كبر فرفع يديه حذو منكبيه عند التكبير ، وعند ركوعه ، وعند رفعه راسه من الركوع . فسالت رجلا من اصحابه فقال : انه يحدث به عن ابن عمر ، عن عمر ،

اقول: مدار اسانيدهم يزيد بن ابى زياد؛ وقد جرحه عامة الائمة: كأحمد، والدارمي وابن معين، وابى يعلى، وابن مهدى، وابى زرعة، وابى حاتم، والجوزجانى، وابى داؤد، وابن عدى، وابن المبارك، وابن حزم، وابن الجوزى، والوكيع، وابى اسامة، وابن حبان، وابن قانع، والحاكم ابى احمد، ويعقوب بن سفيان، وابن سعد، والبرديجى، وابن خزيمة، والنسائى، والدار قطنى، ومسلم كما فى (التهذيب -ج ١١ ص٢٢٩-٢٣٠-٢٣١)، ثم هو متغير الحفظ . قال: فى (التقريب - ص٥٥٨) "ضعيف، كبر، فتغير، وصار يتلقن، وكان شيعيا" <اهـ>.

وو صفه بذلك كما فى (التهذيب): العجلى، وابن حبان، ويعقوب، وابن سعد، والدار قطنى، ثم روايته: هذه بعد الاختلاط . ففى (البيهقى -ج٢ص٧٦) "عن الحميدى، ثنا سفيان، ثنا يزيد بن ابى زياد بمكة ـ فذكر الحديث ليس فيه: (ثم لايعود" فظننت انهم لقنوه، وقال لى اصحابنا: ان حفظه قد تغير، اوقالوا: قد ساء . قال الحميدى: قلنا لقائل هذا، يعنى المحتج بهذا انما رواه يزيد، ويزيد: يزيد . اخبرنا: ابو عبدالله الحافظ، ثنا ابوالحسن بن عبدوس، ثنا عثمان بن سعيد الدارمى، قال: سألت احمد بن حنبل عن هذا الحديث؟ فقال: لايصح عنه هذا الحديث . قال: وسمعت يحى بن معين، يضعف: يزيد بن زياد . وقال ابو سعيد الدارمى: مما يحقق قول سفيان بن عينية: انهم لقنوه : هذه الكلمة . ان سفيان الثورى، وزهير بن معاوية وهشيما، وغيرهم من اهل العلم- لم يجيؤا، وانما جاء بها من سمع منه بآخرة . قال الشيخ: والذى يؤكد ما ذهب اليه هؤلاء، ما اخبرنا ابو عبدالله الحافظ، ثنا ابو بكر احمد بن اسحاق الفقيه، انبأ ابو مسلم ابراهيم بن عبدالله، ح واخبرنا ابو سعد مالينى؟ انبأ ابواحمد بن عدى الحافظ، ثنا الفضل بن الحباب، قالا: ثنا ابراهيم بن بشار، ثنا سفيان، ثنا يزيد بن ابى زياد- بمكة ـ انا عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب قال رأيت النبى ـ ﷺ ـ اذا افتتح الصلوة رفع يديه، واذا اراد ان يركع، واذا رفع رأسه من الركوع، قال سفيان: فلما قدمت الكوفة، سمعته يقول: يرفع يديه اذا افتتح الصلوة "ثم لايعود" فظننت: انهم لقنوه وكذلك رواه عبد الكريم بن الهيثم الدير عاقولى عن ابراهيم بن بشار" <اهـ>.

عن النبی ﷺ . قال ابو عبدالله الحافظ فالحدیثا ن کلا هما محفوظان عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ وابن عمر عن النبی ﷺ فان ابن عمر رای النبی ﷺ فعله ، ورواه عن النبی ﷺ . "

"یعنی ہم کو خبر دی محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہا ہم سے سبو جعفر احمد بن عبید الحافظ الاسدی اور ابو قاسم عبدالرحمٰن بن الحسن القاضی الاسدی نے ہمدان میں بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن الحسین بن دیزیل الہمدانی نے بیان کیا کہا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حکم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے طاؤس کو دیکھا کہ انہوں نے اللہ اکبر کہا اور تکبیر کہتے وقت دنوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا، اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ایسا ہی کیا میں نے ان کے شاگردوں میں سے کسی سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ یہ حدیث ابن عمر سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ ابو عبداللہ الحافظ کہتے ہیں کہ دونوں حدیثیں ایک ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وہ عمر رضی اللہ عنہ اور وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں دوسری ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے (عمر رضی اللہ عنہ کے واسطہ کے بغیر) بیان کرتے ہیں یہ دونوں محفوظ ہیں۔ اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ سے اس کو روایت کیا ہے۔"

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام بیہقی کا استاد امام حاکم ہے اور حاکم کے دنوں استادوں میں سے ایک ابو جعفر احمد بن عبید ہے خطیب نے اپنی تاریخ ج۴ ص۲۶۱ میں اور امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۸۷ میں اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور امام دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ

" انه قال: کان ثقة ، ثبتا صنف المسند وجوده . "

یعنی انہوں نے کہا ہے کہ وہ ثقہ پختہ تھے اور انہوں نے بہت عمدہ مسند تصنیف کی ہے۔ البتہ اس کا متابع مجروح ہے لیکن ہمیں اس کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ہمیں ثقہ راوی کی رایت کافی ہے۔

ان دونوں کے استاد: ابن حبان نے الثقات میں طبقہ رابعہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور مام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۱۶۶ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور حاکم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: " ثـقـة مـامـون ، ثـم قال: کان یضرب ، کتابه المثل " یعنی وہ ثقہ اور مامون ہے پھر کہا کہ اس کی کتاب کی تو مثالیں دی جاتی تھیں۔ پھر اس نے ایک حدیث ذکر کی ہے اسی سند سے جس میں وہ موجود ہے پھر اس کو حسن قرار دیا ہے۔ اس کے باقی رجال سب ثقہ ہیں۔ (التقریب)

فظهر: ان تلك الرواية مقلوبة، والصحيح فى الاصل ما ذكره: بزيادة الرفع عند الركوع وعند الرفع منه، ثم لما ساء: حفظ يزيد اغتنم: اهل الكوفة فغيروا الرواية، بحسب اهوائهم.

وهذه الرواية صحيحة، يرويها ـ عن ابن عيينة ـ ابراهيم بن بشار، وهو ثقة؛ صدقه البخارى، وابن عدى، وابوحاتم والطيالسى، ووثقه: ابو عوانة، والحاكم، ويحى بن الفضل، كما فى (التهذيب – ج١ ص١٠٦ـ١٠٧) وذكره ابن حبان فى الثقات، فى الطبقة الرابعة. وقال: "كان متقنا، ضابطا، صحب ابن عيينة سنين كثيرة وسمع حديثه مرارا" <اهـ>.

واما قول ابن معين: ليس بشئ، لم يكن يكتب عند سفيان، وكان يملئ على الناس ما لم يقله سفيان، فلا يضره. اولا: انه قد صرح بالتحديث عنه ههنا. وفى (النصب ـ ج١ ص٤٠٣) نقلا عن الحاكم "وهو ثقة من الطبقة الاولى، من اصحاب ابن عيينة جالس ابن عيينة نيفا واربعين سنة" <اهـ>.

وكذا قول النسائى: ليس بالقوى؛ لانه جرح مبهم، فلا يقاوم التوثيق. والاسناد اليه ايضا صحيح؛ فشيخا البيهقى احدهما: الحاكم ـ المذكور ـ والثانى: وهو احمد بن محمد بن احمد بن عبدالله الهروى، المعروف ـ بطاؤس الفقراء ـ قال الذهبى فى ـ التذكرة ـ ج٣ ص٢٥٧) "كان ثقة متقنا".

وشيخ الحاكم: روى له فى المستدرك فى غير موضع، واقره الذهبى فى (التلخيص) وهو ابوبكر الضبعى. اكثر، وبرع فى الحديث. قال الحاكم: يضرب بعقله المثل. كذا فى (الشذرات) لابن العمادى ـ ج٢ ص٣٦١) وقال ابن السبكى: فى (طبقات الشافعية ـــ ج٢ ص٨١) "احد الأئمة الجامعين بين الفقه والحديث" <اهـ>.

وشيخ المالينى الحافظ ابن عدى صاحب (الكامل) احمد بن عبدالله، من ائمة الجرح والتعديل، وثقه: ابن عساكر، وحمزة السهمى. وقال الخليلى: كان عديم النظير حفظا وجلالة. وقال ابن ابى مسلم: ما رأيت مثله. كذ فى (التذكرة للذهبى ـ ج٣ ص١٤٣ـ١٣٣).

وشيخ ابى بكر الفقيه: هو ابو مسلم الكجى، صاحب المسند، وثقه: الدار قطنى،

شعبہ: ...... یہ ابن الحجاج الامام ہیں اور الحکم یہ حکم بن عتیبہ ابومحمد الکندی ہے۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مدلس ہے اس لیے یہ قابل قبول نہیں اس لیے کہ اس نے کہا ہے کہ "رایت طاؤسا" یعنی میں نے طاؤس کو دیکھا ہے لہٰذا یہاں تدلیس کا شبہ واقع نہیں ہوتا ہے۔

طاؤس: ...... ابوعبدالرحمٰن بن کیسان یمن کے بڑے علماء میں سے ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں: ...... وہ شخص جس سے حکم نے پوچھا تھا وہ مجہول ہے۔

ہم کہتے ہیں: ...... یہ کوئی نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ ظاہری سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس نے طاؤس کی موجودگی میں پوچھا تھا جب اس نے اس کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اب ان کا یہ اعتراض نہ کرنا اقرار پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا خبر وحدیث متصل ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اسی لیے امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ نصب الرایۃ ج ۱ص ۴۰۵ میں اور حافظ رحمہ اللہ نے الدرایہ ص ۸۵ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔

امام کی کتاب سے نقل کرتے ہوئے ماوردی کا یہ کہنا کہ اسی طرح آدم اور ابن عبدالجبار المروزی نے شعبہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں کو اس میں وہم ہوگیا ہے جبکہ محفوظ یہ ہے کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے۔

ہم کہتے ہیں صاحب الامام نے وہم کا حکم نہیں لگایا بلکہ اس نے ویسا ہی کہا ہے جیسا کہ نصب الرایۃ ج ۱ص ۴۱۵ میں ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ روایت مجہول کی طرف لوٹتی ہے اور مجہول طاؤس کے شاگردوں میں سے وہ شخص ہے جس سے حکم نے حدیث بیان کی ہے اور یہ کہ یہ دوسری سند سے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے متصلاً روایت کی ہے۔ ورنہ مجہول کی روایت سے حجت قائم نہیں ہوگی۔ اور اس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے "الخلافیات" میں تخریج کیا ہے۔ اب جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جہالت کا شبہ زائل ہوگیا۔

اور شیخ نے بھی اس کو حدیث متصل کی موئد قرار دیا ہے وہ آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ پس یہ بھی روایت سے وہم کو صراحتاً دور کرتا ہے۔ المار دینی کے کلام سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادتی بیان کرنے میں آدم اکیلا نہیں ہے بلکہ ابن عبدالجبار نے بھی اس کی متابعت کی ہے پس وہ قوتیں جمع ہوگئیں اس لیے کہ آدم ثقہ ہے اور اپنے مثل سے زیادہ بیان کرنا یہ مقبول ہے جب تک دونوں حدیثوں کے درمیان منافات واقع نہ ہو جس طرح اس حدیث میں ہے جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔

المار دینی کا خلال سے ان کا احمد رحمہ اللہ سے بیان کرنا کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس کو محفوظ قرار دیا ہے یہ کوئی نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ جس نے زیادہ کیا ہے وہ ثقہ ہے اور جس نے اس کو ذکر نہیں کیا یہ اس کے منافی بھی نہیں ہے۔ اسی لیے حاکم پھر بیہقی اور پھر ان دونوں کے ساتھ امام

وغيره، وكان سريا نبيلا عالما بالحديث مدحه البخترى كذا فى (التذكرة للذهبى ـج ٢ ص ١٧٧).

وشيخ ابن عدى: الفضل بن الحباب ابو خليفة الجمحى. قال صاحب (الميزان ــج ٢ ص ٣٢٩) "كان ثقة عالما ما علمت فيه لينا، الا ما قال السليمانى: انه من الرافضة، فهذا لم يصح عن ابى خليفة" <اهـ>.

وذكره ابن حبان: فى الثقات فى الطبقة الرابعة. وقال مسلمة بن قاسم: كان ثقة مشهورا. وقال الخليلى: هو الى التوثيق اقرب. كذا فى (اللسان ـج ٤ ص ٤٣٩) فالسندان صحيحان، يتقوى احدهما بالآخر. والدير عاقولى: ايضا. قوله ثقة وثقه ابن كامل، والخطيب. قاله السيوطى فى (طبقات الحفاظ) فهذا الخبر الصحيح: دليل على شذوذ تلك الزيادة؛ بل نكارتها فايضا: فرواه ابن حبان فى (المجروحين) باسناد آخر، ليس فيه ابن بشار قال فى: (ج ٣ ص ١٠٠) "اخبرنا الحسن بن سفيان، قال: حدثنا حرملة بن يحى، قال: سمعت الشافعى يقول: حدثنا ابن عيينة، قال: حدثنا يزيد بن ابى زياد -بمكة- عن عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب، قال: رأيت النبى ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع يديه. قال سفيان: فلما قدم يزيد الكوفة، سمعته يحدث بهذا الحديث، وزاد فيه "ثم لم يعد" فظننت انهم لقنوه" <اهـ>.

وايضا فان يزيد كان ينكرها. ففى (سنن الدار قطنى – ج ١ ص ١١٠) "عن على بن عاصم، ثنا محمد بن ابى ليلى، عن يزيد بن ابى زياد، عن عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب، قال رأيت رسول الله ـﷺـ حين قام الى الصلوة فكبر ورفع يديه؛ حتى ساوى بهما اذنيه، ثم لم يعد. قال على: فلما قدمت الكوفة. قيل لى: ان يزيد حى، فاتيته، فحدثنى بهذا الحديث. فقال: حدثنى عبدالرحمن بن ابى ليلى، عن البراء بن عازب، قال: رأيت النبى ـﷺـ حين قام الى الصلوة فكبر، ورفع يديه؛ حتى ساوى بهما اذنيه. فقلت: له اخبرنى ابن ابى ليلى، انك قلت: "ثم لم يعد" قال: لااحفظ هذا، فعاودته. فقال: ما احفظه. واما طريق ابن ابى ليلى: عن اخيه عيسى، والحكم، عن ابن ابى ليلى، عن البراء، فخطأ.

والصواب: عن ابن ابى ليلى، عن يزيد، قال البخارى (ص ١٥) "وانما روى ابن

بخاری رحمہ اللہ نے اس کے محفوظ ہونے کا حکم لگایا ہے۔امام بخاری نے اس روایت کو اپنی کتاب جزء رفع الیدین ص۱۲ پر ذکر کیا ہے۔اور اس کے ساتھ امام ترمذی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو رفع الیدین کی حدیث بیان کرنے والوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے اس قول کے ساتھ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وفی الباب عن عمر......الخ .

امام بیہقی کی کتاب الخلافیات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہتے ہیں:

"انبا نا ابو عبدالله الحافظ عن ابی احمد الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ عن ابی بکر محمد بن اسحاق بن خزیمة ، حدثنی احمد بن الحسن الترمذی ، نا حجاج بن ابراهیم لا زرق ، نا عبد الله بن وهب القرشی ، اخبر نی حیوة بن شریح الحضرمی ، عن ابی عیسیٰ سلیمان بن کیسان المدنی ، عن عبدالله بن القاسم قال : بینما الناس یصلون فی مسجد رسول الله ﷺ اذ خرج علیهم عمر بن الخطاب فقال : اقبلوا علی بو جوهکم اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ التی یصلی ، ویامر بها . فقام مستقبل القبلة ورفع یدیه حذو منکبیه ثم کبّر، ثم رکع وکذلك حین رفع ، فقال للقوم : هکذا کان رسول الله ﷺ یصلی بنا . "

"یعنی ابوعبداللہ الحافظ نے خبر دی کہ ابو احمد الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ سے وہ ابی بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے کہا مجھ سے احمد بن الحسن الترمذی نے بیان کیا، کہا ہم سے حجاج بن ابراہیم الازرق نے بیان کیا کہا ہم سے عبداللہ بن وہب قرشی نے بیان کیا ، کہا مجھ کو حیوۃ بن شریح الحضرمی نے خبر دی انہوں نے ابوعیسیٰ سلیمان بن کیسان المدنی سے انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے بیان کیا کہا کہ لوگ مسجد الرسول (مسجد نبوی) ﷺ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ پوری طرح میری طرف متوجہ ہو جاؤ۔ میں تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں جس کو آپ ﷺ خود پڑھتے تھے اور اسی طرح پڑھنے کے لیے حکم دیتے تھے۔"

پھر آپ رضی اللہ عنہ قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوگئے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا ، پھر رکوع سے سر اٹھایا تب بھی ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔

ابن سید الناس "نفع الشذی" میں کہتے ہیں کہ "رجالہ موثوقون اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ابـى ليـلـى هذا من حفظه ، فاما من حدث عن ابن ابى ليلى من كتابه ، فانما حدث عـن ابـن ابـى ليلى ، عن يزيد؛ فرفع الحديث الى تلقين يزيد ، والمحفوظ: ما روى عـنـه الثورى ، وشعبة ، وابن عيينة قديما". <اهـ> . والامر: كما قال؛ لان ابن ابى ليلى: هو محمد بن عبدالرحمن بن ابى ليلى ، سيئ الحفظ جدا . كما فى (التقريب - ص٤٥٨) وقـال شـعبة: مـا رأيـت اسـوأ مـن حـفـظـه ، وقـال احمد: مضطرب الـحـديـث ، وقال يحى القطان: سئ الحفظ جدا ، وقال الدار قطنى: ردئ الحفظ ، كثيـر الـوهـم ، وقال ابو احمد الحاكم: عامة احاديثه مقلوبة ، وقال ابن حبان: ولاه يـوسف بـن عـمـر ــ الـقضاء بالكوفة ـ كان ردى الحفظ ، فاحش الخطأ ، فكثرت الـمناكير فى حديثه؛ فاستحق الترك . كذا فى (الميزان - ج٣ص٨٧) وقال ابو حاتم "كـان سـئ الـحـفـظ ، شـغـل بالقضاء ، فساء حفظه ، وقال ابن المدينى: كان سئ الحفظ ، واهى الحديث ، وقال الساجى: كان سئ الحفظ ، لايتعمد الكذب ، فكان يـمـدح فـى قـضـائـه ، فـامـا فـى الـحـديث؛ فلم يكن حجة" . كذا فى التهذيب - ج٩ص٣٠٢-٣٠٣) فـظـهـر : ان الـسـنـد تـقلب بعد ماساء حفظه؛ لشغله بالقضاء . وهـكـذا رواه مـن رواه بـعد ذلك . واما من حدث عنه قديما من الائمة: فعن يزيد ، عن ابن ابى ليلى ، عن البراء ، فدار الحديث : على يزيد واليه اشار سيد المحدثين . وايـضـا: فـاضـطـرب ابـن ابـى لـيـلـى فى السند؛ فتارة: يروى عن اخيه عيسى ، عن الـحكم ، عن عبدالرحمن بن ابى ليلى ، عن البراء؛ واخرى: عن الحكم ، وعيسى ، عـن الـبـراء؛ واخـرى: عـن عيسـى ، عـن ابيه؛ والحكم: مدلس كما فى (التقريب - ص١٢١) وقـد عـنـعـن ، فـظهر: ان الخبر غير ثابت؛ وبطل قول المخدوم: بعضها جيد . الخ .

قوله:فمن اسانيده الصحيحة، سند عبدالرزاق ـ الخ.

اقول:يدور سنده على يزيد ، وقد عرفت: انه يزيد ! فهو لايفيد؛ لانه غير سديد .

قوله:فاما الاول، فقد قال:فى (تذكرة القارى) سفيان بن عيينة الخ.

اقول:قـد خطّأ ابن عيينة نفسه: هذا الخبر ، كما مر . والمخدوم يعده: فقيها ، اماما ، حـجة؛ فـلـيـرض بـقوله . ثم الراوى ادرى بمرويه وهو صوب ما صوب ، فقوله هو القول .

شیخ ابن دقیق العید کہتے ہیں: ''رجالہ معروفون'' (نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۱۵)
یعنی اس کی اسناد کے تمام راوی معروف ہیں۔
یہ وہی روایت ہے جس کی طرف "الامام" میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔
ایک اور حدیث جس کو دارقطنی نے غرائب مالک میں درج کیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۱۶ میں خلف بن ایوب البلخی کی روایت ہے۔

عن مالك بن انس عن الزهري عن سالم ، عن ابيه ، عن عمر قال : "رايت رسول الله ﷺ يرفع يديه اذا كبر ، واذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع"

''وہ (خلف بن ایوب البلخی) مالک بن انس سے، وہ زہری سے، وہ سالم سے، وہ اپنے والد سے، وہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب تکبیر کہتے اس وقت رفع الیدین کرتے اور جب رکوع میں جاتے اس وقت اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی۔''

یہ روایت متابعت کے لیے مفید ہے۔ پس جو روایات شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے مروی ہیں اوہ اس روایت کو جو محمد بن جابر حماد سے بیان کرتا ہے باطل کرتی ہیں۔

(ان کا کہنا ہے): ...... اس نے کہا میں کہتا ہوں کہ ابراہیم کے لیے وائل کی حدیث کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے جب آپ نماز شروع کرتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب رکوع میں جاتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع سے اٹھتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے ابراہیم نے کہا وائل نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مرتبہ کرتے دیکھا ہے، اور عبداللہ نے پچاس مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو ایسا نہ کرتے دیکھا ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... اس حدیث کی دو سندیں ہیں۔ ان میں سے ایک میں ابوبکرہ ہے جس کا نام بکار بن قتیبہ ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے لیکن ہمیں کوئی ایک بھی ایسا جملہ نہیں ملا جو ان کی ثقاہت پر دلالت کرتا ہو۔ اور اس میں مؤمل بن اسماعیل ہے جس کو مخدوم صاحب نے خود اپنے رسالہ "دراهم الصرة" میں ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری سند میں معین بن عبدالرحمٰن السلمی ہے اور ان کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ جیسا کہ التقریب ص ۱۱۵ میں ہے اور ابن العجمی نے ''الاغتباط'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن ابی حاتم، نسائی اور یزید بن ہارون سے اس کا تغیر حافظہ نقل کیا ہے۔

قوله:واما الثانی وهو یزید بن ابی زیاد الهاشمی مولاهم الکوفی، فهو مختلف فیه.

اقول: والحق: انه لیس بحجة ، وبذلك نصوا قاطبة ، کما مر؛ ولم یوثقه احد من النقاد. نعم! وثقه: احمد بن صالح المصری؛ لکن لایقبل فی جنب جروح الائمة ، واکثرها مفسرة فتقدم علیه . وان وثقه: ابن سعد ؛ لکن اخبر: انه تغیر . فصح: انه لم یبق حجة عنده؛ فلهذا، قال ـ تلمیذ الامام ابی حنیفة - ابن المبارك: "ارم به" کما فی: (التهذیب - ج ١١ ص ٣٠٣) .

قوله:وقد علقه البخاری، واخرج من الحفاظ حدیثه:مسلم، واصحاب السنن الاربعة.

اقول: لیس ما علقه البخاری من شرطه؛ ومسلم انما استشهد به . ثم روایاته: محمولة علی انها مما حدث به قبل اختلاطه؛ والاربعة: لیس من شرطهم الاقتصار علی الثقات وهذا: مما لایفید شیاً .

قوله:سیأتی الکلام علی ذکر اسماء ـ الخ.

اقول:سیأتی ایضا - انشاء الله تعالی ـ ما عندنا من التحقیق ، فلیختر! من له اهلیة من بین ما قاله الائمة ، وما قاله العینی .

قوله:واما الثالث. الخ.

اقول: لایفید کونه من الثقات؛ لان السند من دونه ، کلا سند؛ فلیس بمستند ، ولا معتمد .

قوله:ومنها حدیث جابر بن سمرة. الخ.

اقول: قال البخاری : فی (جزء ه - ص ١٥) "فأما احتجاج بعض من لایعلم: بحدیث ، وکیع ، عن الاعمش ، عن المسیب بن رافع ، عن تمیم بن طرفة ، عن جابر بن سمرة ـ رَضَی اللّٰه ُعَنهُ ـ قال: دخل علینا النبی ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فی الصلوة ، فقال: مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس! اسکنوا فی الصلوة . فانما کان هذا فی التشهد -لافی القیام- کان یسلم بعضهم علی؛ بعض فنهی النبی ﷺ عن رفع الایدی فی التشهد .

ولایحتج بهذا: من له حظ من العلم . هذا معروف ومشهور ، لااختلاف فیه؛ ولو کان کما ذهب الیه؛ لکان رفع الیدی فی اول التکبیرة ، ایضا تکبیرات صلوة العید منهیا عنها؛ لانه لم یستثن رفعا دون رفع وقد ثبت: حدیث ، حدثناه ابو نعیم ، ثنا

مسند حدیث کے مقابلہ میں نخعی کا غصہ ہونا کچھ اہمیت نہیں رکھتا اس لیے کہ وائل کبار صحابہ میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ کے آنے سے پہلے ہی نبی کریم ﷺ نے ان کے آنے کی خوشخبری دی تھی اور جب وہ آ گئے تو آپ نے اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ جیسا کہ التہذیب ج ۱۱ ص ۱۰۲ میں ہے "وھو لا ینسب الی النبی ﷺ الا ما راہ" یعنی وہ نبی کریم ﷺ کی طرف آپ سے دیکھی ہوئی چیز کے سوا کوئی اور چیز منسوب نہیں کرتا۔

پھر ان کا کہنا کہ آپ نے آپ ﷺ کو صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ انتہائی غلط اور باطل قول ہے۔ امام بخاری اپنی کتاب جزء رفع الیدین ص ۲۳ میں فرماتے ہیں کہ یہ صرف اس کا ظن اور گمان ہے کہ " آپ نے صرف ایک مرتبہ کیا " جبکہ وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت دفعہ دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یعنی رفع الیدین کرتے تھے۔ لہٰذا وائل رضی اللہ عنہ کو گمان اور فرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اور اس لیے بھی کہ ان کا ان (نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم) کو دیکھنا دوسروں کی سوچ اور سمجھ سے زیادہ معتبر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قد بینہ زائدۃ فقال: حدثنا عاصم ثا ابی ان وائل بن حجر اخبرہ، قال قلت لا نظرن الی صلاۃ رسول اللہ ﷺ کیف یصلی؟ فکبر و رفع یدیہ، فلما رکع رفع یدیہ، فلما رفع راسہ رفع یدیہ بمثلھا، ثم رایتھم بعد ذلک فی زمان فیہ برد، و رایت الناس علیھم جل الثیاب، تحرك ایدیھم تحت الثیاب. فھذا وائل بین فی حدیثہ انہ رای النبی ﷺ واصحابہ یرفعون ایدیھم مرۃ بعد مرۃ."

"یعنی زائدہ نے وضاحت کی ہے کہ ہم سے عاصم نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس کو خبر دی اور کہا کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو ضرور دیکھوں گا کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ (پھر آپ نے نماز پڑھی) پس آپ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یعنی رفع الیدین کیا پھر جب رکوع کیا اس وقت بھی رفع الیدین کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا تو بھی رفع الیدین کیا۔ پھر میں نے ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو اس کے بعد سردی کے موسم میں دیکھا کہ لوگوں کے اوپر کپڑوں کی چادریں تھیں اور (رفع الیدین کرتے وقت) ان کے ہاتھ کپڑوں کے اندر حرکت کرتے تھے۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ

مسعر، عن عبيدالله بن القبطية، قال: سمعت جابر بن سمرة رَضَى الله عَنهُ يقول: كنا اذا صلينا خلف النبی ﷺ قلنا السلام عليكم، السلام عليكم. فاشار مسعر بيده؛ فقال؛ ما بالا هؤلاء يؤمون بايديهم؛ كانها اذناب خيل شمس! انما يكفی: احدكم ان يضع يده على فخذه، ثم يسلم على اخيه من عن يمينه ومن عن شماله. قال البخاری: فليحذر امرأ ان يتقول على رسول الله ﷺ مالم يقل. قال الله ـتعالی ـ ﴿**فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم**﴾ <اهـ>.

وفی (التلخيص – ج١ ص٢٤٠) نقلا عنه "من احتج: بحديث جابر بن سمرة على منع الرفع عند الركوع؛ فليس له حظ من العلم. هذا مشهور، لاخلاف فيه انما كان فی حال التشهد" <اهـ>.

وهكذا قال العلامة محمد عابد السندی: فی (المواهب اللطيفة) وقد ادخله مسلم: فی ابواب السلام، وكذا النسائی، والترمذی، وابوداؤد وابوعوانة، بل كافة المحدثين؛ حتی الطحاوی فی (شرح معانی ال اٰثار) وحسبكم: قوله، وقال السندی فی (فتح الودود شرح ابی داؤد): "لا دلالة فيه على النهی عن الرفع عند الركوع، وعند الرفع منه؛ ولذلك قال النووی: الاستدلال به على النهی عن الرفع عند الركوع، وعند الرفع منه. جهل قبيح"<اهـ>.

قوله: واجيب بان الظاهر: انهما حديثان – كذا قال الملا على القاری.

اقول: قد مر من قول البخاری والحافظ: انه لاخلاف فی كونه فی حال التشهد. فما قاله القاری كالخرق للاجماع!؛ وايضا: فاين قول المتطفل، من اقوال الذين خلقوا لصناعة العمل.

قوله: ومنها حديث ابن عباس ـ رضی الله عنهم ـ اخرجه: الطبرانی ـبسنده ـ عن محمد بن عبدالرحمن بن ابی ليلی، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، الخ.

اقول: هذا الخبر باطل؛ فان ابن ابی ليلی، قد مر حاله فی حديث البراء. ثم الحكم بن عتيبة: من المدلسين كما فی (التقريب – ص١٢١)، كتاب الثقات كابن حبان؛ ثم هو لم يسمع من مقسم غير خمسة احاديث، ليس هذا منها كما فی (التهذيب – ج٢ ص٤٣٤) نقلا: عن احمد، وغيره.

ومقسم ايضا **مختلف فيه**: فمن مضعفيه ابن سعد، والساجی، والبخاری، وابن

اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کئی مرتبہ رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

اور یہاں یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ عاصم روایت کرنے میں منفرد ہے اس لیے کہ وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث کئی طرق سے مروی ہے بلکہ شعبہ کی طریق سے بھی مروی ہے جیسا کہ جزء رفع الیدین ص ۱۱ میں ہے۔

" حدثنا مسلم بن ابراهيم ثنا شعبة ثنا عاصم فذكر الحديث و شعبة لا يحمل عن مشائخه الا صحيح حديثهم ." (كذا فى الفتح ج ١ ص ١٥٠)

"یعنی ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہا ہم سے عاصم نے بیان کیا ...... پھر حدیث ذکر کی۔ اور شعبہ اپنے استادوں سے صحیح حدیث کے علاوہ بیان نہیں کرتا۔" (فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۰)

پھر وائل رضی اللہ عنہ سے اس کے بیٹے علقمہ نے بیان کیا اور اسی سے عمرو بن مرہ نے سنا جیسا کہ دوسری سند میں مذکور ہے۔ پس سند متصل ہوگئی۔ جبکہ نخعی کا ابن مسعود سے لقاء ثابت نہیں ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ لہٰذا جو منقطع ہے وہ متصل کے مقابل نہیں ہوسکتا۔ جب منقطع کا متصل سے تقابل نہیں ہوسکتا تو منقطع کو ترجیح کس طرح دی جاسکتی ہے؟ اور فضیلت بھی کہاں سے حاصل ہوگئی؟ اور پھر اس کو روایت کرنے میں وائل منفرد بھی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت ہے۔ اور ہم نے شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی روایت ہی کافی ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری ج ۱ ص ۴۰۴ میں لکھا ہے کہ:

" وذكر البخارى انه رواه سبعة عشرر جلا من الصحابة وذكر الحاكم ، وابو القاسم بن مندة ، ممن رواه العشرة المبشرة . وذكر ❶ شيخنا ابو الفضل الحافظ انه تتبع من رواه من الصحابة فبلغوا خمسين رجلا" .

"یعنی امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ حاکم اور ابو القاسم بن مندۃ نے کہا ہے کہ اس کو روایت کرنے والوں میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور ہمارے استاد ابو الفضل الحافظ نے کہا ہے کہ انہوں نے اس کو روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تلاش اور چھان بین کی تو ان کی تعداد پچاس آدمی تک پہنچ گئی۔"

امام سیوطی اپنی کتاب "الا زهار المتناثره" میں لکھتے ہیں:

"ان حديث الرفع متواتر عن النبى ﷺ اخرجه الشيخان : عن ابن عمر ، ومالك بن الحويرث ، ومسلم : عن وائل بن حجر ، والا ربعة : عن

❶ شاہ صاحب نے یہ علتیں اپنی تعلیقات جزء رفع الیدین امام بخاری میں نقل کی ہیں۔

حزم، كما فى (التهذيب - ج١٠ ص٢٨٩).

ثم الخبر: ليس على مذهب المخدوم: لا ايجابا، ولا سلبا؛ لانهم يرفعون فوق هذه السبعة: كالقنوت، وزوائد العيدين؛ فخرقوا الحصر، ثم لم يقولوا بالرفع عند رؤية البيت!

فهؤلاء اول من يرد عليه الخبر، ثم ابن عباس كان: ممن يرفع؛ ففى (جزء البخارى - ص٢١): حدثنا مقاتل، عن عبدالله، ثنا شريك، عن ليث، عن عطاء، قال: رأيت جابر بن عبدالله، وابا سعيد الخدرى، وابن عباس، وابن الزبير: يرفعون ايديهم حين يفتتحون الصلوة، واذا ركعوا، واذا رفعوا رؤسهم من الركوع.

فالخبر: ان صح، خارج عن النزاع على طريقتنا، ومنسوخ على طريقة الخصم.

وايضا فقد ثبت الرفع فى غير تلك المواضع: كالدعاء، والا ستسقاء، كما هو المشهور؛ وكذا: فى الصلوة لامر ينزل، كما فى (البخارى - ج١ ص١٦٢) وغيرها من المواضع وهذا كله مبطل للخبر، ومعطل للحصر.

قوله: وذكره البخارى: معلقا فى كتابه المفرد فى رفع اليدين. ـالخ.

اقول: هذه خيانة عظيبة؛ ممن يعتقد فيه العوام: الولاية؛ وذلك: ان البخارى انما اورده: فى (جزء ه) لاظهار حاله فذكر: ذى الحال دون حاله!، قال بلا حال!

مهنا: نذكر كلام الامام بتمامه ففى (الجزء - ص٢٦) بعد ذكر الرواية "قال على بن مسهر، البخارى عن ابن ابى ليلى، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، عن النبى ﷺ قال شعبة: ان الحكم لم يسمع من مقسم؛ الا اربعة احاديث. ليس فيها هذا الحديث؛ وليس هذا محفوظ عن النبى ﷺ، لان اصحاب نافع خالفوا. وحديث الحكم: عن مقسم، مرسل. وقد روى طاؤس، وابو جمرة، وعطاء: انهم رأوا ابن عباس يرفع يديه عند الركوع، واذا رفع رأسه من الركوع؛ مع ان حديث ابن ابى ليلى لو صح: (يرفع يديه فى سبعة مواطن)، لم يكن فى حديث وكيع: (لايرفع يديه الا فى هذه المواطن) فيرفع فى هذا المواطن، وعند الركوع، واذا رفع رأسه؛ حتى يستعمل هذا الا حاديث كلها. وليس هذا من التضاد. وقد قال هؤلاء: ان الايدى ترفع فى تكبيرات العيدين: الفطر، والاضحى. وهى - اربعة

علی ، وابو دائود : عن سهل بن سعد ، وابن الزبير ، وابن عباس ، ومحمد بن مسلمة ، وابی اسید ، وابی قتادة ، وابی هريرة وابن ماجة : عن انس وجابر ، وعمير الليثی ، واحمد عن الحكم بن عمير والبيهقی : عن ابی بكر ، والبراء والدار قطنی : عن عمر وابی موسی والطبرانی : عن عقبة بن عامر ، معاذ بن جبل ."

"یعنی بلا شبہ رفع الیدین کی حدیث نبی کریم ﷺ سے متواتر ہے۔ اس کو شیخین (یعنی امام بخاری و مسلم) نے ابن عمر اور مالک بن حویرث سے امام مسلم نے وائل بن حجر سے چاروں سنن والوں (ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے علی رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد نے سہل بن سعد ابن الزبیر ابن عباس، محمد بن مسلمہ، ابوسید، قتادہ، اور ابو ہریرہ سے ابن ماجہ نے انس، جابر اور عمیر لیثی سے احمد نے حکم بن عمیر سے، بیہقی نے ابو بکر اور براء سے دار قطنی نے ابن عمر اور ابو موسیٰ سے، طبرانی نے عقبہ بن عامر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں۔"

پھر صحیح بات یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین کا کرنا ثابت ہے ترک رفع الیدین نہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... امام ابو حنیفہ کے مسانید کے اصحاب نے ابو حنیفہ سے اس کو تخریج کیا ہے مسانید کی روایت اس طرح ہے: ابو حنیفہ، حماد، ابراہیم، علقمہ اور اسود عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ صرف نماز شروع فرماتے وقت رفع الیدین کرتے تھے، پھر اس کا اعادہ نہیں فرماتے تھے...... الخ

میں کہتا ہوں:...... اس کو ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب السبذ مونی الاستاذ البخاری نے رجاء بن عبد اللہ کی سند سے وہ نہشلی سے وہ شقیق بن ابراہیم سے وہ امام صاحب سے بیان کرتے ہیں اور یہ " رجاء" مجہول آدمی ہے۔ اسمائے رجال کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اور اس کا استاد نہشلی منکر الحدیث ہے جیسا کہ میزان الاعتدال ج ا ص ۴۴۹ میں ہے۔ اور امام ذہبی نے "المغنی" میں کہا ہے:

" لا يحتج به . " (كما فی كشف الاحوال المدراسی ص ۱۵۲)

یعنی اس سے حجت نہیں لی جا سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قابل حجت نہیں ہے جیسا کہ کشف الاحوال میں ہے۔

پھر اس کا استاد صاحب المسند بھی ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث گھڑنے میں مشہور ہیں۔ ابو سعید الرواس کہتے ہیں:

عشر تكبيرة فى قولهم -، وليس هذا فى حديث ابن ابى ليلى! وقال بعض الكوفيين: يرفع يديه فى تكبيرة الجنازة -وهى اربع تكبيرات - وهذه كلها زيادة على ابن ابى ليلى! وقد روى عن النبى -ﷺ- من غير وجه سوى هذه السبعة" <اهـ>.

فانظر: ماذا اراد الامام، وماذا اختلس المختلس.

قوله: ومنها حديث عبدالله بن الزبير- رَضِىَ اللّٰهُ عَنهُ - اورده الدهلوى: فى شرح الصراط المستقيم. الخ.

آقول: هذه الروايات الثلاث لااثر لها فى شئ من كتب الحديث ومجرد ايراد الفقها، فى كتبهم: لايكفى للاستناد بها؛ قال القارى: فى (موضوعاته - ص٧٤) "ثم لا عبرة بنقل النهاية، ولابقية شراح الهداية؛ فانهم ليسوا من المحدثين، ولا اسندوا الحديث الى احد من المخرجين" <اهـ>.

وفى (تنبيه الوسنان - للشيخ اشرف بن الخطيب الحنفى("ولو وجد واجد فى بعض كتب الحنفية من علماء ما وراء النهر والعراق والخراسان لم يسندوا احاديثهم التى يذكرونها فى كتب الحنفية الى اصل من اصول الحديث الجليل الشأن" <اهـ>.

ويكفى لبطلانها: ثبوت العمل عنهم. فابنا زبير وعباس: مر اثرهما أنفا. وابن مسعود: مر فى حديثه؛ فالتعويل على مثل هذه الظلمات، والاغماض عن الصريحات المخرجة فى الجوامع والسنن والمسانيد: ليس متوقعا ممن يقوم فى صف العلماء؛ ثم قطع النقاد: بالثبوت عن العشرة المبشرة، كما سنذكزه فى موضعه - انشاء اللّٰه - يكذب هذا كله.

وقال المخدوم نفسه: فى رسالته (نور العين فى اثبات الاشارة فى (التشهدين): المروى بغير سند يكون تعليقا، والتعاليق لايحكم بها، ولا يعمل عليها؛ مالم يعلم سندها؛ الا اذا وقع التعليق فى كتاب التزم مصنفه صحة تعاليقه: كصحيحى البخارى ومسلم، فان تعليقهما محكومة بصحتها، بخلاف تعاليق غير هما من كتب المحدثين وغيرها: فانه لايجوز العمل بها؛ لان الاسناد للحديث كالقوائم؛ فمالم يعلم ذلك: يجب التوقف عن قبولها؛ كان حكمها حكم الضعيف فى عدم

"یتهم بوضع الحديث وقال احمد السليماني : كان يضع هذا الا سناد على هذا المتن ، وهذا المتن على هذا الا سناد وهذاضرب من الوضع ، وقال ابو زرعة احمد بن الحسين الرازي : ضعيف . وقال الحاكم : صاحب عجائب وافراد عن الثقات . وقال الخطيب : كان صاحب عجائب ، ومناكير ، و غرائب ، وليس بموضع الحجة ، وقال الخليلي : لين ، ضعفوه كان يدلس ." (لسان الميزان ج٣ص٣٤٩)

"یعنی اس پر وضع حدیث (حدیث گھڑنے) کا اتہام ہے۔ احمد بن سلیمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کی متن کے ساتھ لگا دیتا اور دوسری حدیث کے متن کو پہلی حدیث کی سند کے ساتھ لگا دیتا تھا۔ اور یہ بھی وضع حدیث یعنی حدیث گھڑنے کی ایک قسم ہے ابو زرعہ احمد بن حسین الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں عجائب روایات بیان کرنے والا اور ثقات سے منفرد ہے۔ خطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں، وہ عجائب مناکیر، اور غریب حدیث بیان کرنے والا ہے اور بالکل ہی قابل حجت نہیں ہے۔ خلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لین الحدیث ہے۔ محدّثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور وہ تدلیس بھی کیا کرتا تھا۔"

المغنی میں لکھا ہے:

"یاتی بعجائب واهية" (كذا فى كشف المدارسى ص ٦٣)

"یعنی یہ عجیب کمزور قسم کی روایات بیان کرتا تھا۔"

سمعانی "الانساب" میں لکھتے ہیں:

"كان ضعيفا فى الرواية ، غير موثق به ."

"یعنی وہ روایت کرنے میں ضعیف تھا اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔"

ابن الجوزی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ ابن مندہ کہتے ہیں:

"كان غير ثقة وله مناكير" (الجوهر المضية ج١ ص٢٨٩ للقرشى الحنفى)

"یعنی وہ ثقہ نہیں تھا اس کی بہت سے منکر روایتیں ہیں۔"

اور استاد نے نخعی کی اس روایت کو بیان کیا ہے جس میں وائل رضی اللہ عنہ پر ان کے اعتراضات کا ذکر ہے۔ اس سند سے جس میں احمد بن محمد جعفر بن محمد سے وہ اپنے والد سے، وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وہ الامام سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس سند سے بھی جس میں احمد بن محمد، محمود بن علی بن عبید اللہ الہروی سے، وہ اپنے والد سے وہ صلت بن الحجاج سے وہ امام سے بیان کرتے ہیں۔ اور سند سے بھی جس میں ابراہیم بن عمرو بن

القبول ولهذا قال صاحب النخبة - فی تعريف الصحيح-: ان خبر الآحاد بنقل تام الضبط متصل السند هو الصحيح. وقال شارح النخبة: انه انما قيدنا بالاتصال؛ لان المرسل والمنقطع، والمعلق: ليست مما يحكم بها؛ بل حكمها حكم الحديث الضعيف" <اهـ>.

وقال فی معيار النقاد. "لايخفى ان اسانيد هؤلاء كلهم ليست معلومة لنا، ولا لك وانت قد اقدرت نفسك انما ليس سنده معلوما: لايصلح لشئ ما".

قوله:منها حديث ابن عمر - رَضَى اللهُ عَنهما - اخرجه البيهقى فى الخلافيات - الخ.

اقول:هذا معلق، وبين البيهقى، والخراز: مفازة تنقطع فيها اعناق المطى؛ فلا يكون هذا الخبر ذريعة لادخال شئ فى دين الله الذى ندينه. فصدق ابن المبارك حيث قال " الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء " اخرجه مسلم: فى (مقدمة صحيحه(-كلا والله- ما حدث به مالك، ولا الزهرى، ولاسالم، ولا ابوه، ولا درى به احدهم، ولا ادرى؛ بل الخبر بهذا السند:

موجود فى (الموطا) الذى لم يخف على صبياننا فى اثبات الرفع؛ ومن طريق مالك اورده عامة المحدثين فى كتبهم؛ بل وهذا السند: كالسلسلة الذهبية، وبلغ مكان الشهرة فى الناس ما بلغ. فمستحيل ان يلبس بتلبيس ابليس. وقال البيهقى فى (الخلافيات) بعد ايراده عن شيخه الحاكم: "هذا باطل، موضوع، ولايجوز ان يذكر؛ الاعلى سبيل القدح. فقد روينا بالاسانيد الصحيحة عن مالك بخلاف هذا" <اهـ>.

ويكفى لرده ان ابن عمر مذهبه مشهور فى الرفع، وله آثار كثيرة، مروية فى الكتب؛ كالبخارى فى (صحيحه، وجزء ه) والبيهقى فى (سننه، ومعرفته) وغيرهما.

وابنه سالم كان يرفع. ففى جزء (البخارى - ص ٢٢) "حدثنا محمد بن مقاتل انا عبدالله ثنا عكرمة بن عمار قال: رأيت سالم بن عبدالله، والقاسم بن محمد، وعطاء، ومكحولا كانوا يرفعون ايديهم فى الصلوة اذا ركعوا، واذا رفعوا.

ثم الراوى عنه: اعنى الزهرى كان يرفع؛ بل يامر بذلك، كما فى (جزء ه- ص١٧).

ومالك ايضا: كان يرفع كما حققه ابن عبد البر فى (التمهيد) ونقل الخطابى، وتبعه القرطبى، فى المفهم "انه آخر قولى مالك واصحهما " <اهـ>.

محمد الہمدانی، محمد بن عبید سے وہ قاسم بن حکم سے وہ امام سے بیان کرتے ہیں۔

ان اسانید کو خوارزمی نے "مسند الامام" ج ۱ ص ۳۵۸ میں ذکر کیا ہے اور یہ ساری سندیں تاریک اسانید ہیں۔

❀:...... پہلی سند میں عبداللہ بن زبیر کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان ج ۲ ص ۳۸ میں مجہول قرار دیا ہے۔ یا وہ ابوزبیر کے والد ہیں تو اس کو ابونعیم الکوفی اور ابوزرعہ نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ میزان میں ہے۔

❀:...... دوسری سند میں صلت ہے ابن عون ان کے بارے میں کہتے ہیں:

" عامة حديثه منكر . " (الميزان ج ۱ ص ٤٦٨)

"یعنی اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں۔"

❀:...... تیسری سند میں قاسم بن حکم ہے، ابوحاتم کہتے ہیں: "لا يحتج به" (التہذیب ج ۸ ص ۳۱۲)

یعنی یہ قابل حجت نہیں ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام رجال مجہول ہیں۔ نہیں معلوم کون ہیں؟ لہٰذا حدیث انتہائی درجہ کی ساقط الاعتبار اور گری پڑی روایات میں سے ہے، بلکہ یہ استاد کے اپنے ہاتھوں بنی ہوئی روایت ہے۔

(ان کا کہنا ہے):...... اس کو ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے اسی طرح دیگر محدثین رحمہم اللہ نے اپنی تصانیف، مسانید اور معاجم میں روایت کیا ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... اس کی سند کا بھی انہیں لوگوں پر مدار ہے تو اس پر کلام کرنا ویسا ہی ہے جیسے اس پر کلام کیا ہو (یعنی

ان کے ضعف میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا اس کی اسناد پر بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بات وہی ہے جو گزر چکی ہے)

(ان کا کہنا ہے):...... ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی اسناد کچھ تو بخاری و مسلم کی شرط پر جید و صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں، اور حسن علم کے لیے دلیل و حجت ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... یہ سب کے سب مردود ہیں کوئی قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ دوبارہ دیکھیں ﴿فارجع البصر هل ترى من فطور﴾

(ان کا کہنا ہے):...... حافظ ابن حزم، دارقطنی، ابن قطان وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(میں کہتا ہوں):...... ہم نے پہلے دو اماموں کی اس حدیث کی تضعیف کو بیان کر دیا ہے۔ رہا ابن حزم کا صحیح کہنا عاصم کے بارے میں ابن المدینی کی رائے سے عدم واقفیت کی بنا پر ہے اور جو اس سے واقف

وقال القارى فى شرح مسند ابى حنيفة - ص٢٨) "وبه: قال مالك، والشافعى، واحمد" <اهـ>.

وهكذا: قال الشاه ولى الله فى (المصفى - ص١٠٤) وغيره. فنسبة هذا الكذب الى هؤلاء الذين هم ابرء خلق الله اليه منه من اقبح القبائح.

قوله: ومنها حديث عباد بن الزبير. الخ.

اقول: اولا انه مرسل كما سلمه المخدوم، والمرسل: ليس موضعا للحجة، كما نص عليه الائمة كافة. انظر! مقدمة مسلم، وعلوم الحديث للحاكم، والتوحيد لابن خزيمة، والسنن للترمذى، والثقات لابن حبان، والمعرفة للبيهقى، والكفاية للخطيب، والمقدمة لابن الصلاح والتقريب للنووى، والالفية للعراقى واختصار علوم الحديث لابن كثير، والنكت لابن حجر، وفتح المغيث للسخاوى، وفتح الباقى للانصارى، والتدريب للسيوطى، وغيرها من كتب الفن. وذلك: الجهل بحال المحذوف؛ لانه يحتمل ان يكون صحابيا، او تابعيا.

وعلى الثانى: يحتمل ان يكون ضعيفا او ثقة. وعلى الثانى:

يحتمل ان يكون حمل عن الصحابى أو عن تابعى آخر. وعلى الثانى: فيعود الاحتمال السابق ويتعدد؛ اما بالتجويز العقلى، فالى ما لانهاية له. واما بالاستقراء، فالى ستة او سبعة. وهو اكثر ما وجد من رواية بعض التابعين عن بعض قاله فى (شرح النخبة - ص٥٠).

وثانيا قال الحافظ فى (الدراية - ص٨٤) "وهذا مرسل، وفى اسناده ايضا من ينظر فيه" <اهـ>.

وقد صدق رحمه الله فان حفصا: متغير الحفظ كما فى (التقريب - ص١١٩)، و (الميزان - ج١ ص٢٦٦): ثم هو مدلس، كما فى (التهذيب - ج٢ ص٤١٧) نقلا عن احمد، وابن سعد.

ثم الراوى عنه: الحسن بن الربيع قال عثمان بن ابى شيبة: ليس بحجة، كما فى (التهذيب - ج٢ ص٢٧٨). فصح: انه خبر مردود. وقال ابن القيم "هو موضوع" كما فى (موضوعات القارى - ص١١١). وصرح اللكهنوى فى (التعليق الممجد - ص٧١) "ان المحدثين لم يثبتوه" <اهـ>. ويدل على بطلانه: ان عبادا هذا، ان

ہو جائے اس پر حجت ہے (نہ کہ اس پر جس کو معلوم ہی نہ ہو)

ابن عبدالبر "التمهيد" میں لکھتے ہیں:

"امام حديث ابن مسعود ، فانفرد به عاصم بن كليب ...... وليس ممن يحتج به اذا انفرد ."

"یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان کرنے میں عاصم بن کلیب اکیلا ہے اور وہ ان میں سے نہیں ہے جن کی انفرادی طور پر بیان کردہ روایتیں قابل حجت ہوتی ہیں۔"

ہاں قطان نے اس کو سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے اور "ثم لا يعود" کی زیادتی کو غلط قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نصب الرایۃ اور الدرایہ میں ہے۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ سند کی صحت کو اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس سے متن کی صحت لازم نہیں آتی۔ اور یہ ایک عالم کی طرف سے خیانت ہے کہ وہ کسی کی سند کی تصحیح کو تو نقل کر دے مگر متن کی تخطأ (خطا قرار دینے) کو ذکر کرنے سے چشم پوشی اختیار کرے۔ (یعنی جو اپنے مطلب کا ہو وہ تو بیان کر دے اور پوری بات کو بیان نہ کرے جو اپنے مطلب کے خلاف ہو اس کا ذکر تک نہ کرے۔)

(ان کا کہنا ہے): ...... اور حافظ ابن حجر نے ہدایہ کی تخریج وزیلعی کی تلخیص میں ان حضرات کی تصحیح کی موافقت کی ہے ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... الدرایہ میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جو (اس دعویٰ کی درستگی) پر دلالت کرے۔ بلکہ تلخیص ج ۱ ص ۸۳ میں اس کو ضعیف قرار دینے کے بارے میں محدثین کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" وهؤلاء الأئمة انما طعنوا كلهم فى طريق عاصم بن كليب . "

ان تمام ائمہ نے عاصم بن کلیب کی سند میں طعن کیا ہے۔

ابوبکر ابن ابی شیبہ کی روایت:

(ان کا کہنا ہے): ...... صحیح اسانید میں سے ابوبکر ابن ابی شیبہ کی سند ہے ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... یہ دعویٰ باطل ہے۔ پھر یہ کہ ابن ابی شیبہ کی کتاب طبقات ثالثہ میں شمار ہوتی ہے لہٰذا ہر ایک کے لیے اس سے برائے حجت روایت نقل کرنا جائز نہیں سوائے استشہاد کے۔ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۰۳ طبع اصح المطابع میں ہے:

" اما طبقة الاولى ، والثاثية فعليهما اعتماد المحدثين ، وحوم حما هم ،

كان ابن عبدالله بن الزبير؛ فابوه كان يرفع .
وقد ذكر اثره وروى عن النبی ﷺ بواسطة الصديق ، كما ذكرنا فی خبر ابن مسعود ، وبدون الواسطة ايضا ، كما فی ابی داود ، وغيره واشار اليه البخاری فی (جزء ه - ص٤) فمحال: ان يری اباه يرفع ، او يحدث؛ ثم يروی خلافه عنه .

قوله:والمرسل مقبول عند الحنفية. الخ.

اقول: قد قال المخدوم كذا ههنا؛ لكن عد هذا علة . فی رسالته (دراهم الصرة) حيث قال: علی رواية ابن عباس ، فی تفسير النحر "قال البخاری: فی اسناده نظر ، لانه لايصح روايته ای ابی الجوزاء قال ابن عدی: فكان الحديث ضعيفا من حيث الانقطاع" <اهـ> .

وقد سلم فی (نور العين) ان حكمه حكم الضعيف كما مرت العبارة .

ثم كثير من الاحناف تكلموا فی الروايات من اجل الارسال والانقطاع: كالزيلعی ، وابن ، الهمام ، والقاری ، وغيرهم .

ثم لم يتفق الاحناف علی ذلك ففی (النكت) لابن حجر "ان عيسی بن ابان ، وابن الساعاتی ، وغيرهما من الحنفية ...... لايقبلون منه ، الا ما ارسله امام من ائمة النقل " <اهـ> . وفی (الجواهر المضية فی طبقات الحنفية) لعبد القادر القرشی الحنفی (ج٢ص٤٢٩) " واعلم! ان: ان ، وعن ، مقتضيان للانقطاع عند اهل الحديث" <اهـ> . فهذا يدل علی انها علة .

واما قيد القرون الثلاثة فلا: يجدی نفعا ، وقد مر من كلام صاحب شرح النخبة: ان رواية التابعين بعضهم عن بعض كثيرة .

ثم هذا موقوف علی ان يكونوا لم يرسلوا الاعن ثقة ، وليس كذلك فان الكبار قد ارسلوا عن الضعفاء والمتروكين ، كما لايخفی علی المتفحص . وقد ذكر ابن حزم فی (الاحكام -ص١٣٨): امثلة لذلك عن مثل شهاب وابن سيرين والثوری ومالك؛ فاذا امكن ذلك فی مثلهم فما ظنك فيمن دونهم .

واما التأييد وهو فرع لثبوت الاصل ، وهو مفقود: فما قاله مردود .

قوله:واما الاثار. الخ.

اقول: قد ذكرنا فی الابتداء عن البخاری: ان اهل العلم اتفقوا علی انه لم يثبت الترك

مرتعهم ومسرحهم . واما الطبقة الثالثة فلا يباشرها للعمل الا النحارير الجهابذة الذين يحفظون اسماء الرجال وعلل الا حاديث . نعم ! ربما يؤخذ منها المتا بعات و الشواهد . وقد جعل الله لكل شيء قدرا . "

"یعنی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ پر محدثین کا اعتماد ہے۔ یہی ان کے مرتع ومسرح ہیں (یعنی ضرورت کے وقت انہی کی طرف رجوع کیا جاتا اور انہی سے روایات لی جاتی ہیں)۔ جبکہ تیسرے طبقہ کی احادیث پر عمل کرنا اور ان کا قائل ہونا صرف بڑے بڑے افاضل محدثین کا کام ہے، جو کہ اسماء الرجال اور علل الاحادیث سے آگاہ ہوں، البتہ اس طبقہ کی احادیث سے اکثر متابعت اور شواہد ماخوذ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

ان کا کہنا ہے ...... عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنے والد یعنی احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہتے تھے "میں نے وکیع سے زیادہ حدیث کا جاننے والا اور اس کا یاد رکھنے والا نہیں دیکھا" کہتے تھے میں نے اپنے والد سے سنا ہے، فرماتے تھے، "وکیع حافظ حدیث تھے۔" احمد بن سہل بن بحر امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ "وکیع اپنے وقت کے امام المسلمین تھے۔"

ابن معین کہتے ہیں میں نے وکیع سے افضل نہیں دیکھا، ان سے کہا گیا ابن المبارک؟ کہنے لگے، ہاں وہ بھی صاحب فضیلت ہیں، لیکن میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں، دیکھا، قبلہ رو بیٹھتے تھے، حدیث حفظ کرتے تھے شب زندہ دار تھے، مسلسل روزہ رکھنے والے تھے، امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

میں کہتا ہوں ...... وکیع بن جراح کی امامت اور جلالت شان میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن بہت کم انسان وہم سے محفوظ رہتے ہیں۔ التہذیب ج ۱۱ ص ۱۲۵ میں ہے:

" عن احمد : اخطا وكيع في خمس مائة حديث " .

یعنی احمد کا بیان ہے کہ وکیع نے پانچ سو حدیثوں میں غلطی کی ہے۔

اور ابن قطان نے اس روایت کو ان کے وہم والی روایتوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام زیلعی نے نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹۶ میں بیان کیا ہے۔

ان کا کہنا ہے ...... دوسرے سفیان ثوری ہیں تذکرۃ القاری میں ہے سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی ہیں، امام المسلمین ہیں، فقہ میں مخلوق پر خدا کی حجت ودلیل ہیں، ان کے فضائل بے شمار ہیں، گننے والے اس سے عاجز ہیں۔ اپنے وقت کے فقیہ، مجتہد محدث، عابد، متورع اور ثقہ تھے علم حدیث اور دیگر علوم ان پر ختم ہو جاتے ہیں ...... الخ

میں کہتا ہوں ...... ثوری امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن امام

عن احد من الصحابة، وهذا اجمال؛ ويأتى تفصليه- ان شاء الله تعالى۔

قوله:فمنها:اثر ابى ابكر الصديق۔رَضَى اللهُ عَنهُ ۔الخ.

اقول: هو خبر باطل، كما مر فى محله، بل قد اثبتنا عنه الرفع. من الطريقين الصحيحين.

قوله:ومنها اثر عمر بن الخطاب. الخ.

اقول:هذا الخبر لاشئ لوجوه:-

اولا:ان الزبير بن عدى، قد ادخل: بشر بن حسين، المتروك - فى حديثه- اباطيل كما فى (التهذيب - ج۳ص۳۱۷) و (الميزان - ج۱ص۱٤۷) وفيه؛ عن ابن حبان "يروى عنه نسخة موضوعة شبيهة بمأة وخمسين حديثا" <اهـ>.

فلما لم يثبت ان هذا الخبرليس منها: لايستند اليه، ولا يعارض به الاخبار الصحيحة، بل وهذا منها بلا شك؛ لانه قد ثبت عن عمر: الرفع فى غير خبر، كما ذكر.

واثر آخر: اخرجه البيهقى، . عن سعيد بن المسيب قال: رأيت عمر بن الخطاب، يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلوٰة، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع، وهو وان كان ضعيفا لاجل رشدين بن سعد فى سنده؛ ولكنه يتأيد بالاخبار القوية المتقدمة، فهو اصلح حالا مما ذكره المخدوم.

وثانيا:ابراهيم النخعى مدلس، وتدليسه فى مرتبة تدليس الثورى الذى رجح الحنفية على خبره، خبر شعبة؛ لهذا الاجل فى التأمين فهذا الاثر ضعيف على طريقة الخصم ايضا.

وثالثا: انه شاذ. ففى (التعليق الممجد للكهنوى - ص۷۱) : " واعترضه الحاكم: على ما نقله الزيلعى، فى (تخريج احاديث الهداية) بانها رواية شاذة؛ لايعارض بها الاخبار الصحيحة، عن طاؤس بن كيسان، عن ابن عمر، ان عمر: كان يرفع يديه فى الركوع وعند الرفع منه".

ورابعا:انه يكفى لبطلانه ان عامة اهل العلم قد عدوا: عمر من الرافعين: كالبخارى، والسبكى فى (جزئيهما) والترمذى، والبيهقى، فى (سننيهما) وابن القيم، فى (زاد المعاد) والزيلعى، فى (تخريجه) والمجد، فى (سفر السعادة) وابن عبد البر، فى

بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس روایت میں ثوری کو وہم ہو گیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ ج ا ص ۳۹۶ میں ہے اور وہم ان کی امامت میں کوئی قدح نقص پیدا نہیں کرتا۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عبداللہ بن ادریس نے "ثم لم یعد" کی زیادتی کو عاصم بن کلیب کی کتاب میں نہیں دیکھا جیسا کہ اس کا اپنی جگہ ذکر ہو چکا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ امام ثوری کو مدلس کہا ہے اور ائمہ نے اگر چہ ان کے عنعنہ کو لے لیا ہے مگر حنفیوں نے اس کو قبول نہیں کیا۔ آمین بالجہر کی حدیث کو ان کے عنعنہ کی وجہ سے رد کیا ہے (۱) لہٰذا اس عنعنہ والی روایت سے حجت لینا ان کے لیے کسی طرح زیبا نہیں۔

ان کا کہنا ہے: ...... تیسرے عاصم بن کلیب ہیں، تذکرۃ القاری میں ہے، عاصم بن کلیب بن شہاب بن مجنون جرمی صدوق ہیں، یحییٰ بن معین اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... پیچھے گزر چکا ہے کہ ان کی تفرد والی روایت قابل حجت نہیں ہے لہٰذا جس کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں اس میں ان کی مجرو توثیق (ثقہ قرار دینا) ان کے لیے کوئی فائدہ مند نہیں۔

ان کا کہنا ہے: ...... مسلم اور چاروں اصحاب سنن نے ان سے روایت کی ہے، بخاری نے ان سے تعلیقاً روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... امام مسلم نے اس سے حجت نہیں لی بلکہ اس سے استشہاد کیا ہے اور یہ بحث سے خارج ہے (اس لیے کہ بطور استشہاد ان کی روایت لانے میں کوئی اختلاف نہیں) جبکہ باقی چاروں ائمہ نے حدیث نقل کرنے میں ایسی کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ ان لوگوں سے روایت نہیں لیں گے جو قابل حجت نہ ہوں۔ ان کی کتابوں میں اس سے بھی کم درجہ والے بہت سے لوگوں کی حدیثیں ہیں۔ امام بخاری کی تعلیقات ان کے اصول میں سے نہیں ہے جیسا کہ یہ کسی پر بھی مخفی نہیں ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... چوتھے عبدالرحمٰن بن الاسود ہیں، تذکرۃ القاری میں ہے، عبدالرحمٰن بن الاسود بن یزید بن قیس نخعی ابو حفص کوفی بہترین تابعین میں سے ہیں، ہر روز سات سو رکعت نماز پڑھتے تھے ایک ہی وضو سے فجر و عشا پڑھتے تھے، سراپا عبادت بن گئے تھے۔ ان کی عبادت کا اثر ہڈی وکھال سے نمایاں وظاہر تھا۔ وہ ثقہ تھے، تیسرے طبقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... جب اس تک سند صحیح طور پر پہنچتی ہی نہیں تو اس کا ثقہ اور جلیل القدر ہونا کوئی فائدہ مند نہیں۔ کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھاتا۔

ان کا کہنا ہے: ...... کہ پس مذکورہ سند شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہوگئی۔

میں کہتا ہوں: ...... ان کے اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ ان دونوں (شیخین) نے ان سے حجت لی ہے جن سے حجت لینا درست نہیں۔ یا منقطع، معلول، منکر اور مدرج روایات سے حجت لی ہے یہ

(التمهيد) وابن الملقن، فی (البدر المنير) والنووی، فی (شرح المهذب) وابن سيد الناس، فی (شرح الترمذی) وابن حجر، فی (التلخيص) والسيوطی، فی (الازهار المتناثرة) وغيرهم؛ فلا التفات الى هذا الاثر المكذوب، واعله الحافظ فی (الدراية - ص۸٥) وجعله غير محفوظ.

قوله:واخرجه الدار قطني:ايضا - بالسند المتقدم - فی احاديث ابن مسعود رَضِیَ اللهُ عَنهُ .

اقول : وهو السند الموضوع، المذكور هناك؛ فلا حاجة الى تكريره.

قوله:منها:اثر علی رَضِیَ اللهُ عَنهُ ـ الخ.

اقول: قال البخاری فی (الكنی - ص۹) وفی (جزء ہ - ص۸) "قال ابن مهدی: ذكرت لسفيان عن ابی بكر عن عاصم بن كليب: ان عليا كان يرفع يديه ثم لايعود. فانكره" <اھ>.

فانكار الثوری: ثبوته، وعده: من المنكرات) ثم المتابعة له من الامامين ابن مهدی، وبعده البخاری غاية: فی الباب.

وثانيا:تقرد عاصم وقد مر.

وثالثا:ان النهشلی ـايضاـ ممن يحتج به (١) فی مقابلة الصحاح، فقد قال ابن حبان: بطل الاحتجاج به؛ وان اعتبر معتبر بما وافق الثقات، لم يحرج فی فعله. وقال ابو حاتم فی حديث رواه: هذا باطل، كذا فی (الميزان - ج١ ص٣٤٥)؛ و محمد بن ابان الذی تابعه عنه محمد: ايضا فی غاية الضعف. ضعفه: ابو داؤد، وابن معين، والبخاری، كما فی (الميزان - ج٣ص١٤)؛ وكذا النسائی، وابن حبان واحمد، وابوحاتم، كما فی (اللسان - ج٥ ص٣١).

ورابعا: ضعفه الائمة. ففی (الزيلعی - ج١ ص٤١٣) "وقال الشيخ: فی الامام قال عثمان بن سعيد الدارمی: وقد روی من طريق واهية عن علی: انه كان يرفع يديه فی اول تكبيرة من الصلوة، ثم لايعود. قال وهذا ضعيف" <اھ>.

وكذا ضعفه البيهقی: فی (سننه - ج٢ص٨١، ونقل عن الشافعی: تضعيفه. ثم قد روی عن علی فی خبر صحيح: اثبات الرفع. فقال الترمذی فی (سننه - ج٢ص٧٩) " حدثنا الحسن بن علی الخلال، ثنا سليمان بن داؤد الهاشمی، ثنا عبدالرحمن ابن ابی الزناد، عن موسی بن عقبة، عن عبدالله بن الفضل، عن

باطل ہے۔ پس لازم کے باطل ہونے سے ملزوم بھی باطل ہوجاتا ہے

(ان کا کہنا ہے) :...... اسی طرح ابو داوٗد کی سند بھی شیخین کی شرط پر صحیح ہے...... الخ ، اور اسی طرح ترمذی کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے...... الخ ، اسی طرح نسائی کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... یہ سب صرف ایک ہی سند ہے ، اس پر کلام گزر چکا ہے۔ انہوں (مخدوم صاحب) نے جو کچھ کہا ہے اس کے بطلان کے لیے یہ جاننا ہی کافی ہے کہ اس کو نقل کرنے والوں نے خود اس کو ثابت نہیں کیا ابو داوٗد نے اپنی سنن میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں (اس کے ثابت نہ ہونے کو) ابن المبارک سے نقل کیا ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں امام ابو حنیفہ کی سند سے تمام راوی شیخین کی شرط پر صحیح ہیں ، سوائے اس کے کہ بخاری نے حماد بن ابی سلیمان سے اپنی صحیح میں کچھ نہیں لیا ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... پہلے گزر چکا ہے کہ اس تک صحیح سند پہنچتی ہی نہیں ۔ پھر حماد کے بارے میں جو کلام ہے وہ بھی ذکر ہو چکا ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... البتہ مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت کی ہے ، تو مسلم کی شرط پر ان کی سند صحیح ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... لیکن دوسروں کے ساتھ ملا کر (نہ کہ اکیلا) پھر یہ کہ شیخان ان جیسوں سے ان احادیث کو تخریج کرتے ہیں جو اختلاط شبہ تدلیس اور انقطاع سے محفوظ ہوں جبکہ ان دونوں کے علاوہ باقی محدثین ایسا نہیں کرتے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... اس پر کلام بعد میں آئے گا...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... ہم بھی وہیں پر سب بیان کر دیں گے۔ ان شاء اللہ

یزید بن ابی زیاد کی سند:

(ان کا کہنا ہے) :...... انہیں میں سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو عبدالرزاق ، احمد ، ابوداوٗد ، ابن ابی شیبہ ، طحاوی اور دارقطنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ الخ

(میں کہتا ہوں) :...... ان اسانید کا مدار یزید بن ابی زیاد پر ہے اور عام ائمہ نے اس پر جرح کی ہے مثلاً احمد ، دارمی ، ابن معین ، ابو یعلی ، ابن مہدی ، ابو زرعہ امام ابو حاتم ، جوزجانی ، ابو داوٗد ، ابن عدی ، ابن المبارک ، ابن حزم ، ابن الجوزی ، وکیع ، ابو اسامہ ، ابن حبان ، ابن قانع ، حاکم ابو احمد ، یعقوب بن سفیان ، ابن سعد ، بردیجی ، ابن خزیمہ ، نسائی ، دارقطنی ، اور مسلم رحمہم اللہ نے جیسا کہ تہذیب ج ۱۱ ص ۲۲۹۔۲۳۱ میں

عبدالرحمن الاعرج، عن عبيدالله بن ابى رافع، عن على بن ابى طالب، عن رسول الله ﷺ: انه كان اذا قام الى الصلوة المكتوبة، رفع يديه حذو منكبيه، ويصنع ذلك اذا قضى قراء ته واراد ان يركع، ويصنعه اذا رفع رأسه من الركوع، ولايرفع يديه فى شئ من صلوته؛ وهو قاعد، فاذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك؛ فكبر". (الحديث) وقال: "هذا حديث حسن صحيح". ونقل عن سليمان الهاشمى "قال: هذا عندنا مثل حديث الزهرى عن سالم عن ابيه" <اهـ>.

وكذا صححه احمد: كما نقل ابن دقيق العيد فى (الامام) عن (علل الخلال) واقره على ذلك الزيلعى فى (نصب الراية - ج١ ص٤١٢) ورواته: كلهم ثقات، اثبات، حفاظ، علماء، لهم ذكر، فى (التقريب) ورواه ايضا البخارى: فى (جزء ه) وابوداؤد، وابن ماجة، والبيهقى، والدار قطنى، واحمد، وغيرهم. وقال البخارى فى (جزء ه-ص٧) "وروى ابوبكر النهشلى، عن عاصم بن كليب، عن ابيه عن على: رفع يديه فى اول التكبير، ثم لم يعد. وحديث عبيدالله: هو شاهد. فاذا روى رجلان عن محدث: قال احدهما: رأيته فعل، وقال الآخر: لم اره؛ فالذى قال: رأيته فعل؛ فهو شاهد، والذى قال: لم يفعل؛ ليس هو بشاهد؛ لانه لم يحفظ الفعل. وهكذا قال: عبدالله بن الزبير؛ كشاهدين شهدا ان لفلان على فلان الف درهم باقراره. وشهد آخر: انه لم يقر بشى. يعمل بقول الشاهد. ويسقط ما سواه. وكذلك قال بلال: رأيت النبى -ﷺ- صلى فى الكعبة. فقال الفضل بن عباس: لم يصل. واخذ الناس: بقول بلال؛ لانه شاهد، ولم يلتفتوا الى قول من قال: لم يصل حين لم يحفظ" <اهـ>.

قوله: قال الطحاوى: -عقيبه- فان عليا لم يكن- الخ.

اقول: قد ذكر الاحناف: هذا الاصل فى كتبهم؛ لكن هذا جرأة عظيبة ان ينسخ حديث المعصوم بعمل من لايأمن عليه الخطأ او فتواه! والله انها لاحدى الكبر.

وثانيا: فيه احتمال النسيان والخطأ ايضا؛ فالاستدلال يبطل بمجئ الاحتمال.

وثالثا: قد عطل القوم: هذا الاصل فيما لا احصى من المواضع: كخبر - قراء ة الامام له قراءة؛ فمع ضعفه؛ كل من الصحابة الذين روى من طريقهم قد خالفوه عملا وافتاء، كما بيناه فى كتابنا (المرآة) مع انه من اشهر ما تشبثوا به فى المسئلة.؛

ہے۔ پھر یہ کہ ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ تقریب ص ۵۵۸ میں ہے کہ:

" ضعیف ، کبر فتغیر ، وصار یتلقن ، کان شیعیا ."

یعنی ضعیف ہے بوڑھا ہوکر حافظہ متغیر ہوگیا تھا اور اس کو بار بار تلقین کی جاتی تھی (یعنی حافظہ اتنا کمزور ہوگیا تھا کہ ایک ہی بات کو کئی بار کہنا پڑتا تھا) اور وہ شیعہ تھا۔

ان کے بارے میں یہی اوصاف عجلی ، ابن حبان ، یعقوب ، ابن سعد اور دار قطنی نے بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب میں ہے۔ اور پھر یہ روایت (جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے) ان کے اختلاط کے بعد کی ہے۔ بیہقی ج ۲ ص ۷۶ میں ہے۔

" عن الحمیدی ثنا سفیان ، ثنا یزید بن ابی زیاد ۔ بمکة فذکر الحدیث لیس فیه (ثم لا یعود) وقال سفیان : فلما قدمت الکوفة سمعته یحدث به فیقول (ثم لا یعود) فظننت انهم لقنوه ، وقال لی اصحابنا : ان حفظه قد تغیر ، او قالو : قد ساء . قال الحمیدی ، قلنا لقائل هذا یعنی المحتج بهذا انما رواه یزید ، ویزید ، یزید ، اخبرنا : ابو عبدالله الحافظ ، ثنا ابو الحسن بن عبدوس ، ثنا عثمان بن سعید الدارمی ، قال : سالت احمد بن حنبل عن هذا الحدیث ، فقال لا یصح عنه هذا الحدیث ۔ قال : وسمعت یحییٰ بن معین یضعف یزید بن زیاد . وقال ابو سعید الدارمی : مما یحقق قول سفیان بن عیینة انهم لقنوه هذه الکلمة ، ان سفیان الثوری وزهیر بن معاویة وهشیما وغیر هم من اهل العلم لم یجیئوا ، وانما جاء بها من سمع منه بآخرة . قال الشیخ : والذی یو کد ما ذهب الیه هؤلاء ، ما اخبر نا ابو عبدالله الحافظ ، ثنا ابو بکر احمد بن اسحاق الفقیه ، ابنا ابو مسلم ابراهیم بن عبدالله واخبر نا ابو سعید مالینی انبا ابو احمد بن عدی الحافظ ، ثنا الفضل بن الحباب ، قالا ، ثنا ابراهیم بن بشار ، ثنا سفیان ، ثنا یزید بن زیاد ، بمکة ، انا عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ، عن البراء بن عازب قال رایت النبی ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه واذا اراد ان ی رکع ، واذا رفع راسه من الرکوع ، قال سفیان : فلما قدمت الکوفة سمعته یقول : یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة (ثم لا یعود) فظننت انهم لقنوه ، وکذلك راوه عبدالکریم بن الهیثم الدیر عاقولی وعن ابراهیم

وكحديث ابن عباس: اقبل الحديقه، وطلقها تطليقة. قد جعلوه دليلا، وقد افتى ابن عباس بخلافه؛ بقوله: الخلع تفريق، وليس بطلاق. كذا فى (المحلى - ج١٠ ص٢٣٧-٢٣٩)، ونظائر ذلك كثيرة.

ورابعا: ان هذا مفرع على صحة الاثر، وليس كذلك فليس ذلك

وخامسا: ولو سلم فهو فرع التعارض، وهو ليس هناك؛ لانه ليس نصا؛ فلا يقابل المنصوص؛ فكيف ينتهض ان يكون ناسخا؛ لان من شرطه (١) ان يكون اقوى من المنسوخ. كذا فى (الزيلعى - ج١ ص٣٩٢).

وسادسا: الجمع مقدم عند الاصوليين على النسخ، وهو ممكن فيما نحن فيه بحمل الاثر على وقت الافتتاح.

وسابعا: النسخ لايتصور الابعد تعذر الترجيح؛ وههنا الترجيح: حاصل للحديث صحة، وقوة، ودلالة، ودرجة، ونقضا، وابراما، واستفاضا، وشهرة.

وثامنا: ان المخدوم، وقومه: قد خالفوا الاثر؛ بالرفع فى الوتر، والعيدين!

فالحاصل: ان مجرد قول العينى، وغيره - كائنا من كان - من افراد الامة؛ لايصلح ان يكون اهل لرد: ما ثبت عن سيد ولد آدم ـ ﷺ ـ وصح ونسأل الله: العافية عن الغل، والزيغ، والزغل، والتوفيق بما يحب، ويرضى.

قوله: وقد قال العينى: فى شرح البخارى "اسناد حديث عاصم بن كليب هذا صحيح على شرط مسلم عندها".

اقول: كيف يصح هذا؟! مع ما فيه من العلل المذكورة. ثم العينى: ليس من اهل النقد، واهله، قد حل العقد؛ فاعتصم به ولاتعتدد مقنعا بقول من لايهدى؛ الا ان يهدى. فما لكم كيف تحكمون؟؟

قوله: ومنها اثر ابن مسعود ـ رَضِىَ اللهُ عَنهما ـ اخرجه الامام محمد فى (موطاه) ـ الخ.

اقول: الكلام عليه من وجوه:-

الاول: حَصين بن عبدالرحمن؛ هو متغير الحفظ كما مر.

ويعقوب: هو ابو يوسف، القاضى مختلف فيه. فقال الفلاس: "صدوق، كثير الخطأ"، وقال البخارى: "تركوه"، وقال ابو حاتم: "يكتب حديثه"، وروى عن ابن معين: تليينه، وقال ابن عدى: "اذا روى عنه ثقة، وروى هو عن ثقة؛ فلا باس به"،

بن بشار".

یعنی حمیدی سے روایت ہے کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی زیاد نے۔ مکہ میں بیان کیا پھر حدیث کو ذکر کیا۔ اس میں " ثم لا یعود "نہیں ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ آیا میں نے ان کو سنا وہ یہ حدیث بیان کرتے اور اس میں " ثم لا یعود " کہتے تو میں نے سوچا کہ انہوں نے اس کو لفظ " ثم لا یعود " زیادہ کر کے بیان کرنے کی تلقین کی ہوگی۔ اور مجھے میرے ساتھیوں نے کہا کہ ان کا حافظہ متغیر ہوگیا ہے یا یہ کہا کہ ان کا حافظہ خراب ہوگیا (یعنی بگڑ گیا) ہے۔

حمیدی کہتے ہیں کہ ہم اس کے قائل یعنی اس سے حجت لینے وا لے سے کہتے ہیں کہ اس کو یزید نے بیان کیا ہے اور یزید زیادتی کرتا ہے (یعنی حدیث میں اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہے)۔

کہا کہ ہم کو ابو عبداللہ الحافظ نے خبر دی، کہا ہم سے ابو الحسن بن عبدوس نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن سعید دارمی نے بیان کیا، کہا میں نے احمد بن حنبل سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ان سے صحیح طور پر ثابت نہیں ہے۔ کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ وہ یزید بن ابی زیاد کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

ابو سعید دارمی کہتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ کا قول " انھم لقنوہ " درست ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ سفیان ثوری، زبیر بن معاویہ ہشیم وغیرہم اہل علم " ثم لا یعود " کے اس لفظ کو بیان نہیں کرتے بلکہ اس کو ان لوگوں نے بیان کیا ہے جنہوں نے آپ سے آخری عمر میں سنا ہے۔

شیخ کہتے ہیں کہ ان علماء کی رائے کی تائید وتوثیق یہ حدیث بھی کرتی ہے کہ ہم کو ابو عبداللہ حافظ نے خبر دی کہا ہم سے ابو بکر احمد بن اسحٰق الفقیہ نے بیان کیا، ہم کو ابو مسلم ابراہیم بن عبداللہ نے خبر دی (دوسری سند) ہم کو ابو سعد مالینی نے خبر دی، کہا ہم کو ابو احمد ابن عدی نے خبر دی، کہا ہم سے فضل بن حباب نے بیان کیا، دونوں کہتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی زیاد نے، مکہ، میں بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع الیدین کیا اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا اس وقت بھی۔ سفیان کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ آیا تو میں نے ان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ" جب نماز شروع کرتے اس وقت رفع الیدین کرتے" ثم لا یعود " (پھر دوبارہ نہ کرتے) میں سمجھ گیا اور میں نے سوچا کہ انہوں (کوفہ والوں) نے اس کو اسی طرح بیان کرنے کی تلقین کی ہے۔ (یعنی ان کا حافظہ آخری عمر میں بگڑ گیا تھا چنانچہ کوفہ والوں

ووثقه: النسائی، وابن حبان، ووهاه ابن المبارك، وقال یزید بن هارون: "لا تحل الروایة عنه". کذا فی (اللسان ـ ج٦ ص١٠٣) فلیس: ممن یعتمد علیه. ثم الضابطة فیه: ما ذکره ابن عدی؛ ولیس کذلك فیما نحن فیه.

ومحمد: صاحب المؤطا، قد کذبه ابویوسف القاضی، واسد بن عمرو، وابن معین. ومن مضعفیه: ابن عدی، والاحوص العلائی، وعمرو بن علی، والعقیلی. کما فی (اللسان - ج٥ ص١٢٢)، وفی (المیزان -ج٣ص٤٢): "لینه النسائی، وغیره من قبل حفظه. یروی عن مالك بن انس، وغیره وکان من بحور العلم، والفقه، قویا فی مالك" <اهـ>.

وههنا: عن غیر مالك کما تراه.

ثم ابراهیم النخعی: لم یلق ابن مسعود، بل ولد بعد موته باعوام. فرده للحدیث المسند؛ بقوله جرأة عظیبة! وقد ثبت عن ابن مسعود: خلاف ما نسبه الیه کما مر.

قوله: قال محمد: ثنا الثوری، ثنا حصین. الخ.

اقول: فیه ایضا: الحصین، ثم محمد، وروایة النخعی عن ابن مسعود؛ ومع هذا کله: لیس فیه دلالة علی المطلوب؛ لانه لم یقل: انه لم یرفع فیما بعد. وفیما ذکرنا من قبل: اثباته. وهی زیادة، فتقدم علیه.

قوله: واخرجه ابن ابی شیبة. ایضا ولفظه ثنا وکیع. الخ.

اقول: اولا: ان النخعی عن ابن مسعود: مرسل. ثم تلمیذه ابو معشر: هو زیاد بن کلیب. وان کان ثقة؛ لکن قال ابو حاتم: لیس بالمتین فی الحفظ. فلا یحتج بروایته بمقابلة الصحاح.

قوله: ومنها اثر ابن عمر ـ رَضَی اللّٰہُ عَنهما ـ اخرجه الامام محمد فی (مؤطاه) ـ الخ.

اقول: مذهب ابن عمر اشهر من ان یذکر؛ وثبوته اکثر من ان یحصر. وهذا الخبر فی غایة الضعیف. ومحمد: وشیخه، محمد بن ابان قد مر حالهما. ثم عبد العزیز بن حکیم: ایضا مختلف فیه؛ فهذا غیر ملبس علی مذهبه.

قوله: ومنها اثر آخر: عن ابن عمر ایضا ـ الخ.

اقول: مدار سندی ابن ابی شیبة، والطحاوی: ابوبکر بن عیاش، عن حصین، وابوبکر، ساقط؛ لانه ممن تغیر. کما فی (التقریب - ص٥٧٦)؛ وحصین قد

نے ان سے کہا کہ اس روایت کو اسی طرح بیان کریں جس طرح ہم کہہ رہے ہیں) اسی طرح عبدالکریم بن ہشیم دیر عاقولی نے ابراہیم بن بشار سے روایت کیا ہے۔

پس ظاہر ہوا کہ یہ روایت مقلوب ہے۔ اصل میں صحیح وہی روایت ہے جس میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔ جب یزید کا حافظہ کمزور اور متغیر ہوگیا تو اہل کوفہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر روایت کو اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیا (اعاذ نا اللہ منہ)

اور یہ روایت (جس میں رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر ہے) صحیح ہے۔ یہ ابن عینیہ سے ابراہیم بن بشار روایت کرتا ہے اور وہ ثقہ ہے، امام بخاری ابن عدی، ابو حاتم اور طیالسی نے اس کو صدوق قرار دیا ہے جبکہ ابوعوانہ، حاکم، یحیٰ بن فضل نے اس کو ثقہ قرار دیتے ہوئے ان کی توثیق کی ہے (تہذیب ج ۱ ص ۱۰۶۔۱۰۷) اور ابن حبان نے ثقات میں ان کو طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ

"كان متقنا ، ضابطا ، صحب ابن عيينة سنين كثيرة وسمع حديثه مرارا."

"یعنی وہ پختہ و مضبوط یاد رکھنے والا ضابط تھا۔ بہت سال تک ابن عینیہ کے ساتھ رہے اور ان سے کئی بار حدیثیں سنیں۔"

ابن معین کا کہنا ہے کہ وہ کچھ نہیں (کسی کام کا نہیں) وہ سفیان کے پاس نہیں لکھتا تھا اور وہ لوگوں کو ایسی حدیثیں لکھواتا جو سفیان نے بیان نہیں کی ہوتی تھیں۔ اس کے لیے کچھ ضرر رساں اور نقصان دہ نہیں۔

اول تو اس لیے کہ یہاں انہوں نے سفیان سے روایت کرنے کے بارے میں تحدیث کی صراحت کی ہے۔ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۳ میں حاکم سے منقل ہے:

"وهو ثقة من الطبقة الاولى ، من اصحاب ابن عيينة جالس ابن عيينة نيفا واربعين سنة."

"یعنی وہ ثقہ ہے اور طبقہ اولیٰ میں سے ہے ابن عینیہ کے شاگردوں میں سے ہے، چالیس سال سے زیادہ عرصہ وہ ابن عینیہ کے ساتھ رہے۔"

اسی طرح امام نسائی کا کہنا کہ "ليس بالقوى "یعنی وہ قوی نہیں ہے۔ یہ بھی کچھ نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ جرح مبہم ہے اور وہ توثیق کی برابری نہیں کرسکتی اور پھر اس تک اسناد بھی صحیح ہے۔ امام بیہقی کے دونوں شیوخ میں سے ایک حاکم مذکور ہے اور دوسرا احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ الہروی ہے جو کہ طاؤس الفقراء کے نام سے معروف ہے۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۵۷ میں کہتے ہیں:

"كان ثقة متقنا" یعنی وہ ثقہ اور پختہ کار تھا۔

عرفت حاله. ثم في الخبر شذوذ قال البخاری: فی (جزء ه - ص ۳۲) "فقد خولف فی ذلك عن مجاهد قال وكيع؛ عن الربيع بن الصبيع، قال: رأيت مجاهدا يرفع يديه اذا ركع؛ واذا رفع رأسه من الركوع. وقال جرير، عن ليث، عن مجاهد: انه كان يرفع يديه. وهذا

احفظ عند اهل العلم. قال صدقة: ان الذی يروی حديث مجاهد عن ابن ابی عمر: انه لم يرفع يديه الا فی اول التكبيرة. كان صاحبه فقد تغير باخره. والذی رواه الربيع وليث اولى؛ مع ان طاؤسا، وسالما، ونافعا، وابا الزبير، ومحارب بن دثار، وغيرهم قالوا: رأينا ابن عمر يرفع يديه اذا كبر واذا رفع" <اهـ>.

فوقعت المخالفة فی موضعين؛ ثم عمل مجاهد نفسه يكذب الخبر، ويوهنه. وقال البخاری: فی (جزء ه - ص۹) "عن ابن معين حديث ابی بكر عن حصين: انما هو توهم منه، لااصل له" <اهـ>.

قوله: قال الطحاوی: عقيبه هذا ابن عمر، قد رای النبی ﷺ يرفع ثم قد ترك - الخ.

اقول: هذا الاصل! قد مر الكلام عليه فی اثر علی فليراجعه؛ وايضا فقال البخاری: فی (جزء ه - ص۹) "انه لم يحفظ من ابن عمر الا ان يكون سهی؛ كما يسهو الرجل فی الصلوة، فی الشئ بعد الشئ؛ كما ان اصحاب محمد ﷺ ربما يسهون فی الصلوة: فيسهون فی الركعتين، وفی الثلاث. الاترى؟ ان ابن عمر كان يرمی من لايرفع يديه بالحصى، فكيف يترك ابن عمر: شيئا يأمر به غيره؛ وقد يری النبی ﷺ فعله".

قوله: واورده ابن الهمام فی (تحريری الاصول)، والدهلوی (الخ).

اقول: مجرد الايراد غير نافع؛ اذ قد توهن رواية ودراية.

قوله: وسند الطحاوی فی هذا الحديث صحيح انتهى۔

اقول: اين هذا؟ من قول ابن معين: "لا اصل له"۔ وهو امام اهل الشأن - ثم موافقة البخاری. له وخلق الله رجالا للحديث.

قوله: قال ابن ابی شيبة۔الی قوله۔ الشعبی، وابواسحاق، انتهى.

اقول: اما اثر اصحاب علی، وابن مسعود: ففی سنده ابو اسحاق، وقد اختلط بآخره كما فی (التقريب - ص۳۹۳)؛ ثم لايدری من هم.

حاکم کے استاد:...... مستدرک میں کئی جگہ اس سے روایت لائے ہیں اور امام ذہبی نے اس کو تلخیص میں برقرار رکھا ہے۔ اور وہ "ابو بکر الضبعی" ہے۔ انہوں نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں اور بیان حدیث میں کمال حاصل کیا ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں اس کی عقل کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ (شذرات ابن عمادی ج ۲ ص ۳۶)

ابن السبکی طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۸۱ میں لکھتے ہیں:

"احد الا ئمة الجامعين بين الفقه والحديث ."

''یعنی حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت رکھنے والے ائمہ میں سے ایک امام ہیں۔''

المالینی کا شیخ، حافظ ابن عدی (صاحب الکامل) احمد بن عبداللہ ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں۔ ابن عساکر اور حمزہ السہمی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ خلیل کہتے ہیں کہ حفظ وجلالت شان میں عدیم النظیر اور بے مثال تھے۔ ابن ابی مسلم کہتے ہیں کہ میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ ج ۳ ص ۱۴۳۔۱۴۴)

ابوبکر الفقیہ کا شیخ ابومسلم الکجی صاحب مسند ہیں۔ دار قطنی نے ثقہ قرار دیا ہے وہ صاحب شرف ومروت اور صاحب علم وفضل تھے۔ حدیث کے عالم تھے۔ بختری نے آپ کی مدح کی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۷)

ابن عدی کا شیخ، فضل بن حباب ابوخلیفہ الجمحی ہے، صاحب المیز ان (ج ۲ ص ۳۲۹) میں لکھتے ہیں:

"كان ثقة عالما ما علمت فيه لينا الا ما قال السليماني : انه من الرافضة ، فهذا لم يصح عن ابی خليفة ."

''یعنی وہ ثقہ اور عالم تھے میں آپ کے بارے میں کوئی کمزوری نہیں جانتا سوائے اس کے جو سلیمانی نے کہا ہے کہ وہ رافضی تھے۔ اور یہ کہ ابوخلیفہ کی طرف اس (رافضیت) کی نسبت درست نہیں ہے۔''

ابن حبان نے ان کو ''الثقات'' میں طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔

مسلمہ بن قاسم کہتے ہیں: وہ ثقہ اور مشہور تھے۔ خلیلی کہتے ہیں۔؛ وہ ثقہ ہونے کے زیادہ قریب ہے۔

(اللسان ج ۴ ص ۴۳۹)

پس دونوں سندیں صحیح ہیں اور ایک دوسرے کی وجہ سے زیادہ قوی بن جاتی ہیں۔ اور دیر عاقولی بھی ثقہ ہے۔ ابن کامل اور خطیب نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ یہ امام سیوطی نے طبقات الحفاظ میں کہا ہے۔ پس یہ صحیح حدیث اس اضافے کے شاذ ہونے پر دلیل ہے۔ بلکہ اس کے منکر ہونے پر بھی۔

ابن حبان نے اپنی کتاب ''المجروحین'' میں ایک اور سند سے ذکر کیا ہے، اس میں ابن بشار نہیں ہے۔

وفی اثر النخعی: ابو بکر بن عیاش ـ المتقدم ـ، وفی آخر: حصین ـ المذکور، المتغیر ـ ومتابعه: مغیرة بن مقسم، کان یدلس. لاسیما عن ابراهیم. کما فی (التقریب – ص ٥٠٤).

وفی اثر خیثمة: الحجاج بن ارطاة. کثیر الخطأ، والتدلیس. کما فی (التقریب – ص٩٧)؛ وقد عنعن.

وفی اثر قیس: اسماعیل ابی خالد؛ وهو مدلس من المرتبة الثانیة. کما فی طبقات ابن حجر. ومثله: لایحتج به عند الخصم، کما مر.

وفی اثر ابن ابی لیلی ـ فیهٔ ـ: مقسم، وهو کثیر التدلیس. کما فی (التقریب – ص ٥٣٤)؛ وقد عنعن عن سفیان بن مسلم الجهنی، وهو ایضا لم نقف علی حاله؛ ثم لیس فیه: انکار الرفع. ثم ابن ابی لیلی: لیس ممن یحتج به، عند الحنفیة. کما فی (عمدة القاری – ص١١٣).

واثر مجاهد: قد مر فی ابن عمر.

وفی اثر الاسود: شریک بن عبدالله النخعی، وقد تغیر. کما فی (التقریب – ص ٢٢٤)؛ وشیخه: جابر بن یزید الجعفی، الکذاب، الشهیر، کذبه: الشعبی، وایوب السختیانی، ولیث ابن ابی سلیم، وابراهیم الجوزجانی، وسعید بن جبیر، واحمد بن خداش، وغیر هم، کما فی (التهذیب – ج ٣ص٤٧-٤٩) وقال ابو حنیفة: "ما رأیت فیمن لقیت اکذب منه؛ ما اتیته بشئ من رأی، الا جائنی فیه بحدیث". کذا فی (العینی – ج٢ص٧٥٠)، والزیلعی (ج٢ص٧).

وفی اثر الشعبی: اشعث بن سوار الکندی. ضعفه – کما فی (المیزان – ج١ص١٢٢): "ابو زرعة، والنسائی، وابن معین، والدار قطنی، وقال ابن المثنی: ما سمعت یحی، وعبدالرحمن، یحدثان عنه، وقال ابن حبان: فاحش الخطأ، وکثیر الوهم" اهـ. وضعفه فی (التقریب – ص٢٩).

وابو اسحاق: لیس فی المصنف اثر عنه، بل اثر اصحاب علی وابن مسعود من طریقه وقد مر حاله.

قوله: وبه قال ابو حنیفة، ومالك، وغیرهم.

اقول: اما ابو حنیفة! فسکت فی الجواب مع ابن المبارك ففی (جزء البخاری

وہ کتاب المجروحین ج۳ ص۱۰۰ پر لکھتے ہیں:

"اخبر نا الحسن بن سفیان ، قال: حدثنا حرملة بن یحییٰ ، قال: سمعت الشافعی یقول: حدثنا ابن عیینة قال: حدثنا یزید بن ابی زیاد بمکة ۔ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ، عن البراء بن عازب ، قال: رایت النبی ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع یدیه ، قال سفیان: فلما قدم یزید الکوفة سمعته یحدث بهذا الحدیث ، وزاد فیه "ثم لم یعد" فظننت انهم لقنوه."

یعنی ہم کو حسن بن سفیان نے خبر دی، اس نے کہا ہم سے حرملہ بن یحییٰ نے بیان کیا کہا میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا، ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، اس نے کہا ہم سے یزید بن ابی زیاد نے مکہ میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے بیان کیا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز شروع کی تو رفع الیدین کیا...... سفیان کہتے ہیں کہ جب یزید کوفہ آیا تو میں نے ان کو یہی حدیث (کوفہ میں) بیان کرتے ہوئے سنا اس میں اس نے (لفظ) "ثم لم یعد" کا اضافہ کر دیا تو میں سمجھ گیا کہ انہوں (کوفہ والوں) نے اس کو (اس لفظ کو بڑھا کر بیان کرنے کی) تلقین کی ہے۔

اور یہ بھی کہ یزید خود اس لفظ کا انکار کرتا تھا چنانچہ سنن دارقطنی ج۱ ص۱۱۰ میں ہے۔

"عن علی بن عاصم ، ثنا محمد بن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد ، عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ، عن البراء بن عازب ، قال: رسول الله ﷺ حین قام الی الصلاة فکبرو رفع یدیه: حتی ساوی بهما اذنیه ، ثم لم یعد. قال علی: فلما قدمت الکوفة ، قیل لی: ان یزید حی ، فاتیته ، فحدثنی بهذا الحدیث . فقال: حدثنی عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ، عن البرء بن عازب ، قال: رایت رسول الله ﷺ حین قام الی الصلاة فکبرو رفع یدیه حتی ساوی بهما اذنیه . فقلت له: اخبر نی ابن ابی لیلی انه قلت "ثم لم یعد" قال: لا احفظ هذا . فعاودته ، فقال: ماحفظه . واما طریق ابن ابی لیلیٰ عن اخیه عیسیٰ ، والحکم ، عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء ، فخطأ. والصواب عن ابن ابی لیلیٰ عن یزید ، قال البخاری (ص۱۵)

"انما روی ابن ابی لیلیٰ هذه من حفظه ، فاما من حدث عن ابن ابی لیلیٰ من کتابه فانما حدث عن ابن ابی لیلیٰ عن یزید فرفع الحدیث الی تلقین یزید ، والمحفوظ ما روی عنه الثوری ، وشعبة ، وابن عیینة قدیما."

ص١٩) "ولقد قال ابن مبارك: كنت اصلى الى جنب النعمان بن ثابت، فرفعت يدى؛ فقال: انما خشيت ان تطير؛ فقلت: ان لم اطر فى اوله، لم اطر فى الثانية. قال وكيع: رحمة الله على ابن المبارك، كان حاضر الجواب، فتحير الآخر" <اهـ>.

واورده ابن قتيبة فى (تأويل مختلف الحديث - ص٦٦)، والبيهقى فى (سننه - ج٢ص٨٢)، والخطيب فى (تاريخه - ج١٣ص٣٨٩).

واما مالك! فالصحيح من مذهبه، والآخر من قوليه: الرفع، كما مر؛ وقال ابن رشد: فى (مقدمات المهندات - ص٤) "وهى رواية شاذة، ضعيفة خاملة" <اهـ>. فرواية الترك عنه ضعيفة متروكة، ومرجوعة عنها؛ وقال ابن وهب، والوليد بن مسلم واشهب، وابو المصعب، وسعيد بن ابى مريم: انه كان يرفع يديه على حديث ابن عمر الى ان مات.

وقال ابو عبيدة بن احمد: صحبته قبل موته سنة، فما مات الا وهو يرفع يديه؛ وقال ابن وهب: فلم يزل صلوته. كذا فى (التمهيد) لابن عبد البر.

الفصل الثانى

قوله: فى طريق ترجيح الحنفية احاديث نفى الرفع - الخ.

اقول: الترجيح فرع للتعارض وهو لا يتأتى؛ الا بعد استواء الطرفين فى الصحة، والامر على الخلاف فى كليهما.

قوله: رجح الامام ابو حنيفة جانب النفى لوجوه - الخ.

اقول: هذا قول لا مستند لقائله، والوجوه التى ذكر ها لا يصح انتسا بها الى الامام فضلاً ان يكون متشبثا به.

ثم الوجوه ايضا ليست مفيدة للخصم:-

ففى الاول: انه لم يأت خبر ضعيف فضلا عن الصحيح اوالحسن يدل على الحرمة.

وفى الثانى: انه لم يثبت الترك؛ فلا داعى للرجوع الى الاصل وايضًا: فى حديث الحاكم (ج٢ص٥٦٨) ان الرفع من الاستكانة وليس حاله ادون مما عول عليه المخدوم.

وفى الثالث: ان هذا الاصل مع مافيه من المفاسد كما ذكر موقوف على المخالفة الصريحة، ورواية مجاهد ليست نصا فى ترك الرفع عند الركوع والرفع منه فكيف

''علی بن عاصم سے روایت ہے کہا ہم کو محمد بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا، یہاں تک کہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کیے۔ پھر دوبارہ ایسا نہیں کیا۔ علی کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ آیا تو مجھ سے کہا گیا کہ یزید زندہ ہے۔ تو میں اس کے پاس حاضر ہوا انہوں نے مجھ سے یہی حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا انہوں نے براء بن عازب سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھایا۔ میں نے کہا مجھے ابن ابی لیلیٰ نے خبر دی ہے کہ آپ نے کہا ہے ''ثم لم یعد'' یعنی آپ ﷺ نے دوبارہ (ایسا) نہیں کیا۔ انہوں نے جواب دیا مجھے یاد نہیں، میں نے پھر پوچھا، انہوں نے کہا مجھے یاد نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ کی سند اپنے بھائی عیسیٰ سے وہ حکم سے وہ ابن ابی لیلیٰ سے وہ براء سے خطأً ہے درست نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ یزید سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری (جزء ص ۱۵) پر کہتے ہیں ابن ابی لیلیٰ نے اپنے حافظے سے روایت کیا ہے اور جس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس کی کتاب سے روایت کیا ہے اس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس نے یزید سے روایت بیان کیا ہے تو وہ حدیث یزید کی تلقین تک مرفوع ہوگئی محفوظ روایت وہ ہے جو ان سے ثوری شعبہ اور ابن عیینہ نے (ثم لم یعد کی تلقین کیے جانے سے پہلے) لی ہے۔

بات بالکل ویسے ہی ہے جس طرح انہوں نے کہا اس لیے کہ ابن ابی لیلیٰ جو کہ محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ہے بہت ہی سئی الحفظ تھا یادداشت ان کی بہت کمزور تھی جیسا کہ تقریب ص ۴۵۸ میں ہے۔

میزان الاعتدال میں حافظ علامہ ذہبی کہتے ہیں:

''وقال شعبة: مارايت اسوا من حفظه، وقال احمد: مضطرب الحديث، وقال يحيى القطان: سى الحفظ جدا، وقال الدار قطنى: ردى الحفظ، كثير الوهم، وقال ابو احمد الحاكم: عامة احاديثه مقلوبة، وقال ابن حبان، ولاه يوسف بن عمر القضاء بالكوفة، كان ردى الحفظ، فاحش الخطأ، فكثرت المناكير فى حديثه، فاستحق الترك.''

''شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ سئی الحفظ نہیں دیکھا۔ امام احمد کہتے ہیں مضطرب

یخالف المنصوص فالحاصل ان هذا ترجیح بلا مرجح بل لترجیح هذه الا خبار المثبتة علی تلك الروایات مع کونها مجروحة ومدخولة فیها وجوه عدیدة ان سلمنا الاستواء.

(۱) ککثرة العدد. (۲) وکون الرواة اتقن واحفظ. (۳) وکونهم متفقین علی العدالة. (٤) وکثرة المخارج. (٥) وکون اسانیدها حجازیة. (٦) وکونها متفقة علی رفعها. (۷) وعلی اتصالها ایضاً. (۸) ثم مقارنة القول. (۹) وکونها موافقة للسنة. (۱۰) ومعاضدة بعمل الخلفاء الراشدین. (۱۱) وکذا عمل الامة فی القرون الاولی کما بینه ابن القیم فی (الاعلام ج۲ ص۳ <طبع هند>. (۱۲) وکذا کونها منطوقة. (۱۳) وتصحیح الفریقین. (١٤) والاثبات لها. (١٥) وکونها متضمنة للزیادة وهی مقبولة من الثقات عند اهل الفن. ذکر هذه الوجوه کلها الحازمی فی مقدمة الاعتبار.

واما القول: فی فقه الراوی فیأتی فی موضعه، والنسبة الی الامام تحتاج الی ثبوت یعتمد علیه بسند یسند الیه.

قوله:القول لضعفه ضعیف ـ الخ.

اقول: انما ضعف القسطلانی وغیره لاجل تغیره ومن وثقه او صدقه او اثنی علیه فمن حیث ذاته ولاننکره؛ لکن لایقبل الا ما حدث به قبل تغیره؛ لاکما نحن فیه ومن ادعاه فعلیه البیان. واحادیث الصحیحین محمولة علی کونها مرویة قبل کما بینه الحفاظ لاسیما السیوطی الذی هو بمنزلة خاتمتهم عند المخدوم فتضعیفه لقوله مما لایلتفت الیه.

قوله: الرابع ان امثل الاحادیث المرویة فی اثبات الرفع سند حدیث ابن عمر واقوی احادیث الواردة فی ترك الرفع سند حدیث ابن عمر واقوی احادیث الواردة فی ترك الرفع حدیث ابن مسعود فرجح ابو حنیفة حدیث ابن مسعود لکونه افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة (الخ).

اقول: تقابل الخبرین من اعجب العجائب حتی ان الذی عده اقوی هو اضعف شئ یعول علیه! کما ذکرناه نصا عن ابن حبان وحدیث ابن عمر لاکلام فیه للفریقین.

واما الترجیح من حیث الفقه. فلیس کما ذکره بل قال الحازمی فی (الاعتبار

الحدیث ہے۔ یحییٰ القطان کہتے ہیں بہت ہی سئی الحفظ تھا۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ ان کا حافظہ بالکل ہی ناکارہ کمزور اور کثیر الوہم تھا۔ ابو احمد حاکم کہتے ہیں اس کی بیشتر احادیث مقلوب ہوتی ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں ان کو یوسف بن عمر نے کوفہ میں قضا کے عہدے پر فائز کیا یہ بہت ہی گھٹیا حافظہ والا فحش غلطی کرنے والا تھا چنانچہ اس کی حدیث میں بہت سی منکر روایات در آئیں لہٰذا یہ ترک کر دیئے جانے کا مستحق ٹھہرا۔'' (میزان ج ۳ ص ۸۷)

تہذیب میں ہے:

" وقال ابو حاتم ، كان سيء الحفظ ، شغل بالقضاء فساء حفظه وقال ابن المديني : كان سيء الحفظ واهي الحديث ، وقال الساجي : كان سيء الحفظ ، لا يتعمد الكذب فكان يمدح في قضائه ، فاما في الحديث فلم يكن حجة " (التهذيب ج۹ ص ۳۰۲ ـ ۳۰۳)

''اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ سئی الحفظ تھا قضا کے ساتھ مشغول ہوا تو ان کا حافظہ اور بگڑ گیا۔ ابن المدینی کہتے ہیں یہ سئی الحفظ اور کمزور حدیث والا تھا۔ الساجی کہتے ہیں سئی الحفظ تھا۔ جان بوجھ کر جھوٹ نہ کہتا تھا اس کے فیصلوں میں اس کی تعریف کی جاتی تھی مگر حدیث میں وہ قابل حجت نہیں تھا۔''

پس ظاہر اور واضح ہوا کہ قضا کا کام شروع کرنے کے بعد حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے انہوں نے سند کو بدل دیا ہے اور اس کے بعد جس نے بھی روایت کیا اس نے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ اور ائمہ میں سے جس نے ان سے قدیماً (حافظہ کمزور ہونے سے پہلے) روایت کیا ہے اس نے یزید سے اس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس نے براء سے روایت کیا ہے۔ پس حدیث کا مدار یزید پر ہے اور سید المحدثین نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن ابی لیلیٰ کی سند میں اضطراب ہے کبھی وہ اپنے بھائی عیسیٰ سے وہ حکم سے وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے وہ براء سے روایت کرتا ہے۔

اور کبھی وہ حکم سے وہ عیسیٰ سے وہ براء سے روایت کرتا ہے۔

اور کبھی وہ عیسیٰ سے وہ اپنے باپ سے۔

اور حکم مدلس ہے جیسا کہ التقریب ص ۱۲۱ میں ہے اور یہاں اس نے عنعنہ سے روایت کیا ہے (اور مدلس راوی کا عنعنہ قابل حجت نہیں) لہٰذا واضح ہوا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور مخدوم صاحب کا قول...... اس کی بعض سند جید ہے...... باطل ہو گیا۔

ص ١٥) عند ذكر الوجوه المرجحة " الوجه الثالث والعشرون ان يكون رواة احد الحديثين مع تساويهم فى الحفظ والاتقان فقهاء عارفين باجتناء الاحكام من مثمرات الالفاظ فالاسترواح الى حديث الفقهاء اولى" <اهـ> .

وهكذا هو الظاهر من (شرح المنار - ص١٤٤-١٤٥) وفيما نحن فيه ، التساوى غير موجود . ثم قد سلم المخدوم كون الصحابيين من اهل الفقه حيث قال "((وان كانا جامعين بين الفقه والورع)) فاذا فات الشرط فات المشروط . وايضا فالصحيح عن ابن مسعود الرفع كما مر .

ثم ابوهريرة وانس ومعاذ وعقبة بن عامر وابن عباس وابن الزبير وابو موسى ليسوا بدونه فى الفقه؛ وان تفوه بعضهم فى حق بعض! وقال فى (نور الانوار - ص١٤٤) "والراوى ان عرف بالفقه والتقدم فى الاجتهاد: كالخلفاء الراشدين ، والعبادلة-وهو جمع عبدل ، مرخم عبدالله - والمراد بهم: عبدالله بن مسعود ، وعبدالله بن عمر ، وعبدالله بن عباس ، وقيل: عبدالله بن الزبير؛ ويلحق بهم زيد بن ثابت ، وابى بن كعب ، ومعاذ بن جبل ، وعائشة ، وابوموسى الاشعرى" <اهـ> .

واكثر هؤلاء من رواة الرفع كما ذكرنا عن السيوطى وكذا سعد بن ابى وقاص قد ذكر حديثه مع ابن مسعود .

ثم قد عده المخدوم دون الخلفاء الاربعة وهم ايضا من رواة الرفع قد ذكرنا حديث الثلاثة وحديث عثمان اشار اليه المحدثون: كالحاكم ، ثم البيهقى ، كما فى النصب - ج١ ص٤١٨) فالترجيح على طريق المخدوم لحديث الاثبات والحمدلله .

وايضا جعله ابن عمر دون ابن مسعود فى الفقه يرد عليه الملاجيون المذكورة وقد جعلهما ابن حزم فى (الاحكام - ج٥ ص٩٢) فى درجة واحدة حيث قال : " المكثرون من الصحابة رضى الله عنهم فيما روى عنهم من الفتيا عائشة ، ام المؤمنين ، عمر بن الخطاب ، ابنه عبدالله ، على بن ابى طالب ، عبدالله بن العباس ، عبدالله بن مسعود ، زيد بن ثابت" <اهـ> .

وهذا يبطل الترجيح .

بل وتفقه ابن عمر فى غاية الشهرة؛ فقال الزهرى لايعدل برأى ابن عمر فانه اقام بعد

(اُن کا کہنا ہے) :...... کہ اس کی صحیح اسانید مین سے عبد الرزاق کی سند ہے......الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس کی سند بھی یزید کے گرد گھومتی ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ یزید کوئی کار آمد آدمی نہیں ہے اس لیے کہ وہ سدید (درست اور صحیح بات بیان کرنے والا) نہیں ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... تذکرۃ القاری میں ہے سفیان بن عیینہ بن ابی عمران الہلالی الکوفی ثم المکی (خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) ہیں، حافظ فقیہ، حجت، حدیث وفقہ اور فتویٰ کے امام جلیل ہیں، ثقہ ہیں، آٹھویں طبقہ کے سرخیل ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں رقمطراز ہیں: سفیان بن عیینہ ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت ہیں، تمام مؤلفین صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... ابن عیینہ نے بذات خود اس روایت اور حدیث کو غلط قرار دیا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور مخدوم صاحب خود ان کو فقیہ، امام حجت مانتے ہیں۔ لہٰذا ان کو ان کی اس بات پر راضی ہو جانا چاہیے۔ پھر یہ کہ راوی اپنی روایت کو بہتر جانتا ہے اس نے جس کو درست کہا وہ درست ہے اور اس بارے میں اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... دوسرا: یزید بن ابی زیاد الہاشمی مولیٰ کوفی ہے۔ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ یہ یزید قابل حجت نہیں ہے اور سب نے یہی کہا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ ناقدین میں سے کسی نے بھی ان کو ثقہ نہیں کہا۔ ہاں البتہ احمد بن صالح المصری نے ان کی توثیق کی ہے لیکن یہ توثیق اتنے سارے ائمہ کی جرح کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ اکثر نے جرح مفسر کیا ہے لہٰذا جرح مفسر اس پر مقدم ہے۔ اور ابن سعد نے اگر چہ ان کی توثیق کی ہے لیکن انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ لہٰذا ان کے نزدیک بھی وہ قابل حجت نہیں رہا۔ اسی لیے امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابن المبارک کہتے ہیں کہ ''ان کو چھوڑ ہی دو'' جیسا کہ تہذیب ج ۱۱ ص ۳۰۳ میں مذکور ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... امام بخاری ان کی حدیث کو تعلیقاً لائے ہیں اور حفاظ میں سے امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ ان کی حدیث کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں۔

(میں کہتا ہوں) :...... امام بخاری جو تعلیقاً لاتے ہیں وہ ان کی شرائط کے مطابق نہیں ہوتی (تب ہی تو وہ تعلیقاً لاتے ہیں) اور امام مسلم بطور استشہاد لائے ہیں۔ پھر یہ کہ یہ وہ روایتیں ہیں جو انہوں نے اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں اور اصحاب سنن اربعہ کی کوئی ایسی شرط نہیں ہے کہ وہ صرف ثقہ راوی پر انحصار کرتے ہوں۔ وہ ثقہ وغیر ثقہ ہر طرح کے راویوں کی روایتیں لاتے ہیں) لہٰذا تمہارے حق میں کوئی سود مند نہیں۔

رسول الله ﷺ ستين سنة، فلم يخف عليه شئ من امره، ولا من امر الصحابة ذكره النووى فى (تهذيب الاسماء - ج١ ص٢٧٩)؛ وفى (التهذيب - ج١ ص٣٣٠) عن مالك افتى الناس ستين سنة، وهكذا فى (الاستيعاب لابن عبد البر - ج١ ص٣٦٩): وفيه "ويقولون انه كان من اعلم الصحابة بمناسك الحج".

وايضا مدار سعة الاجتهاد وضيقه وكثرة التفقه وقلته على استيعاب الروايات واستقصائها واحاديث ابن مسعود تبلغ نصف احاديث ابن عمر فذكر النووى فى (التهذيب - ج١ ص٢٨٩) "له الفا وستمائة وثلاثين حديثا، ولابن مسعود ثمان مأة وثمانية واربعين حديثا عن رسول الله ﷺ.

ثم قوله " واخذالفقه ممن له كمال فى الفقه" الخ. غاية فى توهين الصحابى لانه يلزم منه كون ابن عمر غير كامل فى الفقه، وهذا مع كونه سوء الأدب يرد عليه العبارات المذكورة كيف وهو قد تمكن على منصب الافتاء ستين سنة فهو من اكمل الكملاء فى الشأن، وايضا فيظهر من كلام المخدوم انه يفضله فى الورع كما قال: " ابن مسعود افقه، وابن عمر اورع".

ومعلوم ان صحة التفقه والافتاء موقوف على الورع لانه مؤثر فيهما ولنعم ما قيل: ع "الفضل ما شهد به الاعداء". ونسبة ترجيح خبر ابن مسعود الى ابى حنيفة غير صحيحة كما سيأتى فى القول الأتى.

قوله: وقد روى هذا عن الامام ابى حنيفة نصا ذكره ابن الهمام فى فتح القدير وغيره ولفظ ابن الهمام هكذا قال ابن عيينة انه اجتمع الامام ابو حنيفة مع الاوزاعى. (الخ).

اقول: هذه القصة موضوعة مكذوبة رواية فدراية، اما الرواية فاخرجها الشيخ الموفق بن احمد المكى فى مناقب الامام ابى حنيفة) (ج١ ص١٣٠) بهذا السند "اخبرنى تاج سعد السمعانى فى كتابه إلى اخبرنا ابو الفرج سعيد بن ابى الرجاء باصفهان. اذنا انا ابو الحصين احمد بن محمد الاسكاف قراءة انا الحافظ ابو عبدالله بن مندة انا الاستاذ ابو محمد الحارثى انبأ محمد بن ابراهيم الرازى انبأ سليمان الشاذ كونى سمعت سفيان بن عيينة فذكره ؤ. فالشاذكونى: كذبه صالح جزرة وقال: يضع الاسانيد فى الوقت، وقال البغوى: رماه الائمة بالكذب وقال ابو احمد الحاكم: متروك الحديث، وكان ابن مهدى يسميه: الخائب، وقال

(اُن کا کہنا ہے):...... جن حضرات نے ان کی توثیق کی وتعدیل کی ہے، وہ عینی شارحِ بخاری کے حوالہ سے آگے آئے گی...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... ان شاء اللہ ہمارے پاس جو تحقیق ہے وہ بھی آ جائے گی۔ پس ان کو ائمہ اور عینی نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے ان میں سے ان کے قول کو اختیار کرنا چاہیے جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔

(اُن کا کہنا ہے):...... تیسرے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں، تذکرۃ القاری میں ہے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الانصاری المدنی الکوفی ہیں جنہوں نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے ان سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں رقمطراز ہیں ابن معین کہتے ہیں، ''وہ ثقہ ہیں'' عجلی بیان کرتے ہیں ''وہ تابعی ہیں ثقہ ہیں'' انتہی...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... ان کا ثقہ ہونا کوئی فائدہ مند نہیں اس لیے کہ ان سے پہلے کی تمام سند غیر مستند اور غیر معتمد ہے

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

(اُن کا کہنا ہے):...... ان ہی میں سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے، جس کے الفاظ ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر و سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں، جو بار بار ہل رہی ہیں۔ نماز میں سکون وطمانیت اختیار کرو...... الخ

(میں کہتا ہوں):...... امام بخاری جزء رفع الیدین ص ۱۵ میں فرماتے ہیں:

" فاما احتجاج بعض من لا یعلم بحدیث وکیع عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال: دخل علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا فی الصلاة، فقال: مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس، اسکنوا فی الصلاة فانما کان هذا فی التشهد ۔ لا فی القیام ۔ کان یسلم بعضهم علی بعض فنهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن رفع الایدین فی التشهد، ولا یحتج بهذا من له حظ من العلم . هذا معروف ومشهور لا اختلاف فیه، ولو کان کما ذهب الیه لکان رفع الایدین فی اول التکبیرة، وایضا تکبیرات صلاة العید منهیا عنها؟ لانه لم یستثن رفعا دون رفع، وقد ثبت حدیث حدثنا ابو نعیم ثنا مسعر عن

عبدالرزاق: عدو الله الكذاب، الخبيث، جاء الى ههنا كان يفعل كذا وكذا، ثم ذهب الى العراق، فذكر: انى حديث باحاديث. والله ما حدثت بها عن معمر ولا عن الثورى ولا عن ابن جريج ولا سمعت منهم كذا فى (اللسان - ج٣ص٧٤-٧٦). وفى (الجوهر النقى - ج٢ص٢٧ فى ذيل البيهقى): " قال الرازى ليس بشئ متروك الحديث، وقال البخارى هو عندى اضعف من كل ضعيف، وقال ابن معين ليس بشئ وقال مرة كان يكذب ويضع الحديث" <اهـ>.
وتلميذه: ايضا مثله فقال الدار قطنى: " متروك، دجال يضع الحديث". وقال الصفار: لايحملون حديثه لضعفه، وقال شيرويه: يتكلمون فيه، وقال البرقانى: بئس الرجل، وذكر الخطيب له حديثا، وقال هو مما صنعته يداه، وضعفه ابو احمد الحاكم وقال: حدث عن شيوخ لم يدركهم كذا فى (اللسان - ج٥ص٣٢-٣٣) والراوى عنه هو الاستاذ الكذاب المذكور فى حديث ابن مسعود. ثم فيه شبهة الانقطاع والتدليس ايضا كما هو الظاهر من حال الرازى والاستاذ فلا يحل لاحد نسبة مثل هذا الكذب الى احد ممن يعتقد فيه انه امام من ائمة الدين.

واما الدراية: فمن وجوه، منها قوله لم يصح عن رسول الله ﷺ فيه شئ وهذا خلاف الظاهر فان الاحاديث فيه اكثر من ان تحصى حتى قال ابن القيم فى (الاعلام - ج٢ص٣ طبع الهند) "كانه راى عين وقال الشافعى وروى الرفع جمع من الصحابة لعله لم يرو قط حديث بعدد اكثر منهم كذا فى (التلخيص الحبير - ص٧٢)". وقد سلم المخدوم ايضا ذلك فكيف اعتمد اليه ولعله لايرضى بان يقال ان المقلد اعلم من امامه. ومنها معارضة الامام سند الزهرى عن سالم ابيه بسند حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود فان بين السندين تفاوتا علمه الاطفال فضلا عن فحول الرجال سيأتى تفصيل ذلك. ومنها فقال الاوزاعى احدثك عن الزهرى (الخ) وهذا مناف لسكوت الاوزاعى بمجرد ما ذكره الامام لانه يدفعه كما ستعرفه. ومنها كان حماد افقه من الزهرى وهذا غاية فى التعجب اين حماد ومن مثله منه حتى قال ايوب السختيانى "ما رأيت اعلم من الزهرى كما فى (تهذيب النووى - ج١ص٩٢). وقال ابن حزم فى (الاحكام - ج٥ص٩٦)" وقد جمع

عبيد الله بن القبطية ؟ قال :سمعت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ يقول : كنا اذا صلينا خلف النبى ﷺ قلنا السلام عليكم ، ، السلام عليكم ، فاشاره مسعر بيده فقال : ما بال هؤلاء يؤمون بايديهم كانها اذناب خيل شمس انما يكفى احد كم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من عن يمينه ومن عن شماله . قال البخاري : فليحذر امراً ان يتقول على رسول الله ﷺ ما لم يقل ـ قال تعالىٰ فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم . "

''یعنی بعض لوگ جو وکیع کی حدیث کونہیں جانتے ان کا اس سے حجت لینا کہ وہ اعمش سے وہ مسیّب بن رافع سے وہ تمیم بن طرفہ سے وہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے ہاتھوں کونماز میں اٹھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا'' کیا بات ہے کہ میں تم کوسرکش گھوڑوں کی دم کی طرح ہاتھوں کواٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ نماز میں سکونت اختیار کرو۔''

یہ تشہد میں تھا نہ کہ قیام میں ،بعض بعض کو ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے تھےتو نبی کریم ﷺ نے تشہد میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے سے منع فرمادیا۔لہٰذا جس کے پاس تھوڑا سا بھی علم ہوگا وہ اس سے حجت نہیں لے گا۔ اور یہ معروف ومشہور ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اگر بات ویسے ہی ہے جس طرح یہ لوگ کہتے ہیں تو تکبیر اولیٰ میں رفع الیدین کرنا اور نماز عیدین میں تکبیرات پر رفع الیدین کرنا ممنوع ہوگا اس لیے کہ اس نہی میں سے کسی ایک رفع الیدین کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا (لہٰذا اگر مطلقاً رفع الیدین سے منع کیا گیا ہے تو تمام رفع الیدین شامل ہونا چاہیے) جب کہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہم سے ابونعیم نے بیان کیا کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا کہا ان سے عبید اللہ بن القطبیہ نے انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جب نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو السلام علیکم ،السلام علیکم کہتے ۔مسعر نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں گویا کہ یہ سرکش گھوڑے کی دم ہوں۔تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے ران پر رکھے پھردائیں طرف والے بھائی کو سلام کرے اور بائیں طرف والے بھائی کوسلام کرے۔امام بخاری فرماتے ہیں کہ آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرکے ایسی بات کرنے سے ڈرنا چاہیے جو آپ ﷺ نے نہیں کہی ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(النور: ٦٣)

محمد بن احمد بن مفرج فتاواه فی ثلاثة اسفار ضخمة علی ابواب االفقه"<اهـ>.
وقال مکحول مابقی علی ظهر الارض اعلم بسنة ماضیة منه. وقال اللیث: ما رأیت عـالـما اجمع ولا اکثر علما منه. کما فی (التهذیب - ج۹ص۴۴۹) "وفی الصفحة الماضیة عنه. ما استفهمت عالما قط". وفی (التقریب - ص۴۰۷) "الفقیه الحافظ متـفق علی جلالته واتقانه وثبته وهو من رؤس الطبقة الرابعة". وحماد کان یصرع، وکـان یـصیبه الـمس، وکان الاعمش یتقیه حین تکلم فی الارجاء؛ فلم یکن یسلم علیه. وقدم البصرة فجعل فتیانها یسخرون به؛ قال له رجل: ما تقول فی رجل وطئ دجـاجة میتة فـخرج من بطنها بیضة؟ وقال له آخر ما تقول فی رجل طلق امرأته مثل سـکرجة؟ کذا فی (المیزان - ج۱ ص۲۷۹). وقال ابن سعد اختلط فی آخر عمره، وقـال الـذهلی کثیر الخطأ والوهم وقال مالك اعترض هذا الدین فقال فیه برأیه کذا فـی (التهـذیـب - ج۳ص۱۷-۱۸) وفـی التقریب - ص ۱۰۵) "له اوهام". فکیف یـفـضله الامام علیه؟! ثم الزهری متفق علی توثیقه، وحماد ضعفه ابن سعد، وقال اعـمش: کان غیر ثقة، وقال ابو حاتم: لایحتج بحدیثه. کما فی (التهذیب) ایضا. وذکره العقیلی فی الضعفاء، وروی عن الاعمش قال: وما کنا نصدقه، وعن شعبة: لایحفظ، وعن مغیرة: کذب حماد، وعن عیسی: انه ترکه. ومنها قوله: کان ابراهیم افـقـه مـن سـالـم. فان سالما من الفقهاء السبعة بالمدینة الذین کان القضاء موقوفا علی نظرهم کما فی (التهذیب -ج۳ص۴۳۷)،
وابراهیم: هـو الـذی کـان لایحکم بالعربیة، ربما لحن ونقموا علیه: قوله: "لم یکن ابـوهـریـرة فـقیهـا!". کذا فی (المیزان - ج۱ ص۴۵). ثم سالم متفق علی عدالته وامـامتـه والـنـخـعـی قال البیهقی فی (القراءة - ص۱۴۴) "وان کان ثقة فانا نجده یروی عن قوم مجهولین لایروی عنهم غیره" <اهـ>.
ثـم هو مشهور بکثرة الارسال کما ذکر فی التهذیب والمیزان والتقریب والمراسیل لابـن ابـی حـاتـم وعـلوم الحدیث للحاکم وغیرها، ولم یسمع احدا من الصحابة بـخـلاف سـالـم فانه لقی جماعة من الصحابة وهو من کبار الطبقة الثالثة کالحسن وابن سیرین. والنخعی من الخامسة کما فی (التقریب)، ومنها قوله: "وعلقمة لیس بـدون ابـن عمر فی الفقه" (الخ)، هذا نهایة فی سوء الادب، لان فیه تنقیصا لشأن

"پس ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو کوئی فتنہ نہ پہنچ جائے یا کوئی دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔"

اور تلخیص الحبیر ج اص ۲۴۰ میں آپ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"من احتج بحديث جابر بن سمرة على منع الرفع عند الركوع فليس له حظ من العلم ، وهذا مشهور ، لا خلاف فيه انما كان فى حالة التشهد ."

یعنی جو شخص جابر بن سمرہ کی حدیث سے رکوع کے وقت رفع الیدین کرنے کی ممانعت پر حجت اور دلیل لے اس کے پاس علم کا تھوڑا سا بھی حصہ نہیں ہے۔ یہ مشہور ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ تشہد کی حالت میں تھا۔"

اسی طرح علامہ محمد عابد سندھی نے المواهب اللطيفة میں کہا ہے۔ اور امام مسلم نے اس کو سلام کے ابواب میں داخل کیا ہے۔ اسی طرح امام نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابو عوانہ بلکہ تمام محدثین نے یہاں تک کہ امام طحاوی نے بھی شرح معانی الآثار میں (اس کو سلام کے ابواب میں ذکر کیا ہے) اور آپ کے لیے ان کا قول ہی کافی ہے۔

علامہ سندھی فتح الودود شرح ابی داؤد میں لکھتے ہیں:

" لا دلالة فيه على النهى عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه ، ولذلك قال النووى : الا ستد لال به على النهى عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه جهل قبيح "

"یعنی اس میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے منع ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے منع ہونے پر استدلال کرنا بہت بری جہالت ہے۔"

ان کا کہنا ہے:...... جواب دیا گیا ہے کہ ظاہرا یہ دو حدیثیں ہیں اسی طرح ملا علی قاری نے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں:...... اما بخاری اور امام ابن حجر کا قول پیچھے گزر چکا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ منع کرنا تشہد کی حالت میں تھا اور ملا علی قاری نے جو کہا ہے وہ اجماع کی دھجیاں اڑانے کی مانند ہے۔ یوں بھی کہ بچگانہ عادت والے کے قول کا ان لوگوں کے قول سے کیا مقابلہ جو اس فن کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ (یعنی بچگانہ عادت والے کے قول کا ماہرین فن کے قول سے کیا موازنہ؟ مطلب یہ ہے اتنے بڑے ماہرین فن حدیث کے مقابلے مین ملا علی قاری کے قول کا کوئی اعتبار نہیں)

ان کا کہنا ہے:...... انہی میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو طبرانی نے اپنی سند سے تخریج

الصحابة ولاننكر فقهه لكن اين هو من الصحابة ، وهذا كقول ابن عابدين فى (رد المختار - ج١ ص٤٠) "واما سلمان الفارسى رَضَى اللهُ عَنهُ فهو وان كان افضل من ابى حنيفة من حيث الصحبة؛ فلم يكن فى العلم والاجتهاد ونشر الدين وتدوين احكامه كابى حنيفة!!" <اهـ>.

وكتفوههم فى بعض الصحابة: انهم غير فقهاء ! كلا والله ان ادنى رجل من الصحابة افقه بدرجات ممن بعدهم ، قال ابن حزم فى (الاحكام - ج٥ ص٨٩) "كلهم عدل امام فاضل رضى فرض علينا توقيرهم وتعظيمهم وان نستغفر لهم ونحبهم وتمرة يتصدق بها احدهم افضل من صدقة احدنا بما يملك وجلسة من الواحد منهم مع النبى ﷺ افضل من عبادة احدنا دهره كله سواء كان من ذكرنا على عهده عليه السلام صغيرا او بالغا" <اهـ>.

فالحاصل ان هذه القصة لاتستقيم نقلا ولا عقلا فالتعويل عليها ليس من شأن من يملك نفسه فى دين الله.

قوله:قال ابن الهمام عقيب ذلك فرجح الامام ابو حنيفة بفقه رواته كما رجح الاوزاعى بعلو الاسناد.

اقول : اولا : لم تثبت هذه النسبة .

ثانيا: لم يحصل الترجيح وبقى الترجيح على فرض التسليم للاوزاعى بالعلو على قول الخصم وقال القارى فى شرح مسند ابى حنيفة - ص٢٠): "فى سند الزهرى وهم اجلاء فى الرواية مع قلة الواسطة فان اسناده ثلاثى " <اهـ>.

وقال : "فى حماد عن ابراهيم وهما غير مشهور فى نقل السند بالنسبة الى ما تقدم مع كثرة الواسطة فان اسناده رباعى" <اهـ>.

فهذا ترجيح ثان اعنى الجلالة .

ثالثا: ان الشيخين احتجا بجميع رواته بل اخرجاه بهذا السند بخلاف ذا فلم يحتجا بحماد .

رابعا: ان هذا اصح الاسانيد عند ابن راهويه كما فى (علوم الحديث) للحاكم۔ رحمه لله۔ (ص٥٤) وقد ذكر الحاكم اجتهاد ائمة الشأن ولم يذكر عن احد سند حماد .

کیا ہے وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے وہ حکم سے وہ مقسم سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ......الخ

(میں کہتا ہوں) :...... یہ روایت باطل ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کا حال پیچھے براء کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ حکم بن عتبہ مدلس ہے جیسا کہ تقریب ص ۱۲۱ میں اور ابن حبان کی کتاب الثقات میں ہے۔ اور پھر یہ کہ اس نے مقسم سے پانچ حدیثوں کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں سنی، اور یہ روایت ان پانچ حدیثوں میں شامل نہیں ہے جیسا کہ تہذیب ج ۲ ص ۴۳۴ میں احمد وغیرہ سے منقول ہے۔

اور مقسم بھی مختلف فیہ ہے۔ ان کو ضعیف قرار دینے والوں میں ابن سعد بخاری اور ابن حزم ہیں جیسا کہ تہذیب ج ۱۰ ص ۲۸۰ میں ہے۔

اور پھر یہ حدیث مخدوم صاحب کے مذہب کے مطابق بھی نہیں ہے نہ ایجابی طور پر نہ سلبی طور پر۔ اس لیے کہ وہ ان سات جگہوں پر تو رفع الیدین کرتے ہیں مثلاً قنوت پڑھتے وقت زوائد تکبیرات عیدین وغیرہ میں لہٰذا انہوں نے حصر کو توڑ دیا۔ پھر انہوں نے بیت اللہ کو دیکھتے وقت رفع الیدین کے بارے میں نہیں کہا۔ پس سب سے پہلے یہی لوگ ہیں جن کے خلاف یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ (اور یہ لوگ ہی اس روایت کو رد کرتے ہیں)

پھر یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جو رفع الیدین کے قائل ہیں اور کرتے ہیں۔ جزء البخاری ص ۲۱ میں ہے۔

" حدثنا مقاتل عن عبدالله ثنا شريك عن ليث عن عطاء قال رايت جابر بن عبد الله وابا سعيد الخدری وابن عباس وابن الزبير يرفعون ايديهم حين يفتتحون الصلاة واذا ركعوا واذا رفعوا رؤسهم من الركوع . "

"یعنی ہم سے مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم سے شریک نے بیان کیا انہوں نے لیث سے انہوں نے عطاء سے انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، ابن عباس اور ابن زبیر کو دیکھا وہ لوگ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر کو اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔"

پس اگر حدیث صحیح ہوئی تو ہمارے طریق کے مطابق اس میں کوئی نزع نہیں ہے اور مقابل کے طریق کے مطابق منسوخ ہوگئی ہے اور ان مواضع اور مواقع کے علاوہ بھی ہاتھوں کا اٹھانا ثابت ہے جیسا کہ دعائے استسقاء میں جس طرح کہ مشہور ہے اسی طرح کسی حادثہ کے وقت نماز میں بھی (قنوت نازلہ میں) ہاتھ اٹھانا ثابت ہے جیسا کہ بخاری ج ۱ ص ۱۶۲ میں ہے۔ یہ سب مواقع اس روایت کو باطل اور حصر کو معطل کرنے والے ہیں۔

قوله:وهو مذهب المنصور عندنا۔ انتهى.
اقول: قد مر ما يتعلق به . ثم ليس هو مجمعا عليه عند الاحناف انظر (نور الانوار - ص١٤٥).
ثم خالف ابن الهمام نفسه وغيره من الفقهاء ففى (الأثار لمحمد - ص١٤) "اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة بن قيس والاسود بن يزيد قال كنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلوة فقام يصلى فقمنا خلفه فاقام احدنا عن يمينه والأخر عن يساره ثم قام بيننا فلما فرغ قال هكذا اصنعوا اذا كنتم ثلاثة وكان اذا ركع طبق وصلى بغير اذان ولا اقامة قال يجزئ اقامة الناس حولنا قال محمد ولسنا نأخذ بقول ابن مسعود فى الثلاثة " <اهـ>.
فهذا هو السند بعينه الذى جعلوا رواته افقه من سند الزهرى ثم ردوه بسند هو دون سند الزهرى وهو سند ابى يعفور عن مصعب بن سعد عن ابيه كما فى (الطحاوى - ج١ص١٣٥) وهكذا فى (الاثار لابى يوسف - ص٤٩) وهمادون الزهرى والسالم بدر كات وهذا منهم تلاعب بالدين اعاذنا الله منه .
قوله:ثم انه رجح الشافعية۔ الخ.
اقول: يكفى فى الباب صحة احد الجانبين كما مر هذا هو الذى عليه الاعتماد عند اهل العلم، وبقية الوجوه مفرعة عليه ونذكر ما يتعلق بها ايضا .
قوله: الاول ان احاديث الرفع اكثر (الى قوله) لايترجح الكثرة عند الحنفية .
اقول: قال العينى فى (العمدة ج٣ص ١٢٠) "ان من جملة اسباب الترجيح كثرة عدد الرواة وشهرة المروى حتى اذا كان احد الخبرين يرويه واحد والآخر يرويه الاثنان فالذى يرويه الاثنان اولى بالعمل به" <اهـ>.
وقال القارى فى (المرقاة - ج١ص٤٤٢) "والكثرة تفيد الترجيح فى الرواية" <اهـ>.
وقال الزيلعى فى (النصب - ج١ص٣٥٩) "ان جماعة من الحنفية لايرون الترجيح بكثرة الرواية وهو قول ضعيف لبعد احتمال الغلط على العددالاكثر" <اهـ>.
وهذا هو الاصل عند المحدثين قال الحازمى فى (الاعتبار - ص٩) "الوجه الاول كثرة العدد فى احد الجانبين وهى مؤثرة فى باب الرواية لانها تقرب مما يوجب العلم وهو التواتر " <اهـ>.

(اُن کا کہنا ہے): ...... اس کو امام بخاری نے تعلیقاً اپنی کتاب المفرد میں جو رفع الیدین کے بارے میں روایت کیا ہے کہتے ہیں ''وکیع ابن ابی لیلیٰ، حکم، مقسم، ابن عباس نبی ﷺ سے روایت ہے، سات جگہ کے علاوہ اپنے ہاتھ مت اٹھاؤ، نماز شروع کرتے وقت، استقبال قبلہ کے وقت، صفا مروہ کے پاس، عرفات میں، مزدلفہ میں دونوں مقام میں، دونوں جمروں کے پاس ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... یہ ایک بہت بڑی خیانت ہے وہ بھی اس شخص کی طرف سے جس کے بارے میں لوگ ولایت (ولی ہونے) کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ امام بخاری نے اس کو اپنی کتاب جزء رفع الیدین میں اس کی حالت بیان کرنے کے لیے ذکر فرمایا ہے اورنہوں نے اس کی حالت کو اس میں بیان بھی کیا ہے مگر صاحب کتاب نے امام بخاری رحمہ اللہ کے اس کو لانے کے مقصد کو بیان کئے بغیر (لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے) صرف بخاری کا تذکرہ کر دیا۔

ہم امام بخاری کی پوری بات نقل کرتے ہیں۔ اس روایت کے بیان کے بعد جزء رفع الیدین ص ۲۶ میں ہے۔

" قال علی بن مسهر البخاری، عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: شعبة: ان الحکم لم یسمع من مقسم الا اربعة احادیث ولیس فیها هذا الحدیث، ولیس هذا محفوظ عن النبی ﷺ لان اصحاب نافع خالفوا. وحدیث الحکم عن مقسم مرسل. وقد روی طاؤس وابو جمرة وعطاء انهم رأوا ابن عباس یرفع یدیه عند الرکوع، واذا رفع راسه من الرکوع مع ان حدیث ابن ابی لیلی لو صح (یرفع یدیه فی سبعة مواطن) لم یکن فی حدیث وکیع (لا یرفع یدیه الا فی هذه المواطن) فیرفع فی هذه المواطن، وعند الرکوع، واذا رفع راسه حتی یستعمل هذه الا حادیث کلها. ولیس هذه من التضاد. وقد قال هولاء ان الا یدی ترفع فی تکبیرات العیدین: الفطر والأضحی، وهی اربعة عشر تکبیرة۔ فی قولهم ولیس هذا فی حدیث ابن ابی لیلی؟ وقال بعض الکوفیین یرفع یدیه فی تکبیرة الجنازة۔ وهی اربع تکبیرات، وهذه کلها زیادة علی ابن ابی لیلی وقد روی عن النبی ﷺ من غیر وجه سوی هذه السبعة."

''علی بن مسہر البخاری کہتے ہیں کہ بیان کیا ابن ابی لیلیٰ نے وہ حکم سے وہ مقسم سے وہ ابن

ولهذا المعنى قال الشاه ولى الله فى (الحجة - ج١ ص١٠ طبع مصر) " والذى يرفع احب الى ممن لايرفع فان احاديث الرفع اكثر واثبت " <اهـ>.

وقال السندى فى (حاشية النسائى - ج١ ص١٤٠) "والرفع اكثر واثبت" <اهـ>.

قوله: ولهذا قالوا لايرجح بكثرة الشهود (الخ).

اقول: يرد عليه ان الشاهدين اقوى عندهم من الشاهد،

وايضا ان الحاق الرواية بالشهادة غير ممكن لان الرواية وان شاركت الشهادة فى بعض الواجوه فقد فارقتها فى اكثر الوجوه الاترى انه لو شهد خمسون امراءة لرجل بمال لاتقبل شهادتهن ولو شهد به رجلان قبلت شهادتهما ومعلوم ان شهادة الخمسين اقوى فى النفس من شهادة رجلين لان غلبة الظن انما هى معتبرة فى باب الرواية دون الشهادة وكذا سوى الشارع بين شهادة امامين عالمين وشهادة رجلين لم يكونا فى منزلتهما واما فى باب الرواية ترجح رواية الاعلم على غيره من غير خلاف يعرف فى ذلك فلاح الفرق بينهما، كذا فى (الاعتبار للحازمى - ص٩).

قوله: وكذا الحكم الوارد فى الأية والأيتين.

اقول: انما الكلام فى الثبوت فاذا ثبت فى القرآن فلا كلام فيه وفيما نحن فيه بحث فى الثبوت.

قوله: والخبر المروى عن نبى واحد او نبيين (الخ).

اقول: هذا ايضا قياس مع الفارق لان الانبياء معصومون فالقلة والكثرة فيهم سواء لانه اذا ثبت عنهم فهو قطع فلا يقاس عليهم غيرهم من الرواة فلم يندفع ما اراد المخدوم دفعه.

قوله: الثانى ان الاثبات مقدم على النفى. قلنا: نعم: لكن انما ذلك اذا لم يكن النفى مما يحيط به علم الراوى (الخ).

اقول: الاحاطة بجميع المسائل متعذر من الانسان كما قاله المخدوم محمد عابد فى (المواهب اللطيفة) ولاننكر فضل ابن مسعود ولا علمه ولا فقهه وانما الكلام فى الاحاطة فقد خفى على الكبار مسائل كثيرة.

هذا ابن عمر وهو من هو فى الاتباع قد خفى عليه المسح على الخفين المذكور فى كتب العقائد كما فى (مؤطا مالك - ص١٢)، وفى (المعتصر لابى المحاسن

عباس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے ۔ شعبہ کہتے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں ان میں یہ حدیث نہیں ہے ۔ اور یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے محفوظ نہیں ہے اس لیے کہ نافع کے شاگردوں نے اس کی مخالفت کی ہے ۔ اور حکم کی حدیث مقسم سے مرسل ہے ۔ طاؤس ابو جمرہ اور عطاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس کو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔

پھر یہ کہ ابن ابی لیلیٰ کی روایت صحیح ہو بھی جائے جس میں ہے کہ ''آپ سات موقعوں پر ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع الیدین کرتے) تھے'' تو وکیع کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ ان مواقع کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے آپ ان مواقع پر بھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ہاتھ اٹھاتے تھے ۔ لہٰذا (جب ہم ایسا کہیں گے تو) تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا اس میں کوئی تضاد نہیں ہے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تکبیرات (زوائد) میں رفع الیدین کرنا چاہیے ۔ اور ان کے قول کے مطابق چودہ تکبیرات ہیں ، جبکہ یہ ابن ابی لیلیٰ کی حدیث میں نہیں ہے ۔ بعض کوفی کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین کرنا چاہیے اور یہ چار تکبیرات ہیں اور یہ سب ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں اضافہ ہے ۔ نبی کریم ﷺ سے ان سات مواقع کے علاوہ بھی رفع الدین کرنا کئی طرق سے مروی ہے ۔

اب دیکھئے امام صاحب کیا کہنا چاہ رہے ہیں اور فریب کار کیا فریب دینا چاہتا ہے؟

(ان کا کہنا ہے) : ...... ان ہی میں سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ، جس کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح الصراط المستقیم میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے ۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے مسجد حرام میں ایک شخص کو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا ۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا : اس طرح نہ کرو جس طرح تم نے کیا ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو پہلے کیا تھا ، پھر چھوڑ دیا ، یہ حکم ابتدا میں تھا ، بعد میں منسوخ ہو گیا ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے : رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کی تو ہم نے بھی کی رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ دی ، ہم نے بھی چھوڑ دی ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، حضرات عشرہ مبشرہ نماز شروع کرنے کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے ۔

(میں کہتا ہوں) : ...... یہ تینوں روایتیں (عبداللہ بن زبیر کی روایت ، ابن مسعود کی روایت اور ابن عباس کی روایت جن کو دہلوی نے شرح الصراط المستقیم میں نسخ رفع کو ثابت کرنے کی غرض سے ذکر کیا ہے)

الحنفی –ج١ ص٢٢) " ولايستبعد عدم العلم عن هؤلاء الاجلة ، كما خفى على ابن مسعود رَضَى اللهُ عَنهما مع جلالته نسخ التطبيق وكان يفعله الى ان مات وخفى على على رَضِى اللهُ عَنهُ اباحة لحوم الاضاحى بعد ثلاث ...... ومثله كثير يجزئ ما جئنا به عن بقية" <اهـ> .

وفى (عمدة العينى – ج١ ص٣٩٥) تحت حديث الاختبار فى شجرة النخلة "فيه ان العالم الكبير قد يخفى عليه بعض مايدركه من هو دونه لان العلم منح الهية ومواهب رحمانية والله الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء" <اهـ> .

وفى (الزيلعى – ج١ ص٣٩٧) نقلا عن ابى بكر بن اسحاق الفقيه "ان رفع اليدين قد صح عن النبى ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحابة والتابعين وليس فى نسيان ابن مسعود لذلك ما يستغرب قد نسى ابن مسعود من القرآن مالم يختلف المسلمون فيه بعد وهى المعوذتان ونسى ما اتفق العلماء على نسخه: كالتطبيق ، ونسى كيف قيام الاثنين خلف الامام ، ونسى مالم يختلف العلماء فيه ان النبى ﷺ صلى الصبح يوم النحر فى وقتها ، ونسى كيفية جمع النبى ﷺ بعرفة ، ونسى مالم يختلف العماء فيه من وضع المرفق والساعد على الارض فى السجود ، ونسى كيف كان يقرأ النبى ﷺ ﴿وما خلق الذكر والانثى﴾ واذا جاز على ابن مسعود مثل هذا فى الصلوة كيف لايجوز مثله فى رفع اليدين " <اهـ> .

فصح ان هذا الوجه وجيه ولاينكر فقيه وقد استعمله الاحناف ايضا فقال القارى فى (المرقاة – ج١ ص٤٤٢) "وقال ابن حجر وقدموا رواية بلال لانها مثبتة وتلك نافية والمثبت مقدم لزيادة علمه وقد ذكرنا كلام سيد المحدثين فى بحث اثر على .

قوله:الثالث ان بعض احاديث الرفع موجود فى الصحيحين (الخ).

اقول: اتفقا على حديثى ابن عمر وابن الحويرث وانفرد مسلم بحديث وائل ولم يخرج احدهما شيئا من روايات النفى وليس على شرط واحد فضلا عن كليهما ، وعلى سبيل التنزل وما كان على شرطهما دون ما كان فيهما وهذا مالا ينكره من له ادنى ممارسة بالفن ، قال السيوطى فى (التدريب –ص٣٧) "الصحيح اقسام متفاوتة بحسب تمكنه من شروط الصحة وعدمه اعلى ما اتفق عليه البخارى ومسلم ثم ماانفرد به البخارى ووجه تأخره عما اتفقا عليه اختلاف العلماء ايهما

کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہیں۔ (حدیث کی کتابوں میں ان میں سے کسی ایک کا کوئی اثر تک نہیں ہے) اور محض فقہاء کا ان کو اپنی کتابوں میں ذکر کرنا ان کے مستند ہونے کے لیے کافی نہیں۔ ملا علی قاری اپنی کتاب الموضوعات الکبریٰ ص ۴۷ میں لکھتے ہیں۔

"ثم لا عبرة بنقل النهاية ولا بقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين، ولا اسندوا الحديث الى احد المخرجين."

"یعنی پھر یہ کہ صرف صاحب نہایہ اور باقی شارحین ہدایہ کے نقل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ وہ محدثین میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے حدیث کو اس کے کسی تخریج کرنے والے کی طرف منسوب کیا ہے۔"

شیخ اشرف بن الخطیب الحنفی کی کتاب "تنبیہ الوسان" میں ہے:

"ولو وجد واجد فی بعض كتب الحنفية من علماء ما وراء النهر والعراق والخراسان لم يسندوا احاديثهم التي يذكرونها في كتب الحنفية الى أصل من اصول الحديث الجليل الشان ......الخ."

اور اگر کوئی پانے والا بعض کتب حنفیہ میں ماوراء النہر، عراق، خراسان کے حنفی علماء کو پائے کہ وہ ان احادیث کو جو وہ اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں حدیث کی بنیادی کتابوں میں سے کسی کتاب کی طرف منسوب نہیں کرتے جو جلالت شان والی ہیں (تو وہ غیر معتبر ہیں)۔

اور اس حدیث کے باطل ہونے کے لیے اس پر صحابہ کرام کا عمل کرنا ثابت ہونا ہی کافی ہے۔ چنانچہ ابن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں کا اثر ابھی گزر چکا ہے۔ اور ابن مسعود کا عمل اس کی اپنی حدیث کے بیان میں گزر چکا ہے۔

ان تاریک روایتوں پر اعتماد کرنا اور صاف وصریح احادیث سے اغماض برتنا جو جوامع سنن اور مسانید میں موجود ہیں ایسے شخص سے متوقع نہیں ہوسکتا جو علماء کی صف میں شامل ہو پھر ناقدین فن نے قطعی طور پر عشرہ مبشرہ سے ثبوت پیش کیا ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس کو اپنے مقام پر ذکر کریں گے جو ان سب کو جھٹلا دے گا۔

مخدوم صاحب خود اپنے رسالہ "نور العينين فی اثبات الاشارة فی التشهدين" میں کہتے ہیں۔

"المروی بغير سند يكون تعليقا والتعاليق لا يحكم بها ولا يعمل بها مالم يعلم سندها الا اذا وقع التعليق في كتاب التزم مصنفه صحة تعاليقه

ارجح ثم ما انفرد به مسلم ثم صحيح على شرطهما ولم يخرجه واحد منهما ووجه تأخره عما اخرجه احدهما تلقى الامة بالقبول ثم صحيح على شرط البخارى ثم صحيح على شرط مسلم ثم صحيح عند غيرهما مستوفى فيه الشروط السابقة" <اهـ>.

فلو سلم قول المخدوم ان بعضها ثابت على شرطهما فذلك البعض فى الدرجة الرابعة وحديث ابن عمر ومالك فى الاولى ووائل فى الثالثة فالترجيح بهذا الوجه نجيح وعلى طريق الخصم صحيح.

قوله: وقد قال ابن الهمام فى تحرير الاصول ان القول بكون ما فى الصحيحين۔ الى قوله۔ وقال صاحب التيسير شرح التحرير وهو اى الحكم امر ظاهر۔ انتهى.

اقول: هذا هو عين التحكم لان لهما مزية على غيرهما من وجوه منها جلالة مصنفيهما فى الشأن، وتقدمهما فى تمييز الصحيح على غيرهما، وتلقى العلماء لكتابيهما وهذا التلقى وحده اقوى فى افاضة العلم، وايضا فانهم متفقون على وجوب العمل بكل ما صح ولو لم يخرجاه فلم يبق لهما فى هذا مزية والاجماع حاصل على ان لهما مزية فيما يرجع الى نفس الصحة كذا فى (شرح النخبة – ص۲۰–۲۱) فما قاله تنقيص لشأنهما قال الشاه ولى الله فى (الحجة –ج۱ ص۲۹۷–اصح المطابع) "اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما عن المتصل المرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهون امرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين" <اهـ>. وفى (تدريب السيوطى –ص۴۱) "يلزم من اتفاقهما اتفاق الامة لتلقيهم له بالقبول وقد قال امام الحرمين لو حلف انسان بطلاق امرأته ان ما فى الصحيحين مما حكما بصحته من قول النبى ﷺ لما لزمته الطلاق لاجماع علماء المسلمين على صحته" <اهـ>.

وفى (الرسالة المنسوبة الى السيد الشريف الجرجانى –ص۱) "واعلى اقسام الصحيح ما اتفقا عليه، ثم ما انفرد به البخارى، ثم ما انفرد به مسلم، ثم ما كان على شرطهما؛ وان لم يخرجاه ثم على شرط البخارى، ثم على شرط مسلم، ثم ما صححه غيرهما من الائمة، فهذه سبعة اقسام" <اهـ>. وكذا نقلنا عن السيوطى، وهكذا قاله الشيخ عبد الحق فى (اشعة اللمعات ج۱ ص۸)، والعلامة المعين

کصحیحی البخاری ومسلم ، فان تعلیقهما محکومة بصحتها ، بخلاف تعالیق غیر هما من کتب المحدثین وغیر ها فانه لا یحوز العمل بها لان الاسناد للحدیث کالقوائم فما لم یعلم ذلك یحب التوقف عن قبولها کان حکم الضعیف فی عدم القبول ولهٰذا قال صاحب النخبة فی تعریف الصحیح : ان خبر الا حاد بنقل تام الضبط متصل السند هو الصحیح ، وقال شارح النخبة : انه انما قیدنا بالا تصال لان المر سل والمنقطع والمعلق لیست مما یحکم بها بل حکمها حکم الحدیث الضعیف .“

یعنی جو حدیث بغیر سند کے مروی ہو وہ تعلیق ہوتی ہے اور تعلیق کے ساتھ حکم لگایا جاسکتا ہے اور نہ عمل کیا جاسکتا ہے جب تک اس کی سند معلوم نہ ہوجائے ۔ الا یہ کہ یہ تعلیق ایسی کتاب میں ہو جس کے مصنف نے تعلیق کی صحت کا التزام کیا ہو جیسا کہ صحیحین بخاری و مسلم کی تعلیقات ہیں ، ان دونوں کی تعلیقات محکم بالصحت ہیں برخلاف دوسرے محدثین کی کتابوں کی تعلیقات کے کہ ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ سند حدیث کے لیے پائے کی مانند ہے جس کی سند معلوم نہ ہو اس کو قبول کرنے سے توقف کرنا واجب ہے۔ عدم قبولیت میں اس کا حکم ضعیف کا حکم ہے اسی لیے صاحب النخبۃ صحیح کی تعریف میں کہتے ہیں : وہ خبر آحاد جس کو تام الضبط اور متصل السند نقل کرے وہ صحیح ہے۔

نخبہ کا شارح لکھتا ہے : ہم نے اتصال (متصل ہونے) کی قید اس لیے لگائی ہے کہ مرسل منقطع اور معلق ان حدیثوں میں سے نہیں ہے جن کے ساتھ حکم ثابت ہوجائے یا لگایا جائے بلکہ ان کا حکم ضعیف حدیث کا حکم ہے۔

اور ” معیار النقاد “ میں ہے:

” لا یخفی ان اسانید هؤ لاء کلهم لیست معلومة لنا ، ولا لك وانت اقدرت نفسك انما لیس سنده معلوما لا یصلح لشیء ما .“

یعنی یہ بات پوشیدہ اور مخفی نہیں کہ ان سب کی سندیں ہمیں معلوم نہیں ہیں اور نہ آپ کو اس کا علم ہے۔ آپ نے صرف اندازہ لگایا ہے جب کہ اس کی سند معلوم نہیں ہے لہٰذا یہ کسی کام کی نہیں ہے (یعنی چونکہ اس کی سند معلوم نہیں ہے لہٰذا یہ دلیل بننے کے قابل نہیں ہے)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث :

اُن کا کہنا ہے :...... ان ہی میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو بیہقی نے خلافیات میں عبداللہ بن الخزاز کی سند سے بیان کیا ہے ، مالک ، زہری ، سالم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ : رسول

التتوی فی (الدراسات -ص ۳۳۱ـطبع کراتشی) . وقال القاری: لاشك ان الحديث المروی فی الصحاح اقوی من المروی فی الحسان، کذا فی (تعلیق ابی داؤد للسنبھلی الحنفی -ج١ ص١٩٩)؛ بل! ابن همام نفسه ربما يرجح حديثهما على غيره كما لايخفى على من طالع كتابه (فتح القدير) وقد رده العلامة السندى ردا وافرا ذكر كلامه العلامة الحسين المغربى فی (البدر التمام) ومن جملة كلامه " قوله: تحكم هذا اذا لم يكن دليل عليه، وقد ذكروا وهو تلقى الامة بما فی الكتابين سوى ما انتقد عليهما، وتلقى الامة بالقبول ما يقوى الصحة والتقوية بتلقى الامة بالقبول قد اعتبرها اصحابنا ايضا فی كثير من المواضع، بل ! عدوا الحديث الذى تلقاه الامة بالقبول مشهورا" <اهـ>.

وقال ايضا: "كثيرا ما يقدم المحقق بعض الاحاديث لذلك وهو غير مخفى للمتتبع للكتاب" <اهـ>.

فقول صاحب (التيسير) هو امر ظاهر، كمن قال: الليل اضوأ من النهار، والاعمى ابصر من البصير!

قوله: ولو سلم (الى قوله) وقد عارضه التراجيح الاربعة السابقة، وعند تعارض الترجيح يعتبر كثرة التراجيح (الخ).

اقول: ومعه ايضا الثلاثة الاخرى، وقد حققت. ثم معها تراجيح اخرى قد ذكرت. فعلى قول المخدوم: وبالاعتبار بالكثرة يقول الحنفية فی التراجيح ـ الخ ـ ترجح جانبنا لاجانبه ولله الحمد.

قوله: ان قيل هذا مسلم ولو ثبت صحة احاديث النفی (الى قوله) وكم من طرق هذا الحديث ليس كما ذكر محمد بن ابى ليلى، الخ.

اقول: هذا السند دار على يزيد وقد مر الكلام عليه ومن اجله ضعف الخبر ابوداؤد وعامة الائمة والجروح الواقعة فيه مفسرة كما مر، ثم الاسانيد تدور على ابن ابى ليلى على وجه الصواب، كما نقلنا عن البخارى، وضعفه مسلم عند المخدوم كما صرح ههنا، وانما ضعفه الائمة؛ لاجل تغيره وسوء حفظه. وفحش خطأء. وبطل بهذا اعتراضه على ابوداؤد، وكذا اعتذاره بان الجرح غير مفسر.

اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت رفع الیدین کرتے پھر نہیں کرتے تھے۔

(میں کہتا ہوں): ...... یہ معلق ہے امام بیہقی اور خزاز نے اس کی وضاحت کی ہے یہ تو ایسا بیابان ہے جس میں سوار کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ روایت ایسا ذریعہ نہیں ہونا چاہیے جس کے ذریعے اللہ کے اس دین میں جس کو ہم نے اپنایا ہے کوئی چیز داخل ہو جائے (جو اس میں سے نہیں) ابن المبارک نے کیا سچ کہا:

"الا سناد من الدین ولو لا الا سناد لقال من شاء ماشاء" (مقدمه صحیح مسلم)

"یعنی اسناد دین کا ایک حصہ ہے اور اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر کوئی جو جی چاہتا کہہ دیتا۔"

ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم یہ حدیث نہ امام مالک نے بیان کی ہے اور نہ زہری نے، نہ سالم نے، نہ ان کے والد نے، اور نہ ان میں سے کسی نے اس روایت کو جانا، اور نہ میں جانتا ہوں۔ بلکہ یہ روایت اس سند کے ساتھ موطا میں موجود ہے اور یہ رفع الیدین کے اثبات میں ہے اور یہ ہمارے بچوں پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سند تو سلسلہ ذھبیہ یعنی سونے کی زنجیر (گولڈن چین) کی طرح ہے اور یہ سند لوگوں میں انتہائی مشہور ہے، لہٰذا ابلیس کی تلبیس کے ساتھ اس کو متلبس کرنا محال ہے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب الخلافیات میں اس کو اپنے استاد حاکم سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔

"هذا باطل موضوع لا یحوز ان یذ کر الا علی سبیل القدح فقد روینا بالاسانید الصحیحة عن مالك بخلاف هذا . اهـ"

یعنی یہ باطل اور من گھڑت ہے اس کو قدح اور اس کی خرابی بیان کرنے کے علاوہ بیان کرنا جائز نہیں، ہم نے امام مالک سے صحیح اسانید کے ساتھ اس کے برخلاف روایت کیا ہے۔

اور اس کے مردود ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور مذہب رفع الیدین کرنا ہے۔ اس بارے میں ان کے بہت سے آثار ہیں جو کہ صحیح بخاری، جزء رفع الیدین امام بخاری، سنن الکبریٰ بیہقی، وغیرہ معروف کتابوں میں موجود ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا سالم رفع الیدین کرتا تھا جزء رفع الیدین بخاری ص ۲۲ میں ہے۔

"حدثنا محمد بن مقاتل انا عبد الله ثنا عکرمة بن عمار قال : رایت سالم بن عبد الله والقاسم بن محمد وعطاء ومکحولا کانوا یرفعون ایدیهم فی الصلاة اذا رکعوا و اذا رفعوا ."

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی کہا عکرمہ بن عمار نے ہم سے بیان کیا کہا میں نے سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، عطاء اور مکحول کو دیکھا وہ سب رکوع میں جاتے

قوله:ونحن انما حکمنا بصحة الحدیث ـ الخ.

اقول: لما ثبت ان السند علی کل حال دائر علی محمد، فلا طائل لهذه العبارة الطویلة؛ فالسند مردود فضلا ان یکون شرطهما او احدهما.

قوله:لاسیما سند عبدالرزاق فانه محکوم بصحته علی شرطهما (الی قوله) ذکر العینی فی شرح البخاری ان یزید هذا (الخ).

اقول: هذا الحکم لیس ممن یسمی ناقدا وا[illegible] نقد قد حکموا بخلافه وعلیهم التعویل عند کل اصیل. ثم یزید: امره ظاهر: وحاله باهر؛ وقد علم من قول الحمیدی انه مسمی لاسمه وعمل کعلمه. وکل من نسب الیهم العینی توثیقه فتکلموا فیه غیر احمد بن صالح لکن توثیقه من حیث الذات فقد ثبت تغیره کما نص علیه ابن سعد فقال: کان ثقة فی نفسه الا انه اختلط فی آخر عمره فجاء بالعجائب، واما العجلی، ویعقوب بن سفیان، وابن حبان، فکلهم: وصفه بالاختلاط واقوالهم مذکورة فی التهذیب، واما الساجی فلا ندری کیف نسب الیه فانا لانجد قوله فی التهذیب ولا المیزان ولا غیرهما، واما اخراج مسلم فقد مر الکلام علیه، واما ابن خزیمة فلا نعتمد علی مجرد قوله ومع هذا فقد جرحه ایضا . ففی (التهذیب ـج ۱۱ ص ۳۳۱) عنه: وفی القلب منه.

قوله:وان یزید لم یتفرد (الخ).

اقول: قد مر ان الصواب اتحاد السند فلیراجعه.

قوله:قال الحافظ فی تهذیبه ان یزید هذا اخرج له مسلم وعلق له البخاری.

اقول: هذا الانتساب غیر صحیح ولا نجد هذه العبارة فی تهذیبه.

قوله:وقال فی حقه مسلم فی مقدمة صحیحه (الخ).

اقول: لم یصرح مسلم بتوثیقه بل قابل الجماعة مع الأخرین، ثم هذا باعتبار ذاته کبقیة الذین معه کعطاء ولیث: وکل هؤلاء من المختطلین، فلا یقال انه من رجال الصحیحین.

قوله:ان قیل قد قال الترمذی (الی قوله) والسند الذی اورده الترمذی لحدیث ابن مسعود صحیح علی شرط مسلم (الخ).

اقول: هذا کله تحامل والکلام علیه من وجوه:-

اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

پھر ان سے روایت کرنے والا راوی یعنی امام زہری بھی رفع الیدین کرتا تھا بلکہ وہ دوسروں کو بھی رفع الیدین کرنے کا حکم دیتا تھا جیسا کہ جزء رفع الیدین میں کا ہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ بھی رفع الیدین کرتے تھے جیسا کہ امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "التمھید" میں ثابت کیا ہے۔ اور امام خطابی نے اس کو نقل کیا ہے اور قرطبی نے ان کی پیروی کی ہے۔ مفہم میں ہے "انہ آخر قولی مالك واصحهما" یعنی یہ (رفع الیدین کرنا) امام مالک کے دو قولوں میں سے آخری اور اصح قول ہے۔

ملا علی قاری شرح مسند ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں۔ "وبه قال ... الشافعي واحمد" یعنی یہی قول امام مالک امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المسویٰ ص ۱۰۴ وغیرہ میں کہتے ہیں۔ پس اس جھوٹ کو (یعنی رفع الیدین نہ کرنے کی بات) اللہ کے ان پاکیزہ بندوں کی طرف منسوب کرنا بدترین اور قبیح ترین فعل ہے۔

عبداللہ بن زبیر کی روایت:

(اُن کا کہنا ہے): ...... ان ہی میں سے عباد بن زبیر کی حدیث ہے، اس کو بیہقی نے خلافیات میں بیان کیا ہے: ابو عبداللہ الحافظ، ابو العباس محمد بن یعقوب، محمد ابن اسحاق، حسن بن الربیق، حفص بن غیاث، محمد بن ابی یحییٰ، عباد بن الزبیر سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو شروع نماز میں اٹھاتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہیں اٹھاتے۔

شیخ ابن دقیق العید کتاب الامام مین رقمطراز ہیں۔ یہ عباد تابعی ہیں لہٰذا حدیث مرسل ہے.

(میں کہتا ہوں): ...... پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مرسل ہے جیسا کہ مخدوم صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔ اور مرسل روایت قابل حجت نہیں ہوتی جیسا کہ تمام علماء حدیث نے اس کی صراحت کی ہے۔ دیکھئے مقدمہ، صحیح مسلم، علوم الحدیث امام حاکم، التوحید لا بن خزیمہ، سنن الترمذی، الثقات ابن حبان، المعرفۃ امام بیہقی، الکفایہ خطیب، مقدمہ ابن الصلاح، التقریب امام نووی، الفیہ، اختصار علوم الحدیث ابن کثیر، النکت ابن حجر، فتح المغیث امام سخاوی، فتح الباقی للانصاری، التدریب امام سیوطی وغیرہ اس فن کی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اور یہ نا قابل قبول اس لیے ہے کہ محذوف (جس کا ذکر نہیں کیا گیا) شخص کی حالت مجہول اور نامعلوم ہوتی ہے۔ اور اس میں یہ دونوں احتمال ہیں کہ وہ شخص صحابی ہو یا تابعی۔ مؤخر الذکر ہونے کی صورت میں احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ۔ ثانی الذکر ہونے کی صورت میں احتمال ہے کہ اس نے کسی صحابی سے روایت لی ہو یا کسی تابعی سے۔ دوسری صورت میں احتمال سابق پھر در پیش ہوگا، اس طرح عقلی طور پر

اولا:- ان تحسین الترمذی غیر مقبول ههنا کما مر فکیف الصحة واین شرط مسلم.

وثانیا:- لو سلم فالحسن دون الصحیح هذا لاینکره من باشر الاصول.

وثالثا:- ان قوله: "لایرید به المقابل الصریح" یرد علیه قوله صحیح فقط فی البعض وحسن فی البعض واما جمعه بین الوصفین فهو اما للتردد او للتعدد او للاعتبارین وهو الحسن لذاته والصحیح لغیره فقوله: "بل ما هو اعم منه منظور فیه".

ورابعا:- فعلی هذا التعریف یشرکه الصحیح لانه هو بل بینهما عموم وخصوص مطلقا فکل صحیح بخلاف العکس.

وخامسا:- ان قوله: "لایکون فی اسناده متهم". یحتمل معنیین احدهما ان یتوهم الغفلة والکذاب والفسق فی الراوی فلا یتوهم. وثانیهما ان یتوهم فیه ذلك ولایتهم وهذا هو مستور العدالة وهو المعنی به فی التعریف وقد قصد بهذا القید الاحتراز عن الصحیح لانه شرطه ان یکون مشهورا بالعدالة قاله الطیبی فی (الخلاصة) کما فی (شفاء الغلل - ص ٤٠٠) للمبا کفوری وهو ملحق مع المجلد الرابع من (تحفة الاحوذی)، فعلی هذا المراد به الحسن لغیره لا لذاته کما یشیر الیه قوله: "ویروی من غیر وجه" وقد علمت انه لایعاضده سند قابل لجبر ضعفه فکیف: لو سلم فهو حسن لغیره؛ فلا یقابل ما هو حسن لذاته فضلا عن الصحیح وفضلا علی فضل عن المتفق علیه.

قوله:قد قال الترمذی (الخ).

اقول: قد حذف المخدوم من العبارة شیئا واصل العبارة فی العلل الملحق بالجامع فی آخره هکذا "قال ابو عیسی وما ذکرنا فی هذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسناده عندنا کل حدیث" (الخ) فهذا صریح فی ان مراده لحسن الاسناد فقط وهو لایستلزم حسن المتن ولاصحته کما تقرر فی الاصول، وقد عقد له الحاکم عنوانا مستقلا فی (علوم الحدیث - ١١٢) وهکذا هو الظاهر من (الزیلعی ج١ ص١٨٣ طبع الهند) و (تدریب السیوطی - ص٨٩) و (الرفع التکمیل للکهنوی - ص١٣) نقلا عن العراقی وغیره.

احتمالات اور امکانیات کا ایک لا متنا ہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ استقراء اور تتبع وتلاش کی صورت میں بھی یہ احتمالات (کا سلسلہ) چھ یا سات ہوں گے۔ اور بعض تابعین کا بعض سے روایت کرنا عموماً پایا جاتا ہے۔ (اسی طرح شرح نخبہ ص ۵۰ پر مذکور ہے)

دوسرا یہ کہ حافظ ابن حجر (الدرایۃ ص ۸۴) لکھتے ہیں:

" وھذا مرسل وفی اسنادہ ایضا من ینظر فیہ."

یعنی یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند میں ایسے راوی بھی ہیں جو محل نظر ہیں اور ابن حجر رحمہ اللہ نے واقعی سچ فرمایا ہے اس لیے کہ حفص کا حافظ متغیر ہو چکا تھا جیسا کہ تقریب ص ۱۱۹ اور میزان ج ۱ ص ۲۶۶ پر موجود ہے۔ پھر یہ کہ وہ مدلس بھی تھا جیسا کہ التہذیب ج ۲ ص ۴۱۷ میں احمد اور ابن سعد سے نقل کیا گیا ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والا راوی حسن بن الربیع کے بارے میں عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں "لیس بحجۃ" یعنی یہ شخص قابل حجت نہیں ہے (التہذیب ج ۲ ص ۲۷۸) تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث مردود ہے۔ ابن القیم فرماتے ہیں. " ھو موضوع " یہ موضوع اور من گھڑت ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری کی کتاب "الموضوعات" ص ۱۱۱ میں ہے۔

اور عبدالحی لکھنوی صاحب التعلیق الممجد ص ۷۱ میں اس کی صراحت یوں کرتے ہیں " ان المحدثین لم یثبتوہ" یعنی محدثین نے اس کو ثابت نہیں کیا ہے اور اس کے باطل ہونے پر یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ اگر یہ "عباد" عبداللہ بن زبیر کا بیٹا ہے تو اس کا والد رفع الیدین کرتا تھا (یہ حافظ صاحب نے الدرایہ ص ۸۴ میں شک کی صورت میں کہا ہے ورنہ یہ مجہول ہے) اور ان کا اثر ذکر ہو چکا ہے اور انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (رفع الیدین کی حدیث) روایت کی ہے جیسا کہ ہم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اور بغیر واسطہ کے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین ص ۴ میں اشارہ کیا ہے۔ لہٰذا محال ہے کہ وہ اپنے والد کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھ لے یا بیان کرتے ہوئے دیکھے پر خود اس کے برخلاف روایت کرے۔

حنفیہ کے نزدیک مرسل روایت کی قبولیت:

(ان کا کہنا ہے) :...... اور مرسل حنفیہ کے نزدیک مقبول ہے۔ خصوصاً قرون ثلاثہ کی مرسلات جبکہ دوسری سندوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... مخدوم صاحب نے یہاں تو اسی طرح کہا ہے لیکن اپنے رسالہ "دراھم الصرۃ" میں اس (ارسال) کو ایک علت قادحہ شمار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

" علی روایۃ ابن عباس فی تفسیر النحر قال البخاری: فی اسنادہ نظر لانہ

قوله:ولا خفاء ان هذا التفسير يشمل الصحيح (الخ).

اقول: قد مر ما فيه، ثم الشمول على التقدير يستلزم كون الخبر منه لانه على هذا بينهما عكس كلى كما بيناه قريبا، وايضا فتسليم الاعم لايستلزم تسليم الاخص؛ فبطل قوله: "بانه لايكون الحكم منه لحسنه نفيا للحكم بصحته"؛ لان لقائل ان يقول لايكون اثباتا لها ايضا.

قوله:ومن قول الترمذى يظهر رد قول ابن المبارك (الخ).

اقول: ابن المبارك ليس متفردا فقوله مقدم عليه، ثم هو مؤيد بالتحقيق، فكيف يرد بقوله المحتمل على ان هذا موقوف على تعذر الجمع بين القولين وليس كذلك ههنا بل هو ممكن وذلك على الوجهين: احدهما ان الحسن من حيث السند فقط ولاينا فى عدم الثبوت، والثانى انه ان سلم من اجل التعدد وعدم الثبوت من حيث الذات. وعلى كل حال لايقاوم الخبر اخبار الاثبات مع ان الترجيح كما ذكر لابن المبارك لوجوه عديدة ومراصد سديدة.

قوله:فان قيل قال الفيروز آبادى (الى قوله) نعم قد حقق الحافظ جلال الدين السيوطى (الخ).

اقول: تسميته افراطا عين الافراط فان مراد قول الفيروز آبادى: وروده بطرق تبلغ الى هذا العدد، وهذا لايخفى على من تتبع الاسانيد. وتجاهل المخدوم عنها لايدل على عدم الوجود. ثم هو لم يقطع بل قال "شابه المتواتر" وهكذا نقل المخدوم عنه فقال: "از كثرت روايت اين بمتواتر ما نند ه است" والسيوطى الذى فضله المخدوم عليه فى علم الحديث بل لقبه بخاتمة المحدثين قد قطع بكونه متواترا فى رسالته (الازهار المتناثرة) و (التدريب - ص١٩١) وقال "من روايه نحو خمسين" <اهـ>. فليرجع الى قوله.

قوله:لم يحكم بكون احاديثهم صحيحة (الخ).

اقول: لما حكم بكونه متواترا فهو لا يحتاج الى التصحيح. واما حصره الصحة لستة او سبعة ففى غاية التفريط لانه قد ذكر تصحيح احاديث الخلفاء الثلاثة وابنا، عمر والزبير وعباس ومسعود ثم وائل وسعد بن ابى وقاص والبراء وهذا العدد فوق ما ذكره، ثم صح عن ابى حميد وابى موسى وابى هريرة وانس وغيرهم قد صرح الائمة بثبوتها: كالحاكم، والبيهقى، والزيلعى والعسقلانى، وغيرهم.

لا یصح روایتہ ای ابی الجوزاء قال ابن عدی فکان الحدیث ضعیفا من حیث الانقطاع".

یعنی نحر کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پر (تبصرہ کرتے ہوئے) امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کی سند میں نظر اس لیے کہ ابن ابی الجوزاء کی روایت صحیح نہیں ہوگی، ابن عدی کہتے ہیں حدیث انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہوگئی ہے۔

اور "نور العین" میں تسلیم کیا ہے کہ اس کا حکم ضعیف کا حکم ہے جیسا کہ اس کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ پھر یہ کہ احناف میں سے ہی بہت سے لوگوں نے روایات میں ارسال اور انقطاع کی وجہ سے کلام کیا ہے جیسا کہ امام زیلعی، ابن الہمام، ملا علی قاری وغیرہ۔ اور پھر یہ کہ احناف خود اس مسئلہ میں متفق نہیں ہیں۔ ابن حجر کی کتاب "النکت" میں ہے۔ "ان عیسی بن ابان وابن الساغاتی وغیر هما من الحنفیة ...... لا یقبلون منه ، الا ما ارسله امام من ائمة النقل."

یعنی حنفیوں میں سے عیسیٰ بن ابان اور ابن الساغاتی وغیرہ ائمہ نقل میں سے کسی امام کے ارسال کے علاوہ کسی اور کے ارسال کو قبول نہیں کرتے اور عبدالقادر قرشی حنفی کی کتاب الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ ج ۲ ص ۴۲۹ میں ہے۔

"واعلم ان : ان وعن مقتضیان للانقطاع عند اهل الحدیث."

یعنی معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ "ان" اور "عن" (دونوں الفاظ) اہل الحدیث (محدثین) کے نزدیک انقطاع کے متقاضی ہیں۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ارسال علت قادحہ ہے۔

قرون ثلاثہ کی قید لگانا بھی کوئی مفید نہیں ہے۔ اس بارے میں صاحب شرح نخبہ کا کلام پیچھے گزر چکا ہے کہ تابعین بھی ایک دوسرے سے بکثرت روایت کرتے تھے۔

پھر یہ کہ روایت ارسال اسی بات پر موقوف ہے کہ انہوں نے صرف ثقہ سے مرسل بیان کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ کبار نے بھی ضعفاء اور متروکین سے ارسال بیان کیا ہے اور تلاش کرنے والے پر یہ کوئی مخفی نہیں ہے۔ ابن حزم نے اپنی کتاب الاحکام ص ۱۳۸ پر اس کی مثالیں ابن شہاب، ابن سیرین، ثوری اور مالک سے بیان کی ہیں۔ جب اتنے بڑے پائے کے لوگوں سے اس طرح ارسال ممکن ہیں تو پھر ان سے کم درجے کے لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ رہا تائید کا مسئلہ تو وہ اصل کے ثبوت کے لیے فرع ہے جب اصل ہی مفقود ہے تو ان کا کہنا ہی مردود ہے۔

قوله: على ان تلك الاحاديث الستة والسبعة (الخ).

اقول: ليس فيها مقال لاحد من المحدثين بل وللحنفيين في بعضها ايضا كحديث الـ[illegible] صحيحين، وقد تظافرت اقوالهم في كون حديث الرفع متواترا كابن دقيق العيد كما في (الزيلعي - ج ١ ص ٣٩١) وابن تيمية في (القواعد النورانية - ص ٤٨) وابن حزم في (المحلى - ج ٤ ص ٩٢) وابن حجر في (الفتح - ج ١ ص ١٤٦ - طبع بولاق) وابن قدامة في (المغني - ج ١ ص ٥٤٣ - مع الشرح) والزرقاني في (شرح الموطا - ج ١ ص ١٤٩) وغيرهم.

قوله: وما نقله الفيروز آبادى عن العشرة المبشرة في دوام فعله ﷺ الرفع (الخ).

اقول: عبارة الفيروز آبادى هكذا "درين سه موضع برداشتن دست ثابت شده واز كثرت رواة اين معنى متواتر مانده است چهار صد خبر واثر درين باب صحيح شده وعشره مبشره روايت كرده لايزال برين كيفيت بود تا ازين جهان رحلت كرد وغير ازين چيزى ثابت نشده" انتهى. فالظاهر انه قال: لايزال. الخ. من عند نفسه بعد تحقيقه ولم ينسب رواية ذلك الى العشرة المبشرة. وقد اخطأ المخدوم في فهم عبارته. وهكذا في (سفر السعادة - العربى) ولفظه "وقد ثبت رفع اليدين في هذه المواضع الثلاثة، والكثرة رواته شابه المتواتر، وقد صح في هذا الباب اربع مأة خبر واثر ورواه العشرة المبشرة ولم يزل على هذا الكيفية حتى رحل عن العالم، ولم يثبت شئ غيرها". فهذا صريح في ان قوله: ولم يزل الخ، مستأنف، وكلتا دعوييه اعنى ان الرفع مروى من احاديث العشرة ثم انه عمل واظب عليه النبى ﷺ ثابتة مبرهنة.

اما الاولى :- فقد سبقه اليها الحاكم وابن مندة كما ذكرنا عبارة الفتح ووافقهما البيهقي كما في (الزيلعي - ج ١ ص ٤١٨)، ثم سكوته وسكوت ابن حجر وكذا العيني في (العمدة - ج ٥ ص ٢٧٢) يكفي للتأييد، وقد مضت عبارة ابن القيم، وان انكر المخدوم انكر روايتهم الدوام نصا لااصل الرواية.

والثانية:- فيه اولا حديث ابن عمر الصريح باللفظ "فما زالت تلك صلوته حتى لقى الله" وهو ان انكر صحته المخدوم؛ لكن انكاره مردود؛ لانه انما تكلم في الرجلين في السند عبدالرحمن بن قريش وعصمة بن محمد. وهو لا يضر فقيل في الاول

آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق

(ان کا کہنا ہے): ...... وہ آثار جو رفع الیدین نہ کرنے کے متعلق ہیں۔

(میں کہتا ہوں): ...... ہم نے ابتداء میں ہی ذکر کر دیا تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ

"ان اهل العلم اتفقوا على انه لم يثبت الترك عن احد من الصحابة ، وهذا اجمال وياتي تفصيله ان شاء الله".

"یعنی اہل علم کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے بھی ترک، رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔ اور یہ اجمال ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔"

جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت:

(ان کا کہنا ہے): ...... ان میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اثر ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... یہ بالکل ہی باطل روایت ہے جیسا کہ اپنی جگہ پیچھے گزر چکا ہے۔ بلکہ ہم نے ان سے رفع الیدین کرنا دو صحیح طریقوں اور سندوں سے ثابت کیا ہے۔

جناب عمر رضی اللہ عنہ کا اثر:

(ان کا کہنا ہے): ...... ان ہی میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اثر ہے، جس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ابن آدم، ابن عیاش، عبدالمالک بن ابجر، زبیر بن عدی، ابراہیم، اسود سے روایت ہے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے کسی وقت اپنے دونوں ہاتھ سوائے نماز شروع کرتے وقت نہیں اٹھائے۔

(میں کہتا ہوں): ...... یہ خبر اور روایت بھی کئی وجوہ کی بنا پر بے اصل ہے۔

اولاً: ...... زبیر بن عدی نے بشر بن حسین جو کہ متروک ہے کو اپنی باطل حدیث میں داخل کیا ہے جیسا کہ تہذیب ج ۳ ص ۳۱۷، میزان ج ۱ ص ۱۴۷ میں ہے۔ اس میں ابن حبان سے یہ مروی ہے:

"يروى عنه نسخة موضوعة شبيهة بمائة وخمسين حديثا."

یعنی اس سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا جاتا ہے اس میں تقریباً ایک سو پچاس حدیثیں ہیں۔

پس جب ثابت نہیں ہوا کہ یہ حدیث اس موضوع نسخہ میں سے نہیں ہے تو اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی صحیح حدیث کے مقابلہ یہ پیش کی جا سکتی ہے۔ بلکہ بلا شبہ یہ بھی ان میں سے ہے اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اتهمه السليماني بوضع الحديث كما فى (الميزان - ج٢ص١١٤)، فنقول السليماني ليس قوله مقبولا عند الحنفية؛ حيث لم يقبلوه فى عده ابا حنيفة الامام من الشيعة التفضيلية كما فى (الرفع والتكميل -ص٢٥) للكهنوى . ثم التهمة لاتكفى فى القطع، وقد عقبه فى (اللسان - ج٣ص٤٢٦) بقوله: "وقد ذكره الخطيب فى تاريخه، وقال فى حديثه افراد وغرائب، ولم يسمع عنه الا خيرا" وهذا: صريح فى التعديل، وبه اندفعت التهمة وارتفعت الشبهة . وقيل فى الثانى كذبه يحيى وجرحه ابو حاتم، والعقيلى، والدار قطنى، كما فى (الميزان - ج٢ص٩٦) ونقول: العصمة اثنان احدهما هذا والثانى ذكره ابن حبان فى الثقات فى الطبقة الرابعة وقال: "مستقيم الحديث" <اهـ>.

والظاهر انه آخر، لانه اورد هذا الحديث الائمة: كالبيهقى، وابن دقيق العيد، ثم الزيلعى، والعسقلانى، وغيرهم: استنادا، واستدلال ففى (النصب - ج١ص٤٠٩) عن ابن دقيق "ويزيل هذا التوهم يعنى دعوى النسخ ما رواه البيهقى فى سننه ـ الخ" وفى الدراية- ص٨٥) عن البيهقى "هذا يدل على خطأ الرواية التى جاء ت عن مجاهد يعنى المتقدمة" <اهـ>.

فلو كان الذى قيل فيه كذا وكذا لما اورده فى رد دعوى الشيخ ولاتخطية الرواية النافية، وقد اورده الحافظ فى (التلخيص - ص٨١) ونقل التصحيح عن ابن المدينى علم يستثن تلك الزيادة.

فقول المخدوم: ومن ادعى صحته . (الخ) مردود عليه فقد اتينا بالبيان بما لامزيد عليه عند اهل الشأن.

قوله:والعجب العجاب عن الفيروز آبادى انه يقول:غير ازين ثابت نشده – الخ.

اقول: واعجب منه تشبت المخدوم بالشيخ عبدالحق فى مقابلة ائمة الشأن: كالبخارى، وشيوخه: كالحميدى، وابن المدينى، وابن معين، واحمد، واسحاق، ثم من المتأخرين: كابن تيمية، وصاحبه ابن القيم، وغيرهم. وقد مر التصريح عنهم. وانما اخذ الفيروز آبادى من مثل هؤلاء، وليس هو ممن احدث هذا القول من عند نفسه. واى مقدار للشيخ فى جنب هؤلاء ائمة الهدى الذين بهم فى هذا الشأن يقتدى.

دوئم:..... امام بیہقی نے اس کو تخریج کیا ہے سعید بن مسیّب سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا وہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے اور ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ یہ اثر اگرچہ سند میں رشدین بن سعد ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر گذشتہ قوی احادیث کے لیے مؤید ہے اور مخدوم صاحب نے جو اثر بیان کیا ہے اس سے تو کئی درجہ بہتر ہے۔

ثانیاً:..... ابراہیم نخعی مدلس ہے۔ اس کی تدلیس ثوری کی تدلیس کے مرتبہ میں ہے جس کی حدیث پر حنفیہ نے شعبہ کی حدیث کو آمین کی روایت کی وجہ سے ترجیح دی ہے۔ لہٰذا یہ ہمارے مخالف فریق کے طریقہ کے مطابق بھی ضعیف ہے۔

ثالثاً:..... یہ شاذ ہے۔ التعلیق الممجد لکھنوی ص ۷۱ میں ہے:

" واعترض الحاكم على ما نقله الزيلعي في تخريج احاديث الهداية بانها رواية شاذة لا يعارض بها الاخبار الصحيحة ، عن طاؤس بن كيسان ، عن ابن عمر ان عمر كان يرفع يديه في الركوع وعند الرفع منه ."

یعنی امام زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ میں جو نقل کیا ہے اس پر امام حاکم نے اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے، اس کے ذریعے صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، طاؤس بن کیسان ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

رابعاً:..... اس کے باطل ہونے کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ عام اہل علم نے عمر رضی اللہ عنہ کو رفع الیدین کرنے والوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام بخاری اور امام السبکی نے اپنے جزء رفع الیدین میں ترمذی اور بیہقی نے اپنی سنن میں، ابن القیم نے زاد المعاد میں، زیلعی نے اپنی تخریج میں، مجد نے سفر السعادۃ میں، ابن عبدالبر نے التمہید میں، ابن الملقن نے البدر المنیر میں، نووی نے شرح المہذب میں، ابن سید الناس نے شرح ترمذی میں، ابن حجر نے التلخیص میں، سیوطی نے الازہار المتناثرۃ میں اور اسی طرح دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے، لہٰذا اس جھوٹے اثر کی طرف التفات ہی نہیں کیا جاسکتا

اور حافظ نے الدرایہ ص ۸۵ میں اس کو معلول قرار دیتے ہوئے غیر محفوظ کہا ہے۔

(ان کا کہنا ہے):..... دارقطنی نے بھی اس کو پچھلی سند کے ساتھ ابن مسعود کی احادیث سے تخریج کیا ہے۔

(میں کہتا ہوں):..... اس موضوع اور من گھڑت سند کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے اب دوبارہ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

قوله: فی الحدیث الشریف من بلغه عنی حدیث ثم رده فانا خصیمه یوم القیمة (الی قوله)
واگر ایراد آن برائ آنست که مراد بلفظ رد ترك اعتقاد است الخ .

اقول: معنی الخبر علی العموم، وتقسیم الشیخ غیر مستقیم، وتعویل المخدوم علیه معری عن الدلیل؛ فلا یغنی العلیل، ولا یروی الغلیل. ثم لا نری وجها لرد احادیث المعصوم بابی هو وامی ﷺ یسمی مشروعا عند اهل الحق والسداد ولاحاجة لنا الی البیان لان العموم شمول. والبیان علی من ادعی الخصوص .

قوله: هرکه خواند یا خواناند کتب حدیث را وعمل نکند بر غیر احادیث مذهب آن شخص را ضال و مضال باید گفت یا نه .

الجواب اگر ترك میکند عمل را برآن بر وجه عناد وتمرد وطعن آن ـ الخ .

اقول: هذا مبنی علی ما مضی، وقد بطل. فهو مثله .

وای ضلالة اضل من ترك العمل بعد وصول الا حادیث!؟

قوله: بلکه ترك نمودن آن را عالم غیر مجتهد بواسطة قصور فهم خودرا از اطلاع کما ینبغی بر حقائق قرآن وحدیث وتقلید نمود یکی راز مجتهد آن دین الخ .

اقول: لکن من اهل الایمان طریقان لا ثالث ورائهما: اما ان یسمع الفاظ الحدیث ویفهم معانیها فهو مکلف بالعمل علیها؛ لان قول النبی ﷺ لاینزل عن قول المفتی صرح به فی (الهدایة ج۱ ص۲۰۶) وغیره من الفقهاء .

اولایفهمها فالسبیل له التواقف حتی یفهمها او یمتثل بقوله جل وعلا ﴿فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ (النحل) ولیس هذا تقلیدا بل طلب الحق حیث کان ﴿وفوق کل ذی علم علیم﴾ (یوسف) .

قوله: جمهور علماء برآن اند که واجب است بر عامی وعالم غیر مجتهد تقلید یکی از مجتهدان لا علی التعین .

اقول: هذا خلاف نص الامام ابی حنیفة؛ حیث قیل له: اذا قلت قولا . وکتاب الله یخالفه. قال: اترکوا قولی بکتاب الله تعالی، فقیل: اذا کان خبر الرسول ﷺ، قال : اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ کما فی (خزانة الروایات)؛ وقال لاینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی کذا فی (حجة الله - ج۱ ص۳۷۰ـ اصح المطابع)، بل یخالفه قول المخدوم نفسه حیث قال فی کتابه (نور العین) "انا انعتقد فی امامنا

جناب علی رضی اللہ عنہ کا اثر:

(ان کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے، جس کو امام محمد بھی اپنے موطا میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے، محمد، محمد بن ابان بن صالح اور ابو بکر بن عبداللہ النہشلی، عاصم بن کلیب الجرمی اپنے باپ سے جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے صحبت یافتہ ہیں. روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس وقت نماز شروع کرتے تھے، تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر نماز میں کسی وقت نہیں اٹھاتے تھے۔

(میں کہتا ہوں) :..... امام بخاری رحمہ اللہ نے الکنی ص ۹ اور جزء ص ۸ پر لکھا ہے:

"قال ابن مهدی ذکرت لسفیان عن ابی بکر عن عاصم بن کلیب ان علیا کان یرفع یدیه ثم لا یعوده، فانکره."

ابن مہدی کہتے ہیں میں نے سفیان سے ذکر کیا ابو بکر سے وہ عاصم بن کلیب سے کہ علی رضی اللہ عنہ پہلے رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ تو انہوں اس بات کا انکار کیا۔

پس ثوری کا انکار کرنا ان کے رفع الیدین کے ثبوت پر دلیل ہے۔ اور انہوں نے اس کو منکرات میں شمار کیا ہے۔ پھر ان کی متابعت بھی دو اماموں کی طرف سے ہے ایک امام ابن مہدی دوسرا امام بخاری، اور یہ دونوں اس بارے میں پائے کے ائمہ ہیں۔

ثانیاً:..... عاصم متفرد ہے۔ اس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

ثالثاً:..... نہشلی (۱) بھی ان میں سے نہیں ہے جن سے صحاح کے مقابلہ میں حجت لی جا سکے۔ ابن حبان کہتے ہیں: اس سے حجت لینا باطل ہے۔ اگر کسی نے ثقات کی موافقت کی ہوئی روایات پر اعتبار کیا بھی ہے تو اس سے اس کے فعل میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

ابو حاتم ایک حدیث کے بارے میں جو انہوں نے روایت کی ہے کہتے ہیں یہ باطل ہے (المیزان ج ا ص ۳۴۵) اور محمد بن ابان جس سے محمد نے متابعت کی ہے انتہائی ضعیف ہے۔ ابو داؤد، ابن معین اور بخاری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ (اللسان ج ۵ ص ۳۱) میں ہے۔

رابعاً:..... اس کو ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ زیلعی ج ا ص ۴۱۳ میں ہے:

" وقال الشیخ فی الامام قال عثمان بن سعید الدارمی وقد روی من طریق واهیة عن علی انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة من الصلاة، ثم لا یعود. قال وهذا ضعیف."

یعنی شیخ (ابن دقیق العید) الامام میں کہتے ہیں کہ عثمان بن سعید الدارمی کہتے ہیں کہ ایک انتہائی کمزور واہی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے پھر

الاعـظم الذی هو الامام الاعظم اکملهم واقدمهم سنا وتقوی وفضلا انه لا یخالف هـذا الـمـقـدار من الاحادیث الصریحة التی مر ذکرها اصلا ، وبعید عنه ان لایطلع علی واحد من تلك الاحادیث المذکورة قطعا ، وعلی تقدیر فرض ان یکون الامام قـال بـخـلافهـا؛ فقد صح وثبت عنه ـ رحمه اللّٰهـ حین سئل: بانك اذا قلت قولا قد خـالـفت قول الرسول ﷺ فکیف نفعل؟ فقال: اترکوا قولی ـ الخ . کما تقدم ، وذکر فی الخزانة ، والمتانة ، وغیرهما ناقلا عن الروضة الزندوسیة عن کل من الامام ابی حـنیـفة ومـحـمـد انه قال : اذا قلت قولا وکتاب اللّٰه یخالفه ، وکذا خبر النبی ﷺ ، وکذا قول صحابی: فاترکوا قولی . فما احسن انصاف الامام وما اجمل اتباعه لسید الانام علیه وآله واصحابه افضل الصلوات والسلام . وقد صح بنحو هذا عن الامام الشـافـعـی . فـاذا صـح مثل هذا عن افضل المجتهدین فی مخالفة حدیث صحیح واحـد فما فوقه فکیف لایجوز لنا ترك قوله بورود هذا المبلغ من الاحادیث النبویة الثـابتة التی کاد ان یتواتر معناها . والعجب من بعض المتأخرین انهم یجوزون ترك قـول الامـام ابـی حنیفة فی المزارعة بسبب التعامل ومسئلة السعایة لغلبة الکفار ، وفی مسئلة الوقف لتحصیل غلات الاوقاف وفی مسئلة عدم جواز الاستیجار علی الـعبـادات بـامـرها کالا مامة والاذان ، وتعلیم الفقه والقرآن وامثال ذلك لتحصیل شئ من حطام الدنیا فی سائر المسئلة الکثیرة یعنی ذلك من الاسباب!! ولایجوزون ترك قوله المخالف لقول سید الاولین والآخرین ﷺ وقد قال سبحانه وتعالی ﴿وما اتاکم الرسول فخدوه وما نها کم عنه فانتهوا﴾ (الحشر) ان قیل: قد یمکن ان یحسن الـظـن بالامام الاعظم ان هذه الاحادیث کلها او اکثرها قد بلغته ، وقد بلغه ایضا ما یـعارض من الاحادیث الاخر لم نطلع علیها نحن . قلنا سلمنا انه یحتمل ان الامام قـد اطـلـع عـلـی حدیث واحد او اکثر فی نفی الاشارة ونحن لا نطلع علیها . فهذا الاحتـمـال الـمـوهـوم هل یعارض الاحادیث الصحیحة الموجودة فی غایة الکثرة وجـودا اثبـاتـا محققا . وترجیح الموهوم علی المحقق غیر صحیح ، ولا معقول . فضعف ذلك الاحتمال ، وارتفع الاشکال ، - وماذا بعد الحق الا الضلال ، والحق احـق ان یتبع والعلم للّٰه الکبیر المتعال“ ـ انتهی مختصرا . فاولی للمخدوم الرجوع فـی الـمسئلة لان اثبات الرفع اقوی من اثبات الاشارة ، وتواتره اوکد بل منصوص

دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سنن ج ۲ص ۸۱ پر اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی نے بھی اس کی تضعیف نقل کی ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت بیان کی ہے جس میں رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ امام ترمذی اپنی سنن ج ۲ص ۷۹ میں لکھتے ہیں:

" حدثنا الحسن بن علی الخلال ثنا سلیمان بن دائود الهاشمی ثنا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن موسی بن عقبة عن عبد الله بن الفضل عن عبدالرحمن الا عرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله ﷺ انه کان اذا قام الی الصلاة المکتوبة رفع یدیه حذو منکبیه ویصنع ذلك اذا قضی قراته واراد ان یرکع ویصنعه اذا رفع راسه من الرکوع ، ولا یر فع یدیه فی شیء من صلا ته؟ وهو قاعد ، فاذا قام من السجد تین رفع یدیه کذالك فکبر ، الحدیث وقال هذا حدیث حسن صحیح . "

یعنی ہم سے حسن بن علی بن الخلال نے بیان کیا کہا ہم سے سلیمان بن داؤد ہاشمی نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے بیان کیا انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے انہوں نے عبداللہ بن فضل سے انہوں نے عبدالرحمٰن الاعرج سے انہوں ے نے عبید اللہ بن ابی رافع سے انہوں نے علی بن ابی طالب سے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر اٹھاتے (یعنی رفع الیدین کرتے) اور جب قرات پوری کر کے رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تب بھی ایسا ہی کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی ایسا ہی کرتے۔ اس کے علاوہ بیٹھنے کی حالت میں آپ ہاتھوں کو بالکل نہیں اٹھاتے (یعنی رفع الیدین نہیں کرتے) اور جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تب بھی اسی طرح رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے۔ الحدیث۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

سلیمان الہاشمی سے منقول ہے:

" قال : هذا عند نا مثل حدیث الزهری عن سالم عن ابیه "

یعنی انہوں نے کہا کہ یہ سند ہمارے نزدیک " زهری عن سالم عن ابیه " کی طرح ہے۔ (واضح رہے کہ یہ سند محدثین کے نزدیک اُصح الا سانید میں سے ہے) اسی طرح اس کو امام احمد نے صحیح کہا ہے جیسا کہ امام ابن دقیق العید نے الامام میں علی الخلال سے نقل کیا ہے۔ اور زیلعی نے نصب الرایہ ج اص ۴۱۲ میں

علیہ . ثم نسبة الشیخ الی الجمھور خلاف الواقع . قال ابن حزم: "قد صح اجماع الصحابة کلھم اولھم عن آخرھم، واجماع التابعین اولھم عن آخرھم، واجماع تابعی التابعین اولھم عن آخرھم علی الامتناع والمنع من ان یقصد منھم احد الی قول انسان منھم او ممن قبلھم فیأخذہ کلہ فلیعلم من اخذ بجمیع اقوال ابی حنیفة او جمیع اقوال مالك او جمیع اقوال الشافعی اوجمیع اقوال احمد۔رضی اللّٰہ عنھم۔ولم یترك قول من اتبع منھم او من غیرھم الی قول غیرہ ولم یعتمد علی ما جاء فی القرآن والسنة غیر صارف ذلك الی انسان بعینه انه قد خالف اجماع الامة کلھا اولھا عن آخرھا بیقین لااشکال فیه، وانه لایجد لنفسه سلفا ولاانسانا فی جمیع الاعصار المحمودة الثلاثة فقد اتبع غیر سبیل المؤمنین ونعوذ باللّٰہ من ھذا المنزلة" کذا فی (حجة اللّٰہ - ج۱ ص۱۵۵ طبع مصر) وقال الشاہ عقیبه "انما یتم۔ یعنی ما قاله ابن حزم۔فیمن له ضرب من الاجتھاد ولو علی مسئلة واحدة، وفیمن ظھر علیه ظھورا بینا ان النبی ﷺ امر بکذا او عمل کذا وانه لیس بمنسوخ اما بتتبع الاحادیث واقوال المخالف او الموافق فی المسئلة فلا یجد لھا نسخا اوبان یری جما غفیرا من المتبحرین فی العلم یذھبون الیه ویری المخالف له لا یحتج الا بقیاس او استنباط او نحو ذلك فحینئذ لا سبب المخالفة حدیث الانفاق خفی او حُمق جلی و ھذا ھو الذی اشار الیه الشیخ عز الدین بن عبدالسلام حیث قال: "ومن العجب العجیب ان الفقھاء المقلدین یقف احدھم علی ضعف ما اخذ امامه بحیث لا یجد لِضعفه مدفعا وھو مع ذلك یقلدہ فیه و یترك من شھد الکتاب والسنة والا قیسة الصحیحة لمذھبھم جمودا علی تقلید امامه بل یتخیل لدفع ظاھر الکتاب والسنة ویتأولھا بالتأویلات البعیدة نضالا عن مقلّدہ"وقال: "لم یزل الناس یسئلون من اتفق من العلماء من غیر تقیید لمذھب ولا انکار علی احد من السائلین الی ان ظھرت ھذہ المذاھب و متعصبوھا من المقلدین فان احد ھم یتبع امامه مع بعد مذھبه عن الأدلة مقلدا له فیما قال کانه نبی ارسل، وھذا نأی عن الحق وبعد عن الصواب لا یرضی به احد من اولی الالباب" . وقال الامام ابوشامة: "ینبغی لمن یشتغل بالفقه ان لا یقتصر علی مذھب امامه ویعتقد فی کل مسئلة صحة ما کان اقرب الی الکتاب و السنة المحکمة وذلك سھل علیه اذا کان اتقن معظم العلوم

اس کا اقرار کیا ہے۔ اس کے راوی سب ثقہ ثبت حافظ اور عالم ہیں۔ تقریب میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ امام بخاری نے بھی اس کو اپنی کتاب جزء رفع الیدین میں اور ابو داؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور دارقطنی اور احمد وغیرہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ امام بخاری جزء ص ۷ پر لکھتے ہیں :

"وروی ابو بکر النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن علی رفع یدیه فی اول التکبیر ثم لم یعد . وحدیث عبید الله هو شاهد فاذا روی رجلان عن محدث قال احدهما رایته فعل وقال الآخر : لم اره ؟ فالذی قال : رایته فعل فهو شاهدو الذی قال لم یفعل لیس هو بشاهد لانه لم یحفظ الفعل . وهکذا قال عبد الله بن الزبیر ما کشاهدین شهدا ان لفلان علی فلان الف درهم باقراره . وشهد آخر انه لم یقر بشیء . یعمل بقول الشاهد . ویسقط ما سواء . وکذلك قال بلال رایت النبی ﷺ صلی فی الکعبة فقال الفضل بن عباس لم یصل . واخذ الناس بقول بلال لانه شاهد ولم یلتفتوا الی قول من قال لم یصل حین لم یحفظ ".

یعنی ابو بکر نہشلی نے روایت کی ہے عاصم بن کلیب سے وہ اپنے والد سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے تکبیر اولیٰ میں رفع الیدین کیا اور پھر دوبارہ نہیں کیا۔ اور عبید اللہ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ اور جب دو آدمی ایک ہی محدث سے بیان کریں اور ایک کہے کہ میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تو جو یہ کہے کہ میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ شاہد ہے اور جو یہ کہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا وہ شاہد نہیں ہے اس لیے کہ انہوں نے اس کام (فعل) کو یاد نہیں رکھا۔ اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (امام حمیدی) نے کہا ان دو گواہوں کی طرح جو یہ گواہی دے کہ فلاں کے لیے فلاں کے ذمہ اس کے اقرار کے ساتھ ایک ہزار درہم ہیں۔ دوسرا گواہی دے کہ انہوں نے کسی چیز کا اقرار نہیں کیا تو شاہد (گواہ) کے قول کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اس کے سوا جو ہے وہ ساقط ہو گا۔ اسی طرح جس طرح بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی۔ تو لوگوں نے بلال رضی اللہ عنہ کی بات کو لے لیا اس لیے کہ وہ شاہد (گواہ) تھے اور جنہوں نے کہا کہ آپ نے (کعبہ کے اندر) نماز نہیں پڑھی اس کی طرف لوگوں نے توجہ ہی نہیں دی اس لیے کہ ان کو یاد نہیں رہا۔

ان کا کہنا ہے :...... اس کے بعد طحاوی کہتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شایان شان یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھتے، پھر رفع الیدین کرنا چھوڑ دیتے، مگر چونکہ رفع الیدین کا

المتقدمة وليجتنب التعصب والنظر فى طرائق الخلاف المأخرة فانها مضيعة للزمان ولصفوه مكدرة .

فقد صح عن الشافعى انه نهى عن تقليده وتقليد غيره وقال صاحبه المزنى فى اول مختصره اختصرته هذا من علم الشافعى عمن معنى قوله لاقربه على من اراده مع اعلاميه نهيه عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه لدينه ويحتاط لنفسه اى مع اعلامى من اراد علم الشافعى نهى الشافعى عن تقليده وتقليد غيره" انتهى .

وفيمن يكون عاميا ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه لو يرى انه يمتنع من مثله الخطأ وان ما قاله هو الصواب البتة . واضمر فى قلبه ان لايترك تقليده وان ظهر الدليل على خلافه وذلك ما رواه الترمذى " عن عدى بن حاتم انه قال سمعته يعنى رسول الله ﷺ "**اتخذوا احبارهم ورهبانهم ارباب من دون الله**". قال انهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم اذا احلوا شينا استحلوه واذا حرموا عليهم شيئا حرموه" .

وفيمن لايجوز ان يستفتئ الحنفى مثلا فقيها شافعيا وبالعكس ولا يجوز ان يقتدى الحنفى بامام الشافعى مثلا ، فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولى ، وناقض الصحابة والتابعين وليس محله فيمن لايدين الا بقول النبى ﷺ ولايعتقد حلالا الاما احله الله ورسوله ﷺ ولا ما حرمه الله رسوله ﷺ .

لكن لما لم يكن له علم بما قاله النبى ﷺ ولا بطريق الجمع بين المختلفات من كلامه ولابطريق الاستنباط من كلامه اتبع عالما راشدا على انه يصيب فيما يقول ويفتى ظاهرا متبع سنة رسول الله ﷺ فان خالف ما يظنه اقلع من ساعته من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف ينكره احد مع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين من عهد النبى ﷺ ولا فرق بين هذا دائما .

اويستفتئ هذا حينا وهذا حينا بعد ان يكون مجمعا على ما ذكرناه وكيف لا ولم نؤمن بفقيه ايا كان انه اوحى الله اليه الفقه وفرض علينا طاعته وانه معصوم فان اقتدينا بواحد منهم فلذلك لعلمنا بانه عالم بكتاب الله وسنة رسوله ﷺ فلا يخلو قوله اما ان يكون من صريح الكتاب والسنة او مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط او عرف بالقرائن ان الحكم فى صورة ما منوطة كذا او اطمأن قلبه بتلك المعرفة فقاس غير المنصوص على المنصوص فكانه يقول ظننت ان رسول الله ﷺ قال كلما

منسوخ ہونا ان کے نزدیک ثابت ہو چکا تھا، اس لیے اس کو ترک کر دیا......الخ

(میں کہتا ہوں): ......احناف نے اس اصول کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

❶ ...... یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ معصوم (نبی ﷺ) کی حدیث کو ایسے شخص کے عمل یا فتویٰ کے ساتھ منسوخ قرار دینا جس سے غلطی اور خطا کا امکان ہمیشہ سے موجود رہتا ہے۔ اللہ کی قسم یہ تو بہت بڑی بات ہے۔

❷ ...... اس میں خطا اور بھول ونسیان کا احتمال بھی ہے لہٰذا جب احتمال آ جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

❸ ......اس اصول کو لوگوں نے بے شمار مواقع ومواضع پر چھوڑ [illegible] ہے مثلاً حدیث " قراءة الامام له قراة " اس کے ضعیف ہونے کے ساتھ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن کی سند طریق سے اس کو روایت کیا گیا ہے اس کی مخالفت کی ہے اور اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب " المرأة لطرق حديث من كان له امام فقراء ة الا مام له قرأة " میں اس کی وضاحت کی ہے۔ اس کے باوجود یہ مشہور مسئلہ ہے جس سے لوگ چمٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ "اقبل الحديقة وطلقها تطليقة " (یعنی خلع لینے والی عورت سے باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو) لوگوں نے اس کو دلیل بنا لیا ہے حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "خلع تفریق ہے نہ کہ طلاق" جیسا کہ (المحلی ج ۱۰ ص ۲۳۷۔۲۳۹) میں ہے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

❹ ...... یہ اثر کی صحت پر منحصر اور موقوف ہے جب اثر ہی صحیح نہیں تو پھر......؟

❺ ...... اگر یہ تسلیم کیا جائے تو یہ تعارض کا فرع ہے۔ اور وہ یہاں نہیں ہے اس لیے کہ وہ نص نہیں ہے، پس جو نص نہیں ہے وہ منصوص کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا تو منصوص کا ناسخ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس لیے کہ ناسخ ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ منسوخ سے زیادہ قوی ہو۔ (زیلعی ج ۱ ص ۳۹۲)

❻ ...... دو حدیثوں کے درمیان جمع وتطبیق دینا اصولیوں کے نزدیک نسخ پر مقدم ہے اور زیر بحث مسئلہ میں دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق دینا ممکن ہے اس لیے اس اثر کو افتتاح (نماز شروع کرتے وقت) پر محمول کیا جائے۔

❼ ...... نسخ اس وقت متصور ہوتا ہے جب ترجیح متعذر ہو اور یہاں ترجیح متعذر نہیں ہے بلکہ وجوہ ترجیح موجود ہیں مثلاً صحت، قوۃ، دلالت، درجہ، نقص، اٹل، شہرت سب حاصل ہے۔

❽ ...... مخدوم صاحب اور اس کی قوم نے وتر اور عیدین میں رفع الیدین کر کے اثر کی مخالفت کی ہے۔

وجدت هذا العلة فالحكم ثمة هكذا والمقيس مندرج فى هذا العموم فهذا ايضا معزى الى النبى ﷺ، ولكن فى طريقة ظنون ولولا ذلك لما قلد مؤمن بمجتهد فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن اظلم منا: وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العالمين. انتهى ما فى الحجة:

والمراد من قوله "اتبع عالما راشدا"۔الخ۔ هو من يفتى بالحديث لامن يفتى بالرأى او فقه الائمة او اقوال الناس. قال ابن حزم فى (الأحكام - ج٦ص٥٨) "حدثنا حمام حدثنا عباس بن اصبغ

ثنا محمد بن عبد الملك بن اعين ثنا

عبدالله . بن احمد بن حنبل قال سألت

ابى عن الرجل يكون ببلد لايجد فيه الا صاحب حديث لايعرف صحيحه من سقيمه، واصحاب رأى فتنزل به النازلة. من يسأل؟ فقال ابى : يسأل صاحب الحديث، ولايسأل صاحب الرأى. ضعيف الحديث اقوى من رأى ابى حنيفة قال ابو محمد۔ هى كنية ابن حزم - صدق احمد رحمه الله لان من اخذ بما بلغه عن رسول الله ﷺ وهو لايدرى ضعفه فقد اجر يقينا على قصد الى طاعة رسول الله ﷺ كما امره الله تعالى، واما من اخذ برأى ابى حنيفة او رأى مالك او غيرهما فقد اخذ بما لم يأمره الله تعالى قط بالاخذ به وهذه معصية لاطاعة" <اهـ>.

وقال فى (المحلى ج١ ص٦٩) "والمجتهد المخطئ افضل عند الله من المقلد المصيب، هذا فى اهل الاسلام خاصة واما غير اهل الاسلام فلا عذر للمجتهد المستدل ولا للمقلد وكلاهما هالك وبرهان هذا ما ذكرناه آنفا باسناده من قول رسول الله ﷺ: اذا اجتهد الحاكم فاخطأ فله اجر. وذم الله التقليد جملة فالمقلد عاص والمجتهد مأجور، وليس من اتبع رسول الله ﷺ مقلداً؛ لانه فعل ما امره الله تعالىٰ به وانما المقلد من اتبع دون رسول الله ﷺ لانه فعل ما لم يأمره الله تعالى به واما غير اهل الاسلام فان الله تعالى يقول ﴿ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخاسرين﴾".

حاصل کلام یہ ہے کہ عینی وغیرہ یا افرادامت میں سے کسی کا قول اس درجے کا نہیں ہوتا کہ اس کی وجہ سے سید ولد آدم ﷺ سے جو صحیح ثابت ہے اس کو مسترد کیا جائے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دھوکہ، فریب، کج روی سے بچائے اور ہمیں اپنے پسندیدہ کام کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

(اُن کا کہنا ہے) :...... عینی نے شرح بخاری میں کہا ہے ''اسناد حدیث عاصم بن کلیب هذا صحیح علی شرط مسلم'' یعنی عاصم بن کلیب کی اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ اس میں تو مذکورہ بالا نقائص اور علل موجود ہیں۔ پھر یہ کہ عینی اہل نقد میں سے نہیں ہے۔ جبکہ اہل نقد نے اس کی حقیقت کھول کے رکھ دی ہے، لہٰذا اس کو لے لینا چاہیے اور ایسے شخص کی بات کو لے کر حد سے نہ بڑھنا چاہیے جس کی جب تک رہنمائی نہ کی جائے وہ خود راہ نہیں پاتا، تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کیسے فیصلے کرتے ہو؟؟؟

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر:

(اُن کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر ہے جس کو امام محمد نے اپنی موطا میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے: محمد، یعقوب بن ابراہیم، حسین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں اور عمر بن مرّہ، ابراہیم نخعی کے پاس گئے عمرو نے کہا علقمہ بن وائل الحضرمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ کو تکبیر تحریمہ کہتے وقت رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا۔ ابراہیم نے کہا میں نہیں سمجھ سکتا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ایک روز کرتے دیکھا، یاد رکھ لیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یاد نہیں رکھا۔ جس کو میں نے ہر ایک سے سنا کہ وہ ابتدا نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(میں کہتا ہوں) :...... اس پر کئی طرح کے اعتراضات ہیں۔

1 حصین: ابن عبدالرحمٰن کا حافظہ بگڑ گیا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

2 یعقوب: ابو یوسف قاضی ہے وہ مختلف فیہ ہے۔ فلاس کہتے ہیں '' صدوق کثیر الخطا'' یعنی اگر چہ وہ صدوق ہے لیکن بہت زیادہ غلطی کرنے والا ہے۔ امام بخاری اس کے بارے میں فرماتے ہیں ''ترکوہ'' یعنی محدثین نے اس کی حدیثیں لینا چھوڑ دیا تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں '' یکتب حدیثه '' یعنی اس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے۔ ابن معین نے اس کو ''لین'' قرار دیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ''اذا روی عنه ثقة وروی هو عن ثقة فلا باس به'' یعنی جب ان سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے اور یہ خود کسی ثقہ سے روایت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نسائی اور ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور ابن المبارک نے اس کو کمزور اور واہی قرار دیا ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں '' لا تحل الروایة عنه '' یعنی

قوله:لان غير المجتهد عاجز عن النظر الكامل (الخ).

اقول: هـذا حجر لرحمة الله التى وسعت كل شئ. فان الله تعالى قال فى شأن كتابه ﴿هـدى لـلـنـاس﴾ (البقرة) فقول الشيخ هذا ينابذ هذا؛ لانه يدل على انه يهتدى به بـعـض الـناس وبعض لايهتدى ومدلول الآية انه هداية لكل من يريد ان يهتدى به، فـلا شك فـى بـطـلانه. وقال العلامة الفلانى فى (ايقاظ الهمم - ص ٥٥) "واماما يـورد على الالسنة من ان العمل على الفقه لاعلى الحديث: فتفوه، لامعنى له؛ لانه مـن البيـن ان. مبـنـى الـفـقه ليس الا الكتاب والسنة. واما الاجماع والقياس فكل واحـد مـنهما يرجع الى كل واحد من الكتاب والسنة فما معنى لاثبات العمل على الفقه ونفى العمل عن الحديث فان العمل بالفقه عين العمل بالحديث كما عرفت. وغـاية مـا يـمكن فى توجيهه ان يقال ان ذلك حكم مخصوص لشخص مخصوص هـو مـن ليس من اهل الخصوص بل من العوام الذين هم كالهوام لايفهمون معنى الـحـديـث. ومـراده: ولا يميزون بين صحيحه وضعيفه ومقدمه ومؤخره ومجمله ومفسره وموضوعه وغير ذلك من اقسامه ...... فيقال: ـلامثاله ـ ان يعمل بما جاء عن الـفقيه لايعمل بمجرد سماع الحديث لعدم ضبطه، واما من اهل الخصوص واهل الـخبـرة لـلـحـديث وفنونه فحاشا ان يقال له ان يعمل بما جاء عن فقيه وان كانت الاحـاديـث الـواردة خلاف ذلك لان العمل على الفقه لا على الحديث هذا اثم مع هـذا لايـخـفى ما فى هذا اللفظ من سوء الادب والشناعة والبشاعة فان التفود بنفى الـعـمل على الحديث على الاطلاق مما لايصدر عن عاقل فضلا عن فاضل" اهـ >.

ومـراده: مـن الـفقيه الذى يميز الصحيح من السقيم ويفهم المعنى والمراد لا الذى يـفتى برأيه. ثم المخدوم هل هو من الجماعة الاولى ام الثانية؟ على الاول؛ فكيف تـكـلف لتـصـنيف هـذه الـرسالة وغيرها من الكتب، وكيف جمع الروايات وذكر وجـوه الـتـرجيـح، وحـكـم بصحة هذه الروايات، واما ان كان من الثانية؛ فلا معنى لنقل عبارة الشيخ هذه

قوله: وهـمچنين اگر ترك نمود مجتهدى عمل. عمل بعض احاديث لا بواسطة علم بضعف سند او يا نسخ او يا معارضة الخ.

اس سے روایت لینا جائز نہیں۔ (اللسان ج۲ص۳۰۱)

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابو یوسف ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن پر اعتماد کر کے ان سے حدیث لی جائے۔ پھر ان سے حدیث لینے کے بارے میں ضابطہ اور قاعدہ وہی درست ہے جو ابن عدی نے بیان کیا ہے اور زیر بحث مسئلہ ایسا نہیں ہے۔

۳ محمد صاحب موطا: ان کو ابو یوسف القاضی، اسد بن عمرو اور ابن معین نے کذاب جھوٹا قرار دیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دینے والوں میں ابن عدی، احوص علائی، عمرو بن علی اور عقیلی وغیرہ ہیں جیسا کہ اللسان ج۵ص۱۲۲ میں ہے۔

میزان الاعتدال میں ہے:

"لينه النسائي وغيره من قبل حفظه يروى عن مالك بن انس وغيره وكان من بحور العلم والفقه قويا في مالك."

یعنی نسائی وغیرہ نے اس کے حافظہ کی وجہ سے لین قرار دیا ہے۔ وہ مالک بن انس وغیرہ سے روایت کرتا ہے وہ علم اور فقہ کا سمندر ہے، امام مالک سے روایت کرنے میں قوی ہے۔ اور یہاں امام مالک سے وہ روایت نہیں کر رہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

پھر ابراہیم نخعی کی ابن مسعود سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ابراہیم نخعی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوئے۔ پس مسند حدیث کو اس کے قول کے ساتھ رد کرنا بہت بڑی جرات کی بات ہے۔ حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف ثابت ہے جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... محمد، ثوری، حصین، ابراہیم، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... سند میں بھی حصین ہے، پھر محمد ہے، اور نخعی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ (ان سب پر کلام گزر چکا ہے) اس سب کے باوجود اس میں ان کے مطلوب و مقصود کے لیے کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس کے بعد رفع الیدین نہیں کیا۔ اور رفع الیدین کے اثبات کے بارے میں جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے وہ زیادہ ہے لہٰذا وہ اس پر مقدم ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... ابن ابی شیبہ نے بھی ان الفاظ میں روایت کی ہے۔ وکیع، ابن مسعود، ابراہیم عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ "پہلی بار شروع کرتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔"...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... نخعی کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا مرسل ہے۔ پھر ان کے شاگرد ابو معشر،

اقول: هـذه كـلهـا ظـنـون وهى ميون ومخالفة الا حاديث من الامور الظاهرة والا يراد عـلـى الـظـاهـر بالموهوم تلبيس وليس هذا حسن الظن بل هو غلو لاشك فيه كما مرت عبارة الحجة.

قوله: وهيـچ شك نيسـت كـه سـرمايه مقصود بهر مؤمنين كلام الله عز وجل وكلام رسـول اوسـت. ﷺ. قـال الله: اطيـعـوا الله واطيـعـوا الرسول. وليكن چون لا بداست كه در اطلاع كما ينبغى بر حقائق كلامين مذكورين از علم ناسخ ومنسوخ. الخ.

اقول: هـذه الاصطلاحات وضعها المتأخرون وهذا لايخلو من احد الوجهين: اما ان يـكـونـوا عـارفين بتعريفاتها وحدودها، ولم يبق اذا مقلد؛ لان اصحابهم تعلموها مـنهـم وهـلـم جـرا؛ ولهذا المعنى قال الشوكانى: فى (ارشاد الفحول - ص ٢٥٤) "الاجتهـاد عـلـى المتأخرين ايسر واسهل من الاجتهاد على المتقدمين ولا يخالف فـى هـذا من له فهم صحيح وعقل سوى واذا امعنت النظر وجدت هؤلاء المنكرين انـمـا اتـوا من قبل انفسهم فانهم لما عكفوا على التقليد واشتغلوا لغير علم الكتاب والسـنة حـكموا على غير هم بما وقعوا فيه واستصعبوا ما سهله الله تعالى على من رزقه الله العلم والفهم وافاض على قلبه انواع علوم الكتاب والسنة" <اهـ>.

وامـا لايـكونوا: كذلك؛ فكيف خرجوا وتحرجوا. ثم نسأل المخدوم ممن انـت؟ مـن الاوليـن؛ فـقـد ابـطلت ما ادعيته من الخلو عن الاجتهاد ولا معنى ايضا لـلتـصـنيف مـع الصحيح والتضعيف اومن الاخرين؛ فما معنى لهذه المصطلحات التـى ذكـرتهـا فانها اسماء لاتعلم مسماتها. وعلى التقدير اتباع المجتهد ايضا مثله فى العسرة بل اعسر منه وذلك ان الائمة مختلفون فالاربعة وفى زمنهم كثير سواهم كـابـن ابـى ليـلـى والثـورى وابى الثور والاوزاعى والليث وغيرهم وكلهم خالف بـعـضـهم بعضا فالمقلد لا يعلم من يتبعه، ثم عن كل احد روايات مختلفة فرجعت الـمسئلة الى معرفة اسباب الترجيح والتطبيق والجديد من القول والقديم والراجح والـمـرجـوح والـمـرجـوع عـنه والظاهر الرواية وغيرها والعام والخاص والظاهر والـنـص والـمجمل والمفصل والمطلق والمقيد والمنطوق والمفهوم ثم تصحيح النقل وتضعيفه وترجيح بعض الناقلين، فهذا فرار من المطر تحت الميزاب.

زیاد بن کلیب ہے اگر چہ یہ ثقہ ہے لیکن ابو حاتم کہتے ہیں کہ حفظ میں وہ مضبوط اور پختہ نہیں ہے۔ لہٰذا صحیح کے مقابلہ میں اس کی روایت سے حجت نہیں لی جاسکتی۔

جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر:

(اُن کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر ہے جس کو امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: محمد، محمد بن ابان بن صالح، عبدالعزیز بن حکم کہتے ہیں " میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر پر اپنے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے مقابل اٹھاتے، پھر اس کے علاوہ نہیں اٹھاتے ...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب مشہور ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس کے ثبوت بے شمار ہیں۔ اور یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ خود محمد اور اس کے استاد محمد بن ابان دونوں کے احوال گزر چکے ہیں۔ پھر عبدالعزیز بن حکیم بھی مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا ان کے ساتھ ان کے مذہب کی تلبیس نہیں کی جاسکتی (یعنی اس روایت کے ذریعہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا)

(اُن کا کہنا ہے) :...... ان ہی میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا اثر بھی ہے، جس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا ہے ...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... ابن اُبی شیبہ اور طحاوی دونوں کی سندوں کا دارو مدار " ابو بکر بن عیاش عن حصین " ہے۔ اور ابو بکر ساقط الاعتبار ہے اس لیے کہ اس کا حافظہ آخری عمر میں بگڑ گیا تھا جیسا کہ تقریب ص ۵۷۶ پر ہے اور حصین کے بارے میں آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ وہ بھی ناقابل حجت ہے۔ اور پھر اس حدیث میں شذوذ ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ جزء رفع الیدین ص ۳۲ میں لکھتے ہیں:

" فقد خولف فی ذلك عن مجاهد قال وكيع عن الربيع بن الصبيح قال رايت مجاهدا يرفع يديه اذا ركع ، واذا رفع راسه من الركوع . وقال جرير عن ليث عن مجاهد انه كان ير فع يديه . وهذا احفظ عند اهل العلم . قال صدقة ان الذى يروى حديث مجاهد عن ابن أبى عمر انه لم يرفع يديه الا فى اول التكبيرة ، كان صاحبه فقد تغير بآخره ، والذى روا الربيع وليث اولى مع ان طائو سا وسالما ونافعا وابا الزبير ومحارب بن دثار وغير هم قال : راينا ابن عمر يرفع يديه اذا كبرو واذا رفع . "

وايضا يكون الامر موقوفا على ظن المقلد ولا ظن له اصلا قال السندى فى (حواشى فتح القدير) "اذا قلنا بعدم جواز العمل بالاحاديث بسبب الظن فى ثبوت الاحاديث عند المقَّلد. نقول ان ظنه لاعبرة به فتجب ان لاتكون لظنه عبرة فى الاقوال المنقولة عن المجتهدين فحينئذ ينبغى ان لايجوز لهم العمل بتلك الاقوال بل ينبغى ان يجب عليهم الرجوع الى المجتهدين الاحياء. وهم فرضوا ان ليس فى الدنيا مجتهد حى فينبغى ان يسقط عن العوام التكليف بل عن العالم التكاليف غالبها لظهور انهم لايأخذون فيها بالاحاديث ولاباقوال المجتهدين للزوم العمل بالظن وظنهم لاعبرة به ولا مجتهد فيهم حتى يتبعه غيره وهذا كما ترى مصيبة عظيمة" <اهـ>.

ثم غاية ما فيه انه ليس له اهلية التميز فعلى هذا ان سلمنا يخشى عليه العمل بالمنسوخ اوالضعيف، فهو وان كان مخطئا فى اخذه ولكن مصيب بحسب طاقته ﴿ولا يكلف اللّٰهنفسا الاوسعها﴾ (البقرة) بل هو مأجور لانه سعى فى طاعة رسول اللّٰه ﷺ الذى هو مأمور بطاعته ونوى اتباعه "وانما الاعمال بالنيات" الحديث، متفق عليه. واما لو تبع غير النبى ﷺ فهو وان اصاب مخطئ بل آثم لانه احدث شيئا من عند نفسه فتبع من لم يؤمر باتباعه فما ظنك به ان اخطأ وذلك اقرب من الاول واكثر فهذه مصيبة على المصيبة.

قوله: وحصول اين علم مر غير مجتهد راميسر نشود الخ.

اقول: يرد عليه قوله تعالى ﴿ والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا﴾ (العنكبوت) واما القياس على غير الغواص فباطل فى مقابلة النص فقال النبى ﷺ "اذا حكم حاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم ثم اخطأ فله اجر" اخرجاه من عمرو بن العاص وابى هريرة ولو صح لكان منه عين الباطل؛ لانه ليس هذا موقوفا على كلام النبى ﷺ بل اقوال من بعده ايضا بلا ولى لان كلام اللّٰه وكلام رسوله ﷺ اقرب الى الافهام وادنى الى اصابة المرام فانه ابلغ الكلام بالاجماع واعذبه فى الافواه والاسماع واقربه الى الفهم والانتفاع ولاينكر هذا الا جلمود الطباع ومن لا حظ له فى النفع والانتفاع والافهام التى فهم بها الصحابة الكلام الالهى والخطاب النبوى وهى كافها منا واحلامهم كا حالامنا اذ لوكانت الافهام متفاوتة تفاوتا يسقط معه

یعنی اس حدیث کے مجاہد سے روایت کرنے میں اختلاف ہے، وکیع ربیع بن صبیح سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے مجاہد کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ جریر لیث سے وہ مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رفع الیدین کرتا تھا اور یہ اہل علم کے نزدیک زیادہ محفوظ ہے ۔ صدقہ کہتے ہیں جو شخص مجاہد سے ابن عمر کی وہ حدیث روایت کرتا ہے جس میں ہے کہ انہوں نے تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا تو یہ وہ شاگرد ہے جس کی آخری عمر میں یادداشت خراب ہوگئی تھی ۔ اور جو ربیع اور لیث بیان کرتے ہیں وہ زیادہ درست ہے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ طاؤس سالم، نافع، ابوزبیر، محارب بن دثار وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔

پس مخالفت دو جگہ واقع ہوگئی ہے اور پھر مجاہد کا اپنا عمل اس حدیث کے تکذیب اور مخالفت کرتا ہے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب جزء کے ص ۹ پر لکھتے ہیں ۔

”عن ابن معين حديث ابى بكر عن حصين انما هو تو هم منه لا اصل له“.

یعنی ابن معین بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر کی حصین سے بیان کردہ وہ حدیث صرف ان کا وہم ہے اس کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہے ۔

ان کا کہنا ہے :...... اس کے بعد طحاوی (شرح معانی الآثار میں) رقمطراز ہیں: یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع الیدین کرتے دیکھا، پھر چھوڑ دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے بعد ۔ یہ رفع الیدین چھوڑنا، اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتا تھا جب تک ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوجاتا ۔ اس سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل دیکھا ہے اسی سے اس پر حجت ودلیل قائم ہوئی ہے ۔

میں کہتا ہوں :...... اس پر جو اعتراضات ہیں وہ علی رضی اللہ عنہ کے اثر کے بیان کے تحت گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کیا جائے ۔

پھر یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء ص ۹ پر لکھا ہے کہ:

"انه لم يحفظ من ابن عمر الا ان يكون سهى ، كما يسهو الرجل فى الصلاة فى الشىء بعد الشى ، كما ان اصحاب محمد ﷺ ربما يسهون فى الصلاة فيسهون فى الركعتين ، وفى الثلاث ، الا ترى ان ابن عمر كان يرمى من لا يرفع يديه بالحصىٰ فكيف يترك ابن عمر شيئا يا مر به غيره وقد يرى النبى ﷺ فعله . "

”ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والا خود بھول گیا ہے جس طرح کہ آدمی نماز میں بعض چیزیں

فهم العبارات الالهية والا حاديث النبوية لما كنا مكلفين ولا مأمورين ومنهيين لااجتهادا ولا تقليدا اما الاول فلاستحالته واما الثانى فلانا لانقلد حتى نعلم انه يجوز لنا التقليد ولانعلم ذلك الا بعد فهم الدليل من الكتاب والسنة على جوازه لتصريحهم بانه لايجوز التقليد فى جواز التقليد فهذا الفهم الذى فهمنا به هذا الدليل نفهم به غيره من الأدلة من كثير وقليله على انه شهد المصطفى ﷺ بانه يأ تى من بعده من هو افقه ممن فى عصره واوعى لِكلامه حيث قال "فرب مبلغ افقه من سامع وفى لفظ "اوعى له من سامع" قاله الامير اليمانى فى (سبل السلام - ج٤ص٩٤)".

قوله: پس لازم باشد غیر غواص را که عامی یا عالم غیر مجتهدتا دامن غواص. الخ.

اقول: كما انه لااهلية له على قولكم لمعرفة الاحاديث كذلك ليس اهلا لمعرفة من هو اهل للتشبت به فدار الامر على ما تخشونه من العواقب بل هى ورطة فى ورطة، فالاولى: ان يتشبت بمن يستحيل عليه الخطأ وهو الذى فرض علينا طاعته ﷺ . ثم الظاهر من كلامه هذا ان اخذ الاحكام من الكتاب والسنة بدون واسطة مشكل ويرد عليه قوله تعالى ﴿يريد الله بكم اليسر ولايريد بكم العسر﴾ (البقرة) وقوله ﴿ وما جعل عليكم فى الدين من حرج ﴾ (الحج) وقوله ﴿فانما يسرناه بلسانك لعلهم يتذكرون﴾ (الدخان) وفى الحديث "وايم الله لقد تركتكم مثل البيضاء ليلها ونهارها سواء". اخرجه ابن ماجة وغيره من الاحاديث ومدلول الكريمات والروايات ان الدين سهل الاخذ والحصول من الاصلين فلا يقبل قوله فى مقابلة قول من انزلهما فانه اعلم بما انزل حيث قال ﴿كتاب احكمت آياته ثم فصلت من لدن حكيم خبير﴾ (هود) وقال ﴿ثم ان علينا بيانه﴾ (القيامة)، ولا فى معارضة قول من بلغهما الينا من الله تعالى وهو اعلم ممن بعده، فقال الله تعالى ﴿وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم لعلهم يتفكرون﴾ (النحل) بل هذا من سوء الادب فى جنابه ﷺ ان يتسلل من احاديثه لواذا متعذرا بانى عامى، او لا افهم المراد، او لا ادرى المحكم منها او المنسوخ او المؤول، او لا احسن اخذ المسائل منها اولا اقدرعلى الاستنباط والاجتهاد. ثم يسهل عليه اقوال الناس:

بھول جاتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی نماز میں بھول جاتے کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین ، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے ، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسے کام کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں جس کے کرنے کا وہ دوسروں کو حکم کرتے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اس کو ابن ہمام نے تحریر الاصول میں اور دہلوی نے بھی نقل کیا ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... محض ان کا وارد کرنا یا ذکر کر دینا کوئی سود مند نہیں جبکہ وہ حدیث روایتاً ودرایتاً ضعیف اور کمزور ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اس حدیث میں طحاوی کی سند صحیح ہے. انتہی

(میں کہتا ہوں) :...... یہ کہاں ہے؟ جبکہ ابن معین نے کہا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں وہ اس فن کے امام ہیں۔ اور پھر امام بخاری نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ اور اللہ نے حدیث کی حفاظت کے لیے کچھ خاص لوگوں کو پیدا کیا تھا (جن میں سے بخاری وابن معین بھی ہیں)۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... ابن ابی شیبہ کہتے ہیں : جن لوگوں سے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین نہ کرنا مروی ہے، وہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت یافتہ وشاگرد ہیں اور ابراہیم نخعی، خیثمہ، قیس، ابن ابی لیلیٰ، مجاہد، اسود، شعبی، ابواسحٰق ہیں۔ میں کہتا ہوں یہی قول امام ابوحنیفہ، امام مالک اور دیگر حضرات کا ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... علی اور ابن مسعود کے شاگردوں کے اثر کی سند میں ابواسحاق ہے، آخری عمر میں وہ مختلط ہو گئے تھے۔ (التقریب ص ۳۹۳) اور پھر اصحاب ابن مسعود یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد کون ہیں معلوم نہیں۔

❀ :...... نخعی کے اثر میں ابوبکر بن عیاش ہے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے اور دوسرے میں حصین ہے جس کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ وہ بھی مختلط ہو گئے تھے۔ اور اس کی متابعت کرنے والا المغیرہ بن مقسم مدلس ہے خصوصاً وہ ابراہیم سے تدلیس کرتا ہے۔ (تقریب ص ۵۰۴)

❀ :...... ابن خیثمہ کے اثر میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ بہت زیادہ خطا کرنے والا اور تدلیس کرنے والا ہے (تقریب ص ۹۷) اور یہاں اس نے عنعنہ سے روایت کیا ہے۔

❀ :...... قیس کے اثر میں اسماعیل بن ابی خالد ہے اور وہ مرتبہ ثانیہ میں ہے اور مدلس ہے جیسا کہ طبقات ابن حجر میں ہے۔ اور مد مقابل کے نزدیک بھی ان جیسے لوگوں سے حجت نہیں لی جاسکتی، جیسا کہ گزر

فيذهب فيخرّج منها مسائل حتى من مسئلة واحدة ما لايحصى من التخريجات، ويوفق بين روايات الامام بعضها على بعض ويقوى هذا ويضعف هذا، ويميز بين القول القديم والجديد؛ حتى يقدر بل يجترأ على التأويل فى الاحاديث التى ترد على قول امامه! ويردها بالاقيسة المخترعة عنده ويوهنها بالظنون الكائنة فى قلبه.

قال القسطلانى فى (المواهب اللدنية - ج۲ ص۷۸) "ومن الادب معه ﷺ ان لايستشكل قوله ﷺ بل تستشكل الاراء بقوله عليه السلام، ولايعارض نصه بالقياس بل تستشكل الاراء بقوله عليه السلام، ولايعارض نصه بالقياس بل تهدر الاقيسة وتلقى لنصوصه" <اهـ>.

ولا يحرف كلامه عن حقيقة لخيال مخالف تسميه اصحابه معقولا نعم هو مجهول وعن الصواب معزول ولايتوقف قبول ما جاء على موافقة احد فكل هذا من قلة الادب معه وهو عين الجرأة عليه ﷺ، ومن الادب معه ﷺ كما التسليم له والانقياد لامره تلقى خبره بالقبول والتصديق دون ان يحمله معارضة خيال باطل يسميه معقولا او شبهة او شكا او يقدم عليه آراء الرجال وزيالات اذهانهم فيوحد التحكيم والتسليم والانقياد والاذعان كما وحد الرسل بالعبادة والخضوع والذل والانابة والتوكل فهما توحيد ان لا نجاة للعبد من عذاب الله الا بهما توحيدان المرسل و توحيد متابعة الرسول ﷺ فلا يتحاكم الى غير ولا يرضى بحكم غير.

وقد وقع الفراغ من تنقيد رسالة كشف الدين.
وظهر الحق على الباطل بالغلبة والدين.
بل كالذى عجلت به المنية والدين.
وازلنا عن المسئلة الدنس والدين.
بعون الله والعين. والتوفيق لعبده الهين.
وهذا هو لحمده الحين. ولشكره الاين.
وللصلوة والسلام العين. على رسوله امام الدارين.

زيادة للزين. وصى انة من الشين.
هدى الحياة الى البين. وقضاء الدين.

چکا ہے۔

❀:...... ابن ابی لیلیٰ کے اثر میں مقسم ہے وہ کثیر التدلیس ہے جیسا کہ تقریب ص ۵۴۴ میں ہے اور اس نے سفیان بن مسلم الجہنی سے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور پھر ہم اس کے حالات سے بھی واقف نہیں ہوئے۔ (یعنی ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ یہ کون ہے) اور اس میں رفع الیدین کا انکار نہیں ہے۔ اور پھر ابن ابی لیلیٰ احناف کے نزدیک قابل حجت بھی نہیں ہے جیسا کہ عمدۃ القاری ص ۱۱۳ میں مذکور ہے۔

❀:...... مجاہد کا اثر: ابن عمر کی حدیث کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

❀:...... اسود کے اثر میں شریک بن عبداللہ نخعی ہے اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا جیسا کہ تقریب ص ۲۲۴ میں ہے۔ اور اس کا استاد جابر بن یزید جعفی کذاب مشہور ہے۔ اس کو شعبی، ایوب سختیانی، لیث بن ابی سلیم، ابراہیم جوز جانی، سعید بن جبیر، احمد بن خداش وغیرہ نے کذاب اور جھوٹا قرار دیا ہے۔
(تہذیب ج ۳ ص ۴۷۔۴۹)

ابوحنیفہ کہتے ہیں:

"مارایت فیمن لقیت اکذب منه ما اتیته بشیء من رای الا جاء نی فیه بحدیث" (العینی ج ۲ ص ۷۵۰، وزیلعی ج ۲ ص ۷)

یعنی میں نے جن سے بھی ملاقات کی ہے ان میں سے اس (جابر جعفی) سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں پایا، میں اس کو اپنی رائے سے کوئی بھی بات کہتا وہ اس بارے میں ضرور کوئی نہ کوئی حدیث پیش کرتا۔

❀:...... شعبی کے اثر میں اشعث بن سوار کندی ہے اس کو ابو زرعہ، نسائی، ابن معین، اور دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن المثنی کہتے ہیں میں نے یحییٰ اور عبدالرحمٰن دونوں کو اس سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔ ابن حبان کہتے ہیں وہ فاحش الغلط، اور کثیر الوہم ہے (یعنی فحش غلطی کرنے والا بہت زیادہ وہمی ہے) (المیزان ج ۱ ص ۱۲۲)

تقریب ص ۲۹ میں بھی اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

❀:...... ابو اسحاق: مصنف میں اس کا کوئی اپنا اثر نہیں ہے بلکہ علی اور ابن مسعود کے شاگردوں کے اثر اس کی سند سے ہے اور اس کا حال بھی گزر چکا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام عبداللہ بن المبارک کا ایک دلچسپ مکالمہ

(اُن کا کہنا ہے):...... اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور امام مالک وغیرہ کا بھی ہے۔

(میں کہتا ہوں):...... ابوحنیفہ نے ابن مبارک کے ساتھ گفتگو میں خاموشی اختیار کی تھی۔ جزء البخاری ص ۱۹ میں ہے۔

" ولقد قال ابن مبارك كنت اصلى الى جانب نعمان بن ثابت فرفعت يدى، فقال : انما خشيت ان تطير ، فقلت : ان لم أطير فى اوله لم أطير فى الثانية ، قال وكيع : رحمه الله على ابن المبارك ، كان حاضر الجواب ، فتحير الآخر . "

''ابن المبارک کہتے ہیں کہ میں نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ) کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا اور میں نے رفع الیدین کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو اندیشہ ہوا تھا کہ تو اڑ جائے گا۔ میں نے کہا اگر میں پہلی مرتبہ نہیں اڑ سکا تو دوسری مرتبہ بھی نہیں اڑسکتا۔ (مطلب یہ تھا کہ شروع میں آپ بھی رفع الیدین کرتے ہیں پھر آپ نہیں اڑ سکے تو میں کیسے اڑسکتا تھا) وکیع کہتے ہیں کہ ابن مبارک پر اللہ کی رحمت ہو وہ بڑا حاضر جواب تھا چنانچہ دوسرا شخص (ابوحنیفہ) حیران رہ گیا (یعنی ان سے کوئی جواب نہ بن پایا اس کو ابن قتیبہ نے تاویل مختلف الحدیث ص ٦٦ میں ، بیہقی نے اپنی (سنن ج ٢ ص ٨٢) میں خطیب نے اپنی (تاریخ ج ١٣ ص ٣٨٩) میں ذکر کیا ہے۔''

امام مالک کا صحیح مذہب اور دوسرا قول رفع الیدین کرنا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ابن رشد اپنی کتاب مقدمات المندات ص ٤ پر لکھتے ہیں:

" وهى رواية شاذة ضعيفة خاملة . "

یعنی یہ (ترک رفع الیدین کی) روایت شاذ ، ضعیف اور کمزور ہے۔

چنانچہ امام مالک سے ترک رفع الیدین کی روایت ضعیف اور متروک ہے اور آپ نے اس سے رجوع کیا ہے۔ ابن وہب، ولید بن مسلم ، اشہب ، ابومصعب اور سعید بن ابی مریم کہتے ہیں آپ ابن عمر کی حدیث کی بنا پر مرتے دم تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔ ابوعبیدہ بن احمد کہتے ہیں میں آپ کی وفات سے ایک سال بیشتر آپ کے ساتھ رہا اور آپ کا جب انتقال ہوا اس وقت بھی آپ رفع الیدین کرتے تھے۔ ابن وہب کہتے ہیں یہ ہمیشہ سے آپ کی نماز رہی ہے۔ (التمہید ابن عبدالبر)

الفصل الثانی

(ان کا کہنا ہے) :...... ان احادیث میں جو دونوں حالتوں میں رفع الیدین نہ کرنے کے بارے میں حنفیہ کے طریق ترجیح سے متعلق ہیں۔

(میں کہتا ہوں) :...... ترجیح تو تعارض کی فرع ہے اور تعارض اس وقت تک لازم نہیں آتا جب تک دونوں طرف کی روایتیں صحت میں برابر نہ ہوں۔ اور یہاں معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... رفع الیدین کرنے اور نہ کرنے دونوں کے متعلق احادیث آئی ہیں ۔ امام ابو حنیفہ نے چند وجوہ کی بنا پر رفع الیدین نہ کرنے کو ترجیح دی ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ قول ایسا ہے کہ اس کے کہنے والے کے لیے کوئی سند نہیں اور جو وجوہات انہوں نے ذکر کی ہیں ان کا امام صاحب کی طرف نسبت کرنا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

پھر وہ وجوہات بھی مدمقابل کے لیے کوئی سودمند نہیں ہیں۔

اول :...... صحیح یا حسن تو درکنار ایک ضعیف حدیث بھی نہیں جو رفع الیدین نہ کرنے پر دلالت کرتی ہوں۔

دوم:...... ترک رفع الیدین ثابت ہی نہیں ہے ۔ لہٰذا اصول کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہ حاکم ج ۲ص ۵۶۸ کی حدیث میں ہے رفع الیدین کرنا فروتنی اور عاجزی ہے اور یہ حالت اس سے کمتر نہیں ہے جس پر مخدوم صاحب نے اعتماد کیا ہے۔

سوم :...... یہ اصول اور جو اس میں مفاسد ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے یہ صریح حدیث کی مخالفت پر موقوف ہے ۔ اور مجاہد کی روایت رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع الیدین کے ترک پر نص نہیں ہے لہٰذا وہ منصوص کا کیسے مخالف ہوسکتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ رفع الیدین کے اثبات کی احادیث کو ان روایات کے جو مجروح اور مدخول فیہا ہیں اگر ہم برابر بھی تسلیم کریں تب بھی بہت سی وجوہات کی بنا پر اثبات کی روایات کو ترجیح حاصل ہے۔

مثلاً (۱) کثرت تعداد (۲) راوی کا زیادہ ، مضبوط زیادہ حافظ ہونا (۳) سب کا متفق العدالۃ ہونا (۴) کثرت مخارج (۵) ان کی اسناد کا حجازی ہونا (۶) مرفوع ہونے پر اتفاق ہونا (۷) متصل ہونے پر اتفاق ہونا (۸) پھر قول کا متصل مقارن ہونا (۹) ان اقوال کا سنت کے موافق ہونا (۱۰) خلفاء راشدین کے عمل سے مضبوط ہونا (۱۱) قرون اولیٰ (پہلی صدیوں) میں امت کا اس پر عمل پیرا ہونا جیسا کہ ابن القیم نے اعلام الموقعین ج ۲ص ۳طبع ہند میں اس کی وضاحت کی ہے (۱۲) اسی طرح اس کا منطوق ہونا (۱۳) دونوں فریقوں کا اس کو صریح قرار دینا (۱۴) اسی طرح دونوں کا اس کو ثابت کرنا (۱۵) اور اس کا زیادتی کا متضمن ہونا اور اہل فن کے نزدیک ثقات کی زیادتی مقبول ہے ۔ حازمی نے ان تمام وجوہات کو مقدمۃ الاعتبار میں ذکر کیا ہے۔

اور ان کا راوی کے فقہ کے بارے میں جو کہنا ہے وہ اپنی جگہ پر آئے گا ۔ ان شاء اللہ اور جہاں تک امام صاحب کی طرف نسبت کا مسئلہ ہے اس کے لیے ایسے ثبوت کی ضرورت ہے جس پر اعماد کیا جاسکے اور وہ سند ایسی سند ہو جو واقعی امام صاحب تک پہنچے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... اگر یہ کہا جائے قسطلانی نے شرح بخاری میں، ابو بکر بن عیاش کو ضعیف کہا ہے، میں کہتا ہوں اس کو ضعیف کہنا خود ان کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ بخاری و مسلم نے اس کی توثیق کی ہے، اور دونوں نے اس کی احادیث روایت کی ہیں اور اصحاب سنن اربعہ نے اس کی احادیث کی تخریج کی ہے۔

پس صحیحین کے رواۃ پر جرح قابل سماعت ہی نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... ان کو امام قسطلانی وغیرہ نے اس کے حافظہ کے خراب ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور جس نے ان کو ثقہ صدوق قرار دیا ہے یا ان کی تعریف کی ہے تو وہ ان کی ذات کی وجہ سے ہے اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ اسی لیے ان کی وہی حدیثیں قبول کی جائیں گی جو تغیر اور خرابی حافظہ سے پہلے بیان کی ہوں، نہ کہ اس طرح کی روایتیں جو زیر بحث ہیں (اس لیے کہ یہ حدیث انہوں نے حافظہ کے خراب ہونے کے بعد بیان کی ہے) اور جو اس کے مخالف دعویٰ کرے اس کی وضاحت کرنا اس کے ذمہ ہے اور صحیحین کی حدیثیں (جو ان سے مروی ہیں) وہ ان کی خرابی حافظہ سے قبل بیان کی ہوئی روایات ہیں جیسا کہ حفاظ نے اس کی وضاحت کی ہے خصوصاً امام سیوطی نے جو کہ مخدوم صاحب کے نزدیک بمنزلہ خاتم اور مہر کے ہیں۔ لہٰذا مخدوم صاحب کے اس تضعیف کے قول کو ضعیف قرار دینا نا قابل توجہ ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :...... چوتھے رفع الیدین کرنے میں جس طرح احادیث مرویہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند ہے اسی طرح رفع الیدین نہ کرنے میں قوی ترا حادیثِ مرویہ میں ابن مسعود کی حدیث ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دی ہے، اس لیے کہ وہ خلفاء اربعہ کے بعد افقہ الصحابہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا اصول ہے، فقیہی کی روایت پر ہیز گار کی روایت پر ترجیح رکھتی ہے۔ اس کا جمع ہونا ظاہر ہے، اس لیے کہ دونوں صحابی ابن عمر ابن مسعود رضی اللہ عنہ اگر چہ فقہ وورع کے جامع ہیں، مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ میں دراصل فقہ سے زیادہ ورع (پرہیز گاری) ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... ان دونوں احادیث کا تقابل انتہائی تعجب انگیز ہے۔ اور جس کو انہوں نے قوی ترین قرار دیا ہے وہ ضعیف ترین روایت ہے جس پر اعتماد کیا جائے، جیسا کہ ہم نے ابن حبان کے نص کو ذکر کیا ہے اور ابن عمر کی حدیث کی صحت کے بارے میں دونوں فریقوں کا کوئی کلام یا اعتراض نہیں ہے۔ (یعنی دونوں فریق اس کی صحت پر متفق ہیں)

جبکہ فقہی طور پر اس کو ترجیح دینا یہ ایسا نہیں جس طرح مخدوم صاحب نے کہا ہے بلکہ حازمی الاعتبار ص ۱۵ پر مرجحہ وجوہات کے تحت لکھتے ہیں:

" الوجه الثالث والعشرون ان يكون رواة احد الحديثين مع تساويهم فی

الحفظ والاتقان فقهاء عارفين باجتناء الاحكام من مثمرات الالفاظ فالاستروا‌ح الى حديث الفقهاء اولىٰ ."

دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک کے راوی حفظ واتقان میں برابری کے ساتھ فقیہ ہوں الفاظ مثمرات سے احکام استنباط کر سکتے ہوں تو اس صورت میں فقہاء کی حدیث کی طرف مائل ہونا اولیٰ ہے۔

اور شرح المنارص ۱۴۴۔۱۴۵ میں بھی یہی وضاحت ہے۔ اور جس بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں تساوی اور برابری مفقود ہے۔ پھر مخدوم صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ دونوں صحابی اہل فقہ میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

" وان كانا جامعين بين الفقه والورع ."

اگر چہ یہ دونوں فقہ اور تقویٰ اور ورع کے حامل ہیں۔

لہٰذا جب شرط مفقود ہوگئی تو مشروط بھی مفقود ہوگئی۔ اور پھر صحیح بات یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور پھر ابو ہریرہ، انس، معاذ، عقبہ بن عامر، ابن عباس، ابن الزبیر، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم فقہ میں آپ سے کمتر نہ تھے۔ اگر چہ ان میں سے بعض بعض سے کم جانتے ہیں۔ نور الانوار ص ۱۴۴ پر لکھا ہے:

" والراوى ان عرف بالفقه والتقدم فى الا جتهاد ، كالخلفاء الراشدين و العبادلة - هو جمع عبد ل ، مرخم عبد الله ، المراد بهم عبد الله بن مسعود ، و عبدالله بن عمر ، وعبد الله بن عباس ، وقيل عبدالله بن الزبير ويلحق بهم زيد بن ثابت و ابى بن كعب ومعاذ بن جبل وعائشة وابو موسىٰ الاشعرى ".

یعنی اور اگر راوی فقہ اور اجتہاد میں مقدم ہونے میں معروف ہو جیسا کہ خلفائے راشدین اور عبادلہ ہیں۔ یہ عبدل کی جمع ہے جو کہ عبداللہ کا مرخم (اختصار) ہے۔ ان سے مراد عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس ایک قول کے مطابق عبداللہ بن زبیر بھی۔ ان کے ساتھ زید بن ثابت، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ اور ان میں سے اکثر جیسا کہ ہم نے سیوطی سے نقل کیا ہے کہ رفع الیدین کی حدیث کے راوی ہیں اسی طرح سعد بن ابی وقاص کہ ان کی حدیث کا ذکر عبداللہ بن مسعود کی حدیث کے ساتھ ہو چکا ہے۔

پھر مخدوم صاحب نے خلفاء اربعہ کے علاوہ جن کا تذکرہ اور شمار کیا ہے وہ بھی رفع الیدین بیان کرنے والے راویوں میں سے ہیں۔ ہم نے ان تینوں حدیثوں کو بیان کر دیا ہے۔ اور عثمان کی طرف محدثین میں

سے حاکم اور بیہقی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ ج اص ۴۱۸ پر ہے۔ لہٰذا مخدوم صاحب کے فارمولے اور طریقے کے مطابق رفع الیدین کے اثبات والی حدیث کے لیے ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ والحمد للہ۔

اور ان کا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فقہ میں کمتر قرار دینے کو ملا جیون نے بھی مسترد کر دیا ہے اور ابن حزم نے اپنی کتاب الاحکام ج ۵ ص ۹۲ پر ان دونوں کو ایک ہی درجہ میں شمار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"المكثرون من الصحابة رضى الله عنهم فيما روى عنهم من الفتيا عائشة، ام المؤمنين، عمر بن الخطاب، ابنه عبدالله على بن طالب، عبدالله بن العباس، عبدالله بن مسعود، زيد بن ثابت."

یعنی صحابہ کرام میں سے بکثرت حدیث بیان کرنے والوں میں جن سے فتاوی بھی مروی ہیں عائشہ ام المؤمنین، عمر بن خطاب، ان کا بیٹا عبداللہ، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت ہیں۔

اور یہ ترجیح کو باطل قرار دیتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی فقاہت انتہائی مشہور تھی۔ زہری کہتے ہیں کہ ابن مسعود کی فقاہت ابن عمر کی رائے اور فقاہت کے برابر اور مساوی نہیں تھی۔ اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اور آپ پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملات میں سے کچھ بھی مخفی نہیں رہا، اس کو امام نووی نے تہذیب الاسماء ج اص ۲۷۹ میں ذکر کیا ہے۔ اور التہذیب ج ا ص ۳۳۰ میں امام مالک سے مروی ہے کہ انہوں (ابن عمر) نے ساٹھ سال تک لوگوں کو فتویٰ دیا۔ اسی طرح ابن عبدالبر کی الاستیعاب ج اص ۳۶۹ میں ہے:

"ويقولون انه كان من اعلم الصحابة بمناسك الحج."

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ وہ تمام صحابہ کرام میں سے مناسک حج کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور یہ بھی ہے کہ اجتہاد کی وسعت اور اس کی تنگی فقاہت کی کثرت وقلت کا دارو مدار روایات کے استیعاب اور استقصاء اور اس کی تہہ تک پہنچنے پر ہے جب کہ ابن مسعود کی احادیث کی تعداد ابن عمر کی احادیث کے نصف کے برابر ہے۔ نووی نے (تہذیب ج اص ۲۸۹) میں نقل کیا ہے۔

"له الفاو ستمائة وثلاثين حديثا ولا بن مسعود ثمان مائة وثمانية واربعين حديثًا اعن رسول الله ﷺ."

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے روایت کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار چھ سوتیں (۱۶۳۰) ہے جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) ہے۔

اور پھر ان کا کہنا "واخذ الفقه ممن له كمال فى الفقه" الخ یعنی انہوں نے اس سے فقہ

حاصل کیا جس کو فقہ میں کمال حاصل تھا۔ یہ صحابی کے بارے میں انتہائی توہین آمیز الفاظ ہیں، اس لیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابن عمر فقہ میں غیر کامل تھے۔ اور یہ ایک صحابی کے حق میں سوءِ ادب ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر عبارت مذکورہ رد بھی کرتی ہے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے (کہ وہ فقیہ نہ ہو) جبکہ وہ ساٹھ سال تک افتاء کے منصب پر فائز رہے۔ لہٰذا وہ اس فن کے بارے میں کامل ترین شخص تھے اور پھر یہ بھی مخدوم صاحب کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابن مسعود پر ورع اور تقویٰ میں زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ جیسا کہ مخدوم صاحب کا کہنا ہے کہ "ابن مسعود افقه وابن عمر اورع" یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ زیادہ فقیہ تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ زیادہ تقویٰ والے تھے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ فقاہت اور افتاء کی صحت ورع اور تقویٰ پر موقوف ہے اس لیے کہ تقویٰ ان دونوں میں اثر پذیر ہوتا ہے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دینے کی بات امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں ہے اس کے بارے میں آگے آئے گا۔

ان کا کہنا ہے:...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ بہت مشہور روایت ہے، جس کو علامہ ابن ہمام نے اس طرح بیان کیا ہے، ابن عیینہ کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کی مکہ کے اندر دارالحناطین میں ملاقات ہوئی اوزاعی نے کہا "کوفہ میں کیا بات ہے؟ کہ تم رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین نہیں کرتے۔" "ابوحنیفہ رحمہ اللہ" نے کہا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ "اوزاعی نے کہا" کیسے ثابت نہیں؟ مجھ سے زہری، سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز شروع کرتے تھے اور رکوع کرتے تھے اور رکوع سے اٹھتے تھے، رفع یدین کرتے تھے، ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا "مجھ سے حماد ابراہیم علقمہ اور اسود نے عبداللہ سے روایت کیا کہ کہ نبی ﷺ صرف نماز شروع کرتے وقت رفع الیدین کرتے تھے پھر کسی وقت نہیں کرتے تھے" "اوزاعی نے کہا" میں آپ سے زہری سالم ان کے والد کے حوالہ سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ آپ حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ "ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا" حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور علقمہ ابن عمر سے فقہ میں کم نہیں اگر چہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کی فضیلت حاصل ہے اور اسود کی بہت فضیلت ہے عبداللہ تو عبداللہ ہی ہیں (ان کی کیا تعریف کی جائے ان کا فقہ میں درجہ اور قربت رسالت پناہ ﷺ مشہور ومعروف ہے۔"

میں کہتا ہوں:...... یہ قصہ روایتاً ودرایتاً دونوں طرح سے جھوٹ اور من گھڑت ہے۔ روایتاً اس لیے کہ اس کو شیخ الموفق بن احمد المکی نے مناقب امام ابوحنیفہ ج ۱ ص ۱۳۰ میں اس سند سے تخریج کیا ہے:

"اخبرنی تاج الاسلام ابو سعد السمعانی فی کتابه الی اخبرنا ابو الفرج

سعيد بن ابى الرجاء باصفهان اذنا انا ابو الحصين احمد بن محمد الاسكاف قراة انا الحافظ ابو عبدالله بن مندة انا الا ستاذ ابو محمد الحارثى انبأ محمد بن ابراهيم الرازى انبا سليمان الشاذ كونى سمعت سفيان بن عيينه فذكره . فالشاذ كونى كذبه صالح بن جزرة وقال : يضع الاسانيد فى الوقت ، وقال البغوى : رماه الائمة بالكذب وقال ابو احمد الحاكم : متروك الحديث وكان ابن مهدى يسميه الخائب ، وقال عبدالرزاق : عدو الله الكذاب الخبيث ، جاء الى ههنا كان يفعل كذا وكذا . ثم ذهب الى العراق فذكر : انى حدثت باحاديث . والله ما حدثت بها عن معمر ولا عن الثورى ولا عن ابن حريج ولا سمعت منهم
(كذا فى اللسان ج٣ ص٨٤-٨٦)

تاج الاسلام ابوسعد السمعانی نے مجھے اپنے خط میں خبر دی کہا ابوالفرج سعید بن ابی الرجاء نے اصفہان میں با اجازت ہم کو خبر دی، ابوالحصین احمد بن محمد الاسکاف نے خبر دی کہا الحافظ ابوعبداللہ مندہ نے ہم کو خبر دی کہا ہم کو استاد ابومحمد حارثی نے خبر دی کہا ہم کو محمد بن ابراہیم الرازی نے خبر دی کہا ہم کو سلیمان الشاذ کونی نے خبر دی کہا میں نے سفیان بن عیینہ کو سنا پھر انہوں نے روایت ذکر کی۔

الشاذ کونی: صالح بن جزرہ نے اس کو جھوٹا کہا ہے اور کہا کہ ''کان یضع الاسانید فی الوقت'' یعنی وہ اسی وقت اسانید گھڑ لیا کرتا تھا۔ بغوی کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ ابواحمد الحاکم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ ابن مہدی اسے ''الخائب'' یعنی نامراد کہتے ہیں۔ عبدالرزاق کہتے ہیں ''عدو اللہ الکذاب'' یعنی اللہ کا دشمن جھوٹا، خبیث، یہاں آ کر ایسے ایسے کام کرتا تھا اور عراق جا کر کہا کہ میں نے اسے حدیثیں بیان کی ہیں، اللہ کی قسم میں نے وہ حدیثیں بیان ہی نہیں کیں نہ معمر سے نہ ثوری سے نہ ابن جریج سے، اور نہ ہی میں نے اس سے یہ حدیثیں سنی ہیں۔

الجوہر النقی فی ذیل البیہقی ج۲ ص۲۸ میں ہے۔

"قال الرازى ليس بشىء متروك الحديث وقال البخارى هو عندى اضعف من كل ضعيف ، وقال ابن معين : ليس بشىء وقال مرة كان يكذب ويضع الحديث ."

رازی کہتے ہیں کہ وہ کسی کھاتے میں نہیں ہے، متروک الحدیث ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تمام ضعیفوں میں سے سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ کسی کام کا نہیں ہے، کبھی

کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا اور حدیثیں گھڑتا ہے۔

اوراس کا شاگرد بھی اس کی طرح ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں: "دجال یضع الحدیث" یعنی وہ متروک ہے، دجال ہے حدیثیں وضع کرتا تھا۔ صفار کہتے ہیں کہ محدثین اس کے ضعف وجہ سے اس سے حدیثیں نہیں لیتے تھے۔ شیرویہ کہتے ہیں کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔ برقانی کا کہنا ہے کہ وہ بہت ہی برا آدمی تھا۔ خطیب نے اس کی ایک حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو اس کے ہاتھوں نے بنایا ہے۔ ابو احمد حاکم نے اس کو ضعیف قرار دیا، اور کہا کہ اس نے ایسے شیوخ و اساتذہ سے حدیثیں بیان کی ہیں جن کو اس نے پایا ہی نہیں۔ (اللسان ج۵ ص۳۲۔۳۳)

اس سے روایت کرنے والا وہ استاذ کذاب ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

پھر اس سند میں انقطاع اور تدلیس کا شبہ بھی ہے جیسا کہ امام رازی اور استاد کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا کسی بھی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس طرح کے جھوٹ کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرے جس کے بارے میں اس کا اعتقاد ہو کہ وہ ائمہ دین میں سے ایک امام ہے۔ درایتاً بھی کئی وجوہ کی بنا پر درست نہیں۔

❶ ...... اس کا کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں۔ یہ خلاف ظاہر اور خلاف حقیقت ہے اس لیے کہ اس بارے میں بے شمار حدیثیں مروی ہیں۔ یہاں تک کہ امام ابن القیم نے اعلام الموقعین ج ۲ ص ۳ طبع ہند میں لکھا ہے۔

"کانه رای عین وقال الشافعی و روی الرفع جمع من الصحابة لعله لم یرو قط حدیث بعدد اکثر منهم ، کذا فی التلخیص الحبیر ص ۸۲".

گویا یہ آنکھوں دیکھا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رفع الیدین کی حدیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتنی کثیر تعداد نے روایت کیا ہے شاید اتنی کثیر تعداد نے کسی اور حدیث کو روایت نہ کیا ہو۔ اسی طرح تلخیص الحبیر ص ۸۲ میں ہے۔

مخدوم صاحب نے خود اس کو تسلیم کیا ہے پھر اس نے اس روایت پر کیسے اعتماد کر لیا؟ شاید اس لیے کہ وہ یہ کہنا پسند نہ کرتا ہو کہ مقلد اپنے امام سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

❷ ...... "زهری عن سالم عن ابیه" کی سند کو "حامد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود" کی سند کے ساتھ تقابل کرنا۔ اس لیے کہ ان دونوں سندوں کے درمیان جو تفاوت ہے وہ ماہرین فن حدیث کو چھوڑیں بچوں تک کو معلوم ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

۳...... اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں تجھے زہری سے حدیث بیان کرتا ہوں ...... الخ۔ اور امام صاحب کا یہ مجرد ذکر و بیان کرنا، اوزاعی رحمہ اللہ کے سکوت کے منافی ہے۔ آپ اس کو عنقریب جان لیں گے۔

۴...... یہ کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ تھا۔ یہ انتہائی تعجب انگیز ہے۔ حماد اور اس جیسے لوگوں کا زہری سے کیا مقابلہ؟ ایوب سختیانی کہتے ہیں:

" ما رایت اعلم من الزهری " (تهذیب النووی ج۱ ص ۹۲)

''میں نے زہری سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

امام ابن حزم الاحکام ج۵ ص۹۶ میں لکھتے ہیں:

" وقد جمع محمد بن احمد بن مفرج فتاواه فی ثلاثة اسفار ضخمة علی ابواب الفقه . "

محمد بن احمد بن مفرج نے ان کے فتاویٰ کو تین بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں فقہی ابواب پر ترتیب دیکر جمع کیا ہے۔

مکحول کہتے ہیں کہ زمین کی پشت پر زہری سے زیادہ گزشتہ سنت کو جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ لیث کہتے ہیں میں نے سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ (التہذیب ج۹ ص ۴۴۹) صفحہ ماضیہ میں ان سے مذکور ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں جانا۔

التقریب ص ۴۰۷ میں ہے

" الفقیه الحافظ متفق علی جلالته واتقانه وثبته وهو من رؤس الطبقة الرابعه "

فقیہ، حافظ، ان کی جلالت شان، اتقان اور پختگی و مضبوطی علم پر سب کا اتفاق ہے اور وہ طبقہ رابعہ کے سرکردہ لوگوں میں سے ہیں۔ جبکہ حماد کو مرگی کا دورہ پڑتا تھا، جن چڑھ جاتا تھا۔ جب اس نے مرجئیہ کے عقیدہ کے موافق بات کرنا شروع کی تو اعمش اس سے (حدیث وغیرہ لینے سے) اجتناب کرنے لگا بلکہ اس کو سلام بھی نہیں کرتا تھا جب وہ بصرہ آیا تو وہاں کے جوان اس سے مذاق اور تمسخر کرنے لگے۔ ایک آدمی نے کہا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے ایک مردہ مرغی سے وطی کیا تو اس کے پیٹ سے ایک انڈا نکلا؟ دوسرے نے اس سے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو سکرجہ (چھوٹی پیالی) کی مانند طلاق دیدی؟ (المیزان ج۱ ص ۲۷۹)

ابن سعد کہتے ہیں کہ آخری عمر میں حماد کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، ذہلی کہتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ خطا کرنے والا اور کثیر الاوہام تھا۔

مالک کہتے ہیں اس دین میں کوئی بھی مسئلہ درپیش آیا تو اس نے اس میں اپنی رائے پیش کی۔

(التہذیب ج ۳ ص ۱۷۔۱۸)

اور تقریب ص ۱۰۵ پر ہے "لـه اوهام" یعنی اس کے بہت سے اوہام ہیں۔ لہٰذا وہ ایک امام پر کیسے فضیلت پا سکتا ہے؟ پھر یہ کہ امام زہری کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے جبکہ حماد کو ابن سعد نے ضعیف کہا ہے۔ اعمش کہتے ہیں "وہ ثقہ نہیں تھا" ابو حاتم کہتے ہیں "اس کی حدیث قابل حجت نہیں" جیسا کہ التہذیب میں ہے۔ اور امام عقیلی نے حماد کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ اعمش کا بیان ہے وہ کہتے ہیں، ہم ان کو سچا نہیں سمجھتے تھے۔ شعبہ کہتے ہیں وہ یاد نہیں رکھ سکتا تھا۔ مغیرہ کا بیان ہے کہ حماد جھوٹ بولتا تھا۔ عیسیٰ کہتے ہیں کہ انہوں نے حماد سے حدیث وغیرہ لینا چھوڑ دیا تھا۔

(۵)...... ان کا کہنا کہ ابراہیم نخعی سالم سے زیادہ فقیہ تھا (یہ بھی درست نہیں اس لیے کہ) سالم مدینہ کے ان سات مشہور و معروف فقہاء میں سے ہیں جن کے نظریہ اور تفکر پر عدالتی فیصلوں کا مدار تھا۔ جیسا کہ التہذیب ج ۳ ص ۴۳۷ میں ہے۔ اور ابراہیم عربی بھی صحیح طرح نہیں بول سکتا تھا وہ اعرابی غلطیاں کرتا تھا۔ اور وہ اپنے اس قول کی وجہ سے جس میں اس نے کہا کہ "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے" علماء نے اس پر طعن و تشنیع کیا ہے جیسا کہ المیزان ج ۱ ص ۴۵ پر مذکور ہے۔ سالم کی عدالت اور امامت پر اتفاق ہے جبکہ ابراہیم نخعی کے بارے میں امام بیہقی اپنی کتاب جزء القراءۃ ص ۱۴۴ میں لکھتے ہیں۔

"وان كان ثقة فانا نجده يروى عن قوم مجهولين لا يروى عنهم غيره."

"اگر چہ وہ ثقہ ہے لیکن ہم اس کو ایسے مجہول لوگوں سے روایت کرتے ہوئے پاتے ہیں جن سے اس کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔"

پھر یہ کثرت ارسال میں بھی مشہور ہے جیسا کہ التہذیب، المیزان، التقریب، مراسیل ابن ابی حاتم اور علوم الحدیث حاکم وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ اور سالم کے برخلاف اس نے کسی ایک بھی صحابی سے سماع نہیں کیا جبکہ سالم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملا ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ کی طرح وہ کبار طبقہ ثالثہ میں سے ہیں جبکہ نخعی طبقہ خامسہ میں ہے جیسا کہ التقریب میں مذکور ہے۔

(۶)...... اس کا قول: علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں تھا...... الخ مصنف کا یہ قول بے ادبی کی انتہا ہے اس لیے کہ اس میں ایک بزرگ صحابی کی تنقیص ہے اگر چہ ہم اس (علقمہ) کی فقاہت کا انکار نہیں کرتے مگر کہاں وہ اور کہاں صحابہ؟ یہ رد المختار ج ۱ ص ۴۰ میں ابن عابدین کے اس قول کی مانند ہے جس میں اس نے کہا تھا۔

"واما سلمان الفارسى رضی اللہ عنہ فهو وان كان افضل من ابى حنيفة من حيث

الصحبة فلم يكن في العلم والا جتهاد ونشر الدين وتدوين احكامه كابي حنيفه ."

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ گرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ابوحنیفہ سے افضل ہے لیکن علم، اجتہاد، دین کی نشر واشاعت اور احکام دین کی تدوین کرنے میں ابوحنیفہ کے درجے کے نہیں تھے۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی ہذیان بکتے ہیں اور چھوٹا منہ بڑی بات کرتے ہیں کہتے ہیں کہ "وہ فقیہ نہیں تھے" خبردار ہرگز ایسا نہیں: اللہ کی قسم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ادنیٰ صحابی بھی ان کے بعد آنے والوں سے بدرجہا زیادہ فقیہ اور عالم تھے۔ ابن حزم الاحکام ج ۵ ص ۸۹ میں لکھتے ہیں۔

"كلهم عدل امام فاضل رضي فرض علينا توقيرهم وتعظيمهم وان نستغفر لهم ونحبهم وتمرة يتصدق بها احدهم افضل من صدقة احدنا بما يملك وجلسة من الواحد منهم مع النبي ﷺ افضل من عبادة احدنا دهره كله وسواء كان من ذكرنا على عهده عليه السلام صغيرا او بالغا."

وہ سب (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) عادل، امام، فاضل، پسندیدہ لوگ ہیں، لہٰذا ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کی عزت، توقیر و تعظیم کریں اور ان کے لیے استغفار کریں اور ان سے محبت رکھیں، ان میں سے کسی ایک کا ایک کھجور صدقہ کرنا ہم میں سے کوئی اپنی تمام ملکیت جائیداد کو صدقہ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ بھی نشست کرنا ہم میں سے کسی ایک کی ساری زندگی کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے خواہ وہ صحابی آپ ﷺ کے زمانہ میں چھوٹا ہو یا بالغ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ قصہ نہ نقلا درست ہے اور نہ عقلا صحیح ہے لہٰذا اس پر اعتماد کرنا اس شخص کی شایان شان نہیں جو اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لیے وقف کرے۔

ان کا کہنا ہے: ...... ابن ہمام رقمطراز ہیں امام ابوحنیفہ نے فقیہ راویوں کی روایت کو ترجیح دی ہے، جس طرح اوزاعی نے عالی سند کو ترجیح دی ہم کہتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ حنفیہ کے نزدیک کثرت وزیادتی ترجیح کا سبب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... ❶ ...... یہ نسبت ثابت ہی نہیں ہے۔

❷ ...... یہاں ترجیح حاصل ہی نہیں ہوئی ہے۔ اگر بالفرض ترجیح کو تسلیم کرلیا جائے تو وہ مدمقابل کے قول کے مطابق اوزاعی رحمہ اللہ کے لیے علو سند کے ساتھ حاصل ہے۔ شرح مسند ابی حنیفہ ص ۲۰ میں ملا علی قاری کہتے ہیں۔

"في سند الزهري وهم اجلاء في الرواية مع قلة الواسطة فان اسناده

ثلاثی . "

زہری کی سند کے سب راوی جلیل القدر اور بزرگ ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس میں واسطے بھی کم ہیں اس لیے کہ اس کی سند ثلاثی ہے۔ (تین واسطے ہیں)

اور کہا:

" فی حماد عن ابراهيم وهما غير مشهور فی نقل السند بالنسبة الى ما تقدم مع كثرة الواسطة فان اسناده رباعی . "

''حماد کا ابراہیم سے روایت کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ یہ دونوں مقدم الذکر کی بہ نسبت سند کے نقل کرنے میں غیر معروف ہیں۔ اس کے ساتھ اس کا واسطہ بھی زیادہ ہے اس لیے کہ اس کی اسناد رباعی ہے۔ (چار واسطے ہیں)

لہٰذا یہ جلالت شان دوسری ترجیح ہے۔

۳ ...... شیخین نے اس سند کے تمام راویوں سے حجت لی ہے بلکہ دونوں حماد والی سند کے برخلاف اسی سند سے اپنی کتابوں میں حدیثیں لائے ہیں۔ ان دونوں نے حماد سے حجت نہیں لی۔

۴ ...... ابن راہویہ کے نزدیک یہ اصح الاسانید ہے (اسی طرح احمد کے ہاں بھی) جیسا کہ علوم الحدیث حاکم ص ۵۴ میں ہے اور حاکم نے اس فن کے ائمہ کے اجتہاد کو ذکر کیا ہے جبکہ کسی سے بھی حماد کی سند کا ذکر نہیں کیا۔

(اُن کا کہنا ہے): ...... اور یہی ہمارا اختیار شدہ مسلک ہے، (کہ فقیہ راویوں کو غیر فقیہ راویوں پر ترجیح دیتے ہیں ...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... اس کے متعلقات پیچھے گزر چکے ہیں۔ پھر یہ کہ یہ احناف کے نزدیک بھی متفق علیہ نہیں ہے۔ دیکھئے نور الانوار ص ۱۴۵۔ پھر فقہاء میں سے ابن الھمام وغیرہ نے خود اس کی مخالفت کی ہے۔ امام محمد کی کتاب الآثار ص ۱۴ میں ہے۔

" اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة بن قيس والاسود بن يزيد قال كنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلاة فقام يصلى فقمنا خلفه فاقام احدنا عن يمينه والآخر عن يساره ثم قام بيننا فلما فرغ قال هكذا اصنعوا اذا كنتم ثلاثة و كان اذا ركع طبق وصلى بغير اذان ولا اقامة قال يجزى اقامة الناس حولنا ، قال محمد : ولسنا ناخذ بقول ابن مسعود فى الثلاثة ".

ہم کو ابو حنیفہ نے خبر دی، اس نے حماد سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید سے انہوں نے کہا کہ ہم ابن مسعود کے پاس تھے جب نماز کا وقت ہوا تو وہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے ہم میں سے ایک کو اپنے دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کیا اور خود ہمارے درمیان کھڑے ہوگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوگئے تو کہا جب تم تین آدمی ہو تو ایسا ہی کیا کرو۔ آپ جب رکوع کرتے تو اطباق (دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا) کرتے اور بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھتے اور کہتے کہ ہمارے ارد گرد کے لوگوں کا اقامت کہنا ہی کافی ہے۔ اور امام محمد کہتے ہیں کہ ان تینوں باتوں میں ہم ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے قول کو نہیں لیتے۔

یہ سند بعینہٖ وہی سند ہے جس کے راویوں کو انہوں نے زہری کی سند کے راویوں سے زیادہ فقیہ قرار دیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کو ایک ایسی سند کے ساتھ رد کیا ہے جو زہری کی سند سے بھی کمتر ہے۔ وہ " ابو یعفور عن معصب بن سعد عن ابیہ " والی سند ہے جیسا کہ طحاویہ ج ا ص ۱۳۵ میں ہے اور اسی طرح آثار ابی یوسف ص ۴۹ میں بھی ہے اور یہ دونوں زہری اور سالم سے کئی درجے کم تر ہیں اور یہ ان دین کے ساتھ کھیل اور تمسخر ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے رکھے۔ آمین۔

ان کا کہنا ہے :...... شافعی حضرات نے جو رفع الیدین کے قائل ہیں چند وجوہ کی بنا پر رفع الیدین کی احادیث کو ترجیح دی ہے...... الخ

میں کہتا ہوں :...... اس بارے میں دونوں جانب میں سے کسی ایک کا صحیح اور درست ہونا ہی کافی ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور اہل علم کا بھی اس پر اعتماد ہے۔ باقی وجوہات اس کے فروعات ہیں ان کے متعلقات ہم ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

ان کا کہنا ہے :...... رفع الیدین کرنے کی احادیث رفع الیدین نہ کرنے کی احادیث سے زیادہ ہیں، اور زیادہ کے مقابلے میں کم کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

میں کہتا ہوں :...... عینی عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۰ پر لکھتے ہیں۔

" ان من جملة اسباب الترجيح كثرة عد دالرواة وشهرة المروى حتى اذا كان احد الخبرين يرويه واحد والآخر يرويه الاثنان فالذى يرويه الا ثنان اولى بالعمل به . "

جملہ اسباب ترجیح میں سے راویوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور مروی حدیث کا مشہور ہونا بھی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث کو ایک راوی بیان کرے اور دوسری حدیث کو دوسرا راوی روایت کریں تو جس حدیث کو دو راوی روایت کریں وہ پہلی حدیث کی نسبت عمل کے لیے زیادہ اولیٰ اور حقدار ہے۔

اور ملا علی قاری المرقاۃ ج ۱ ص ۴۴۲ میں لکھتے ہیں۔

" والکثرۃ تفید الترجیح فی الرواۃ . "

یعنی کثرت روایت ترجیح کا فائدہ دیتی ہے۔

امام زیلعی نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۵۹ میں لکھتے ہیں:

" ان جماعۃ من الحنفیۃ لا یرون التر جیح بکثرۃ الروایۃ وھو قول ضعیف لبعد احتمال الغلط علی العدد الا کثر . "

یعنی احناف میں سے ایک گروہ کے خیال میں کثرت روایت سے ترجیح ثابت نہیں ہوتی ، یہ ایک ضعیف اور کمزور قول ہے۔ اس لیے کہ تعداد کے زیادہ ہونے سے غلطی کا احتمال دور ہو جاتا ہے (یعنی کم ہو جاتا ہے) (لہٰذا یہ بھی وجوہ ترجیح میں سے ہے)

اور محدثین کے نزدیک بھی یہی اصول ہے۔

امام حازمی اپنی کتاب الاعتبار ص ۹ پر لکھتے ہیں:

" الوجہ الاول کثرۃ العدد فی الجانبین وھی مؤثرۃ فی باب الروایۃ لا نھا تقرب مما یوجب العلم وھو التواتر . "

وجہ اول یہ کہ ایک جانب تعداد کی کثرت ہے اور یہ روایت کرنے میں مؤثر ہے۔ یہ اس لیے کہ جو علم کا فائدہ دیتا ہے (یعنی تواتر) کے زیادہ قریب کرتا ہے۔

اسی مفہوم کی بات شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰ طبع مصر میں لکھا ہے۔

" والذی یر فع احب الی ممن لا یر فع فان احادیث الرفع اکثر واثبت . "

یعنی جو شخص نماز میں رفع الیدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ پسندیدہ ہے جو رفع الیدین نہیں کرتا اس لیے کہ رفع الیدین کرنے کی احادیث کی تعداد زیادہ اور صحیح ہیں۔

امام السندھی حاشیہ نسائی ج ۱ ص ۱۴۰ میں لکھتے ہیں " اکثر واثبت " یعنی رفع الیدین کرنے کی حدیث تعداد میں زیادہ اور صحیح ہیں۔

ان کا کہنا ہے :...... گواہوں کی زیادتی و کثرت سے ترجیح نہیں دی جائے گی اگر ایک مدعی دو گواہ پیش کرے اور دوسرا دس یا زیادہ پیش کرے تو دونوں برابر ہیں۔

میں کہتا ہوں :...... اس کے اس قول کا اس طرح رد ہوتا ہے کہ ان (احناف کے نزدیک دو گواہ ایک گواہ کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ روایت کا شہادت کے ساتھ الحاق کرنا ناممکن ہے اس لیے کہ روایت اگر چہ بعض وجوہات میں شہادت کے ساتھ شریک ہوتی ہے لیکن اکثر وجوہات میں

اس سے الگ اور جدا ہوتی ہے۔ دیکھیے اگر پچاس عورتیں بھی کسی آدمی پر مال کے بارے میں گواہی دیں تو ان کی شہادت (گواہی) قابل قبول نہیں، جبکہ دو آدمیوں کی شہادت قابل قبول ہے، اور یہ معلوم ہی ہے کہ پچاس کی گواہی فی نفسہ دو آدمیوں کی گواہی سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ غلبہ ظن روایت کے باب میں تو معتبر ہے شہادت کے بارے میں نہیں۔ اسی طرح شارع نے دو عالم اماموں کی شہادت دو ایسے آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دی ہے جو ان کے درجے اور منزلت کے ہیں ہیں جبکہ روایت کے بارے میں یہ ہے کہ اعلم (زیادہ جاننے والے) کی روایت کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اس بارے میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔ لہٰذا ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہوگیا۔ (الاعتبار للحازمی ص ۹)

ان کا کہنا ہے: ...... یہی حکم ایک آیت اور دو آیت کا ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... بحث اور گفتگو ثبوت کے بارے میں ہے جب قرآن کریم میں ثابت ہو جائے تو پھر اس میں کیا کلام کرنا اور ہم جس میں بحث کر رہے ہیں وہ بھی اثبات کے بارے میں ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... اور خبر و روایت کا ہے جو ایک نبی اور کئی نبیوں سے مروی ہو...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... یہ بھی قیاس مع الفارق ہے، اس لیے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، الہٰذا ان میں قلت و کثرت برابر ہے۔ چنانچہ جب ان سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو وہ قطعی ہوتی ہے لہٰذا ان پر دوسرے راویوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اس لیے مخدوم صاحب جو اعتراض رفع کرنا چاہتے ہیں وہ رفع نہیں ہوا۔

ان کا کہنا ہے: ...... اثبات نفی پر مقدم ہے، ہم کہتے ہیں ہاں یہ صحیح ہے، جب راوی کو اس کی نفی کا علم نہ ہو۔ اگر ایسا ہو جس میں ہم ہیں تو اثبات ونفی برابر ہیں...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... انسان کا تمام مسائل کا احاطہ کرنا متعذر رہے جیسا کہ مخدوم محمد عابد نے المواہب اللطیفۃ میں کہا ہے۔ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم، فضل فقہ کا انکار نہیں کرتے لیکن بات احاطۂ علم کے بارے میں ہے۔ بہت سے مسائل کبار صحابہ سے بھی مخفی رہ گئے ہیں۔ مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کس قدر مشغول و مصروف عمل رہتے ہیں لیکن ان سے مسح علی الخفین کا مسئلہ مخفی رہا جیسا کہ کتب عقائد میں مذکور ہے اسی طرح مؤطا امام مالک ص ۱۲ پر بھی ہے۔ اور المعتصر لابی المحاسن الحنفی ج ۱ ص ۲۲ پر ہے۔

ولا يستبعد عدم العلم عن هؤلاء الا جلة كما خفي على ابن مسعود رضي الله عنه مع جلالته نسخ التطبيق وكان يفعله الى ان مات وخفي على علي رضي الله عنه اباحة لحوم الاضاحي بعد ثلاث ...... ومثله كثير يجزى ما جئنا به عن بقية."

ان جلیل القدر لوگوں کا کسی مسئلے سے لاعلم رہنا ناممکن نہیں ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر جلالت شان کے باوجود تطبیق (رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنا) کا منسوخ ہونا مخفی رہا آپ مرتے دم تک یہی عمل کرتے رہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے گوشت کے تین دن کے بعد بھی کھانا مباح ہونا مخفی رہا...... اس طرح کی مثالیں بہت ہیں جو ہم نے یہاں ذکر کی ہیں وہ باقی مثالوں کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹۵ میں اس حدیث کے تحت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کھجور کے درخت کے متعلق امتحان لیا تھا۔ لکھا ہے۔

" فيه ان العالم الكبير قد يخفى عليه بعض ما يدركه من هو دونه لان العلم منح الٰهية ومواهب رحمانية وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء . "

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے عالم پر بھی بعض دفعہ ایسے امور مخفی رہتے ہیں جو ان سے کم درجے کے لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں اس لیے کہ علم عطیہ الٰہی اور ہبہ رحمانی ہے، فضل اور کرم اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے۔

زیلعی ج ۱ ص ۳۹۷ میں ابوبکر بن اسحاق فقیہ سے نقل کیا گیا ہے۔

" ان رفع اليدين قد صح عن النبى ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحابة والتابعين ، وليس فى نسيان ابن مسعود لذ لك ما يستغرب قد نسى ابن مسعود من القرآن مالم يختلف المسلمون فيه بعد وهى المعوذتان ونسى ما اتفق العلماء على نسخه كالتطبيق ونسى كيف قيام الاثنين خلف الامام ونسى مالم يختلف العلماء فيه ان النبى ﷺ صلى الصبح يوم النحر فى وقتها ونسى كيفية جمع النبى ﷺ بعرفة ونسى مالم يختلف العلماء فيه من وضع المرفق والساعد على الارض فى السجود ونسى كيف كان يقرأ النبى ﷺ ﴿ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الأُنْثیٰ ﴾ واذا جاز على ابن مسعود مثل هذا فى الصلاة كيف لا يجوز مثله فى رفع اليدين . "

بلا شبہ رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، خلفاء راشدین سے، صحابہ کرام وتابعین عظام سب سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ لہٰذا اس بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھول کو انہونی نہ سمجھا جائے، ان سے بھول چوک ہونا ناممکن نہیں ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کے بارے میں بھول ہوئی جس کے بارے میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

① ...... آپ کو معوذتین کے بارے میں بھول ہوگئی (آپ ان دونوں سورتوں کو قرآن کا حصہ نہیں

سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کو صرف دعا سمجھتے تھے)

② ...... تطبیق کے بارے میں بھول ہوگئی، جس کے منسوخ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

③ ...... امام کے پیچھے دو آدمیوں کے کھڑے ہونے کی کیفیت کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی.

④ ...... یوم النحر میں نبی کریم ﷺ صبح کی نماز اپنے وقت پر پڑھنے کے متعلق آپ بھول گئے جب کہ علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

⑤ ...... عرفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کرنے کی کیفیت کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی۔

⑥ ...... سجدے کی حالت میں بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر رکھنے کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی حالانکہ علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

⑦ ...... اسی طرح اس آیت ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ﴾ کی قراءت کے بارے میں آپ سے بھول ہوگئی اور جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نماز وغیرہ میں اس طرح کی بھول ہوسکتی ہے تو رفع الیدین کے بارے میں کیوں نہیں ہوسکتی؟

پس ثابت ہوا کہ یہی وجہ زیادہ صحیح اور قابل اعتبار ہے کوئی فقیہ اس کا انکار نہیں کرسکتا، احناف نے بھی اس کو مانا ہے، چنانچہ ملا علی قاری المرقاۃ ج۱ص۴۴۲ میں لکھتے ہیں۔

"وقال ابن حجر وقد موا رواية بلال لانها مثبتة وتلك نافية والمثبت مقدم لزيادة علمه."

ابن حجر کہتے ہیں کہ محدّثین نے بلال کی روایت کو مقدم کیا اس لیے کہ وہ مثبت ہے اور وہ منفی، مثبت زیادتی علم کی وجہ سے منفی پر مقدم ہوتا ہے۔

ہم نے سید المحدّثین کے کلام کو اثر علی رضی اللہ عنہ کی بحث میں بیان کردیا ہے۔

رفع الیدین کی احادیث صحیحین میں

ان کا کہنا ہے: ...... رفع الیدین کرنے کی کچھ احادیث صحیحین میں موجود ہیں، اور رفع الیدین نہ کرنے کی کوئی حدیث صحیحین میں نہیں ہے، اور جو احادیث صحیحین میں ہوتی ہیں۔ وہ دوسری کتابوں کی احادیث سے زیادہ صحیح ہوتی ہے...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... ابن عمر اور ابن الحویرث کی حدیثیں متفق علیہ ہیں اور وائل کی حدیث کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے جبکہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی نفی کی کوئی ایک بھی حدیث بیان نہیں کی اور وہ ان دونوں کی شرط پر کجا کسی ایک کی شرط پر بھی نہیں ہے۔ ان دونوں کی شرائط کے مطابق ہونا ان دونوں میں ہونے سے کم درجے کے ہیں، اور جس کا بھی فن حدیث سے معمولی اور ادنیٰ سا تعلق ہوگا وہ اس بات کا

انکار نہیں کر سکتا۔ امام سیوطی تدریب الراوی ص ۳۷ میں لکھتے ہیں۔

"الصحیح اقسام متفاوتة بحسب تمكنه من شروط الصحة وعدمه اعلى ما اتفق عليه البخارى ومسلم ثم ما انفرد به البخارى و وجه تا خره عما اتفقا عليه اختلاف العلماء أيهما ارجح ، ثم ما انفرد به مسلم ثم صحيح على شرطهما ولم يخرجه واحد منهما ووجه تا خره عما اخرجه احد هما تلقى الا مة بالقبول ، ثم صحيح على شرط البخارى ثم صحيح على شرط مسلم ثم صحيح عند غير هما مستو فى فيه الشروط السابقة ."

صحت کی شرائط پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اعتبار سے صحیح کی مختلف اقسام ہیں۔

سب سے اعلیٰ وہ حدیث ہے جس پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہو، پھر وہ جسے صرف بخاری روایت کرے، متفق علیہ سے اس کے متاخر ہونے کی وجہ علماء کا اختلاف کرنا ہے کہ ان میں سے کون زیادہ راجح ہے ۔ پھر وہ جسے صرف امام مسلم روایت کرے، پھر وہ جو ان دونوں کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر ان میں سے کسی نے اس کو بیان نہ کیا ہو۔ اس کا ان میں سے کسی ایک کی تخریج سے متاخر ہونے کی وجہ امت کا اسکو قبولیت کے ساتھ لینا ہے، پھر وہ جو بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہو، پھر جو مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہو، پھر وہ جو ان کے علاوہ دوسروں کے نزدیک صحیح ہو جس میں صحیح کی سابقہ تمام شروط پائی جائیں۔

پھر اگر مخدوم صاحب کی بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ان میں سے بعض شیخین کی شرط کے مطابق ثابت ہیں تو یہ بعض بھی چوتھے درجے میں ہیں ابن عمر اور مالک بن حویرث کی حدیثیں پہلے درجے میں ہیں اور وائل کی حدیث تیسرے درجے میں ہے۔ پس اس طور پر ترجیح درست ہے اور مد مقابل کے طریق پر بھی یہ درست اور صحیح ہے۔

(ان کا کہنا ہے):...... صاحب تیسیر شرح تحریر میں رقمطراز ہیں فیصلے کا حکم ظاہر ہے، اپنا فیصلہ اور رائے اپنے ہی تک محدود رہتی ہے۔ دوسرے پر نافذ نہیں ہوتی۔

(میں کہتا ہوں):...... یہ محض تحکم اور زبردستی کرنا اور اپنی طرف سے رائے زنی کرنے والی بات ہے اس لیے کہ ان دونوں (شیخین) کے لیے دوسروں پر کئی طرح سے فضیلت حاصل ہے۔

اس فن (حدیث) میں ان دونوں کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کے مصنّفین کی جلالت شان، ان دونوں کا صحیح حدیث کو غیر صحیح سے الگ کرنے میں دوسروں پر تقدم حاصل ہونا، علماء کا ان دونوں کی کتابوں کو قبولیت کے ساتھ لینا وغیرہ ہی ان کی علمی تفاضل میں قوت اور تفوق کی دلیل ہے اور یہ بھی کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر صحیح حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اگر چہ اس کو ان دونوں نے تخریج نہ کیا ہو۔ لہٰذا اس

بارے میں ان دونوں کے لیے کوئی فضیلت باقی نہیں رہی اور اس بات پر اجماع ہے کہ جو مسئلہ نفس صحت کی طرف راجع ہو اس میں ان دونوں کے لیے فضیلت حاصل ہے۔ (شرح النخبۃ ص ۲۰۔۲۱)

لہٰذا مخدوم صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ان دونوں کی شان کی تنقیص ہے۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۲۹۷ طبع اصح المطابع میں لکھتے ہیں:

" امـا الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهون امر هما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين ."

صحیحین کے بارے میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں میں موجود تمام مرفوع متصل حدیثیں قطعی طور پر صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک متواتر ہیں اور ہر وہ شخص جو ان دونوں کو حقیر اور ہیچ جانے وہ بدعتی ہے اور مؤمنوں کے راستے پر چلنے والا نہیں ہے۔

امام سیوطی کی تدریب الراوی ص ۴۱ میں ہے:

" يـلـزم مـن اتـفـاقـهـمـا اتفاق الامة لتلقيهم له بالقبول ...... وقد قال اما م الـحـرميـن لو حلف انسان بطلاق امراته ان ما فى الصحيحين مما حكما بـصحته من قول النبى ﷺ لـمـا لزمته الطلاق لا جماع علماء المسلمين على صحته ."

ان دونوں کے اتفاق سے اتفاق امت لازم آتا ہے اس لیے کہ تمام امت نے ان کو قبولیت کے ساتھ لے لیا ہے...... امام الحرمین کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس حلف کے ساتھ طلاق دے کہ صحیحین کی ان تمام حدیثوں جن پر ان دونوں اماموں نے صحت کا حکم لگایا ہے کہ وہ قول نبی ﷺ ہیں تو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ صحیحین کی تمام حدیثیں جن پر شیخین نے صحت کا حکم لگایا ہے وہ نبی ﷺ کے قول ہیں اگر آپ ﷺ کے قول نہ ہوئے تو تجھے طلاق) کیونکہ تمام علماء مسلمین کا اس کی صحت پر اجماع ہے۔

سید شریف جرجانی کی طرف منسوب الرسالہ (جو کہ مشکوۃ کے ساتھ طبع کیا گیا ہے) کے صفحہ ۱ پر ہے:

" وعـلـى اقسـام الـصـحيح ما اتفقا عليه ، ثم ما انفرد به البخارى ، ثم ما انـفـرد به مسلم ، ثم ما كان على شر طهما وان لم يخر جاه ثم على شرط البـخـارى ثـم عـلـى شرط مسلم ثم ما صححه غير هما من الائمة ، فهذا سبعة اقسام ."

صحیح کا سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ ہے جس پر دونوں شیخین کا اتفاق ہو پھر وہ جس کو صرف بخاری اکیلا بیان کرے پھر وہ جس کو مسلم اکیلا بیان کرے پھر وہ جو ان دونوں کی شرط پر ہو اگرچہ ان دونوں نے اسے تخریج نہ کیا ہو پھر وہ جو صرف بخاری کی شرط پر ہو پھر وہ جو صرف مسلم کی شرط پر ہو پھر وہ جس کو ان دونوں کے علاوہ باقی ائمہ حدیث نے صحیح قرار دیا ہو، یہ کل سات اقسام ہیں۔

اسی طرح ہم نے امام سیوطی سے نقل کیا ہے اور ایسا ہی شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات ج ا ص ۸ پر اور علامہ معین ٹھٹھوی نے الدراسات ص ۲۳۱ طبع کراچی میں بیان کیا ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں:

"لا شك ان الحديث المروى فى الصحاح اقوى من المروى فى الحسان." (تعليق ابى داؤد السنبهلى الحنفى ج١ ص ١٩٩)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حدیث صحاح کی کتاب میں مروی ہیں وہ ان احادیث کی نسبت زیادہ قوی ہیں جو حسن کتابوں میں مروی ہے۔

بلکہ ابن الہمام خود بھی ان دونوں کی حدیثوں کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے اور یہ بات اس شخص سے مخفی نہیں جس نے اس کی کتاب فتح القدیر کا مطالعہ کیا ہو۔ اور علامہ سندھی نے اس پر کافی رد بھی کیا ہے۔ علامہ حسین مغربی نے اپنی کتاب "البدر التمام" میں اس کے قول کو نقل کیا ہے، اس میں سے ایک یہ بھی ہے۔

"قوله تحكم هذا اذا لم يكن دليل عليه، وقد ذكروا و هو تلقى الامة بما فى الكتابين سوى ما انتقد عليهما، وتلقى الامة بالقبول ما يقوى الصحة والتقوية بتلقى الامة بالقبول قدا عتبرها اصحابنا ايضا فى كثير من المواضع، بل عدوا الحديث الذى تلقاة الامة بالقبول مشهورا."

اس کا یہ قول تحکم ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جبکہ انہوں (محدثین) نے ذکر کیا ہے وہ یہ کہ امت کا تنقید شدہ احادیث کے علاوہ ان دونوں کتابوں میں موجود تمام احادیث کو قبولیت کے ساتھ لینا ہی دلیل ہے اور امت کا قبولیت کے ساتھ لے لینا صحت کو قوی تر کرتا ہے اور امت کا قبولیت کے ساتھ لینے سے زیادہ قوی ہونے کا ہمارے اصحاب نے بھی بہت سی مواضع ومواقع پر اعتبار کیا ہے بلکہ انہوں نے اس حدیث کو جس کو امت نے قبولیت کے ساتھ لیا ہے مشہور شمار کیا اور نہوں نے یہ بھی کہا:

"كثيرا ما يقدم المحقق الاحاديث لذلك وهو غير مخفى للمتتبع للكتاب."

بہت دفعہ محقق اس بارے میں بعض احادیث کو پیش کرتا ہے وہ کتاب کی جستجو تتبع کرنے والے پر مخفی

نہیں ہے۔

لہٰذا صاحب التیسیر کا معاملہ بالکل واضح ہے اس شخص کی طرح جو کہتا ہے کہ رات دن سے زیادہ روشن ہے یا اندھا بینا سے زیادہ دیکھ سکتا ہے۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جو حدیث صحیحین (بخاری یا مسلم) میں ہے، یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں ہے (وہ دوسری کتابوں کی) ان (احادیث) سے جو ان دونوں یا ایک شرائط پر ہیں راجح ہے،

ہم کہتے ہیں یہ ایک ترجیح ہے اور چار گزشتہ ترجیحات اس سے متعارض ہیں، ایک ترجیح کے بہت سی ترجیحات کے متعارض ہوتے وقت ترجیحات کی کثرت کا اعتبار کیا جائے گا، جیسا کہ اصول میں طے شدہ ہے اور حنفیہ ترجیح میں کثرت وزیادتی کے قائل ہیں، اگر چہ اصول ودلائل میں کثرت کے قائل نہیں ہیں۔...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... اس کے ساتھ اور تین دوسری بھی ہیں۔ جن کی میں نے تحقیق کی ہے پھر ان کے ساتھ اور بھی ترجیحات ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا مخدوم صاحب کے قول کے مطابق ترجیحات میں حنفیہ کے نزدیک کثرت کا اعتبار ہوتا ہے الخ ہماری جانب زیادہ راجح ہوگئی نہ کہ ان کی جانب۔ الحمد للہ۔

(اُن کا کہنا ہے) :...... اگر کہا جائے کہ یہ تسلیم ہے، بشرطیکہ رفع الیدین نہ کرنے کی احادیث کی صحت ثابت ہو جائے، ابو داؤد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے، محمد بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح غیر مفسر ہے، اور جرح محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ اگر کہا جائے کہ جرح مفسر ہے، اس لیے کہ زیلعی تخریج ہدایہ میں رقمطراز ہیں: ابو داؤد نے محمد بن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہا ہے، اور اس کو کان کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس سے جرح مفسر متحقق نہیں ہوئی ہے

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ جرح مفسر ہے، کیونکہ محمدی بن ابی لیلیٰ کی تضعیف کی گئی ہے تو اس حدیث کے کتنے ہی ایسے طرق ہیں، جن میں محمد بن ابی لیلیٰ کا مطلق ذکر نہیں ہے، صرف عبدالرحمٰن کا ذکر ہے ...... الخ۔

(میں کہتا ہوں) :...... اس سند کا دارو مدار یزید پر ہے اور اس کے بارے میں پیچھے گزر چکا ہے کہ وہ کس طرح ہے۔

اس کی وجہ سے ابو داؤد اور دوسرے ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں جو جرح وارد ہے وہ جرح مفسر ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور پھر سند کا دارو مدار ابن ابی لیلیٰ پر ہے جیسا کہ ہم نے امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، اور اس کا ضعف مخدوم صاحب کے نزدیک بھی مسلم ہے اور انہوں نے

خود یہاں اس کی صراحت بھی کی ہے۔ اور ائمہ حدیث نے حافظہ کے بگڑ جانے، یادداشت کمزور ہونے، حافظہ خراب ہونے اور فحش اور واضح خطا غلطی کرنے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان کا ابو داود پر اعتراض کرنا بالکل بے جا اور باطل ٹھہرا۔ اسی طرح ان کی جرح غیر مفسر ہونے کا بہانہ اور عذر کرنا بھی ناقابل قبول ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... ہم نے تمام اسناد وطرق کی بناء پر جن میں محمد کا ذکر بھی ہے، حدیث کی صحت کا حکم لگایا ہے...... الخ۔

میں کہتا ہوں: ...... جب یہ ثابت ہوا کہ سند کا دارو مدار ہر حال میں محمد پر ہے تو اس طویل عبارت کا کوئی فائدہ نہیں، ان دونوں کی شرط یا ان میں سے ایک کی شرط پر ہونا تو درکنار یہ سند ہی سرے سے مردود ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... خصوصاً عبدالرزاق کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

اگر کہا جائے کہ یزید بن ابی زیاد جس کا سند میں ذکر ہے، ضعیف اور وہ اس کے ساتھ منفرد ہے،

ہم کہتے ہیں: ...... علامہ بدر الدین ابو محمد بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص ۲۷۳ ج ۵ میں رقمطراز ہیں، یزید کی، عجلی، یعقوب بن سفیان، احمد بن صالح، ساجی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے، اور ان کو ثقہ، عادل اور صدوق بتلایا ہے، مسلم اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں ان کی روایت لی ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... یہ قول ایسا نہیں ہے کہ اس کو ناقد کہا جائے اس لیے کہ اہل نقد نے اس کے بر خلاف حکم لگایا ہے اور یہ کہ ہر اصول پسند شخص اس پر اعتماد کرتا ہے۔ پھر یزید کا معاملہ ظاہر اور اس کا حال واضح ہے اور حمیدی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسم بامسمی تھے اور اس کا عمل بھی اس کے نام کی طرح تھا۔ علامہ عینی نے جس کی طرف بھی اس کی توثیق منسوب کی ہے ان میں سے سوائے احمد بن صالح کے باقی سب نے اس پر اعتراضات اور کلام کیا ہے۔ اور اس نے بھی توثیق اس کی ذات کی حد تک کی ہے جبکہ ان کا مختلط اور حافظہ کا خراب ہونا ثابت ہوگیا ہے جیسا کہ ابن سعد نے واضح طور پر کہا ہے کہ

"كان ثقة فى نفسه الا انه اختلط فى آخر عمره فجاء بالعجائب."

یعنی وہ بذات خود ثقہ تھا مگر آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا چنانچہ وہ عجیب حدیثیں بیان کرتا تھا۔ عجلی یعقوب بن سفیان، ابن حبان سب نے اختلاط اور خرابی حافظہ کے ساتھ اس کو متصف قرار دیا ہے۔ یعنی سب نے اس کو مختلط قرار دیا ہے اور ان کے اقوال التہذیب میں مذکور ہیں۔ جبکہ ساجی کے بارے میں نہیں معلوم کیوں اس کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے؟ حالانکہ یہ قول ہمیں نہ تہذیب میں ملا نہ میزان میں

اور نہ کسی اور کتاب میں، جبکہ امام مسلم کا اس حدیث کو تخریج کرنے کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور صرف ابن خزیمہ کے قول پر ہم اعتماد نہیں کرتے اور اس کے ساتھ انہوں نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ اور صرف ابن خزیمہ کے قول پر ہم اعتماد نہیں کرتے اور اس کے ساتھ انہوں نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ تہذیب ج ۱۱ ص ۳۳۱ میں اس سے منقول ہے۔

(ان کا کہنا ہے): ...... اور یزید اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں، بلکہ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن نے بھی ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے۔

(میں کہتا ہوں): ...... صحیح اور درست بات یہ ہے کہ سند ایک ہی ہے پیچھے ملاحظہ کریں۔

(ان کا کہنا ہے): ...... حافظ اپنی کتاب تہذیب میں کہتے ہیں کہ یہ وہی یزید ہے جس کی حدیث کو امام مسلم نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور بخاری اس کو تعلیقاً لائے ہیں۔ الخ

(میں کہتا ہوں): ...... حافظ صاحب کی طرف سے اس کی نسبت کرنا درست نہیں ہے یہ عبارت ان کی کتاب تہذیب میں نہیں ملتی۔

(ان کا کہنا ہے): ...... امام ابوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری المتوفی ۲۶۱ھ اپنی صحیح کے مقدمہ میں، ان کے متعلق رقمطراز ہیں کہ سچائی اور حدیث کی روایت میں بھی شامل ہیں (یعنی دوسرے درجے کے راوی بھی سچے اور ٹھیک ہیں، جو کچھ ان میں عیب تھا وہ پوشیدہ ہے، محدثین نے ان کو کذب سے متہم نہیں کیا ہے، نہ ان سے روایت لینا ترک کیا ہے) جیسے عطاء بن السائب، یزید بن ابی زیاد، لیث بن ابی سلیم اور ان ہی جیسے دیگر حضرات، جب وہ صحیحین کے راویوں میں سے ہیں تو جرح کرنے والے کی بات کا اعتبار نہیں ہے...... الخ

(میں کہتا ہوں): ...... امام مسلم نے اس کی توثیق کی صراحت نہیں کی بلکہ اس جماعت کا دوسروں کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ پھر یہ تذکرہ اس کی ذات کے اعتبار سے ہے جس طرح کہ ان کے ساتھ باقی لوگ مثلاً عطاء، لیث وغیرہ۔ اور یہ سب مختلط (خراب حافظہ والے) ہیں۔ لہٰذا نہیں کہا جائے گا کہ یہ صحیحین کے رجال میں سے ہے۔

تحسین امام ترمذی

(ان کا کہنا ہے): ...... اگر کہا جائے ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی جامع میں رفع الیدین کی احادیث میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد اسے حسن کہا ہے، اس کے صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا تو اسے کیسے صحیح کہتے ہو؟

ہم کہتے ہیں: وہ صحت میں شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر پوری ہے۔ جس سند کے ساتھ ترمذی نے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے، وہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے...... الخ

میں کہتا ہوں:...... یہ سب کی سب صرف اپنی رائے سے فیصلہ دینے والی بات ہے جب کہ اس پر کئی طرح کے اعتراضات ہیں۔

① ...... یہاں امام ترمذی کی تحسین قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا کس طرح کی صحت اور کہاں کی شرط مسلم؟

② ...... اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو حسن کا درجہ صحیح سے کمتر ہی ہوتا ہے جس کو اصول کا پتہ ہو وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

③ ...... ان کا قول " لا یرید به المقابل الصریح " (اس سے وہ صریح مقابل مراد نہیں لیتے) اس کا رد کرتا ہے بعض میں صرف صحیح کہتا ہے اور بعض میں حسن۔ لیکن جس میں دونوں وصف جمع کیے ہوں وہ یا تو تردد کی وجہ سے یا تعدد کی وجہ سے یا دو اعتبار سے۔ کہ وہ (ایک اعتبار سے) حسن لذاتہ ہے اور (ایک اعتبار سے) صحیح لغیرہ ہے، لہٰذا ان میں سے جو زیادہ عام ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

④ ...... اس تعریف کے مطابق صحیح اس میں شریک وشامل ہے اس لیے نہیں کہ وہ وہی ہے بلکہ ان دنوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے کہ ہر صحیح حسن ہے اور ہر حسن صحیح نہیں۔

⑤ ...... ان کا قول " لا یکون فی اسنادہ متھم " یعنی اس کی سند میں کوئی متہم نہ ہو۔ وہ معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ راوی میں غفلت، کذب (جھوٹ) فسق (گناہ) کا توہم نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ اس میں اس کا توہم تو ہو لیکن وہ متہم نہ ہو اور ایسا شخص مستور العدالت ہوتا ہے اور تعریف میں یہی مراد ہے۔ اور اس قید سے صحیح سے احتراز کرنا مقصود ہے اس لیے کہ صحیح کی شرط یہ ہے کہ وہ مشہور العدالت ہو اس کو طیبی نے الخلاصہ میں ذکر کیا ہے جیسا کہ مارک پوری کی شفاء الغلیل ص ۴۰۰ میں ہے جو کہ تحفۃ الاحوذی جلد چہارم کے آخر میں ملحق ہے۔ لہٰذا اس کے مطابق اس سے مراد حسن لغیرہ ہے نہ کہ حسن لذاتہ جیسا کہ اس کی طرف ان کا قول "ویروی من غیر وجہ" (کئی طرق سے مروی ہے) اشارہ کرتا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ایسی سند جو خود اپنے ضعف کو دور کرنے کی محتاج ہو کسی اور سند کو مضبوط اور قوی نہیں کر سکتی۔ پھر اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ حسن لغیرہ ہے تو وہ حسن لذاتہ کے مقابل نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ صحیح اور متفق علیہ کے مقابل پیش کی جائے۔

ان کا کہنا ہے:...... ترمذی خود اپنی جامع کے آخر میں رقمطراز ہیں: ہم نے جو اپنی کتاب میں "حدیث حسن" کہا ہے، اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ حدیث جس کا راوی کذب کے ساتھ متہم نہ ہو اور حدیث شاذ بھی نہ ہو اور اسی کے مثل دوسری سند سے بھی مروی ہو تو وہ حدیث حسن ہے۔

میں کہتا ہوں:...... مخدوم صاحب نے اصل عبارت میں سے کچھ حذف کر دیا ہے۔ اصل عبارت

علل میں ہے۔ جامع ترمذی کے آخر میں اس طرح ہے۔

" قال ابو عیسیٰ وما ذکرنا فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا کل حدیث " الخ .

ابوعیسیٰ (ترمذی) نے کہا کہ جو ہم نے اس کتاب میں حدیث حسن ذکر کیا ہے اس سے ہماری مراد ہمارے نزدیک ہر حدیث کی اسناد کی اچھائی اور حسن مراد ہے...... الخ

اور یہ واضح ہے کہ امام ترمذی کی حسن سے مراد فقط اسناد کا حسن ہوتا ہے اور یہ متن کے نہ حسن ہونے کو مستلزم ہے نہ صحت کو جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ امام حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث ص ۱۱۲ پر اس کے لیے ایک خاص مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ اور زیلعی (ج ۱ ص ۱۸۳ طبع ہند، تدریب سوطی ص ۸۹) اور (الرفع والتکمیل ص ۱۳) وغیرہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... اور یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے، کہ یہ تعریف حدیث صحیح کو بھی شامل ہے اور محدثین نے تصریح کی ہے کہ ترمذی نے اپنی اس اصطلاح میں جمہور محدثین کے خلاف کیا ہے تو اس کے " حسن " کہنے سے صحیح کے حکم کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں:...... اس پر جو کلام ہے وہ گزر چکا ہے۔ پھر اگر شمول کو بفرض محال مان بھی لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ حدیث اسی (صحیح) سے ہو اس لیے کہ اس صورت میں ان دونوں کے درمیان عکس کلی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی بیان کیا ہے، اور یہ بھی ہے کہ عام کو تسلیم کرنے سے خاص کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اس کا یہ قول " بانہ لا یکون الحکم منہ لحسنہ نفیا للحکم بصحتہ " (کہ اس کے حسن ہونے کے حکم سے صحیح ہونے کے حکم کی نفی نہیں ہوتی) باطل ہو گیا۔ اس لیے کہ کہنے والے کو یہ بھی کہنا چاہیے کہ اس سے اثبات بھی نہیں ہوتا۔ (یعنی حسن ہونے کے حکم سے صحیح ہونے کا حکم ثابت نہیں ہوتا)

ان کا کہنا ہے:...... اور ترمذی کی بات سے ابن مبارک کی بات کا رد ظاہر ہے، کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں ہے، باوجود یکہ یہ جرح غیر مفسر ہے، اور وہ غیر مقبول ہے، جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔

میں کہتا ہوں:...... اس قول میں ابن مبارک متفرد نہیں ہے لہٰذا اس کا قول اس پر مقدم ہے۔ پھر تحقیق کے ساتھ مؤید بھی ہے۔ لہٰذا وہ ایسے قول کے ساتھ کیسے رد ہو سکتا ہے جو احتمال رکھتا ہے کہ یہ قول دو قولوں کے درمیان تطبیق کے متعذر ہونے پر موقوف ہے۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تطبیق دو طرح سے ممکن ہے ایک یہ کہ حسن صرف سند کے اعتبار سے ہو، یہ عدم ثبوت کے منافی نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ (حسن) تعدد کی وجہ سے اور من حیث الذات عدم ثبوت کی بنا پر حسن ہے۔ ہر دو صورتوں میں یہ حدیث ان اثبات والی احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس کے ساتھ ساتھ متعدد وجوہات کی

وجہ سے بھی ابن مبارک کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... اگر کہا جائے فیروز آبادی صراط مستقیم میں دونوں مذکور حالتوں میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے اثبات میں گفتگو کے بعد لکھتے ہیں: جب اس کثرت سے رفع الیدین کرنے کی روایات ہیں، اس کے معنیٰ ہیں، یہ تواتر کے مانند ہے، چار سو روایات و آثار اس بارے میں صحیح ہیں، حضرات عشرہ مبشرہ سے روایت ہے کہ (آنحضرت ﷺ) دنیا سے رخصت ہوتے وقت تک اسی طریقہ پر تھے، اس کے سوا دوسرا طریقہ ثابت نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں: اس کہنے میں حد سے زیادہ افراط اور بڑی جرأت سے کام لیا گیا ہے جو احادیث رفع الیدین کے اثبات میں ہیں، وہ چار سو تو کجا، سو، پچاس بلکہ پندرہ بیس بھی صحیح نہیں ہیں۔ ہاں حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابو بکر السیوطی التوفی ۹۱۱ھ جو فیروز آبادی سے حدیث سے زیادہ جاننے والے ہین، جن کا لقب ہی "خاتمة المحدثین" ہے، ثابت ہے کہ رفع الیدین صرف تینتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

میں کہتا ہوں:...... اس کو افراط کہنا خود افراط ہے اس لیے کہ فیروز آبادی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنے طرق سے وارد ہوئی ہے جو اس تعداد کو پہنچتی ہے اور یہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو اسانید کی جستجو اور تتبع کرتا ہے اور مخدوم صاحب کا اس سے تجاہل برتنا اس کے عدم وجود پر دلالت نہیں کرتا پھر انہوں نے قطعیت کے ساتھ نہیں کہا بلکہ یوں کہا ہے کہ "شابه المتواتر" یعنی متواتر سے مشابہ ہو گیا ہے یعنی اس کے قریب ہو گیا ہے، اور اسی طرح مخدوم صاحب نے اس سے نقل کیا ہے کہ "از کثرت این بمتواتر مانندہ است" کثرت روایت کی وجہ سے یہ متواتر کے مانند ہے۔ اور سیوطی جن کو مخدوم صاحب نے علوم حدیث میں اس پر فضیلت دی ہے بلکہ ان کو خاتم المحدثین کے لقب سے نوازا ہے نے قطعیت کے ساتھ اس کو اپنے رسالہ "الازھار المتناثرة" اور "تدریب ص ۱۹۱ میں متواتر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ "من رواية نحو خمسين" اس کے روایت کرنے والے تقریباً پچاس آدمی ہیں۔ پس اس کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

ان کا کہنا ہے:...... لیکن انہوں نے ان احادیث کے صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا...... الخ

میں کہتا ہوں:...... جب انہوں نے متواتر ہونے کا حکم لگایا تو پھر صحیح ہونے کا حکم لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ (یعنی متواتر صحیح کے اعلیٰ درجہ میں ہوتی ہے اس پر عمل کرنا بلا اختلاف کے واجب ہوتا ہے لہٰذا اس پر صحت کا حکم لگانے کی ضرورت نہیں) ان کا صحت کو صرف چھ یا سات حدیثوں میں منحصر قرار دینا انتہائی تفریط اور تقصیر ہے۔ چنانچہ انہوں نے صحیح احادیث میں تینوں خلفاء کی احادیث ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس،

ابن مسعود، وائل، سعد بن ابی وقاص اور براء رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں۔ اور یہ تعداد اس کے ذکر کردہ تعداد سے زیادہ ہے اور پھر صحیح حدیث ابوحمید، ابوموسیٰ، ابوہریرہ اور انس وغیرہ سے ثابت ہے۔ ائمہ حدیث نے ان کے ثبوت کی صراحت کی ہے مثلاً امام حاکم، امام بیہقی، زیلعی اور عسقلانی وغیرہ نے۔

ان کا کہنا ہے: ...... بلکہ ان میں سے چھ یا سات کے قریب صحیح ہیں، جو اس سے زیادہ کا دعوے دار ہے اس پر دلیل کے ساتھ دعویٰ ثابت کرنا ہے۔ جو دعویٰ بلا دلیل ہو وہ قابل سماعت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ چھ سات بھی متکلم فیہ ہیں، محدثین نے ان کی اسناد وغیرہ میں کلام کیا ہے، جیسا کہ یہ فن حدیث کے واقف سے پوشیدہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... ان میں سے کسی کے بارے میں بھی محدثین کا کوئی کلام نہیں ہے۔ بلکہ حنفیوں کو بھی ان میں سے بعض میں کوئی کلام یا اعتراض نہیں جیسا کہ صحیحین کی احادیث ہیں۔ رفع الیدین کی حدیث متواتر ہونے کے بارے میں ان محدثین کے اقوال ایک دوسرے کے لیے باہم مدد و معاون ثابت ہو رہے ہیں جیسا کہ ابن دقیق العید جس طرح زیلعی ج۱ص ۳۹۱ میں، ابن تیمیہ القواعد النورانیہ ص ۴۸ میں، ابن حزم المحلی ج۴ص ۹۲ میں، ابن حجر فتح الباری ج۱ص ۱۴۶ طبع بولاق میں، ابن قدامہ المغنی ج۱ص ۵۴۳ مع الشرح میں اور زرقانی شرح مؤطا ج۱ص ۱۵۹ میں۔

ان کا کہنا ہے: ...... فیروز آبادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی بھر وصال تک رفع الیدین کرنے کا عمل عشرہ مبشرہ سے نقل کیا ہے، اس میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے (کجا عشرہ مبشرہ کی اس کے لیے روایت ہو) ہاں اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سنن بیہقی میں مروی ہے، جس کی سند صحیح نہیں ہے، جو اس کی یا اس کے صحت کا دعویٰ کرے۔ اس پر وضاحت واجب ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... فیروز آبادی کی عبارت اس طرح ہے: ''دریں سہ مواضع برداشتن دست ثابت شدہ واز کثرت رواۃ این معنی متواتر مانندہ است چہار صد خبر واثر درین باب صحیح شدہ وعشرہ مبشرہ روایت کردہ لایزال بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کرد وغیر ازی چیزے ثابت نشدہ۔'' ان تین مواقع پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے، اور کثرت رواۃ کی وجہ سے یہ متواتر کے مشابہ ہو گیا ہے اور اس بارے میں چار سو خبر واثر صحیح طور پر ثابت ہیں۔ عشرہ مبشرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کیفیت پر قائم رہے یہاں تک کہ اس جہاں سے رحلت فرما گئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز آپ سے ثابت نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ ...... لایزال ...... سے آخر تک تحقیق کے بعد انہوں نے اپنی طرف سے کہا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو عشرہ مبشرہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ مخدوم صاحب کو ان کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح سفر السعادۃ عربی میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

" وقد ثبت رفع اليدين في هذه المواضع الثلاثة ، ولكثرة رواته شابه المتواتر وقد صح في هذا الباب اربع مائة خبر واثر و رواه العشرة المبشرة ولم يزل على هذه الكيفية حتى رحل عن العالم ولم يثبت شيء غيرها "

ان تین مواقع پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے، اور کثرت روایت کی وجہ سے یہ متواتر کے مشابہ ہوگیا ہے، اور اس بارے میں چار سو خبر واثر صحیح طور پر ثابت ہیں۔ اور عشرہ مبشرہ نے بھی روایت کیا ہے اور آپ ﷺ اسی کیفیت پر قائم رہے یہاں تک کہ اس جہاں سے رحلت فرما گئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز آپ سے ثابت نہیں ہے۔

اور یہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ...... لم یزل ...... سے آخر تک جملہ مستانفہ ہے۔ اور ان کا دونوں دعوے یعنی رفع الیدین کرنا عشرہ مبشرہ کی احادیث سے مروی ہے، پھر یہ کہ ایسا عمل ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے مواظبت اور ہمیشگی کی ہے۔ دونوں واضح دلیل کے ساتھ ثابت ہیں۔

① ...... حاکم اور ابن مندہ اس طرف گئے ہیں جیسا کہ ہم نے فتح الباری کی عبارت ذکر کر دی ہے اور بیہقی نے ان دونوں کی موافقت کی ہے جیسا کہ زیلعی ج۱ ص ۴۱۸ میں ہے، پھر ان کا سکوت اور ابن حجر کا سکوت اس طرح عینی کا اس کو عمدہ ج ۵ ص ۲۴۳ میں ذکر کرنا اس کی تائید کے لیے کافی ہے اور ابن قیم کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ اور مخدوم صاحب نے اگر انکار کیا ہے تو اس کی دوام کی روایت کا انکار کیا ہے اصل روایت کا نہیں۔

② ...... اس بارے میں ابن عمر کی صریح حدیث بایں الفاظ مروی ہے:

" فما زالت تلك صلاته حتى لقي الله "

یہی آپ ﷺ کی ہمیشہ کی نماز رہی یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے (یعنی انتقال تک آپ ﷺ اسی طرح رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے رہے) اور پھر اگر مخدوم صاحب اس کی صحت کا انکار کرتے ہیں تو یہ انکار مردود ہے اس لیے کہ انہوں نے اس کی سند کے دو آدمیوں پر کلام کیا ہے ایک عبدالرحمٰن بن قریش دوسرا عصمہ بن محمد۔ اور ان کا ان پر کلام اور اعتراض کرنا ہمارے لیے نقصان دہ نہیں اس لیے کہ پہلے شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سلیمانی نے اس پر وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے جیسا کہ (المیزان ج ۲ ص ۱۱۴) میں ہے۔ پس سلیمانی کا قول نقل کرنا ان کے لیے سود نہیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اس کا قول مقبول اور قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے اس کا ابوحنیفہ کو شیعہ تفضیلیہ میں شمار کرنا قبول نہیں کیا جیسا کہ لکھنوی کی کتاب " الرفع والتکمیل ص ۲۵ " پر ہے۔ پھر صرف تہمت دینا قطعی باتوں میں

کافی نہیں ہے اور اللسان ج ۳ ص ۴۲۶ میں اس پر تعاقب کیا ہے اس قول کے ساتھ کہ

" وقد ذكره الخطيب فى تاريخه وقال فى حديثه افراد وغرائب ولم يسمع عنه احد الا خيرا ".

اور ان کو خطیب نے اپنی کتاب تاریخ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی حدیث میں افراد وغرائب ہے اور ان سے خیر اور بھلائی ہی سنی گئی ہے (یعنی ان سے اچھی اور بہتر چیز ہی روایت کی گئی ہے) اور یہ صریح تعدیل ہے لہٰذا تہمت رفع دفع ہوگئی اور شبہ رفع ہوگیا۔ اور دوسرے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یحییٰ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور ابو حاتم عقیلی اور دار قطنی نے اس پر جرح کی ہے جیسا کہ میزان ج ۲ ص ۹۶ میں ہے۔ ہم کہتے ہیں عصمۃ نام کے دو آدمی ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے دوسرا وہ ہے جس کو ابن حبان نے الثقات میں طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے "مستقیم الحدیث" یعنی وہ حدیث کے سلسلے میں مستقیم اور راست باز ہیں۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے اس لیے کہ اس حدیث کو ائمہ مثلاً بیہقی، ابن دقیق العید، پھر زیلعی اور عسقلانی وغیرہ نے استناداً (تائید کے طور پر) بھی اور استدلال کے لیے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ نصب الرایہ ج ا ص ۴۰۹ میں ابن دقیق لعید سے منقول ہے۔

" ويزيل هذا التهم يعنى دعوى النسخ ما رواه البيهقى فى سننه ...... الخ ."

یہ تو ہم یعنی رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے دعوے کو وہ حدیث ختم کر دیتی ہے جسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

الدرایہ ص ۸۵ پر بیہقی سے منقول ہے:

" هذا يدل على خطأ والرواية التى جاء ت عن مجاهد يعنى المتقدمة ".

یہ حدیث اس روایت کے خطا اور غلط ہونے پر دلالت کرتی ہے جو کہ مجاہد سے مروی ہے یعنی گذشتہ روایت۔

پس اگر اس روایت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے ائمہ احناف واقعی موجود ہوتے تو اس کو شیخ کے دعویٰ کے رد میں پیش نہیں کرتے اور نہ ہی نفی والی روایت کو غلط اور نادرست ہونے کے دلیل کے طور پر پیش کرتے۔ حافظ نے اس کو تلخیص ص ۸۱ پر ذکر کیا ہے اور ابن المدینی سے تصحیح نقل کی ہے اور اس زیادتی کا استثنا نہیں کیا۔ لہٰذا مخدوم صاحب کا کہنا " من ادعىٰ صحته الخ " جو شخص اس کی صحت کا دعویٰ کرے...... الخ مردود ہے ہم نے اس کی جس طرح وضاحت کی ہے اہل فن کے ہاں اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت اور گنجائش نہیں۔

ان کا کہنا ہے:...... سب سے زیادہ تعجب انگیز بات فیروز آبادی کی طرف سے یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں

''غیر ازیں ثابت نشدہ......الخ'' (اس کے علاوہ ثابت نہیں ہے)

(میں کہتا ہوں) :......اس سے بھی تعجب انگیز تو مخدوم صاحب کا اس فن حدیث کے ائمہ امام بخاری اور ان کے اُستاد حمیدی، ابن المدینی، ابن معین، احمد، اسحاق پھر متاخرین میں سے ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم وغیرہ کے مقابلے میں مولوی عبدالحق کی رائے کو لینا ہے۔اس کی تصریح پیچھے گزر چکی ہے۔

اور فیروز آبادی صاحب نے یہ بات ان جیسے بزرگوں سے لی ہے اس نے خود اپنی طرف سے بیان نہیں کی ان جیسے ائمہ ھدیٰ جن کی اس فن میں اقتداء کی جاتی ہے ان کے مقابلے عبدالحق محدث دہلوی کی کیا حیثیت اور قدر و قیمت ہے؟

(ان کا کہنا ہے) :......آخر میں ان کا کہنا کہ حدیث شریف میں ہے جس کو میری حدیث پہنچی پھر اس کو رد کر دیا تو قیامت کے دن میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

اس کا جواب ہے، سائل کے سوال میں ''اس حدیث کے لفظ'' لانے سے مراد لفظ رد ترک عمل کو شامل ہے، اگر چہ وہ اہل اجتہاد و تقلید کے لیے مشروع ہے، جس کا بیان آگے آئے گا، تو لفظ رد کا اس کو شامل ہونا قابل تسلیم نہیں ہے، جو اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل سے ثابت کرے اگر اس کے لانے سے مقصود لفظ رد سے ترک اعتقاد مراد ہے، یعنی حدیث شریف کا انکار یا تمرد و عناد کی وجہ سے حدیث پر عمل نہ کرنا ہے، تو اس سے خدا کی پناہ۔

(ان کا کہنا ہے) :...... ہر شخص جس نے حدیث پڑھی ہو یا (پڑھائی ہو) یا صرف سنی ہو وہ دوسرے مسلک و مذہب کی حدیث پر عمل کرے، اس شخص کو گمراہ و گمراہ کن کہنا چاہیے یا نہیں؟

(میں کہتا ہوں) :...... حدیث کا معنی و مفہوم عمومیت پر دلالت کرتا ہے جبکہ شیخ صاحب کی تفسیر درست نہیں ہے اور مخدوم صاحب کا اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا دلیل سے خالی ہے لہٰذا نہ تو وہ علیل و بیمار کی ضرورت کو پوری کرتا ہے اور نہ پیاسے کی تشنگی دور کرتا ہے۔ پھر ہم اس معصوم ذات گرامی ﷺ جس پر میرے ماں باپ قربان ہوں کی احادیث کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے جبکہ آپ ﷺ کے فرامین اہل حق کے نزدیک شریعت ہے، لہٰذا ہمارے لیے عموم کی شمولیت کی وضاحت کی کوئی وجہ نہیں اس کی وضاحت اور بیان ان کے ذمہ ہے جو خصوصی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(ان کا کہنا ہے) :......''ہر کہ خواند یا خوانفد کتب حدیث را و عمل نکند بر غیر احادیث مذہب آن شخص را ضال و مضل باید گفت یا نہ؟ الجواب: اگر ترک میکند عمل را بر آن بر وجہ عناد و تمرد و طعن آن الخ''۔

ہر وہ جو حدیث کی کتابوں کو پڑھتا ہے یا پڑھتے ہیں اور اپنے مذہب کی (مطابقت رکھنے والی) احادیث کے علاوہ دوسری احادیث پر عمل نہیں کرتا ایسے شخص کو ضال (گمراہ) اور مضل (گمراہ کرنے والا)

کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ جواب: اگر عناد، تمرد و سرکشی، ہٹ دھرمی اور طعن و تشنیع کی وجہ سے اس پر عمل نہ کرے ......الخ

میں کہتا ہوں: ......اس کی بنیاد بھی گذشتہ کی طرح ہے۔ جیسا کہ وہ باطل ہوا یہ بھی باطل ہے اس سے زیادہ اور کیا گمراہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص احادیث رسول پہنچنے کے بعد بھی اس پر عمل نہ کرے۔

ان کا کہنا ہے: ...... بلکہ عالم غیر مجتہد کم فہمی و کم سمجھی کی وجہ سے قرآن وحدیث کے کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہونے کی بنا پر دین کے مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرتا ہے، جو آنحضرت ﷺ کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں، اس کو گمراہ و گمراہ کن نہیں کہا جاسکتا اور نہ کہنا چاہیے......الخ

میں کہتا ہوں: ......تمام اہل ایمان کے لیے صرف دو طریقے ہیں، ان کے علاوہ تیسرا طریقہ نہیں، یا تو وہ حدیث کے الفاظ سنتے اور اس کے معنی و مفہوم سمجھتے ہیں وہ اس پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا قول مفتی کے قول سے کم نہیں۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۰۴ وغیرہ میں فقہاء نے اس کی صراحت کردی ہے۔

یا وہ حدیث کے معنی و مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ایسی صورت میں ان کے لیے توقف کا راستہ ہے کہ وہ یا تو حدیث کے معنی و مفہوم کے سمجھنے تک توقف کریں یا اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ۴۳) (پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل علم) سے دریافت کرلو) پر عمل کریں اور یہ تقلید نہیں ہے بلکہ جہاں سے بھی حق ملے اس کو لینا چاہیے۔ (ارشاد ہے) ﴿وَ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴾ (یوسف: ۷۶) اور ہر جاننے والے کے اوپر اور بھی جاننے والا ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... کیونکہ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ ہر عامی و عالم پر جو اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، کسی نہ کسی مجتہد کی بغیر متعین کئے ہوئے تقلید فرض ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... یہ امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف ہے۔ ان سے کہا گیا: جب آپ کوئی بات کہیں اور اللہ کی کتاب (قرآن) اس کے مخالف ہو تو؟ آپ نے کہا کتاب اللہ کے مقابلے میں میری بات کو چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا: جب اللہ کے رسول کی حدیث کے مخالف ہو تو؟ آپ نے اس پر بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی موجودگی میں میری بات کو چھوڑ دو۔ (خزانۃ الروایات)

اور انہوں نے کہا ہے کہ "لا ینبغی لمن لم یعرف دلیل ان یفتی بکلامی"

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲۱ ص ۳۷۰۔ اصح المطابع)

جس شخص کو میری دلیل معلوم نہ ہو اس کے لیے لائق نہیں کہ وہ میرے کلام کے ساتھ فتویٰ دیدے۔

بلکہ مخدوم صاحب کے اپنے قول کے بھی خلاف ہے کہ وہ خود اپنی کتاب نور العین میں کہتے ہیں:

"انا نعتقد فی امامنا الا عظم الذی هو الامام الا عظم اکملهم واقدمهم سنا و تقویٰ وفضلا انه لا یخالف هذا المقدار من الا حادیث الصریحة التی مر ذکر ها اصلا وبعید عنه ان لا یطلع علی واحد من تلك الا حادیث المذکورة قطعا . وعلی تقدیر فرض ان یکون الامام قال بخلافها ، فقد صح وثبت عنه رحمہ اللہ حین سئل : بانك اذا قلت قولا قد خالفت قول لرسول ﷺ فکیف نفعل ؟ قال : اتر کوا قولی ...... الخ کما تقدم وذکر فی الخزانة والمتانة ، وغیرهما ناقلا عن الروضة الزندو سیة عن کل من الامام ابی حنیفة ومحمد انه قال : اذا قلت قولا وکتاب الله یخالفه وکذا خبر النبی ﷺ وکذا قول الصحابی ، فاترکوا قولی ، فما احسن انصاف الامام وما اجمل اتباعه لسید ألانام علیه وآله واصحابه افضل الصلوات والسلام . وقد صح بنحو هذا عن الامام الشافعی فاذا صح مثل هذا عن افضل المجتهدین فی مخالفة حدیث صحیح واحد فما فوقه فکیف لا یجوز لنا ترك قوله بو رود هذا المبلغ من الا حادیث النبویة الثابتة التی کاد ان یتواتر معنا ها . والعجب من بعض المتا خرین انهم یجوزون ترك قول الامام ابی حنیفة فی المزارعة بسبب التعامل ومسئلة السعابة لغلبة الکفار ، وفی مسئلة الوقف التحصیل غلات الا وقاف و فی مسئلة عدم جواب الا ستیجار علی العبادات با مر ها کالا مامة والاذان ، و تعلیم الفقه والقرآن وامثال ذلك لتحصیل شی ء من حطام الدنیا فی سائر المسئلة الکثیرة یعنی ذلك من الاسباب !! ولا یجوزون ترك قوله المخالف لقول سید الاولین والاخرین ﷺ وقد قال سبحانه وتعالیٰ ﴿ وما اتا کم الرسول فخذو ه وما نها کم عنه فانتهوا ﴾ (الحشر) ان قیل : قد یمکن ان یحسن الظن بالا مام الاعظم ان هذه الا حادیث کلها واکثر ها قد بلغته ، وقد بلغه ایضا ما یعارض من الاحادیث الآخر لم نطلع علیها نحن ، قلنا سلمنا انه یحتمل ان الامام قد اطلع علی حدیث واحد او اکثر فی نفی الاشارة ونحن لا نطلع علیها . فهذا الا حتمال المو هوم هل یعارض الاحادیث الصحیحة الموجودة فی غایة الکثرة وجودا

اثبا تا محققا . وترجیح الموهوم على المحقق غير صحيح ، ولا معقول . فضعف ذلك الا حتمال وارتفع الاشكال ، وماذا بعد الحق الا الضلال ، والحق احق ان يتبع العلم الله الكبير المتعال". انتہیٰ

ہم اپنے امام اعظم کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ امام اعظم ہے علم میں کامل ہیں دوسروں سے زیادہ کامل ہیں۔ عمر میں ان سے بڑے ہیں اسی طرح تقویٰ اور فضل میں بھی دوسروں سے بڑھ کر ہیں اور وہ اس مقدار حساب سے صریح احادیث کی مخالفت نہیں کر سکتے جو اصلاً پیچھے گزر چکی ہیں اور یہ بات بھی ان سے قطعی بعید ہے کہ ان مذکورہ احادیث میں سے کسی بھی حدیث پر وہ مطلع نہ ہوں یعنی ان کو ان احادیث کی اطلاع نہ ملی ہو اور بالفرض اگر امام صاحب نے ان احادیث کے خلاف کہا ہو تو یہ بات بھی امام صاحب رحمہ اللہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ جب کوئی ایسی بات کہیں جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہو تو پھر ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا تم میری بات کو چھوڑ دو...... الخ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور خزانۃ اور متانہ وغیرہ میں الروضۃ الزندوسۃ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد سب نے یہ کہا کہ " جب میں کوئی ایسی بات کہوں کہ کتاب اللہ اس کے مخالف ہو اسی طرح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح صحابی کا قول تو میری بات کو چھوڑ دو۔ امام صاحب کا کیا ہی خوب انصاف ہے اور کس عمدگی کے ساتھ وہ سید الانام علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوات والتسلیم کی اتباع اور پیروی کر رہے ہیں اور اسی طرح کے الفاظ امام شافعی سے بھی ثابت ہیں۔ جب ایسا قول افضل ترین مجتہد سے ایک صحیح حدیث کی مخالفت کے متعلق صحیح طور پر ثابت ہوا ہے تو اس سے زیادہ کے متعلق کیسے ان کے قول کا چھوڑنا ہمارے لیے جائز ہے جب صحیح احادیث بھی اس حد تک ثابت ہوں کہ ان کے معنی تو اتر تک پہنچنے کے قریب ہوں اور بعض متاخرین احناف کی طرف سے تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کی بات کو مزارعت میں تعامل کی وجہ سے ترک کرنا، اور غلبہ کفار کی وجہ سے سعابہ کے مسئلہ میں، اوقاف کے غلوں کے حصول کے لیے وقف کے مسئلہ میں عبادات پر اجرت لینے کے عدم جواز کے مسئلہ میں مثلاً امامت، اذان، فقہ اور قرآن کی تعلیم وغیرہ اور اسی طرح بہت سے دوسرے مسائل میں کہ دنیا کے سامان کے حصول کے لیے ان اسباب کو جائز سمجھنا (اگرچہ امام صاحب کے قول کے مخالف ہو) جبکہ وہ لوگ امام ابوحنیفہ کے اس قول کو ترک کرنا جائز سمجھتے ہیں جو سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر : ۷) یعنی جو کچھ تمہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دے اسے لے لو اور جس چیز سے روکو اسے رک جاؤ۔ تو اور اگر کہا جائے کہ امام اعظم کے ساتھ حسن ظن رکھ سکتے ہیں کہ یہ تمام احادیث یا ان میں سے اکثر ان کو پہنچی ہیں اور ان کو وہ دوسری

احادیث بھی پہنچ گئی ہیں جو ان کے معارض ہیں اور ہم ان پر مطلع نہیں ہوئے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ امام صاحب ایک یا زیادہ حدیثوں پر مطلع ہوئے جو کہ نفی اشارہ کے بارے میں ہیں اور اس پر مطلع نہیں ہوئے یہ ایک موہوم احتمال ہے کیا یہ کثیر تعداد میں موجود صحیح احادیث کا مقابلہ کر سکتا ہے جو کہ بالکل ہی ثابت شدہ محقق ہوں اور ثابت شدہ پر خیالی اور موہوم چیز کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی معقول ہے۔ لہٰذا یہ احتمال کمزور ہے اس لیے اشکال رفع ہوگیا۔ ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس: ۳۲) حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں اور حق ہی کی پیروی کی جانی چاہیے اور علم بڑے بلند بزرگی والے رب کے پاس ہے۔

لہٰذا مخدوم صاحب کا اس مسئلہ میں رجوع کرنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے اس لیے کہ اثبات رفع الیدین اثبات اشارہ سے زیادہ قوی ہے۔ اور اس کا متواتر ہونا زیادہ موکد اور ثابت ہے بلکہ یہ منصوص علیہ ہے۔ پھر شیخ کا اس کو جمہور کی طرف منسوب کرنا خلاف واقع ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں:

"قد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن آخر هم ، واجماع التابعين اولهم عن آخر هم ، واجماع تابعي التابعين اولهم عن آخرهم على الإمتناع والمنع من ان يقصد منهم احد على قول انسان منهم او ممن قبلهم فيا خذه كله فليعلم من اخذ بجميع اقوال ابى حنيفة اوجميع اقوال مالك او جميع اقوال الشافعي او جميع اقوال احمد ـ رضى الله عنهم ـ ولم يترك قول من اتبع منهم او من غير هم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء في القرآن والسنة غير صارف ذلك الى انسان بعينه انه قد خالف اجماع الامة كلها اولها عن آخر ها بيقين لا اشكال فيه ، وانه لا يجد لنفسه سلفا ولا انسانا فى جميع الاعصار المحمودة الثلاثة فقد اتبع غير سبيل المؤمنين ونعوذ بالله من هذه المنزلة ."

(حجة الله ج ۱ ص ۱۵۵ طبع مصر)

''صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے شروع سے لیکر آخر تک سب کا اس بات پر اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے کسی انسان کے قول کی طرف یا ان سے پہلے کسی انسان کے قول کی طرف رجوع کرنا اور اس کی ہر بات کو تسلیم کر لینا ممنوع ہے اور اس سے روکا گیا ہے۔ اب جو آدمی امام ابوحنیفہ کے تمام اقوال یا امام مالک کے تمام اقوال یا امام شافعی کے تمام اقوال یا امام احمد بن

حنبل رحمہ اللہ ۔ کے تمام اقوال کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے یا دوسرے کسی مقتدیٰ کے تمام اقوال کو تسلیم کرتا ہے اور قرآن وسنت پر تب تک اعتماد نہیں کرتا جب تک کہ وہ اسے کسی انسان متعین کے قول کی طرف نہ پھیر دے تو یاد رکھیں کہ اس شخص نے آغاز سے انجام تک ساری امت (اجماع امت) کی یقیناً مخالفت کی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔ اور سلف صالحین اور تینوں قابل تعریف زمانوں میں سے کسی کو بھی یہ شخص اپنے ساتھ نہیں پائے گا اور یہ کہ یہ شخص اہل ایمان کے سوا کسی دوسرے راستے پر چل رہا ہے (ہم اس حالت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ۔)“

شاہ ولی اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

” انما يتم يعنى ما قاله ابن حزم فيمن له ضرب من الا جتهاد ولو على مسئلة واحدة ، وفيمن ظهر عليه ظهورا بينا ان النبى ﷺ امر بكذا او عمل كذا وانه ليس بمنسوخ اما بتتبع الاحاديث واقوال المخالف او الموافق فى المسئلة فلا يجد لها نسخا او بان يرى جما غفيرًا من المتبحرين فى العلم يذ هبون اليه و يرى المخالف له لا يحتج الا بقياس او استنباط او نحو ذلك فحينئذ لا سبب لمخالفة حديث الانفاق خفى او حمق جلى وهذا هو الذى اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال (و من العجب العجيب، ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف اخذ اما مه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا و هو مع ذلك يقلد ه فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جمو دا على تقليد امامه بل يتخيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة و يتأ ولها بالتأ ويلات البعيدة نضالا عن مقلده) وقال : ((لا يزل الناس يسئلون من اتفق من العلماء من غير تقيد لمذهب ولا انكار على احد هم يتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلدا له فيما قال كانه نبى ارسل ، وهذا نأى عن الحق و بعد عن الصواب لا يرضى به احد من اولى الالباب)) وقال ابو شامة : ((يبغى لمن يشتغل بالفقه ان لا يقتصر على مذهب امامه ويعتقد فى كل مسئلة صحة ما كان اقرب الى الكتاب والسنة المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن معظم العلوم المتقد مة وليجتنب التعصب والنظر

فـی طـرائـق الـخلاف المتأخرة فانها مضية للزمان ولصفوة مكدرة . فقد صح عن الشافعی انه نهى عن تقليده وتقليد غيره وقال صاحبه المزنی فی اول مختصره اختصرته هذا من علم الشافعی ومن معنى قوله لا قربه على مـن اراده مـع اعلاميه نهيه عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه لدينه ويحتاط لـنـفسـه ای مـع اعـلامـی من اراد علم الشافعی نهی الشافعی عن تقليده وتـقـليد غيره " ـ و فيمن يكون عاميا ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه لويرى عـنـه يمتنع من مثله الخطاء وان ما قاله هو الصواب البتة واضمر فی قلبله ان لا يترك تقليده وان ظهر الدليل على خلافه وذلك ما رواه الترمذی عن عـدی بـن حـاتم انه قال سمعته يعنی رسول الله ﷺ ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبة : ٣١) قال انهم لم يكونوا يعبدونهم ولـكنهم اذا احلوا شيئا استحلوه و اذا حرموا عليهم شيئا حرموه . وفيمن لا يـجـوز ان يستـفتـیء الحنفی مثلا فقيها شافعا وبالعكس ولا يجوزا ن يـقتدی الحنفی بامام الشـافـعـی مثـلا فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولـی ، وناقض الصحابة والتابعين وليس محله فيمن لا يدين الا بقول النبی ﷺ ولا يـعتـقد حلالا الا ما احله الله ورسوله ﷺ ولا حراما الا ما حرمه الله ورسول ﷺ . لـكـن لما لم يكن له علم بما قاله النبی ﷺ ولا بـطريق الجمع بين المختلفات من كلا مه ولا بطريق الاستنباط من كلامه اتبـع عالما راشدا على انه يصيب فيما يقول ويفتی ظاهرا متبع سنة رسول الله ﷺ فـان خالف ما يظنه اقلع من ساعته من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف يـنـكـره احـد مـع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين بن عهد النبی ﷺ لا فرق بين هذا دائما .

او يستـفتـی ء هـذا حيـنـا وهـذا حينا بعد ان يكون مجمعا على ما ذكرنا ه وكيف لا ولـم نـؤمـن بـفقيه ايا كان انه او حی الله اليه الفقه وفرض علينا طـاعتـه وان مـعـصـوم فـان اقتـدينا بو احد منهم فلذلك لعلمنا بانه عالم بـكتاب الله وسنة رسوله ﷺ فـلا يخلو قوله اما ان يكون صريح الكتاب والسنة او مستنبطا عنهما بنحو من الا ستنباط او عرف بالقرائن ان الحكم

فی صورة ما منوطة كذا او اطما ن قلبه بتلك المعرفة فقاس المنصوص على المنوص فكانه يقول ظننت ان رسول الله ﷺ قال كلما وجدت هذه العلة فالحكم ثمة هكذا والمقيس مندرج فی هذا العموم فهذا ايضا معزی الی النبی ﷺ، ولكن فی طريقة ظنون (۱) ولو لا ذلك لما قلد مؤمن بمجتهد فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذی فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه و تركنا حديثه واتبعنا ذالك التخمين فمن اظلم منا؟ وما عذر نا يوم يقوم الناس لرب العالمين؟ انتهى ما فی الحجة .

ابن حزم کی یہ تقریر اس کے حق میں پوری ہوسکتی ہے کہ جس کو کچھ نہ کچھ اجتہاد کی قوت حاصل ہو چاہے ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو اور اس کے حق میں پوری ہوسکتی ہے کہ جس کو واضح طور پر علم ہو چکا ہو کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے اور یہ (حکم یا ممانعت) منسوخ نہیں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یا وہ احادیث اور مسئلہ کے بارے میں مخالف اور موافق اقوال (اور احادیث) کا خوب تتبع اور جستجو کرلے اور معلوم کرلے کہ یہاں کوئی نسخ نہیں ہے یا متبحر علماء کی ایک کثیر جماعت کو دیکھے گا کہ وہ صرف قیاس یا استنباط یا اس قسم کی چیزوں سے ہی استدلال کرتے ہیں اس صورت میں حدیث نبوی کی مخالفت کا سبب مخفی نفاق یا ظاہری حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے بعض لوگ اپنے امام کے ماخذ کے ضعیف ہونے سے واقف ہوتے ہیں اور اس کا دفاع نہیں کرپاتے مگر پھر بھی وہ اس مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں۔ کتاب وسنت اور قیاسات صحیحہ جس مذہب کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں محض امام کی تقلید جامد کے باعث اس مذہب کو چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر کو چھوڑنے کے لیے باطل تاویلات تعین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ ہر اس عالم سے مسائل پوچھتے رہے جس سے ملنے کا اتفاق ہوگیا اور کسی خاص مذہب کی تعین کئے بغیر اور کسی سائل پر ملامت کئے بغیر مسائل دریافت کرتے رہے۔ آخر کار یہ مذاہب فقہی) ظاہر ہوگئے اور متعصب مقلدین نمودار ہوگئے ان متعصب مقلدین کا حال یہ ہے کہ اگرچہ ان کا مذہب دلائل سے کوسوں دور ہو پھر بھی اس کی تقلید کرتے رہیں گویا کسی نبی کا قول ہو یہ طریقہ حق سے بعید اور صداقت سے دور ہے کوئی بھی صاحب عقل اس کو پسند نہیں کرسکتا۔

اور ابوشامہ کہتے ہیں جو فقہ میں مشغول ہو اسے چاہیے کہ وہ ایک ہی امام کے مذہب پر اکتفاء نہ کرے بلکہ ہر مسئلہ میں اس کو صحیح سمجھے جو کتاب اللہ اور سنت محکم کی دلالت ومعنی کے قریب ترین ہو۔ یہ طریقہ اس

کے لیے آسان ہے جبکہ اس نے سابقہ علوم کو خوب طریقہ سے حاصل کر لیا، اسے یہ بھی چاہیے کہ وہ تعصب اور متاخرین کے اختلافات میں غور کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ یہ کام وقت کو برباد کرنے والا ہے اور صاف طبائع کو مکدر اور گدلا کرنے والا ہے۔

امام شافعی سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی اور دوسروں کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے۔ امام شافعی کے شاگرد امام مزنی نے اپنی کتاب مختصر میں فرمایا ہے کہ ''میں نے اس کتاب میں علوم شافعی اور ان کے اقوال کے مطالب کو مختصر طور پر بیان کیا ہے تاکہ اس کو اس شخص کے ذہن کے قریب کر دوں جو اس کو جاننا چاہتا ہے اور ساتھ ہی یہ بتا دوں کہ امام شافعی نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے تاکہ وہ انسان اپنے دین پر نظر کرے اور اپنے لیے احتیاط کا راستہ اختیار کرے یعنی یہ بھی بتا دوں کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید کی ممانعت فرمائی ہے۔ انتہیٰ

نیز (ابن حزم کا قول) اس کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو عام آدمی ہو اور کسی معین فقیہ کی تقلید کرتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ ایسے فقیہ سے غلطی سرزد ہونا ناممکن ہے اور یہ جو بھی کہے گا وہ ہر حالت میں یقیناً صحیح ہی ہوگا اور دل میں یہ طے کر لے کہ چاہے فقیہ کے قول کے خلاف دلیل ہو مگر اس کی تقلید نہیں چھوڑوں گا۔ امام ترمذی نے جناب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ : ۳۱)

''یعنی ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں رب بنایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ ان (علماء اور رہبان) کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ جب وہ ان کے لیے کچھ چیز حلال کرتے وہ حلال سمجھتے اور جب کچھ چیز ان پر حرام کرتے تو وہ اسے حرام سمجھتے۔''

اور اس شخص کے حق میں (ابن حزم کا قول) درست ہو سکتا ہے جو اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ کوئی حنفی کسی شافعی فقیہ سے یا کوئی شافعی کسی حنفی فقیہ سے مسئلہ دریافت کرے اور مثلاً یہ کو یہ حنفی کسی شافعی امام اقتداء کرنے کو جائز نہیں سمجھتا ایسا شخص قرون اولیٰ کے اجماع کا مخالف ہے اور اس نے صحابہ اور تابعین کی مخالفت کی ہے۔

(ابن حزم کا قول) ایسے شخص کے بارے میں درست نہیں جو صرف نبی کریم ﷺ کے فرمان پر ہی چلتا ہے اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا اس کو حرام سمجھتا ہے۔ البتہ جب اس کو نبی کریم ﷺ کے فرمان کا علم نہ ہو اور نہ ہی وہ مختلف احادیث کو جمع کرنے اور تطبیق دینے کا طریقہ جانتا ہو اور نہ ہی احادیث سے استنباط کر سکتا ہو تو اس وقت وہ کسی عالم راشد کی اتباع یا پیروی کر لے اور یہ گمان کرے کہ یہ

اپنے قول میں سچا ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ کے تحت فتویٰ دیتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے گمان کے خلاف کرے تو وہ کسی جدال واصرار کے بغیر فوراً اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس اتباع کا کون انکار کر سکتا ہے؟ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے مسلمانوں میں فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے کا رواج چلا آ رہا ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ شخص ہمیشہ ایک ہی آدمی سے فتویٰ پوچھے یا کبھی ایک سے کبھی دوسرے سے فتویٰ پوچھے جب کہ بات ویسے ہی ہو جیسے ہم نے بیان کیا ہے اور ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ ہم کسی بھی فقیہ پر اس طرح ایمان نہیں لائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فقہ وحی کی ہے اور ہم پر اس کی اطاعت فرض قرار دی ہے اور یہ کہ وہ معصوم ہے۔ اگر ہم کسی فقیہ کی اقتداء کرتے ہیں تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا عالم ہے۔ اس کا قول یا تو کتاب وسنت کی صداقت کے باعث ہے یا ان سے استنباط کیا گیا ہوگا یا اس نے قرائن سے معلوم کیا ہے کہ فلاں صورت میں دراصل شارع کا حکم فلاں علت پر ہے اور اس کو اس علت حکم کی معرفت کا خوب یقین ہو چکا ہے۔ اس لیے اس نے منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کر لیا گویا (فقیہ) کہتا ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں "جب بھی یہ علت پائی جائے تو وہاں حکم بھی ایسا ہی ہوگا۔" اس عموم میں مقیس بھی داخل ہے اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے البتہ اس کے طریق میں ظنی امور ہی شامل ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مسلمان بھی کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا اور اگر ایسا ہو کہ ہم تک رسول معصوم ﷺ (جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے) کی کوئی حدیث پہنچے اور سند بھی صحیح ہو اور وہ حدیث اس کے امام کے مذہب کے خلاف ہو پھر اگر ہم آپ ﷺ کی حدیث کو چھوڑ کر اس تخمینی بات کی اطاعت کریں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ اور جس وقت لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (بروز قیامت) اس دن ہمارے پاس کیا عذر ہوگا؟ (حجۃ اللہ کا اقتباس مکمل ہوا)

ان کے قول "اتبع عالما راشدا" سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث کے مطابق فتویٰ دے نہ کہ اپنی رائے سے یا ائمہ کے فقہ کے مطابق یا لوگوں کے اقوال کے مطابق فتویٰ دے۔ امام ابن حزم الاحکام ج ۲ ص ۵۸ میں فرماتے ہیں:

" حدثنا حمام حدثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبدالملك بن اعين ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل قال سالت ابی عن الرجل يكون ببلد لا يجد فيه الا صاحب حديث لا يعرف صحيحه من سقيمه ، واصحاب رأى فتنزل به النازلة من يسال ؟ فقال ابی : يسال صاحب الحديث ولا يسال صاحب الرای ضعيف الحديث اقوىٰ من رای ابی حنيفة قال ابو محمد۔

هی کنية ابن حزم ـ صدق احمد رحمه الله لان من اخذ بما بلغه عن رسول الله ﷺ هو لا يدری ضعيفه فقد اجر يقينا علی قصد الی طاعة رسول الله ﷺ کما امره الله تعالیٰ واما من اخذ برأی ابی حنيفة او رائی مالك او غيرهما فقد اخذ بما لم يامره الله تعالیٰ قط بالاخذ به وهذه معصية لا طاعة".

''ہم سے حمام نے بیان کیا کہا ہم سے عباس بن اصبغ نے بیان کیا کہا ہم سے محمد عبدالملک بن اعین نے بیان کیا کہا ہم سے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو ایسے شہر یا قصبہ میں رہتا ہے وہاں وہ صرف ایسے ہی حدیث والا شخص پاتا ہے جو صحیح اور ضعیف میں فرق نہیں کرسکتا اور اصحاب رائے بھی وہاں رہتے ہیں پھر اس کو کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو وہ ان میں سے کس سے پوچھے؟ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ صاحب حدیث سے وہ پوچھے صاحب الرائے سے نہ پوچھے۔ اس لیے کہ ضعیف حدیث بھی ابو حنیفہ کی رائے سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ ابومحمد کہتے ہیں۔ کہ یہ ابن حزم کی کنیت ہے۔ احمد رحمہ اللہ نے سچ اور درست کہا اس لیے کہ جس شخص نے اس چیز کو لیا جو اسے نبی کریم ﷺ سے اس تک پہنچی اور وہ اس کے ضعف کو نہیں جانتا اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت رسول ﷺ کا قصد کرنے کی وجہ سے یقیناً اجر ملے گا، مگر جس شخص نے ابوحنیفہ یا مالک یا ان کے علاوہ کسی اور کی رائے کو اخذ کیا جس کے لینے کا اللہ تعالیٰ نے ہرگز اس کو حکم نہیں دیا تو یہ معصیت ہے اطاعت نہیں۔''

اور المحلی ج ۱ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں:

"والمجتهد المخطی افضل عند الله من المقلد المصيب ، هذا فی اهل السلام خاصة واما غير اهل الاسلام فلا عذر للمجتهد المستد ل ولا للمقلد وكلا هما هالك وبرهان هذا ما ذكر ناه آنفا باسناده من قول رسول الله ﷺ اذا اجتهد الحاكم فاخطاً فله اجر . وذم الله التقليد جملة فالمقلد عاص و المجتهد ما جور وليس من اتبع رسول الله ﷺ مقلدا، لانه فعل ما امره الله تعالیٰ به وانما المقلد من اتبع دون رسول الله ﷺ لانه فعل ما لم يامره الله تعالیٰ به واما غير اهل الاسلام فان الله تعالیٰ يقول ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ

الْخٰسِرِیْنَ﴾۔ "

اور خطا کرنے والا مجتہد اللہ کے ہاں درست اور اچھائی کرنے والے مقلد سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہ اہل اسلام کے ساتھ خاص ہے جبکہ غیر اہل اسلام کے لیے کوئی عذر نہیں، نہ مجتہد مستدل کے لیے نہ مقلد کے لیے وہ دونوں ہلاکت میں پڑنے والے ہیں۔ اس کی دلیل وہ ہے جو ہم نے ابھی اس کی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا قول بیان کیا ہے کہ "اذا اجتهد الحاکم فا خطا فله اجر" یعنی جب حاکم اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تقلید کی عمومیت کے ساتھ مذمت کی ہے لہٰذا مقلد گناہ گار ہے اور مجتہد اجر پانے والا۔ جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی کرے وہ مقلد نہیں ہوتا (تقلید اور اتباع میں فرق ہے) اس لیے کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے اور مقلد تو وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اتباع اور پیروی کرے اس لیے کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔

جبکہ غیر اہل اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

(آل عمران : ۷۵)

"یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے گا اس سے وہ (دین) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔"

ان کا کہنا ہے: ...... اس لیے کہ غیر مجتہد دلائل وبراہین میں کما حقہ غور وفکر اور تدبر کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔

میں کہتا ہوں: ...... یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر روک لگانا اور پابندی لگانا ہے جو کہ ہر چیز پر محیط اور پھیلی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (البقرة: ۱۸۵) یعنی یہ کتاب عام لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے۔ لہٰذا شیخ کا یہ کہنا کہ غیر مجتہد کامل نظر سے عاجز ہوتا ہے اس آیت کریمہ کا مخالف ہے اس لیے کہ ان کے قول کے مطابق قرآن مجید سے بعض لوگ تو ہدایت پاسکتے ہیں اور بعض ہدایت نہیں پاسکتے جبکہ قرآنی آیت کا مدلول یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص کے لیے ہدایت ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا شیخ کے قول کے باطل ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

علامہ الفلانی ایقاظ الھمم ص ۵۵ میں لکھتے ہیں:

" واما ما يورد على الالسنة من ان العمل على الفقه لا على الحديث ،

فتوہ لا معنی له ، لانه من البین ان مبنی الفقه لیس الا الکتاب والسنة . واما الاجماع و القیاس فکل واحد منهما یرجع الی کل واحد من الکتاب والسنة فما معنی لا ثبات العمل علی الفقه ونفی العمل عن الحدیث فان العمل بالفقه عین العمل بالحدیث کما عرفت . وغایة ما یمکن فی توجیهه ان یقال ان ذلك حکم مخصوص لشخص مخصوص هو من لیس من اهل الخصوص بل العوام الذین هم الهوام لا یفهمون معنی الحدیث ومراده ولا یمیزون بین صحیحه وضعیفة ومقدمه وموخره ومجمله ومفسره وموضوعه وغیر ذلك من اقسامه ...... فیقال ـ لا مثاله ـ ان یعمل بما جاء عن الفقیه لا یعمل بمجرد سماع الحدیث لعدم ضبطه ، واما من اهل الخصوص واهل الخبرة للحدیث وفنونه فحاشا ان یقال له ان یعمل بما جاء عن فقیه وان کانت الا حادیث الواردة خلاف ذلك لان العمل علی الفقه لا علی الحدیث هذا اثم مع هذا لا یخفی ما فی هذا اللفظ من سوء الادب والشناعة والبشاعة فان التفوه بنفی العمل علی الحدیث علی الطلاق مما لا یصدر عن عاقل فضلا عن فاضل ."

''یعنی جو زبان زد عام ہے کہ عمل فقہ پر ہوتا ہے حدیث پر نہیں تو یہ فضول بات ہے اس کا کوئی معنی و مطلب نہیں اس لیے کہ یہ بات واضح ہے کہ فقہ کی بنیاد ہی کتاب وسنت پر ہے اور اجماع وقیاس دونوں بھی کتاب وسنت کی طرف لوٹتے ہیں لہٰذا حدیث پر عمل نہ کرنے اور فقہ پر عمل ثابت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فقہ پر عمل کرنا عین حدیث پر عمل کرنا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے زیادہ سے زیادہ ہم یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ حکم ایک مخصوص شخص کے لیے ہے جو اہل مخصوص میں ہیں سے نہ ہو بلکہ ان عوام الناس میں سے ہو جو حدیث کے معنی ومفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ـ یعنی وہ صحیح وضعیف، مقدم ومؤخر، مجمل ومفسر اور موضوع وغیرہ اقسام حدیث کے درمیان فرق اور تمیز نہیں کر سکے ـ ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ فقیہ عالم جو بیان کرے اس پر عمل کریں صرف محض حدیث کے سننے پر عمل نہ کریں اس لیے کہ اس کو اس میں ضبط حاصل نہیں ہے اور جو اہل خصوص اور اہل علم حدیث اور فن حدیث کے بارے میں معلومات تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں ان کے لیے ہرگز ایسا نہیں کہا جائے گا کہ وہ فقیہ عالم جو بیان کرے اس پر عمل پیرا

ہوں اگر چہ احادیث اس کے برخلاف ہوں اس لیے کہ حدیث پر عمل نہ کرنا اور فقہ پر عمل کرنا گناہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس لفظ میں جو سوئے ادب، شناعت اور برائی ہے وہ بھی مخفی نہیں۔ اس لیے کہ مطلقاً حدیث پر عمل کرنے کی نفی کرنا کسی فاضل سے درکنار کسی معمولی عقل والے سے بھی صادر نہیں ہوتا۔''

''فقیہ'' سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو صحیح اور ضعیف میں فرق اور تمیز کر سکتا ہے اور معنی اور مراد کو سمجھتا ہے نہ کہ وہ شخص ہے جو اپنی رائے سے فتویٰ دے۔ پھر مخدوم صاحب پہلے گروہ (عوام میں سے) ہیں یا دوسرے گروہ میں سے؟ اگر پہلے گروہ میں سے ہیں تو انہوں نے اس رسالہ کو اور دوسری کتابوں کو تصنیف کرنے کی تکلیف برداشت کی؟ اور کیسے روایات کو جمع کر کے وجوہ ترجیح کا ذکر کیا اور ان روایات پر صحت کا حکم لگایا؟ اور اگر وہ دوسرے گروہ سے ہیں تو شیخ کی اس عبارت کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں (عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے)

ان کا کہنا ہے:...... وہمہ چنیں اگر ترك نمود مجتہدی عمل، عمل بعض احادیث لا بواسطة علم بضعف سند أو یا نسخ اور یا معارضہ ...... الخ

اور ان کو مجتہد متعین کی تقلید جائز ہے، اس میں شک ہی نہیں کہ واجب و جائز کا کرنے والا گمراہ اور گمراہ کن نہیں ہے۔ اسی طرح مجتہد نے بعض احادیث پر سند کے ضعیف یا منسوخ یا معارض یا قوی یا اسی طرح دوسرے علم کی وجہ سے عمل چھوڑ دیا، یا نص قطعی کے خلاف ہونے کا قیاس کیا تو اس کی طرف گمراہ یا گمراہ کن کی نسبت نہیں کی جا سکتی ...... الخ

میں کہتا ہوں:...... یہ سب واضح گمان وظنون ہیں اور سب جھوٹ اور احادیث کے برخلاف ہیں اور ظاہری امور پر موہوم اور خیالی چیزوں کو وارد کرنا تلبیس ہے حسن ظن نہیں بلکہ بلا شبہ غلو اور حد سے تجاوز کرنا ہے جیسا کہ حجۃ اللہ کی عبارت گزر چکی ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... وہیچ شک نیست کہ سرمایہ مقصود بہر مؤمنین کلام اللہ عزوجل وکلام رسول اوست ﷺ۔ قال اللہ: ﴿اطیعوا اللہ واطیعو الرسول﴾ ولیکن چوں لابداست کہ در اطلاع کما ینبغی بر حقائق کلا میین مذکورین از علم ناسخ ومنسوخ ...... الخ

کوئی شک نہیں کہ ہر مؤمن کا سرمایہ مقصود کلام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'' لیکن چونکہ ضروری ہے کہ دونوں مذکورہ کلاموں کے حقائق پر ناسخ ومنسوخ ہونے کا کما ینبغی (جتنا اس کے لیے ضروری ہے) علم اور اطلاع ہو...... الخ

(میں کہتا ہوں) :...... یہ اصطلاحات متاخرین کی وضع کردہ ہیں اور یہ دو وجوہات سے خالی نہیں ۔ یا تو وہ ان کی تعریفات اور حدود کے بارے میں جانتے ہوں گے اس صورت میں وہ مقلد نہیں رہیں گے ، اس لیے کہ ان کے شاگردوں نے ان سے ہی یہ سیکھا ہے اسی طرح آگے تک اسی معنی ومفہوم میں امام شوکانی ارشاد الفحول ص ۲۵۴ میں فرماتے ہیں:

" الا جتہا د علی المتأخرین ایسر واسھل من الا جتھاد علی المتقدمین ولا یخالف فی ھذا من له فھم صحیح وعقل سوی واذا امعنت النظرو جدت ھؤلاء المنکرین انما اتوا من قبل انفسھم فانھم لما عکفوا علی التقلید واشتغلوا الغیر علم الکتاب والسنة حکموا علی غیر ھم بما وقعوا فیه و استعصبوا ما سھله الله تعالیٰ علی من رزقه الله العلم والفھم وافاض علی قلبه انواع علوم الکتاب والسنة "

یعنی متاخرین پر متقدمین کی بہ نسبت اجتہاد کرنا زیادہ سہل اور آسان ہے ۔ اور جو شخص فہم صحیح اور عقل سلیم کا مالک ہو وہ اس کی مخالفت نہیں کرسکتا اور اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں گے تو آپ ان منکرین کو پائیں گے کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ چیزیں بیان کئے ہیں ۔ یہ لوگ جب تقلید کی طرف مائل ہوگئے اور اس پر ڈٹ گئے اور کتاب وسنت کے علاوہ دوسرے علوم میں مشغول ہوگئے تو انہوں نے دوسروں پر وہ حکم لگانا شروع کردیا جس میں وہ خود گرفتار ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو آسان کیا تھا اس کو اس شخص کے لیے مشکل بنا دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم اور فہم عطا کیا اور اس کے دل کو کتاب وسنت کے علوم سے بھر دیا۔

اور جو ایسا نہیں وہ کیسے نکلے اور گناہ ومصیبت میں پڑ گئے پھر ہم مخدوم صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کن لوگوں میں سے ہیں؟ اگر پہلے گروہ (اولین) میں سے ہیں تو خود آپ نے جو اجتہاد سے خالی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ باطل کر دیا اور پھر تصحیح کے ہوتے ہوئے تصنیف کرنے یا تضعیف کرنے کا کوئی معنی ومطلب نہیں ہوتا ۔ اگر متاخرین میں سے ہیں تو ان اصطلاحات کا کیا مطلب ومعنی ہیں جن کو آپ نے ذکر کیا ہے ، یہ تو ایسے اسماء ہیں جن کے مسمیات کو آپ جانتے ہی نہیں ۔ چلیں مجتہد کی اتباع (جائز ہونا) فرض کرلیں تب بھی اس جیسی تنگی ودشواری میں بلکہ اس سے بھی زیادہ مشکلات میں پڑ جائیں گے (یعنی تب بھی مسئلہ پیچیدہ ہی رہتا ہے) اس لیے کہ تمام ائمہ کے نظریات وفتاویٰ مختلف ہوتے ہیں ۔ یہ چاروں مشہور ائمہ اور پھر ان کے زمانے میں ہی ان کے علاوہ بھی بہت سے ائمہ تھے مثلاً ابن ابی لیلیٰ، ثوری ، ابوثور ، اوزاعی اور لیث وغیرہ ان میں سے ہر ایک امام نے کسی نہ کسی مسئلہ میں ایک دوسرے کی مخالفت کی ہے ۔ اب مقلد بیچارے کو نہیں معلوم کہ وہ کس امام کی اتباع کرے ۔ پھر ان میں سے ہر ایک سے بھی مختلف روایات منقول ہیں چنانچہ مسئلہ

اسباب ترجیح وتطبیق کی معرفت ، جدید وقدیم قول کی معرفت ، راجح ، مرجوح اور مرجوع عنہ (جس مسئلہ سے رجوع کیا گیا ہو) کی معرفت ، ظاہر روایت وغیرہ اور عام ، خاص ، ظاہر نص ، مجمل ، مفصل ، مطلق ، مقید ، منطوق ، مفہوم وغیرہ سب کی معرفت کی طرف لوٹتا ہے ۔ پھر اسی طرح نقل کی تصحیح وتضعیف (یعنی صحیح قرار دینا یا ضعیف قرار دینا) اور بعض نقل وبیان کرنے والوں کو ترجیح دینا (یہ سب پیچیدہ مسائل ہیں لہٰذا) یہ تو "فر من المطر قام تحت المیزاب " یعنی بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑا ہونے والی بات ہے ۔

اور پھر یہ کہ معاملہ مقلد کے ظن اور گمان پر موقوف ہوگا جبکہ اس کا سرے سے کوئی ظن یا گمان اور خیال نہیں ہوتا ۔ امام سندھی فتح القدیر کے حواشی میں لکھتے ہیں :

" اذا قلنا بعدم جواز العمل بالا حادیث بسبب الظن فی ثبوت الاحادیث عند المقلد . نقول ان ظنه لا عبرة به فتجب ان لا تكون لظنه عبرة فی الاقوال المنقولة عن المجتهدين فحينئذ ينبغی ان لا يجوز لهم العمل بتلك الا قوال بل ينبغی ان يجب عليهم الرجوع الی المجتهدين الاحياء . وهو فرضوا ان ليس فی الدنيا مجتهد حی فينبغی ان يسقط عن العوام التكليف بل عن العالم التكاليف غالبها لظهور انهم لا يا خذون فيها بالا حاديث ولا باقوال المجتهدين للزوم العمل بالظن وظنهم لا عبرة به ولا مجتهد فيهم حتی يتبعه غيره وهذا كما تری مصيبة عظيمة " .

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقلد کے نزدیک احادیث کے (صحیح) ثابت ہونے میں ظن کی وجہ سے حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے ظن کا کوئی اعتبار ہی نہیں (یعنی چونکہ ہم حدیث پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر چہ مقلد کے پاس بھی عقل ہے لیکن اس کی عقل یا ظن کا کوئی اعتبار نہیں وہ غیر معتبر ہے) لہٰذا ضروری ہوا کہ مجتہدین سے منقولہ اقوال کے بارے میں بھی انکے ظن کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے تو اس صورت میں ضروری ہے ان اقوال پر بھی ان کے لیے عمل کرنا جائز نہ ہو بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندہ مجتہدین کی طرف رجوع کریں جبکہ انہوں نے فرض کر رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی مجتہد زندہ نہیں ہے تو کوئی لائق ٹھہرا کہ عوام سے احکامات پر عمل کی ذمہ داری ساقط ہوجائے بلکہ عالم سے بھی اکثر احکام ساقط ہوں گے اس لیے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ظن پر عمل لازم آنے کی وجہ سے نہ احادیث کو لیتے ہیں اور نہ ہی اقوال مجتہدین کو اور پھر ان کے ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور ان میں سے کوئی اس وقت تک مجتہد نہیں ہوتا جب تک کوئی دوسرا شخص اس کی پیروی نہ کرے اور یہ تو جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ایک بڑی مصیبت ہے ۔

پھر اس میں انتہا تو یہ ہے کہ وہ تمیز اور فرق کرنے کی اہلیت سے بھی عاری ہوتا ہے اس طور

پراگر ہم تسلیم کرلیں تو ڈر ہے کہ کہیں منسوخ اور ضعیف پر عمل کرنے نہ لگ جائیں۔ اس صورت میں اگر چہ وہ حدیث یا قول لینے میں خطا کرتا ہے لیکن اپنی طاقت کے مطابق وہ صحیح اور درستگی کرنے والا ہوتا ہے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة : ٢٨٦) یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت اور وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ بلکہ ایسا (اجتہاد کرنے والا) اجر پانے والا ہے اس لیے کہ اس نے جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس کی اتباع کی نیت سے اطاعت رسول ﷺ کے لیے کوشش کی ہے۔ (حدیث ہے) ((انما الاعمال بالنيات)) (متفق علیہ) یعنی اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے۔ اور اگر کوئی غیر نبی کی اتباع کرے پھر وہ اگر چہ درست عمل کرے تب بھی وہ خطا کار ہے بلکہ گناہگار ہے اس لیے کہ اس نے ایک چیز اپنی طرف سے ایجاد کردی اور اس کی پیروی کی جس کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں آپ کا خیال ہے اگر وہ خطا اور غلطی کرے تو؟ یہ پہلے والی بات سے زیادہ قریب ہے بلکہ یہ تو مصیبت در مصیبت ہے۔

ان کا کہنا ہے: ...... وحصول این علم مر غیر مجتهد را میسر نشود .... الخ یہ علم خاص کر غیر مجتہد کو حاصل نہیں ہوتا...... الخ

میں کہتا ہوں: ...... اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کے قول کی تردید کرتا ہے:

﴿الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنكبوت : ٦٩)

یعنی جو لوگ ہمارے لیے (ہماری راہ پانے کے لیے) کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ ضرور دکھاتے ہیں۔ یعنی انہیں ہدایت دیتے ہیں۔ جبکہ غیر غواص یعنی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنے والے پر اس کا قیاس نص کے مقابلے میں بالکل باطل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اذا حكم حاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم ثم اخطأ فله اجر." (بخاری و مسلم)

جب کوئی حاکم اور قاضی فیصلہ کرتے وقت پوری کوشش کرے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لیے دوگنا اجر و ثواب ملے گا اور جب وہ فیصلہ کرنے میں کوشش تو پوری کرے مگر صحیح نہ کر پائے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے عمرو بن العاص اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنے والا صحیح فیصلہ بھی کرے تب بھی وہ باطل ہے۔ اس لیے کہ یہ صرف نبی ﷺ کے کلام پر موقوف نہیں ہے بلکہ آپ کے بعد والوں کے بھی اقوال ہیں بلکہ یہ زیادہ اولیٰ ہے اس لیے کہ اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کا کلام سمجھنے اور مراد و مقصود تک پہنچنے کی زیادہ قریب ہوتا ہے کیونکہ یہ بالاجماع بلیغ ترین اور بولنے اور سننے میں شیریں ترین کلام ہیں۔ اسی طرح سمجھنے اور فائدہ لینے

میں بھی قریب اور آسان ترین ہوتے ہیں۔ اور اس کا انکار سخت طبیعت والا اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکنے والا ہی کر سکتا ہے۔ اور وہ فہم سمجھ جس کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کلام الٰہی اور خطاب نبوی کو سمجھا وہ ہمارے فہم اور سمجھ کی طرح تھے اور ان کی عقل ہماری عقل کی مانند تھی اس لیے کہ اگر افہام اور سمجھ متفاوت اور مختلف ہوتے اور اس حد تک مختلف ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عبارات اور احادیث نبوی یہ نہ سمجھ سکتے تو ہم نہ تو اجتہاداً مکلّف ہوتے اور نہ تقلیداً مکلّف ہوتے نہ ہی ہمیں کسی کام کا حکم دیا جاتا اور نہ ہی ہم کو کسی کام سے روکا جاتا۔ اجتہاداً سے اس لیے کہ یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ تقلید اس لیے کہ ہم اس وقت تک تقلید نہیں کر سکتے جب تک ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہمارے لیے تقلید جائز ہے اور جب تک کتاب وسنت سے اس کے جواز پر صریح دلیل نہ ملے تقلید نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ تقلید کے جواز کے قائل ہونے میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جس طرح ہم نے اپنے فہم سے اس دلیل کو سمجھ لیا ہے اسی طرح دوسرے دلائل بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے خود پیش گوئی کی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ایسے لوگ بھی آئیں گے جو آپ کے زمانہ اور عہد والوں سے زیادہ سمجھ اور فہم والے ہوں گے اور آپ ﷺ کے کلام کو زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔ فرمایا:

" فرب مبلغ افقه من سامع " یعنی بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ بات کو (براہ راست) سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے۔ ایک اور لفظ میں یوں ہے " اوعی له من سامع " یعنی اس کو سننے والے سے زیادہ یاد کرنے والا ہوتا ہے۔ امیر الیمانی نے اس کو سبل السلام ج۴ص ۹۴ میں بیان کیا ہے۔

ان کا کہنا ہے:...... اسی وجہ سے عامی یا غیر مجتہد عالم جو ناواقف غوطہ زن کی طرح ہے، مجتہد جو کہ ماہر غوطہ زن کی مانند ہے ان کا دامن پکڑنا لازم وضروری ہے تاکہ مہلک سیلاب میں ڈوبنے سے مامون ومحفوظ رہے۔

میں کہتا ہوں:...... جیسا کہ آپ کے قول کے مطابق ان کے لیے حدیث کی معرفت کی کوئی اہلیت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح ان کے لیے یہ معرفت بھی حاصل نہیں ہوتی کہ کون اس قابل اور لائق ہے کہ اس کی بات مانی جائے چنانچہ بات پھر وہیں آ گئی جس کے انجام وعواقب سے آپ ڈرتے تھے بلکہ یہ تو مشکل درمشکل اور ایسی دلدل میں پھنستا ہے جس سے چھٹکارا دشوار ہے۔ لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اس شخص کی بات کو لیا جائے جس سے خطا کا صدور محال ہو یعنی وہ معصوم عن الخطا ہو اس سے غلطیاں نہ ہو سکتی ہوں اور وہ ذات اقدس جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پھر ان کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب وسنت سے غیر کسی واسطہ کے احکام کا اخذ کرنا مشکل ہے۔ اور اس کے اس قول کو اللہ

تعالیٰ کا یہ فرمان رد کرتا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة : ١٨٥)

''یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی اور آسانی کرنا چاہتا ہے وہ تمہارے ساتھ تنگی اور مشکل کرنا نہیں چاہتا۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج : ٧٨)

یعنی اس (اللہ) نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور فرمایا:

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (الدخان : ٥٨)

یعنی بلا شبہ ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں (یعنی آسان عربی زبان میں اتارا تا کہ ہر عربی دان اس کو سمجھ سکے اور اس کو سمجھنے میں ان کو کوئی دشواری نہ ہو) حدیث شریف میں ہے:

((وايم الله لقد تركتكم على مثل البيضاء ليلها ونهار ها سواء))

(ابن ماجه وغيره)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے تم کو بیضاں کی طرح چمکتے ہوئے یعنی روز روشن کی طرح ملت پر چھوڑا ہے جس کی رات اور دن دونوں برابر ہے۔

ان آیات کریمہ اور احادیث کا مدلول یہ ہے کہ دین کے دونوں اصولوں (قرآن وحدیث) سے دین لینا اور حاصل کرنا بہت ہی آسان ہے۔ لہٰذا اس ذات کے قول کے مقابلے میں جس نے ان دونوں کو نازل کیا وہ زیادہ بہتر جانتا ہے جو اس نے نازل کیا ہے۔ فرمایا:

﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ (هود : ١)

یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر حکیم باخبر کی طرف سے صاف صاف بیان کی گئی ہے۔ اور فرمایا:

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (القيامة : ١٩)

یعنی پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔

اور اسی طرح اس کا قول نہ اس ہستی کے قول کے مقابلے میں قابل قبول ہے جس نے یہ دونوں اصول اللہ کی طرف سے ہم تک پہنچائے اور وہ بعد میں آنے والوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾

(النحل: ٤٤)

''اور یہ ذکر (قرآن) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

یہ تو آپ ﷺ کے جناب میں سراسر بے ادبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے آنکھیں بچا کر نظریں چرا کر یہ عذر پیش کرتے ہوئے کھسک جائیں کہ میں تو عامی (جاہل) ہوں یا یہ کہ میں اس حدیث کا مفہوم ومراد نہیں سمجھتا، یا یہ کہ میں ان میں سے محکم ''منسوخ'' مؤول کو نہیں جانتا، یا یہ کہ میں ان احادیث سے اچھی طرح مسائل اخذ نہیں کرسکتا، یا یہ کہ میں استنباط اور اجتہاد نہیں کر سکتا۔ پھر اس پر لوگوں کے اقوال آسان ہو جاتے ہیں اور ان سے مسائل تخریج کرتا ہے حتیٰ کہ ایک مسئلہ سے بے شمار تخریجات کر ڈالتا ہے اور امام صاحب کی بعض روایات کو بعض کے ساتھ تطبیق دیتا ہے ایک کو قوی قرار دیتا ہے۔ اور ایک کو ضعیف کہتا ہے، قول قدیم کو قول جدید سے الگ کرتا ہے ان کے درمیان فرق کرتا ہے حتیٰ کہ ان احادیث میں تاویل کرنے کی قدرت رکھتا ہے بلکہ جرأت کرتا ہے جو ان کے امام کے قول کے خلاف ہوں، اور ان احادیث کو اپنے اختراعی قیاسات کے ذریعے رد کرتا ہے اور دل میں پوشیدہ ظنون، اوہام اور گمان کی بنیاد پر ان احادیث کی توہین کرتا اور ان کو کمزور قرار دیتا ہے۔

قسطلانی المواہب اللدنیۃ ج۲ص ۸۷ میں لکھتے ہیں:

" ومن الادب معه ﷺ ان لا يستشكل قوله ﷺ بل تستشكل الاراء بقوله عليه السلام ولا يعارض نصه بالقياس بل تهدر الا قيسة وتلقى لنصوصه ."

آپ ﷺ کے ساتھ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول کو مشکل تصور نہ کیا جائے بلکہ آپ کے قول کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کی آراء کو مشکل اور ناقابل تصور کیا جائے، آپ ﷺ کے بیان کردہ نص کا قیاس کے ساتھ معارضہ نہ کیا جائے بلکہ قیاس کو چھوڑ کر آپ کے اقوال کو لے لیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ اسی طرح کسی مخالف خیال کی بنا پر آپ کے کلام کو حقیقت سے کسی اور مطلب کی طرف نہ پھیرا جائے جس کو یہ لوگ ''معقول'' نام رکھتے ہیں جبکہ یہ معقول نہیں بلکہ مجہول ہے اور حق سے کوسوں دور ہے، اور ایسے لوگوں کو حق کی طرف لوٹنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کی طرف سے جو بھی حکم آجائے اس کو کسی امام کے قول کے ساتھ موافقت پیدا کیے بغیر مانا جائے (ایسا نہ ہو کہ اپنے امام کے قول

کے موافق ہو تو لے لیا جائے ورنہ چھوڑ دیا جائے) یہ سب آپ ﷺ کی بے ادبی ہے بلکہ یہ آپ ﷺ کے خلاف بڑی جسارت ہے۔ آپ ﷺ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ہر بات کو تسلیم کر لیا جائے ، آپ ﷺ کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔ جس کو یہ لوگ معقول یا شبہ یا شک کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی حدیث پر لوگوں کی آراء یا اپنے اذہان کی اختر عات کو مقدم نہ کیا جائے۔ پس تحکیم میں آپ کی حدیث پر لوگوں کی آراء یا اپنے اذہان کی اختر عات کو مقدم نہ کیا جائے۔ پس تحکیم میں تسلیم میں ، اطاعت وفرمانبرداری میں بھی توحید کی راہ اپنائی جائے (یعنی صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات کو ہی لائق اقتداء واطاعت سمجھا جائے) جس طرح رسولوں نے عبادت میں ، خضوع وانابت میں ، اور توکل ، بھروسہ کرنے میں توحید اختیار کیا۔ توحید کی دو قسمیں ہیں دونوں توحیدوں کو مانے بغیر نجات نہیں ہے ایک مرسِل (بھیجنے والے) اللہ کی توحید کی ، دوسری رسول کی متابعت و پیروی میں توحید اختیار کرنا ، اس کے علاوہ نہ کسی غیر کی طرف فیصلہ لے جایا جائے اور نہ کسی اور کے فیصلہ پر راضی ہوا جائے۔

رسالہ " کشف الرین " پر تنقید سے فارغ ہوا اور حق باطل پر غالب ہوا۔ ہم نے اس مسئلہ سے تمام شکوک وشبہات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وضاحت کے ساتھ دور کر دیے۔ اللہ ہی کے لیے حمد اور شکر ہے کہ اس نے اپنے اس کمزور بندے کو اس کی توفیق دی۔ اور درود وسلام ہوں سردار دو عالم پر ، اور ساری عمر تا قیامت جہاں سب کو اپنے کیئے کا بدلہ ملے گا بہتری اور اچھائی میں اللہ تعالیٰ اضافہ فرماتا رہے اور برائی سے بچائے رکھے۔ آمین

كحل العينين
لمن يريد تحقيق مناظرة
الامام ابی حنیفة مع الاوزاعی
فی رفع الیدین

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی کے درمیان مناظرہ رفع الیدین کی اصل حقیقت

شیخ المؤفق بن احمد المکی نے اپنی کتاب ''مناقب امام ابوحنیفہ'' کی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۳۰ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی کے مابین ایک مناظرہ رفع الیدین کے متعلق نقل کیا ہے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے روایتاً و درایتاً ثابت کیا ہے کہ یہ مناظرہ جھوٹ اور من گھڑت ہے اور اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

(الازہری)
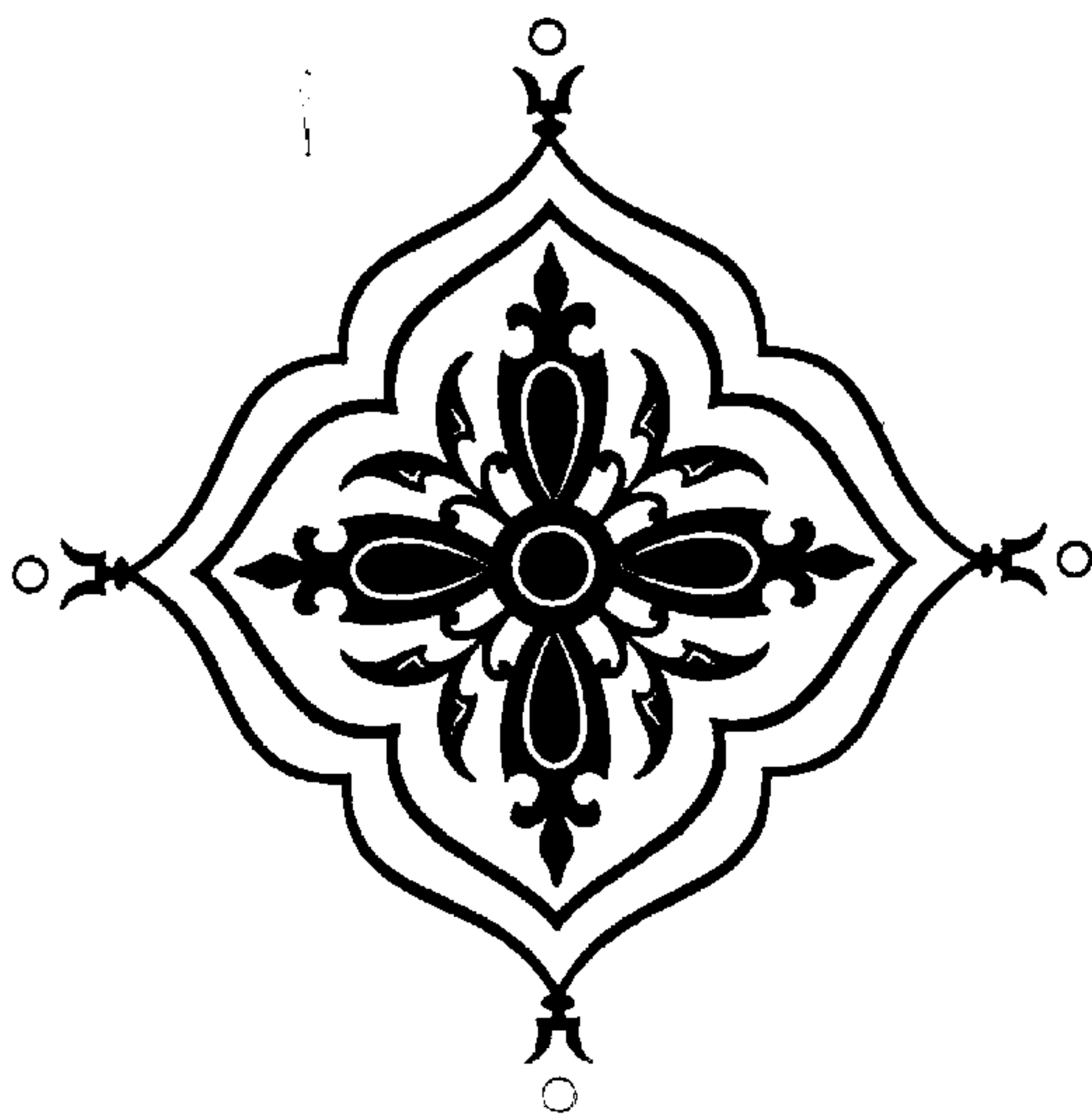
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مـن مسند ابی حنیفه لا بن یعقوب قال حدثنا محمد بن زیاد الرازی اخبر نا سلیمان بـن الشـاذ کونی قال سمعت سفیان بن عیینه یقول اجتمع ابو حنیفه والاوزاعی فی دار الـحـنـاطیـن بـمكة فقال الاوزاعی لا بی حنیفة ما بالكم لا تر فعون ایدیكم فی الصلاة عن الركوع وعند الرفع منه فقال ابو حنیفة لا جل انه لم یصح عن رسول الله صـلـی الله علیه وسلم انه كان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة وعند الركوع وعند الرفع مـنـه فقال له ابو حنیفة حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والا سود عن عبدالله بن مسـعود رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوٰة ولا یعود لشیء من ذالك۔

فـقـال الاوزاعـی احـدثك عـن الزهری عن سالم عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسـلـم وتـقـول لـی حـدثـنـی حماد عن ابراهیم فقال ابو حنیفة كان حماد بن ابی سـلیمان افقه من الزهری وكان وابراهیم افقه من سالم وعلقمة لیس بدون ابن عمر فـی الـفـقـه وان كـانـت لا بن عمر صحبة وله فضل الصحبة والاسود له فضل كثیر وعبد الله عبدالله فسكت الاوزاعی ۔

سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی شہر مکہ میں دار الحناطین میں اکٹھے ہوئے تو اوزاعی نے ابوحنیفہ سے کہا کہ تم لوگ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ ابوحنیفہ نے کہا اس لئے کہ آپ ﷺ سے رفع یدین تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور لوٹتے ثابت نہیں ہے۔

ابوحنیفہ نے کہا کہ حماد نے ابراہیم سے ابراہیم نے علقمہ اور اسود سے اور انہوں نے ابن مسعود سے روایت کی ہے آپ ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور پھر کسی بھی فعل نماز میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ اوزاعی بولے کہ میں آپ کو زھری سے وہ سالم سے اور وہ اپنے والد ابن عمر سے وہ اللہ کہ نبی سے بتا رہا ہے اور آپ حماد سے اور وہ ابراہیم سے اسی والی بات کرتے ہیں تو ان سے ابوحنیفہ نے کہا کہ حماد بن ابی سلیمان زھری سے فقہ میں بڑھ کر تھے اور ابراہیم سالم سے فقہ میں زیادہ تھے اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگر چہ ابن عمر صحابی ہیں اور فضیلت صحبت انہیں حاصل ہے اور اسود بھی بڑی فضیلت والے تھے باقی عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہیں. یہ سن کر اوزاعی خاموش ہو گئے۔

قال المؤلف:...... هـذا الاسـناد لا يفيد لهم اِلا الهبوط كما تراهفى غاية السقو ط فانه جامع لسبعة بلايا .

احد ها:..... ابو الفرج سعيد بن ابى الرجاء وهو مجهول لم نقف على ترجمة .

فان قلت:...... كيف تطلقون الجهالة على من لا تقفون على ترجمته .

قلنا:...... الجواب عن هذا باربعة وجوه .

اوّلاً:...... فـان الـلـه سبـحـانه تعالى لم يُكَلِّفُنَا بان ناخذ ديننا عمن لا نعرفه بل وقال سبحانه وتعالىٰ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾

ثانياً:...... فـلان انـه الـقـاضى اذا وقف فى قبول شهادة من لا يعرفه فى فَأولىٰ بنا ان موقف فى مثل هذا الامر العظيم فلان يحتمل ان يكون ذالك الرجل ممن يرغب فى الرواية عنه فكيف نعتمد عليه والله تعالىٰ دُرالقائل

فـان كنت لا تدرى فتلك مصيبة

وان كـنت تدرى فالمصيبة اعظم

فـان كثيـرا من الاحناف قدا اطلقوا الجهالة علىٰ من لم يقفوا على ترجمته كالحافظ الـزيلعى . فى نصب الراية والفاضل عبد الحئى اللكهنوى فى تصانينه وغير ها فاذا جاز لهم ذالك فجاز لنا ....

ثالثاً:...... شيـخة ابـو الحسين احمد بن محمد الا سكاف وهو ايضاً مجهول لم نرمن ترجم له .

شيـخ الشيخ الاسكاف ابو محمد الحارثى اسمه عبدالله بن محمد بن يعقوب الحارثى البخارى السبذمونى وهو وضاع متكلم فيه فقد قال ابو سعيد الرواس يتهم بـوضـع الـحـديـث وقال احمد السليمانى كان يضع هذا الاسناد على هذا المتن ، وهـذا الـمتـن على هذا الا سناد وهذا ضرب من الوضع ، وقال ابو زرعة احمد بن الـحسين الـرازى ضـعيف وقـال الحاكم هو صاحب عجائب وافراد عن الثقات .

وقـال الـخـليـلـى هـو ليّـن ضـعـفوه حدثنا عنه ملاحمى واحمد بن محمد البصير بـعـجـائـب وكـان يـدلس قال الخطيب لا يحتج به كان صاحب عجائب و مناكير وغـرائـب وليـس بـمـوضـع الـحـجة كـذا فـى لسـان الميزان للحافظ ابن حجر العسقلانى .

راقم کہتا ہے: یہ سند انہیں تباہی کے سوا کیا دے سکتی ہے کیونکہ یہ جیسا کہ تم دیکھو گے انتہائی گری پڑی سند ہے جو کہ سات آفات پر مشتمل ہے۔

پہلی آفت:...... ابوالفرج سعید بن ابی الرجاء مجہول ہے ہمیں اس کے حالات زندگی نہیں ملے۔

پس اگر تم اعتراض کرو: جس کے حالات زندگی تمہیں نہیں مل سکے اس کے مجہول ہونے کا حکم کیسے لگا سکتے ہو۔

ہمارا جواب ہوگا: چار وجوہات کی بنا پر!

اول:...... یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا مکلّف نہیں بنایا کہ ہم کسی ایسے شخص سے دین اخذ کریں جسے ہم جانتے ہی نہیں بلکہ اللہ کا فرمان ہے کہ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ اور اس چیز کے پیچھے نہ ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

دوم:...... یہ کہ اگر قاضی دو پیسوں میں انجان آدمی کی گواہی کے بارے میں توقف کر سکتا ہے تو پھر اس جیسے عظیم معاملے میں ہمارے لائق یہ ہی ہے کہ رک جائیں کیونکہ (سوم) ہوسکتا ہے کہ وہ مجہول الحال شخص روایت حدیث میں معتبر نہ ہو۔ اور کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ:

فان كنت لا تدری فتلك مصيبة

وان كنت تدری فالمصيبة اعظم

''پس اگر تم نہیں جانتے تو یہ ایک آفت ہے اور اگر جانتے ہو تو آفت اور بھی بڑی ہے''

چہارم:...... بہت سے حنفی علماء بھی مجہول ہونے کا حکم لگا دیا کرتے ہیں ایسے راویوں پر جن کے حالات پر مطلع نہیں ہوتے جیسا کہ حافظ زیلعی نصب الرایہ میں اور علامہ لکھنوی اپنی مختلف تصانیف میں اور اسی طرح دوسرے بھی تو جب یہ ان کے لیے روا ہے تو ہمارے لیے بھی جائز ہے۔

دوسری آفت:...... اس کا استاد ابوالحسن احمد بن محمد الاسکاف وہ بھی مجہول ہے ہم نے نہیں پایا کہ کسی نے اس کے حالات لکھے ہوں۔

تیسری آفت:...... اسکاف کے استاد کا استاد ابو محمد الحارثی جس کا نام عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری ہے یہ راوی وضاع (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) مجروح راوی ہے ابو سعید المدراسی نے کہا کہ اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے (يتهم بوضع الحديث) احمد السلیمانی نے کہا کہ اس سند کو اُس متن پر اور اس متن کو اُس سند پر فٹ کر دیتا تھا (اور یہ روایات گھڑنے کی ایک قسم ہے) ابوزرعۃ احمد ابن الحسین الرازی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ حاکم کا کہنا ہے کہ آں جناب ثقہ راویوں سے عجیب وغریب منفرد روایات بیان کرتے ہیں۔

قال المؤلف :...... وذکر المترجم ابن الجوزی فی الضعفاء وذکره السمعانی فی کتاب الانساب فی باب السبذ مونی . وقال کان شیخاً مکثراً من الحدیث غیر انه کان ضعیفاً فی الروایة غیر موثقا به . (اھـ)

وقال الحافظ ابن منده. وهو تلمیذ المترجم کان غیر ثقه وله مناکیر کذا فی الجواهر المضیة لابی محمد عبدالقادر القرشی الحنفی وقال الشیخ عبدالوهاب المدراسی فی کشف الاحوال والسیوطی فی ذیل اللالئی . قال فی المیزان متهم بوضع الحدیث ، وقال فی المغنی یا تی بعجائب واهیة . (اھـ)

وذکره الفاضل عبدالحی اللکهنوی فی الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة وذکر عن جماعة ـ وهم الذین قد منا ذکر هم ـ تضعیفه واقرهم علی ذالك وقال فی اِمام الکلام ، واما ما ذکر عبدالله بن یعقوب السبذ مونی یعنی المترجم فی کشف الاسرار اَن عشرة من الصحابة کانوا ینهون عن القراء ة .... فلیس بمستندٍ بسند مع کون السبذ مونی مجرو حاً عند المحدثین وان کان معدودًا فی فقهاء الدین . (اھـ)

وذکر الامام ابن العجمی فی کتاب الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث .

ورابعها:...... ان الاسناد هذا مع کونه کما عرفت مدلس کما عرفت من کلام الخلیلی الذی ذکر ناه انفا نقلاً عن اللسان .

فان قلت :...... قد صرح ههنا السبذ مونی بالسماع فقال انبا محمد بن ابراهیم فاندفعت تهمت التدلیس وبالله تعالیٰ التو فیق .

الجواب:...... عن هذا بو جهین . **اَوّلًا**:...... فان قوله انبا لا یستلنرم التصریح بسماعه منه وانما یستلزمه لفظ حدثنا " واخبرنا " " وانبانا " " وسمعنا " وغیر ذالك مما یدل علی نسبة التحدیث والاخبار الی من یروی عن شیخه بخلاف لفظ " حدّث " " واخبر"" انبا " فانه لا یدری من الذی حدّثهاو اخبر ه او انبأه .

ثانیاً: ...... فان سلمنا ان السبذ مونی قد صرح ههنا بسما عة من شیخه وان لم یکن کذا لك لکن لا یفید ه ذالك شیئاً لان السبذ مونی هذا مجروح من وجه آخر حاشا التدلیس . وهو الوضع وتقلیب الاسناد والمتن والا تیان بالعجائب والافراد عن الثقات کما عرفت .

خلیلی کہتے ہیں: ڈھیلا راوی ہے (لین) محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحمی اور احمد بن محمد البصیر نے اس کی عجیب وغریب روایات ہمیں سنائیں اور تدلیس بھی کرتا تھا۔ خطیب نے کہا قابل حجت نہیں عجیب، منکر اور منفرد روایتیں لاتا ہے حجت کے قابل نہیں۔ یہ تمام اقوال حافظ ابن حجر کی لسان المیز ان میں ہیں۔

قال المؤلف: ......ابن الجوزی نے حضرت صاحب کو الضعفاء میں درج کیا ہے اور سمعانی کتاب الانساب میں السبذ مونی کے باب میں کہتے ہیں کہ کان شیخا مکثرا من الحدیث (استاد اور کثرت سے روایت کرنے والا تھا) مگر روایت میں ضعیف تھا قابل اعتبار نہ تھا (غیر موثق بہ) حافظ ابن مندہ جو کہ ان صاحب حارثی کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں کان غیر ثقۃ ولہ منا کیر (غیر معتبر تھے اور ان کی روایات منکر ہیں) یہ اقوال الجواہر المضیۃ ابو محمد عبدالقادر القرشی الحنفی کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ شیخ عبدالوھاب المدراسی کشف الاحوال اور سیوطی ذیل اللالئی میں کہتے ہیں کہ ذہبی نے میزان میں کہا کہ اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے اور مغنی میں لکھا کہ عجیب واھیات روایتیں لاتا ہے۔ فاضل عبدالحی لکھنوی نے الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ میں مذکورہ بالا حضرات سے اس راوی کی تضعیف نقل کی ہے اور ان کی بات کا اقرار کیا ہے اور امام الکلام میں کہا کہ وہ جو عبداللہ بن یعقوب السبذ مونی نے کشف الاسرار میں نقل کیا ہے کہ دس صحابہ قرأت سے منع کرتے تھے وہ کسی سند سے منقول نہیں ہے مزید یہ کہ سبذ مونی (حارثی بخاری) فقہاء دین میں سے ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک مجروح راوی ہے۔ امام ابن العجمی نے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث میں اسے درج کیا ہے (ایک سریع تحقیق ان راویوں کی جن پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے)

چوتھی آفت: ......محترم الحارثی یہ سب کچھ جو بھی بیان ہوا اس کے ساتھ ساتھ مدلس بھی ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی خلیلی کا قول لسان المیز ان سے نقل کیا۔ پس اگر کوئی کہے کہ سبذ مونی نے یہاں پر سماع کی تصریح کی ہے اور کہا کہ انبا محمد بن ابراہیم لہٰذا تہمت تدلیس دفع ہوگئی۔ اللہ کی توفیق سے اس بات کا جواب دو شقوں سے ہے۔

اول: ...... یہ کہ اس کا قول انبا سماع کی تصریح کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ حدثنا، اخبرنا، انبانا، سمعنا اور اس طرح کے الفاظ ہوں جو کہ اس شیخ راوی سے سماع اور اس کی تحدیث پر دلالت کرتے ہوں بخلاف حدث، اخبرنا اور انبا وغیرہ الفاظ کے کیونکہ ان الفاظ سے معلوم نہیں ہوتا کہ اس شیخ (استاد) نے وہ حدیث کس کو سنائی؟

ثانیاً: ...... یہ کہ بالفرض مان لیا کہ استاد نے سماع کی تصریح کر دی ہے اپنے شیخ سے اگر چہ ایسا نہیں ہے پھر

ومن المعلوم ان تدليس المجروح من وجه آخر لا يقبل اصلاً ولو صرح بالسماع فقد قال الحافظ ابن حجر العسقلانى فى طبقات المدلسين وهم يعنى المدليسن على خمس مراتب فذكر الاربع ثم قال الخامسة من ضعف بامر آخر سوى المدليس فحديثهم مردود ولو صرحوا بالسماع الذين يوثق من كان ضعفه يسيراً كا بن لهيعة . (اھ)

وقد عرفت من كلامنا ان الجرح الواقع فى الاسناد المترجم له فى غاية الشدة فتدليسه فى غاية الرد فافهم ـ.

وخامس:...... شيخ الاستاذ محمد بن ابراهيم الرازى وهو الطيالسى الجوال متروك متهم بالوضع فقد قال الدار قطنى الذى عده الذهبى من المعتد لين واقره على ذالك السخاوى فى فتح المغيث والفاضل عبدالحى اللكهنوى فى الرفع والتكميل " متروك " قال مرة دجال يضع الحديث وضعفه ابو احمد الحاكم وقال لو اقتصر على سماعه وقال الصغار تو همت ان الناس لا يحملون حديثه لضعفه وقال شيرويه تكلموا فيه وقال ابو حازم العبدى حدث عن شيوخ لم يدركهم . قال البرقانى بئس الرجل واتهمه الخطيب بوضع الحديث وسرقته كذا فى اللسان .

سَادِسَهَا:...... انه قد عرفت من كلام ابى حازم العبدى ان محمد بن ابراهيم هذا قد حدث عن شيوخ لم يدركهم وعلى ذلك فهذا السند مع سقوطه عن حد الا حتجاج بوجوه كثيره يحتمل الانقطاع و من المعلوم ان الخبر المنقطع مردود باتفاق اصحاب الا صول

وسابعها:...... سليمان بن الشاذ كونى اسم والده دا ودوهو كذاب مشهور فقد كذبه امام هذا الشان يحى بن معين وقال مرة : فى حديث ذكره عن المترجم يضع الحديث وقال كان يضع الاسانيد فى الوقت . وقال صالح جزرة : ما رأيت احفظ منه وكان يكذب فى الحديث . فقال البغوى : رماه الائمه بالكذب . فقال الامام احمد بن حنبل : محصله ـ فما ليس احد اكذب منه وسماه عبدالرزاق : عدوالله الكذاب الخبيث فقال : عبدالمؤمن بن خلف النسفى : سالت جزرة : اسمه صالح بن محمد كان اما ماً فى هذا الشان بما وراء النهر عنه فقال : ما رأيت احفظ منه فقلت باى شى كان متهماً فقال بالكذب وكان يرمى يعنى بالغلام .

بھی اس سے اُسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ آں جناب پر تدلیس کے علاوہ بھی جرح موجود ہے اور وہ یہ کہ روایات گھڑنا اور سندیں بدلنا اور متن تبدیل کرنا اور ثقہ راویوں سے عجیب وغریب منفرد روایتیں نقل کرنا جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اور یہ بات اصول حدیث میں تسلیم شدہ ہے کہ جس پر تدلیس کے علاوہ بھی جرح موجود ہو اس کی روایت قطعا قابل قبول نہیں ہے اگر چہ سماع کی تصریح بھی کر دے۔ حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں پانچ طبقات بیان کرتے ہوئے پانچویں طبقے کے متعلق کہتے ہیں الخامسة من ضعف بوجه امر اٰخر سوى التدليس فحد يثهم مردود ولو صرحوا بالسماع الا ان يو ثق من كان ضعفه يسيرا كا بن لهيعة ۔ پانچواں طبقہ جو کہ تدلیس کے علاوہ کسی اور وجہ سے بھی ضعیف قرار دیا گیا ہو تو ان کی روایت مردود ہے سوائے یہ کہ اس کی توثیق ہو جائے جبکہ ضعف تھوڑا ہو جیسا کہ ابن لھیعہ۔

قال المولف: اور آپ ہماری مذکورہ بالا گفتگو سے جان چکے ہیں کہ استاد محترم پر جرح انتہائی سخت ہے لہٰذا ان کی تدلیس بھی آخری درجے میں مردود ہے۔

پانچویں آفت: استاد حارثی سبذ مونی کے استاد محمد بن ابراہیم الرازی جو کہ طیالسی اور جوّال بھی کہلاتے ہیں متروک راوی ہیں اور حدیث گھڑنے کا الزام ہے کہ ان کے بارے میں دار قطنی نے جنہیں ذہبی نے معتدلین میں سے شمار کیا ہے اور سخاوی نے ذہبی کی اس بات کا فتح المغیث میں اقرار کیا ہے اور عبدالحی لکھنوی نے الرفع والتکمیل میں کہا کہ دار قطنی معتدل ہیں وہ دار قطنی اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں متروک ہے اور دوسرے مقام پر کہتے ہیں دجال يضع الحديث بڑا ٹھگ ہے حدیث گھڑتا ہے۔ حاکم نے بھی اسی کے متعلق کہا کہ ضعیف راوی ہے کاش سننے پر ہی اکتفا کرتا (لو اقتصر على سماعه) صفار کہتے ہیں میرا خیال ہے اس کے ضعف کی وجہ سے لوگ اس کی روایتیں نہیں لیتے۔ شیرویہ نے کہا "اس کے بارے میں محدثین نے کلام کیا ہے" تكلموا فيه ۔ ابو حازم نے کہا ان شیوخ سے روایت کرتا ہے جن کو اس نے پایا ہی نہیں۔ برقانی نے کہا بہت برا آدمی ہے اور خطیب نے اس پر حدیث گھڑنے اور چرانے کا الزام عائد کیا ہے۔ یہ تمام اقوال لسان المیز ان میں ہیں۔

چھٹی آفت:...... ابو حازم العبدی کے کلام سے آپ جان چکے ہیں کہ یہ محمد بن ابراہیم ان شیوخ سے روایتیں کرتے ہیں. جن کو پایا ہی نہیں ایسی صورت میں یہ روایت کئی وجوہات سے نا قابل حجت ہونے کے ساتھ انقطاع کا بھی احتمال رکھتی ہے اور یہ بات اھل اصول کے نزدیک مسلمہ ہے کہ خبر منقطع مردود ہے

ساتویں آفت:......سلیمان بن الشاذ کونی ان کے والد کا نام داوٗد ہے اور یہ مشہور کذاب (جھوٹے ہیں، اس فن کے امام یحیٰ بن معین نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر اس کی روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ روایتیں گھڑتا تھا۔ مزید کہا کہ اسی وقت سندیں تیار کر لیتا تھا۔ صالح جزرۃ کہتے ہیں اس سے بڑھ کر تیز

وقال الا مام البخاری : فیه نظر وقال النسائی "لیس بثقه" وقال ابو حاتم لیس بشیء

متروك الحدیث وترك حدیثه ولم یحدث عنه .

وقال ابو احمد الحاكم : متروك الحدیث وقال العجلی رجلُ سوءٍ ماجن كان یحفظ وَبَخّه ابو اسامة علی صحبة الغلام كذا فی اللسان . فان قلت: قال عبدان الا هوازی : معاذ الله ان یتهم انما كانت كتبه فذهبت فكان یحدث من حفظه ورجح قوله هذا ابن عدی۔ الذی عده الذهبی من المعتدلین واقره علی ذالك السخاوی فی فتح المغیث والفاضل عبدالحی اللكهنوی فی الرفع والتكمیل فكیف تتهمونه بالكذب ،

قلنا:...... اما عبدان فلیس له مقدار بالنسبة الیٰ هو لاء النفاد الجیاد واما ابن عدی فهو وان كان من المعتدلین لكن خالفه الامام احمد وهو ایضاً قد عده هو لاء الثلاثة من المعتد لین وهوافضل منه بدر جات فكذبه ووافقه علیٰ ذالك جماعة من اهل هذا الشان كما عرفت فافهم .

قال المولف : ولو سلمنا ان المترجم یری من الكذب بل قد تغیر حفظه فلا یضر نا ذالك ایضاً لان حدیث المتغیر حفظه ایضاً معدو من اقسام الخبر المردود كما لایخفی علی الماهر بالاصول وفی كلتیهما الصورتین نصرة لنا ونكبة لعدو نا وبالله تعالیٰ التو فیق ومنه الوصول الی التحقیق .

قال المؤلف: ...... وقد جرحه سویٰ من ذكرناه فقد قال السیوطی فی الذیل واعد والمدراسی فی الكشف متروك "ا هـ" . وذكره العقیلی وابن الجوزی فی الضعفاء وقال الشیخ محمد مر تضی الحسینی الزبیدی فی عقو دا الجواهر المنفیه بعد ذكر هذه المناظرة عن الحارثی باسناده وسلیمان الشاذكونی . واه "أ هـ""

قال المؤلف:...... فقد ظهر بفضل الله تعالیٰ ومنه وكرمه ان هذا لخبر كذب باطل ولا یقبل مثله عاقل فالعجب ثم العجب من الا حناف كیف فرحوا بمجرد وجدان هذه المناظرة ولم ینظروا الی حال اسناد ها هل هو قابل الا حتجاج ام لا فعلیهم بالانصاف وترك الا عتساف وبالله تعالیٰ التو فیق وهو حسبی ونعم الرفیق .

حافظے والا میں نے نہیں دیکھا اور حدیث بیان کرتے ہوئے جھوٹ بولتا تھا۔ بغوی نے کہا کہ ائمہ حدیث نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا ہے امام احمد نے جو کچھ اس کے متعلق فرمایا اس کا خلاصہ یہ کہ " لیس احد اکذب منه " اس بڑھ کر کوئی جھوٹا نہیں ہے۔ عبدالرزاق نے اس کا نام رکھا (عدو الله الکذاب الخبیث) اللہ کا دشمن جھوٹا خبیث عبدالمومن بن خلف النسفی نے کہا کہ میں نے صالح جزرہ جو کہ ماوراء النھر میں اس فن کے امام تھے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس سے بڑھ کر تیز حافظے والا نہیں دیکھا تو میں نے پوچھا پھر اس پر کیا الزام تھا بولے جھوٹ بولنے کا اور لڑکوں کے ساتھ ملوث ہونے کا بھی۔ امام بخاری کہتے ہیں "فیه نظر " اس کو دیکھنا پڑے گا نسائی کہتے ہیں " لیس بثقة " معتبر نہیں ہے ابو حاتم نے کہا " لیس بشی " کچھ بھی نہیں ہے "متروك الحدیث وترك حدیثه ولم یحدث عنه" حاکم نے کہا" متروك الحدیث " عجلی فرماتے ہیں" رجل سوء ما جن وبخه ابو اسامه علی صحبة الغلام " برا آدمی ہے فحش باتیں کرتا اور اسامہ نے لڑکوں کی صحبت پر اسے ٹوکا تھا۔

(لسان المیزان)

اگر کوئی کہے کہ عبدان الاھوازی نے کہا ہے کہ " معاذ الله ان یتھم " اللہ کی پناہ جو اس پر کوئی الزام ہو صرف یہ کہ اس کی کتابیں کھو گئی تھیں پھر اپنی یاداشت سے بیان کرتا تھا اور ابن عدی نے عبدان کے اس قول کو ترجیح دی ہے اور ابن عدی کو ذہبی نے معتدلین میں سے شمار کیا ہے اور سخاوی نے فتح المغیث میں اور لکھنوی نے الرفع والتکمیل میں اس کی تائید کی ہے تو پھر آپ کس طرح اس پر الزام عائد کرتے ہیں جھوٹ کا؟

ہم کہتے ہیں جہاں تک عبدان کا سوال ہے تو اس کے قول کی کوئی قیمت نہیں بنتی مذکورہ بالا ماہرین نقد کے مقابلے میں اور ابن عدی اگر چہ معتدلین میں سے ہے مگر امام احمد بن حنبل نے اس کی اس معاملے میں مخالفت کی ہے اور ان کو بھی ان تینوں نے معتدلین میں سے شمار کیا ہے اور وہ ابن عدی سے کہیں زیادہ فضیلت کے حامل ہیں تو انہوں نے شاذ کونی کی تکذیب کی ہے اور اس فن کے ماھرین کی ایک جماعت نے ان کی تائید کی ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا اس لیے اس بات کو خوب سمجھ لو۔

قال المؤلف :......اور اگر ہم مان لیں کہ جناب شاذ کونی جھوٹ سے تو بری ہیں مگر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا تو اس سے بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ جس کا حافظہ خراب ہو گیا ہو اس کی روایت بھی مردود اقسام میں سے شمار کی جاتی ہے جیسا کہ اصول حدیث کے ماھرین پر مخفی نہیں اور دونوں صورتوں میں جیت ہماری اور ناکامی مخالف کی ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور حقیقت تک پہنچانے والا ہے۔

قال المؤلف :......اور مذکورہ بالا نقاد کے علاوہ بھی علماء حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ سیوطی نے

قال المؤلف:...... اما ثانياً : ولو سلمنا ان هذه المناظرة ثابتة ، معاذ الله تعالىٰ من ان نقول ذالك۔ ما كانت فيه فائدة لمخالفنا وانا ان شاء الله نتكلم على اجوبة ابى حنيفة التى اجاب بها الا مام الاوزاعى فيما يزعمون بما يسّر الناظرين فانظر اليها بعين الانصاف ولا تكن من الغافلين ۔

قال المؤلف:...... "لاجل انه لم يصح عن رسول الله ﷺ فيه شيى" فباطل جدا لا يلتفت اليه لانه قد ثبت الرفع عن رسول الله ﷺ بطرق كثيرة حتى بلغ حد التواتر تفيد العلم اليقين كما صرح بذلك العلامة مجدد الدين الفيروز آبادى فى سفر السعاد ة والسيوطى فى الازهار المتناثرة ۔ والامام ابن حزم الاندلسى الظاهرى فى "المحلى" وغير هم وقد تتبعت انا اسماء الصحابة الذين روا هذا الحديث عن رسول الله ﷺفبلغ سبعة عشر رجلاً اويزيدون وسا ذكر ان شاء الله تعالىٰ اخبار كله فى رسالة التى اردت تاليفها فى مسئلة رفع اليدين واما ههنا فنذكر نبذة منها ليظهر لك تصديق ما قلنا وتكذيب من خالفنا وبالله التوفيق .

الحديث الاول:...... قال الامام البخارى فى صحيحه

حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبر نا عبدالله بن المبارك قال اخبرنا يونس عن الزهرى قال اخبره سالم بن عبدالله عن عبدالله بن محمد قال : رأيت رسول الله ﷺ اذا قام فى الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه وكان يفعل ذالك حين يكبر للركوع ويفعل ذالك اِذا رفع راسه من الركوع ويقول سمع الله لمن حمده ولا يفعل ذلك فى السجود ۔ "أ هـ"

قال المؤلف:...... هذا حديث صحيح بل اصح ولا يشك فى صحته لان احاديث البخارى لا خلاف فى صحتها وهذا الحديث كان لمن له قلب صاف لكن لدينا مزيد .

الحديث الثانى:...... قال البخارى فى صحيحه

حدثنا اسحاق الواسطى قال حدثنا خالد بن عبدالله عن خالد عن ابى قلابة انه راى مالك بن الحويرث اذا صلىٰ كبر ورفع يديه واذا اراد ان يركع رفع يديه واذا رفع راسه من الركوع رفع يديه وحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صنع هكذا .

الذیل میں اور مدراسی نے الکشف میں کہا کہ یہ متروک ہے۔ عقیلی اور ابن الجوزی نے اسے ضعفاء میں درج کیا ہے اور شیخ مرتضی زبیدی نے عقود الجواهر المنیفه میں اس کے سند سے یہ مناظرہ نقل کرنے کے بعد کہا کہ سلیمان الشاذ کونی واہ۔ گیا گزرا ہے۔

قال المؤلف:...... پھر یہ کہ اگر ہم مان لیں کہ یہ مناظرہ ثابت ہے اور اللہ کی پناہ کہ ہم ایسا کریں۔ پھر بھی ہمارے مخالف کو اس سے کچھ حاصل ہونے ولا نہیں ہے۔ ہم ان شاء اللہ ان جوابات پر بھی گفتگو کر لیتے ہیں جو کہ ان کے گمان کے مطابق امام ابوحنیفہ نے امام اوزاعی کو دیے ہیں لہٰذا اس پر بھی غور فرمایئے اور غفلت کا شکار نہ ہوں۔

قال المؤلف: ...... جہاں تک امام ابوحنیفہ سے منسوب اس بات کا تعلق ہے کہ " لاجل انه لم یصح عن رسول الله ﷺ الخ " کیونکہ آپ ﷺ سے تکبیر تحریمہ، رکوع میں جاتے اور لوٹتے وقت رفع الیدین ثابت نہیں'' اس کا جواب یہ آپ ﷺ سے بہت سے طرق سے ان مواقع پر رفع الیدین ثابت ہے یہاں تک کہ حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے اور یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادة میں اور سیوطی نے الازهار المتناثره میں اور امام ابن حزم اندلسی نے المحلی میں تصریح کی ہے اور ان کے علاوہ علماء نے بھی۔ اور خود میں نے ان صحابہ کے اسماء کا تتبع کیا جن سے یہ روایت مرفوعا مروی ہے تو یہ تعداد ''۱۷'' سترہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تک جا پہنچی۔ میں انشاء اللہ ان سب کی روایات ذکر کروں گا اس کتاب میں کہ جو رفع الیدین کے مسئلے میں تالیف کرنے کا ارادہ ہے باقی یہاں پر ہم اس میں سے کچھ ذکر کریں گے تا کہ ہماری تصدیق اور مخالف کی تکذیب واضح ہو جائے اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

پہلی حدیث:...... امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں ' حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبر نا عبدالله بن المبارك قال اخبر نا یونس عن الزهری قال اخبر ہ سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر قال : ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ایسا ہی کرتے جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے سمع الله لمن حمده اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے۔

قال المؤلف:...... یہ حدیث صحیح بلکہ اصح ہے اور اس کے صحیح ہونے میں کلام نہیں کیونکہ بخاری کی احادیث کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں۔ اور یہ روایت ہی سمجھ بوجھ رکھنے والے کے لیے کافی ہے مگر ہمارے پاس اور بھی ہیں۔

دوسری حدیث:...... " حدثنا اسحاق الواسطی قال حدثنا خالد بن عبدالله عن خالد عن ابی قلابة انه رأى مالك بن الحويرث اذا صلى " کہ جب نماز پڑھتے اللہ اکبر کہتے اور

قال المؤلف:...... هذا الحديث اخرجه جماعة نسوى البخارى ونا هيك هذا السند الذى لا يتكلم فى رجاله بل يقبلونه ويعتمد عليهم وبالله تعالىٰ التو فيق .

الحديث الثالث:...... قال البيهقى فى سنن الكبرى اخبر نا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الصفار الزاهد املاء من اصل كتابه قال قال ابو اسماعيل محمد بن اسماعيل السلمى صليت خلف ابى النعمان محمد بن الفضل فرفع يديه حين افتتح للصلوٰة حين ركع وحين رفع راسه من الركوع فسالته عن ذلك فقال صليت خلف حماد بن زيد فرفع يديه حين افتتح الصلوة وحين ركع وحين رفع راسه من الركوع فسالته عن ذلك فقال صليت خلف ايوب السختيانى فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فسالته فقال رأيت عطاء بن ابى رباح يرفع يديه اذا افتتح الصلوةوا ذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فسالته فقال صليت خلف عبدالله بن الزبير فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فسالته فقال عبدالله بن الزبير صليت خلف ابى بكر الصديق رضى الله عنه فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع وقال وابو بكر صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع . "أ هـ"

قال المولف : هذا الاسناد صحيح لا غبار عليه وسنحقق ذالك ان شاء الله تعالىٰ فى رسالتنا الموعودة وقال البيهقى عقيب هذا الخبر رواته ثقات .

الحديث الرابع:...... قال البيهقى فى السنن الكبرىٰ

اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو جعفر احمد بن عبيد الحافظ وابو القاسم عبد الرحمن بن الحسن القاضى الاسديان بهمدان قالا : ثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزيل الهمدانى ثنا آدم بن ابى اياس ثنا شعبة ثنا الحكم قال: رأيت طاوساً كبر فرفع يديه حذو منكبيه عند التكبير وعند ركوعه رفعه راسه من الركوع فسالت رجلا من اصحابه فقال انه يحدث به عن ابن عمر عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم .

رفع الیدین کرتے کہ انہوں نے مالک بن حویرث کو دیکھا اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا۔ (بخاری)

قال المؤلف:...... اس حدیث کو بخاری کے علاوہ بھی محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ کیا ہی خوب سند ہے کہ جس کے راویوں پر کوئی کلام نہیں ہے بلکہ سارے مقبول اور معتبر ہیں۔

تیسری حدیث:...... اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ ثنا ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاھد املاء من اصل کتابہ قال قال ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل السلمی " صلیت خلف ابی النعمان محمد بن الفضل "میں نے ابوالنعمان محمد بن فضل کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع الیدین کیا جب نماز شروع کی اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ میں نے ایوب سختیانی کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع الیدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے تو میں نے ان سے پوچھا تو بولے میں نے عطاء بن ابی رباح کو دیکھا کہ رفع الیدین کرتے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے تو میں نے ان سے پوچھا وہ بولے میں نے عبداللہ ابن الزبیر کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے تو رفع الیدین کرتے تھے تو میں نے ان سے پوچھا تو عبداللہ ابن الزبیر نے کہا کہ میں نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع الیدین کرتے جبکہ نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے رکوع سے لوٹتے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ رفع الیدین کرتے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے۔ (السنن الکبریٰ للبیھقی)

قال المؤلف:...... یہ سند صحیح ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اور یہ بات ہم اوپر بیان کردہ رسالے میں ان شاء اللہ ثابت کردیں گے۔ اور بیہقی اس روایت کو لانے کے بعد کہتے ہیں "رواتہ ثقات" اس کے راوی معتبر ہیں۔

چوتھی حدیث:...... اخبرنا محمد بن عبداللہ الحافظ ثنا ابو جعفر احمد بن عبید اللہ الحافظ وابو القاسم عبدالرحمان بن الحسن القاضی الاسدیان بھمذان قال ثنا ابراھیم ابن الحسین الھمدانی ثنا آدم ابن ابی ایاس ثنا شعبۃ ثنا الحکم قال "میں نے طاؤس کو دیکھا کہ انہوں نے اللہ اکبر کہا پھر دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے تکبیر (تحریمہ) کے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے ہوئے تو میں نے ان کے شاگردوں میں سے کسی سے پوچھا تو انہوں

ثـم قـال البيهـقى قال ابو عبدالله الحافظ فالحديثا ن كلا هما محفوظان ، عن ابـن عمر عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم فان ابن عمر رأى النبى صلى الله عليه وسلم فعلهٗ ورای اباه فعله ورواه عن النبى صلى الله عليه وسلم . "أھـ"

الـحديث الخامس:...... اخـرج البيهـقـى فى الخلافيات من طريق ابن وهب اخبر نى حيوة بن شريح الحضر مى عن ابى عيسى سليمان بن كسان المدنى عن عبدالله بن الـقـاسم قال : بينما الناس يصلون مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ خرج عـليهـم عمر بن الخطاب فقال اقبلوا على بوجو هكم اصلى بكم صلوة رسول الله صـلى الله عليه وسلم التى كان يصلى ويامر بها فقام مستقبل القبلة ورفع يديه حتى حـاذى بهـمـا مـنكبيه ثم كبرثم كبر ثم ركع كذالك حين رفع فقال للقوم هكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بنا ، كذا فى نصب الراية للزيلعى الحافظ .

قال المؤلف:...... ان شـاء الـلـه تـعـالىٰ نكتب ما يتعلق بهذا الحديث فى رسالتنا المو عودة واما الآن فنقول ناهيك يا طالب الحق لتصحيح هذا الحديث سكوت الحافظ الزيلعى عليه مع كونه حنيفًا فافهم .

وقـد قـال الـمـولـوى مـحـمـود الـحـسـن الديوبندى فى احسن الفتاوى وان سـكتواعن الرد بعد بلغهم رواية الحديث فهو مقبول ايضاً لان السكوت فى موضع الـحـاجة لا يـحمل الا على وجه الرضابالمسموع فالمرئى فكان سكوتهم عن الرد دليـل التـقـريـر اذا لـم يـكـن كذا لك لتطرقت نسبة التقصير اليهم وانهم لم يتنبهوا بذلك . "أھـ"

قال المؤلف:...... وفـى هذا الحديث دليل على انه صلى الله عليه وسلم قد امر نا برفع اليـديـن امـره صـلى الله عليه وسلم للو جوب مالم يكن له قرينة كما تقرر فى مقره فـرفـع اليـديـن واجـب لا شك فيـه فسبحان من جاء بفضله الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهو قا .

الحديث السادس:...... قال الدار قطنى فى سننه

حـدثـنـا دعـلج بن محمد حدثنا عبدالله بن شيراويه ثنا اسحاق بن راهوية انا الـنـضـر بن شميل نا حماد بن سلمة عن الازرق بن قيس عن حطان بن عبدالله عن

نے کہا کہ وہ اس عمل کی روایت عبداللہ بن عمر سے وہ عمر بن خطاب سے اور وہ آپ ﷺ سے کرتے ہیں (السنن الکبریٰ للبیھقی) یہ روایت لا کر بیہقی کہتے ہیں ابوعبداللہ الحافظ کہا کرتے کہ یہ دونوں روایتیں محفوظ ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خود بھی آپ ﷺ کو یہ عمل کرتے دیکھا اور ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ عمل کرتے پایا اور آپ ﷺ سے روایت بھی کیا۔

پانچویں حدیث:...... بیہقی الخلافیات میں ابن وھب کے طریق سے کہتے ہیں اخبرنی حیوۃ بن شریح الحضرمی عن ابی عیسیٰ سلیمان بن کیسان المدنی عن عبداللہ بن القاسم قال لوگ آپ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عمر بن خطاب تشریف لائے اور فرمایا میری جانب متوجہ ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں آپ ﷺ کے طریقے سے جس طرح آپ ﷺ پڑھتے اور حکم فرماتے تھے نماز پڑھاؤں۔ پھر قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کیے پھر تکبیر کہی پھر اسی طرح رکوع کیا اور رکوع سے اسی طرح اٹھے تو لوگوں نے کہا کہ اسی طرح آپ ﷺ ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(نصب الرایہ للزیلعی)

قال المؤلف:...... ہم اپنے خاص رفع الیدین سے متعلق رسالے میں اس روایت پر بھی انشاء اللہ بحث کریں گے باقی اس وقت اتنا ہی کافی ہے کہ حافظ زیلعی نے باوجود حنفی ہونے کے اس روایت پر خاموشی اختیار کی ہے۔

اور علامہ محمود الحسن دیوبندی احسن الفتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ اگر علماء حدیث کسی روایت کو سننے اور دیکھنے کے بعد خاموشی اختیار کریں تو وہ روایت ان کے نزدیک مقبول ہوگی کیونکہ جہاں بولنے کی حاجت ہو وہاں خاموشی اس بات پر راضی ہونے کی دلیل ہے لہٰذا ان کی خاموشی رضا پر دلیل تقریری سمجھی جائے گی کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کا مطلب یہ کی انہوں نے کوتاہی کہ اور اس بات پر متنبہ نہ کیا۔

راقم کہتا ہے:...... اس حدیث میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں رفع الیدین کرنے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ کا حکم وجوب کے لیے ہی سمجھا جائے گا جب تک کہ کوئی قرینہ اس کے مخالف نہ ہو جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ پر مسلمہ ہے لہٰذا رفع الیدین واجب ہے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے پس پاک ہے ذات باری تعالیٰ جس کے فضل وکرم سے حق ظاہر ہوا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ بیشک باطل بھگوڑا ہے۔

چھٹی حدیث:...... ''دارقطنی اپنی سنن میں کہتے ہیں'' حدثنا دعلج بن احمد حدثنا عبداللہ بن شیرویہ حدثنا اسحاق بن راھویہ انا النضر بن شمیل نا حماد بن سلمہ عن الازرق بن قیس عن حطان بن عبداللہ عن ابی موسی الاشعری'' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز دکھاؤں؟ پھر تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا، پھر رکوع کے لیے تکبیر

ابی موسیٰ الاشعری قال هل اریکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فکبر ورفع یدیه ثم کبر رفع یدیه للرکوع ثم قال سمع الله لمن حمده ثم یرفع یدیه ثم قال هکذا فا صنعوا ولا یرفع بین السجد تین .

الحدیث السابع:...... قال الحافظ ابو دائود السجستانی فی سننه

حدثنا الحسن بن علی نا سلیمان بن داود الهاشمی نا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن موسی بن عقبة عن عبدالله بن الفضل بن ربیعة بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الا عرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان اذا قام الی الصلوة المکتوبة کبر ورفع یدیه حذو منکبیه ویضع مثل ذلك اذا قضی قرأته واراد ان یر کع ویصنعه اذا رفع راسه من الرکوع ولا یرفع فی شی من صلواته وهو قاعد واذا قام من السجد تین رفع یدیه کذلك وکبّر .

قال المؤلف:...... وفی هذا القدر کفایة لمن له درایة فانظر یا طالب الحق هل تجه فی هذه الروایات تصدیق ما ادعینا وتکذیب ما اوعی مخالفنا فبطل تعلقهم بهذا القول جملة وَالْحَمْدُ لِلّٰه تعالیٰ کَثِیرًا .

قال المؤلف:...... واما قوله کان حماد بن ابی سلیمان افقه من الزهری فبا طل جدا وانا ان شاء الله تعالیٰ نذکر الشواهد علی بطلان ذالك وثبت ان الزهری افضل من حماد وانقه واعلم فانظر الیها بعین الیقین .

الشاهد الاول:...... قال ابن سعد فی الطبقات :

وکان الزهری ثقة کثیر الحدیث والعلم والروایة فقیها جا معاً وقال فی ترجمة حماد کان ضعیفاً فی الحدیث واختلط فی آخرا مره وکان مرجیًا وکان کثیر الحدیث اذا قال برایه اصاب واذا قال عن غیر ابراهیم اخطأ .

الشاهد الثانی:...... قال النسائی احسن اسانید تروی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم اربعة الزهری عن علی بن الحسین عن ابیه عن جده والزهری عن عبید الله عن ابن عباس الخ

وقال فی ترجمة حماد ثقة الا انه مرجیًی کذا فی التهذیب .

کہی اور رفع الیدین کیا، پھر " سمع اللہ لمن حمدہ" کہا اور رفع الیدین کیا، پھر فرمایا اسی طرح کیا کرو اور دونوں سجدوں کے مابین رفع الیدین نہ کیا جائے۔

ساتویں حدیث:...... امام ابوداوٗد سجستانی اپنی سنن میں کہتے ہیں " حدثنا الحسن ابن علی نا سلیمان بن دائود الهاشمی نا عبدالرحمان بن ابی الزناد عن موسی بن عقبة عن عبدالله بن الفضل بن ربیعة بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الاعرج عن عبید اللّٰه بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم" کہ آپ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند فرماتے اور قرات ختم کرنے کے بعد جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو بھی ایسا ہی کرتے اور یہ عمل کرتے جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے اور نماز میں جب بیٹھے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو ایسا ہی کرتے اور تکبیر کہتے۔

راقم کہتا ہے: سمجھدار کے لیے اس میں ہی کفایت ہے تو پھر اے حق کے طلبگار کیا ان روایات سے ہماری بات کی تصدیق اور مخالفین کی تکذیب نہیں ہوتی؟ لہٰذا ان کا اس قول سے استدلال کہ" رفع الیدین رکوع سے پہلے اور بعد میں ثابت نہیں" باطل ہوا۔ والحمد لله۔

امام زہری اور شیخ حماد میں سے زیادہ فقیہ کون؟

راقم کہتا ہے:...... اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حماد بن ابی سلیمان زہری سے بڑا فقیہ ہے یہ بالکل باطل ہے اور ہم انشاء اللہ اس کے باطل ہونے کے دلائل پیش کریں گے اور ثابت کریں گے کہ زہری حماد سے زیادہ فقیہ اور بڑا عالم ہے لہٰذا اس بات کو بھی یقین کی آنکھ سے دیکھنا۔

پہلی دلیل:...... ابن سعد طبقات میں کہتے ہیں کہ" زہری ثقہ کثرت سے روایت کرنے والے اور بہت علم والے تھے۔ فقیہ، جامع شخصیت تھے"۔ اور حماد کے بارے میں کہا" حماد حدیث میں ضعیف تھے آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگئے، مرجئہ میں سے تھے، روایت کثرت سے کرتے تھے جب اپنی رائے سے کچھ کہتے تو درست فرماتے اور جب ابراہیم کے علاوہ کسی دوسرے سے روایت کرتے تو غلطی کر جاتے۔"

دوسری دلیل:...... امام نسائی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے مروی اسانید میں سے سب سے بہتر سندیں چار ۴ ہیں (۱)...... زہری علی بن حسین سے ان کے والد سے ان کے دادا سے اور (۲)...... زہری عبید اللہ سے ابن عباس سے الخ اور حماد کے بارے میں کہتے ہیں حماد ثقہ ہے مگر مرجئہ میں سے ہے۔ (التهذیب)

تیسری دلیل: امام ابن حبان اپنی کتاب الثقات میں فرماتے ہیں کہ" زہری نے آپ ﷺ کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور اپنے دور کے سب سے بڑے حافظ تھے اور متون احادیث کو سب سے بہتر انداز

الشاهد الثالث:...... قال الامام ابن حبان فی ثقاته فی ترجمة الزهری رای عشرة من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان من احفظ اهل زمانه واحسنهم سیاقاً لمتون الاخبار وکان فقیهاً فاضلاً .

وقال فی ترجمة حماد " یخطی وکان مرجئاً"

الشاهد الرابع:...... قال الحافظ الذهبی فی المیزان فی ترجمة الزهری ا" الحافظ الحجة کان یدلس فی النار وقال فی تذکرة الحفاظ " مناقب الزهری واخبار تحتمل اربعین ورقة

وقال فی المیزان فی ترجمة حماد " تکلم فیه للارجَاءِ " . "اُ هـ"

الشاهد الخامس:...... قال الامام ابن القیسرانی فی کتاب الجمع بین کتابی ابی نصر الکلا بازی وابی بکر الاصبهانی فی ترجمة الزهری یقال انه رای عشرة من الصحابة وکان احفظ الناس فی وقته واحسنهم سیا قاً للمتون "ا هـ" وقال فی ترجمة حماد " وکان الاعمش یسئ الرای فیه " . "ا هـ"

الشاهد السادس:...... قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تقریب التهذیب فی ترجمة الزهری الفقیه الحافظ متفق علی جلالته واتقانه وثبته وهو من راس الطبقة الرابعة وقال فی ترجمة حماد فقیه ثقة صدوق له اوها م من الخامسة رمی بالارجاء . "اُ هـ"

الشاهد السابع:...... وهو من اعظم الشواهد قال العلامة علی القاری فی شرح مسند ابی حنیفة فی الزهری " وهم اجلاء فی الروایة مع قلة الواسطة فان اسناد ثلاثی " . "اُ هـ"

وقال فی حماد وابراهیم " وهما غیر مشهور فی نقل السنة بالنسبة الی ما تقدم مع کثرة الواسطة وقال اسناد ه رباعی . "اُ هـ"

الشاهد الثامن:...... قال الحافظ صفی الدین الخزرجی فی الخلاصة فی ترجمة الزهری " احد الائمة الا علام وعلم الحجاز والشام " وقال فی ترجمة حماد " قال النسائی ثقة مرجئ "

الشاهد التاسع:...... ان الحافظ ابا جعفر العقیلی قد ذکر حماد فی ضعفائه ولم یذکر الزهری فیهم " .

میں بیان کرنے والے اور ایک فقیہ اور فاضل شخص تھے۔ اور حماد کے حالات میں لکھا کہ ''غلطیاں کرتا تھا اور مرجئہ میں سے تھا۔''

چوتھی دلیل:...... حافظ ذہبی میزان میں زہری کے متعلق کہتے ہیں " الحافظ الحجة" کبھی کبھی تدلیس کیا کرتے تھے۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں کہا کہ زہری کے فضائل اور حالات چالیس (۴۰) صفحات چاہتے ہیں ''اور میزان میں حماد کے حالات میں کہا کہ بدعت ارجاء کی بناء پر اس میں کلام کیا گیا ہے۔

پانچویں دلیل:...... امام ابن القیسرانی " الجمع بین کتابی ابی نصرا لکلابازی وابی بکر الاصبھانی " میں زہری کے حالات میں لکھتے ہیں'' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور اپنے دور کے سب سے بڑے حافظ اور سب سے بہتر متن بیان کرنے والے تھے الخ اور حماد کے حالات میں کہتے ہیں کہ اعمش ان کے بارے میں بری رائے رکھتے تھے۔

چھٹی دلیل:...... حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں زہری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ "الفقیہ الحافظ المتفق علی جلالته واتقانه وثبته وهو من راس الطبقة الرابعة" اور حماد کے بارے میں کہا کہ ثقہ ہے صدوق ہے اس کے اوہام بھی ہیں پانچویں طبقے سے ہے اس پر ارجاء کا الزام ہے''

ساتویں دلیل:...... اور یہ بڑی دلیلوں میں سے ہے ملا علی قاری مسند ابی حنیفہ کی شرح کرتے ہوئے زہری کی سند کے بارے میں کہتے ہیں اور یہ لوگ روایت حدیث میں بڑے (بزرگ) ہیں مزید یہ کہ واسطے بھی کم ہیں کیونکہ سند ثلاثی (تین واسطوں والی) ہے۔ اور حماد اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ'' یہ دونوں نقل حدیث میں پیچھے مذکور راویوں کے مقابلے میں کم مشہور ہیں مزید یہ کہ واسطے بھی زیادہ ہیں کیونکہ یہ سند رباعی (چار واسطوں والی) ہے۔

آٹھویں دلیل:...... حافظ صفی الدین الخزرجی الخلاصۃ میں زہری کے حالات میں کہتے ہیں بڑے بڑے اماموں میں سے ایک اور حجاز اور شام کے بڑے عالم'' جبکہ حماد کے حالات میں لکھا'' نسائی نے کہا کہ ثقہ ہیں مرجئہ ہیں۔''

نویں دلیل:...... حافظ ابوجعفر عقیلی نے حماد کو الضعفاء میں درج کیا ہے جب کہ زہری کو نہیں۔

دسویں دلیل:...... جدا مجد سید وسند ابو تراب رشد اللہ شاہ نے ان دونوں زہری اور حماد کو" کشف الاستار عن رجالی معانی الاثار" میں ذکر کیا ہے اور وہ ہی فرمایا ہے جو کہ صاحب تقریب نے کہا۔

راقم کہتا ہے:...... تو پھر اللہ کے فضل سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ زہری حماد سے بڑے فقیہ ہیں لہٰذا کسی کا یہ کہنا کہ حماد زہری سے بڑا فقیہ ہے قابل التفات نہیں ہے۔

کیا ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ ہیں؟

راقم کہتا ہے: اور پھر یہ قول کہ ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ ہیں بالکل ہی غلط بات ہے ان شاء اللہ

الشاهد العاشر:...... ان الـجد الامجد السيد السند ابا االتراب رشدا لله شاه رحمه الله .... قد ذكر هما فى كشف الاستارعن رجال معانى الاثار وقال فيهما بمثل ما قال صاحب التقريب .

قال المؤلف:...... فقد ظهر بفضل الله تعالىٰ " ان الزهرى افقه من حماد فلا التفات الىٰ من فضل حماد على الزهرى وبالله تعالىٰ التوفيق .

قال المئولف :ـ واما قوله " وكان ابراهيم افقه من سالم " ففى غاية البطلان فانا ان شـاء الله تعالىٰ نذكر الشواهد على ذالك فانظر اليها بعين اليقين ثم لترونّها يعنى اليقين .

الشاهد الاول:...... قـال الـعجلى فى سالم " مدنى تابعى ثقة " . وقال فى ابراهيم بن يزيد النخعى كان رجلاً صالحًا فقيهاً متوقياً قليل التكلف كذافى التهذيب .

الشاهد الثانى:...... ان ابـن حبـان ذكـرا ابراهيم فى ثقاته ولـم يذكر يما يتعلق بشانه اما سـالم فقال فى ترجمته كان يشبه اباه فى السمت والهدى .... وكان اشبه ولد عمر به . "اھـ"

الشاهد الثالث:...... قـال الامـام النووى فى تهذيب الاسماء فى ترجمه سالـم اجمعوا عـلـى امامته وجلا لته وزها دته وعلو مر تبته وفى تاريخ ابن ابى خيثمة ان ابن عمر كان يلقى ابنه سالما فيقبله ويقول آلاتعجبون من شيخ يقبل شيخاً انتهى مختصرا . وقال فى ترجمته ابراهيم ـ اجمعوا على تو ثيقه وجلا لته وبراعته فى الفقه .

الشـاهد الرابع :...... قـال الـحـافـظ الذهبى فى تذكرة الحفاظ فى ترجمة سالم الفقيه الـحـجة احد من جمع بين العلم والعمل والزهد والشرف وقال فى ترجمة ابراهيم وكان من العلماء ذوى الاخلاص . "اھـ"

الشاهد الخامس:...... قال الحافظ ابن حجر فى التقريب فى ترجمة سالم احد الفقهاء السبـعة كـان ثبتـاً عابداً فاضلاً كان يشبه بابيه فى الهدى والسمت من كبار الثامنة . وقال فى ترجمة ابراهيم ثقة الاانه يرسل كثيراً من الخامسة .

الشـاهد السادس:...... ان ابـراهيـم مـر مـى بـالتـدليـس فقد ذكره الحافظ فى طبقات المدلسين فى المر تبة الثانية وقال ذكر الحاكم انه كان يد لس وقال ابو حاتم لم يلق

اس کے دلائل بھی ہم ذکر کریں گے پھر آپ خود ہی انصاف کرلیں۔
پہلی دلیل:...... عجلی نے سالم کے متعلق کہا کہ ''مدنی ہیں تابعی اور ثقہ ہیں اور ابراہیم کے متعلق کہا'' ابراہیم بن یزید النخعی ایک اچھے آدمی، فقیہ، تکلف سے بچنے والے تھے۔ (تهذیب)
دوسری دلیل:...... ابن حبان نے ابراہیم کو الثقات میں ذکر کیا اور اس کے متعلق اور کچھ نہ لکھا۔ لیکن سالم کے متعلق لکھا ''عمل اور کردار میں اپنے والد ابن عمر کے مشابہ تھے اور حضرت عمر کے خاندان میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ۔
تیسری دلیل:...... امام نووی نے تہذیب الاسماء میں سالم کے متعلق کہا محدثین کا ان کی امامت پر۔ بزرگی اور پرہیزگاری پر اتفاق ہے اور تاریخ ابن ابی خیثمہ میں ہے کہ عبداللہ بن عمر اپنے بیٹے سالم سے ملتے تو انہیں چومتے تھے پھر فرماتے کیا تمہیں حیرانی نہیں ہوتی کہ ایک بوڑھا بوڑھے کو چوم رہا ہے اور ابراہیم کے حالات میں لکھا کہ اس کے ثقہ ہونے، بزرگ ہونے اور فقہ میں تیز ہونے پر اتفاق ہے۔
چوتھی دلیل:...... حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں سالم کے متعلق کہا کہ '' الفقيه الحجه''ان لوگوں میں سے ایک جو علم، عمل، پرھیزگاری اور بلند مرتبے کے جامع تھے۔ اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ ''مخلص علماء میں سے تھے۔
پانچویں دلیل:...... حافظ ابن حجر التقریب میں کہتے ہیں کہ'' سالم مدینے کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ معتبر، عبادت گذار، فضیلت والے تھے عمل اور کردار میں اپنے والد کے مشابہ تھے من کبار الثامنہ اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ ''ثقہ ہے مگر کثرت سے ارسال کرتا ہے من الخامسة''
چھٹی دلیل:...... ابراہیم پر تدلیس کا الزام ہے حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں دوسرے طبقے میں انہیں درج کیا ہے اور کہا کہ حاکم نے ذکر کیا ہے کہ وہ تدلیس کرتے تھے اور ابو حاتم نے کہا کہ کسی صحابی سے نہیں ملے سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور ان سے بھی کچھ سنا نہیں اور کثرت سے ارسال کرتے تھے اور خاص طور پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور حضرت انس اور ان کے علاوہ صحابہ سے مرسلا روایت کی باقی وہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔
اگر کوئی کہے کہ حافظ نے ابراہیم کو مدلسین کے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے اور طبقہ ثانیہ کی تدلیس مقبول ہے اگر چہ سماع کی تصریح نہ کریں جیسا کہ حافظ نے طبقات کے شروع میں واضح کر دیا ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ ٹھیک ہے مگر سالم اس مرتبے سے بالکل بری ہے لہٰذا یہ اس کے لیے باعث، فضیلت ہے۔
راقم کہتا ہے:...... تو یہ دلائل بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ سالم مطلقاً ابراہیم سے افضل ہے خوب سمجھ لو۔
راقم کہتا ہے:...... باقی رہی یہ بات کہ '' علقمة ليس بدون ابن عمر ''من گھڑت بیکار باتوں میں سے ہے اس بات کے قائل کو کیا شرم نہیں آئی؟ کس طرح علقمہ کا موازنہ ایک صحابی سے کر رہا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ

احــد من الصحابة الاعائشة ولـم يسمع منها وكان ير سل كثير ا وكان سماعه من ابن مسعـود وحـدث عـن انـس وغيـره مـر سلاً وامـا فهو برئٌ من تهمة التدليـس .

فـان قـلت:...... ابـراهيـم مـن الـمـرتبة الثـانية وهم الحديث تدليسهم مقبول وان لم يصرحوا بالسماع كما صرح بذالك الحافظ فى اول الطبقات .

قلنا:...... هبكم ولكن لسالم برى من هذه المرتبة ايضاً فبقى له مزيد عليه فافهم .

قال المؤلف:...... فهـذه الشـواهد تشهد باعلى النداء ان سالماً افضل من ابراهيم على الا طلاق فافهم ـ

قال المؤلف:...... اما قوله " وعلقمة ليس بدون ابن عمر رضى الله عنهما فى الفقه وان كانت لا بن عمر صحبة فله فضل الصحبة " فمن الا باطيل البد يعيه اما يستحيى لهذا الـقـائـل كيف يواز ن علقمة مع رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وقد قـال الـنبـى صـلى الله عليه لا تسبوا اصحابى والذى نفسى بيده لو ان احدكم انفق مثـل احـد ذهبـا مـا ادرك مـد احـد هم وَلا نصيفة اخرجه التر مذى فى سننه باسناد صحيح وصححه .

فكيف يقابل علقمة مثل رجل لهذا شانه وانا ان شاء الله تعالىٰ نذكر الشواهد الباقية على ذالك .

الشاهد الاوّل:...... قـال الامـام النووى فى تهذيب الاسماء فى ترجمة ابن عمر وكان شـديـد الاتباع لا ثار رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انه ينزل منازله ويصلى فـى مكان صلى فيه ويبرك ناقته فى مبرك ناقته ونقلوا ان النبى صلى الله عليه وسلم نزل تحت شجرة فكان ابن عمر يتعاهد ها بالماءِ لئلاتبتئس ....

ومـنـا قبه كثير ه مشهورة بل قَلَّ نظيره فى المتابعة لرسول الله صلى الله عليه وسلم فى كل شى من الاقوال والا فعال وفى الزهاد فى الدنيا ومقاصدها والتطلع الى الريا سة وغيرها ـ

وقال فى ترجمة علقمة ـ التابعى الكبير الجليل الفقيه البارع .

الشـاهد الثانى:...... وهـو مـن اعـظـم الشواهد ـ ان النبى صلى الله عليه وسلم سماه رجلاً صـالحاً كما وقع فى رواية الصحيحين ووقع فى روايتهما ايضاً انه صلى الله عليه وسلم قال نعم الرجل عبدالله " . ... الخ

نے فرمایا" لا تسبوا اصحابی والذی نفسی بیدہ لو ان احد کم انفق مثل احد ذھبا ما ادرك مد احد ھم ولا نصیفه " میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی صدقہ کرے تو میرے صحابہ کے ایک سیر بلکہ آدھے سیر کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔ امام ترمذی نے صحیح سند سے اس روایت کو بیان کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔

پھر کس طرح علقمہ کا موازنہ کیا جاسکتا ہے ایسے انسان سے جس کا یہ مقام اور مرتبہ ہو اور ان شاء اللہ ہم اس کے لیے مزید شواہد بھی پیش کریں گے۔

پہلی گواہی:...... امام نووی تہذیب الاسماء میں عبداللہ بن عمر کے حالات میں فرماتے ہیں" وہ رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں بہت سخت تھے یہاں تک کہ ان کے منزل کرنے کے مقامات پر منزل کرتے، جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی وہاں نماز پڑھتے، جہاں انہوں نے اونٹنی بٹھائی وہاں اونٹنی بٹھاتے اور بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے رکے تو عبداللہ بن عمر اسے پانی دیا کرتے کہ کہیں سوکھ نہ جائے۔ اور ان کے مناقب بہت زیادہ اور مشہور ومعروف ہیں بلکہ آپ ﷺ کی متابعت میں ان کی مثال ملنی مشکل ہے ہر قسم کے اقوال اور افعال میں دنیا اس کے مقاصد اور طلب ریاست سے بے نیاز ہونے میں اور اس کے علاوہ کئی مناقب وفضائل ہیں۔" اور علقمہ کے حالات میں لکھتے ہیں بڑے بزرگ تابعی ماہر فقیہ ہیں۔

دوسری گواہی:......اور یہ سب سے بڑی گواہی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں رجلا صالحا (اچھا آدمی) قرار دیا جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے اور ان دونوں کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "نعم الرجل عبداللہ" کیا ہی خوب آدمی ہے عبداللہ۔

راقم کہتا ہے:...... آپ ﷺ کا یہ فرمان ہی ہمارے لیے کافی ہے پھر کہاں علقمہ اور کہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

تیسری گواہی :...... حافظ نے تقریب میں عبداللہ بن عمر کے حالات میں لکھا۔ صحابہ میں سے کثرت سے روایت کرنے والے عبادلہ میں سے ایک اور آثار کے اتباع میں شدید ترین تھے اور علقمہ کے متعلق لکھا ثقہ ،معتبر، فقیہ اور عابد تھے۔

چوتھی گواہی :...... زہری کہتے ہیں ابن عمر کی رائے کو ترک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ آپ ﷺ کے بعد ساٹھ سال رہے ان پر آپ ﷺ کی کوئی چیز مخفی نہیں رہی اور نہ ہی صحابہ کرام کا کوئی معاملہ ان سے چھپا رہا۔ (تھذیب الاسماء للنووی)

راقم کہتا ہے:...... یہ گواہی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو بڑی مضبوط گواہی ہے کیونکہ ایک بات جو کہ فن رجال

قال المؤلف:...... فهـذا يـكفينا منه صلى الله عايه و سلم فا ين مقدار مثل علقمة ومن مثله فافهم .

الشـاهد الثالث:...... قـال الـحـافـظ فی التقريب فی ترجمة عبدالله بن عمر وهو احد الـمـكثير دين من الصحابة والعبادلة وكان اشدا لناس اتباعا للا ثر . "أ هـ" وقال فی ترجمة علقمة ثقة ثبت فقيه عابد۔ "أ هـ"

الشاهد الرابع:...... قال الزهری لا يعدل برای ابن عمر فانه ا قام بعد رسول الله صلی الله عليه وسلم ستين سنة فلم يخف عليه شی من امره وَلاَ من امر الصحابة كذا فی تهذيب الاسماء للنوا وی .

قال المؤلف:...... هـذا كـمـا تری من اقوی الشواهد لا ن من المعلوم الناس لا يخفیٰ عـلـی الـمـاهر بفن الرجال ۔ ان الزهری متا خر من علقمة فلا مانع من ان يكون قد صـادف رای عـلـقـمة ايـضاً واما كـون الزهری متا خرا من علقمة فلا ن صاحب التقريب قد عده من الطبقة الرابعة وعن علقمه من الطبقة الثانية فافهم .

الشـاهـد الخامس:...... ان لا بـن عـمـر صـحبة وقدر ای النبی صلی الله عليه وسلم وسـمـع مـنه وتفقه به بخلاف علقمة فما مقدار فقهه بمقابلة فقه ابن عمر ، قد قال البيهـقـی رحـمة الـله عليه فی معرفة السنن والاثار ان الشافعی رحمة الله عليه ذكر الـصـحابة فی رسالته القديمة واثنی عليهم بماهم اهله ، ثم قال وهم فو قنا فی كل عـلـم واجتهاد وورع وعقل لو امر استدرك به علم واستنبط اٰرائهم لنا احمد واولیٰ بنا من آرائنا عند انفسنا .

الشاهد السادس:...... ان لـلصحابة باسرهم خصيصة وهی ان لا يسئل عن عدالة احد منهـم بـل ذالك اسـر مفروغ منه لكونهم علی الاطلاق معد لين بنصوص الكتاب والسنة واجماع من يعتد به فی اجماع الامة كذا فی المقدمة لا بن الصلا ح .

قال المؤلف:...... وغيـر الـصـحـابة كلهم كما يعتبر به اصلاً حتی يطلق عليه لفظ من الفاظ التعديل وان كان من كبار التابعين كما لا يخفی علی الماهر بالاصول .

الشـاهد السابع:...... ان الـصـحابة وان لـم يسم مثلاً ان يقول التابعی حدثنی رجل من اصـحـاب الـنبی صـلـی الـلـه عـليه وسلم ولم يسمه كما نقل ذالك الخطيب فی

کے ماہر پر مخفی نہیں ہوسکتی یہ کہ زہری علقمہ سے متاخر ہے صاحب تقریب نے اسے طبقہ رابعہ جبکہ علقمہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے لہٰذا یقیناً زہری کے لیے علقمہ کی رائے بھی دیکھی بھالی رہی ہوگی۔

پانچویں گواہی:...... عبداللہ بن عمر صحابی ہیں آپ ﷺ کو دیکھا اور ان سے سنا اور سمجھا جبکہ علقمہ کو ایسی کوئی فضیلت نہ ملی لہٰذا علقمہ کی فقہ کا ابن عمر سے کیا مقابلہ؟ بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں کہتے ہیں کہ امام شافعی نے اپنے قدیم رسالے میں صحابہ کا تذکرہ کیا اور ان کی حمد وثنا کی جس کے وہ مستحق ہیں پھر کہا کہ وہ ہم سے ہر علم، اجتہاد، پرہیز گاری، عقل اور ہر اس معاملے میں کہ جس سے کوئی علم سیکھا جائے یا مسئلہ نکالا جائے بڑھ کر تھے۔ اور ان کے آراء ہمارے نزدیک زیادہ محمود اور ہماری اپنی آراء سے ہمیں زیادہ محبوب ہیں۔

چھٹی گواہی:...... صحابہ کرام کی خصوصیت ہے کہ ان کی عدالت سے متعلق کوئی سوال نہیں اٹھایا جاسکتا بلکہ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ کتاب وسنت کی رو سے صحابہ مطلقاً عادل اور ثقہ ہیں۔ اہل اجماع کا اس بات پر اتفاق ہے جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح میں ہے۔

راقم کہتا ہے:...... صحابہ کرام کے علاوہ کسی کا تب تک اعتبار نہیں جب تک کہ الفاظ تعدیل میں سے کوئی لفظ ان کے لیے ائمہ جرح وتعدیل سے ثابت نہ ہو. بھلے سے وہ شخص کبار تابعین میں سے ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ یہ قاعدہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

ساتویں گواہی:...... صحابہ حجت ہیں اگر چہ ان کا نام نہ بھی ذکر کیا جائے مثال کے طور پر کوئی تابعی بیان کرے کہ مجھے آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک نے بتایا، یہ بات خطیب بغدادی نے الکفایۃ میں احمد بن حنبل اور دوسروں سے نقل کی ہے۔ لیکن تابعی کے لیے ایسا نہیں ہے اگر تابعی کا نام مذکور نہ ہو تو اسے مجہول قرار دے دیا جائے گا یہ بات اہل علم کے ہاں معروف ہے۔

آٹھویں گواہی:...... الکفایہ میں صحابہ کرام کی تعریف وتوصیف کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ (صحابہ) تمام تعدیل کرنے والوں اور تزکیہ دینے والوں سے جو کہ ان کے بعد ہیں قیامت تک ان تمام سے وہ (صحابہ) افضل ہیں اور تمام علماء کا یہ مذہب اور تمام اھل فقہ کا یہ ہی مسلک ہے۔

نویں گواہی:...... ذہبی ابن عمر کے بارے میں کہتے ہیں " زبردست امام وسیع علم والے، کثرت سے اتباع کرنے والے، زاہد، اعلیٰ مرتبے والے، مضبوط دین والے، بڑے محترم تھے۔ (الخلاصۃ للخزرجی) اور تذکرۃ الحفاظ میں کہتے ہیں " خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے اس لیے تحکیم کے دن ان کا نام بھی خلافت کے لیے لیا گیا تھا باوجود اس کے کہ حضرت علی جیسا امام موجود تھا اور فاتح عراق سعد بن ابی وقاص موجود تھے اور بھی محترم صحابہ موجود تھے اور ان کے فضائل بہت ہیں آپ ﷺ نے بالتصریح ان کی تعریف فرمائی اور صالح انسان قرار دیا۔ اور تذکرہ میں علقمہ کے متعلق لکھا کہ " فقیہ، امام، ماہر، خوبصورت تلاوت والے جیسا کہ

الکفایة عن احمد بن حنبل وغیره بخلاف التابعی فانه ان لم یسم یطلق علیه الجهالة کما لا یخفی علی الما هر بهذا الشان وبالله تعالیٰ التوفیق .

الشاهد الثامن:...... قال الخطیب فی الکفایة بعد ثنائه علی الصحابة " وانهم افضل من جمیع المدلین والمز کین الذین یجیئون من بعد هم ابد آلا بدین لهذا مذهب کافة العلماء ومن یعتد بقوله من الفقهاء .

الشاهد التاسع:...... قال الذهبی فی ابن عمر " وکان اما ما ستینا واسع العلم کثیر الاتباع وافر النسك کبیر القدر متین الدربانة عظیم الخرمة " کما فی الخلاصة للخزرجی .

وقال فی تذکره الحفاظ فی ترجمة " وکان یصلح للخلافة فعین بذلك یوم الحکمین مع وجود مثل الامام علی رضی الله عنه وفاتح العراق سعد و نحو هما رضی الله عنهما ومناقبه جمة اثنی علیه النبی صلی الله علیه وسلم بالصلاح "

وقال فی التذکره " فی ترجمة علقمة کان فقیهاً اِما ما بارعاً طیب الصوت بالقرآن شیاً فیما ینقل صاحب خیر وورع کان یشبه ابن مسعود فی هدیة وفقه وسمته وفضله ". "اُهـ"

الشاهد العاشر:...... وهو من اصرح الشواهد ـ اخرج الخطیب فی تاریخه عن الشعبی قال کان الفقهاء بعد اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم بالکوفة فی اصحاب عبدالله بن مسعود هولآء علقمة بن قیس النخعی وذکر آخرین .

قال المؤلف:...... وهذا الشاهد وان کان فی سنده شی لکن یتقوی بالشواهد المذکوره وهذا لشاهد تدل صراحة بان ابن عمر افقه من علقمه فقد صرح الشعبی بلفظ "کان الفقهاء بعد اصحاب رسول ﷺ" الخ فافهم .

قال المؤلف:...... فتلك عشرة کاملة تدل دلالة واضحة علی ان ابن عمر افضل من علقمة بدر جات کثیرة فمن جعل علقمة بمقابلة ابن عمر فقد طعن فی اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم نعوذ بالله من ذالك .

فان قلت:...... فان قابوس بن ابی ظبیا ن قلت لا بی لای شیء کنت تدع الصحابة وتانی علقمة قال ادرکت ناساً من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وهم یسالون علقمه ویستفتونه کذا فی تذکرة الحفاظ للذهبی .

منقول ہے، بھلائی اور پرہیز گاری والے تھے، اور سیرت کردار اور گفتگو اور فقہ میں ابن مسعود کے مشابہ تھے۔

دسویں گواہی:...... اور یہ واضح ترین گواہیوں میں سے ہے۔ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کوفے میں فقہاء عبداللہ بن مسعود کے شاگرد تھے پھر علقمہ بن قیس اور دوسروں کا ذکر کیا۔

راقم کہتا ہے:...... یہ گواہی اگرچہ اس کی سند میں کچھ کلام ہے لیکن مذکورہ بالا شواہد سے متفق ہے اور شعبی نے یہاں پر صراحتہ سے کہا کہ فقہاء، صحابہؓ کے بعد اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابن عمر علقمہ سے افضل ہے۔

راقم کہتا ہے:...... تو یہ پورے دس شواہد واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ ابن عمر علقمہ سے بدرجہ افضل ہیں اور جس نے علقمہ کا ابن عمر سے موازنہ کیا اس نے صحابہ کرام پر طعنہ زنی کی، اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

اگر کوئی کہے:...... کہ قابوس بن ابی ظبیان نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کس لیے آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس جاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے صحابہ کرام میں سے بعض کو پایا کہ وہ علقمہ کے پاس جاتے ان سے مسائل پوچھتے اور فتویٰ لیتے تھے۔ (تذكرة الحفاظ للذهبی)

اس کا جواب:...... یہ کہ اس روایت پر تین وجوہات کی بناء پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

اولاً:...... قابوس کی عدالت میں کلام ہے۔ صاحب تقریب کا اس کے بارے میں کہنا ہے کہ " فیہ لین " میزان میں ہے کہ ابن معین بہت سختی سے اس کی تردید کرتے تھے۔ باوجود اس کے توثیق بھی کی ہے۔ ابو حاتم نے کہا " لا یحتج بہ" قابل حجت نہیں۔ نسائی نے کہا "لیس بالقوی" قوی نہیں ہے ابن حبان نے کہا "ردی الحفظ" یادداشت خراب ہے۔ اپنے باپ سے ایسی منفرد روایات لاتا ہے جن کی اصل ہی نہیں ہوتی کبھی مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند بنا دیتا ہے۔

راقم کہتا ہے:...... لہٰذا صاحب ترجمہ اگرچہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ابن عدی نے کہا کہ لا باس بہ ساتھ میں حافظ نے بھی " فیہ لین " کہہ کر تھوڑے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے مگر وہ حجت نہیں ہے جیسا کہ ابو حاتم نے کہا کہ لا یحتج بہ .

اگر کوئی کہے کہ ابن عدی معتدلین میں سے ہے جیسا کہ تم کئی مقامات پر صراحت سے کہہ چکے پھر یہاں کس طرح اس کی مخالفت کرتے ہو؟

ہمارا جواب: یہ کہ تین وجوہات کی بنا پر۔

اول:...... یہ کہ ایک اور معتدل نے اس کی یہاں مخالفت کی ہے اور کہا کہ " لیس بذاك "ایسا خاص نہیں

قلنا:...... وبالله تعالیٰ التوفیق هذا الخبر یعتبر به لثلاثة وجوه :

احدها:...... ان قابوساً فیه کلام " فقد قال فیه صاحب التقریب " فیه لین وقال فی المیزان کان ابن معین شدید الحط علیه علی انه قدو ثقه وقال ابو حاتم لا یحتج به " وقال النسائی لیس بالقوی " وقال ابن حبان ردی الحفظ ینفرد عن ابیه مالا اصل له فربما یرفع المراسیل واسند الموقوف " .

قال المؤلف:...... فالمترجم وان کان لا باس به کما قال ابن عدی مع قول الحافظ " فیه لین" لکن لا یحتج به کما صرح ابو حاتم .

فان قلت :۔ ان ابن عدی من المعتد لین کما صرحتم بذالك فی مقامات شتی فکیف تخالفو نه ههنا .

قلنا:...... وبالله التوفیق الجواب لهذا القول بثلاثة وجوه .

احدها:...... انه قد خالفه معتدل آخر۔ وهو احمد بن حنبل ، فقال" لیس بذالك" کما فی المیزان وقول احمد ارجح من قول ابن عدی لو جود کثرة الشواهد وقد جرحه ایضاً سواء من ذکر نا لهم ذکر فی التهذیب فلا معنی لرجائه یقوله "ارجو انه لا باس به . "

وثانیها:...... انه لو سلمنا انه لا باس به فانها لا یضرنا لو جهین .

احدهما:...... ان قول ابن عدی فی غیر ما رواه عن ابیه فقد صرح ابن حبان کما عرفت۔ انه ینفرد عن ابیه بما لا اصل له .

وهذه روایته عن ابیه کما ترا ها فلا یفیدهم کلا م ابن عدی اصلاً .

ثانیها:...... ان الترك هذا الخبر وجهین باقین فلا یضرنا ان سلمنا تو ثیق قابوس فافهم .

والجواب الثالث:...... ان ابن عدی المعتدل قد ضعف اما مکم ابا حنیفة فلم تخالفونه هناك فما هو جوا بکم فهو جوابنا .

والو جه الثانی:...... لعدم الا عتبار بهذا الخبر ان الذهبی لم یذکر رجال السند الباقین لنری حالهم فکیف نعتمد علیه .

والوجه الثالث:...... ان هذا الخبر یخالف الشواهد المذکوره فما مقداره مع کونه فی غایة البطلان بالنسبة الی تلك الشواهد المذکورة فافهم ـــ .

ہے جیسا کہ میزان میں ہے لہٰذا احمد کا قول ابن عدی سے راجح ہے اس کے لیے شواہد بکثرت موجود ہیں اور ہم نے جن کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ بھی علماء نے اس پر جرح کی ہے جیسا کہ تہذیب میں مذکور ہے .اس لیے ابن عدی کی امید کی کوئی وجہ نہیں رہتی جب وہ کہتے ہیں کہ " ارجوانه لا باس به " مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دوم:......اور اگر مان لیا جائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے. پھر بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں دو وجوہات سے۔

اول :......کیونکہ ابن عدی کا یہ قول اس کی ان روایات کے متعلق ہے جو کہ وہ اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتا ہے جیسا کہ ابن حبان نے تصریح کی ہے کہ وہ اپنے باپ سے ایسی منفرد روایات لاتا ہے جن کی اصل ہی نہیں ہوتی ۔ اور یہ روایت بھی اپنے باپ سے کر رہا ہے لہٰذا ابن عدی کے اس قول سے اسے یہاں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

دوسرا:...... یہ کہ اس روایت کو ترک کرنے کی دو وجہیں ابھی باقی ہیں لہٰذا قابوس کی توثیق سے ہمیں کوئی ضرر نہیں۔

سوم:...... ابن عدی جو کہ معتدل ہے اس نے تمہارے امام ابوحنیفہ کو ضعیف قرار دیا ہے پھر وہاں تم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ اس بات کا جواب جو تمہارا ہوگا وہ ہی ہمارا جواب سمجھے۔

ثانیا:...... ذہبی نے روایت کی سند کے باقی رجال کا ذکر نہیں کیا تا کہ ہم ان کا حال دیکھ سکیں لہٰذا ہم اس پر کیسے اعتماد کر سکتے ہیں۔

ثالثا:...... یہ روایت مذکورہ بالا شواہد کے مخالف ہے لہٰذا اس کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے حالانکہ ان شواہد کے مقابلے میں یہ بالکل بے کار روایت ہے۔

راقم کہتا ہے:...... اگر ہم اس روایت کا ثبوت تسلیم بھی کرلیں اگر چہ ان کا باطل ہونا ظاہر ہے بلکہ سورج سے زیادہ روشن ہے پھر بھی ہمیں اس سے کوئی نقصان نہیں۔ اس کی کئی وجوھات ہیں۔

اولا : یہ روایت بحث سے خارج ہے کیونکہ بحث اس بات پر ہے کہ ابن عمر اور علقمہ میں سے فقہ میں برتر وبلند کون ہے؟ جبکہ اس روایت میں کسی فریق کے لیے کوئی دلیل نہیں بنتی کیونکہ الفاظ یہ ہیں کہ " میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کو پایا یہاں یہ تصریح نہیں کہ کیا ابن عمر بھی ان میں شامل تھے یا نہیں؟ لہٰذا اس دلیل فاسد کو یہاں لانے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

اگر کوئی کہے:...... کہ "ان اناسا" اپنے عموم میں ابن عمر اور دوسروں کو شامل ہے اور بولنے والے نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اسی لیے ہم اسے دلیل کے طور پر لائے ہیں جیسا کہ امام بخاری جو کہ تمہارے ہم مسلک ہیں " انہوں نے " جزء رفع الیدین " میں کہا ہے کہ حسن اور حمید بن حلال کے آثار ذکر کرنے کے بعد۔ جن

قال المؤلف: ...... ولو سلمنا ان هذا الخبر صحيح ثابت وان كان بطلانه ظاهراً بل اظهر من الشمس لما يضرنا لو جوه "اَمّا اولاً" فان هذا الخبر خارج عن محل النزاع اذا النزاع فى ان ابن عمر افقه وافضل من علقمة اَوهما متساويان فى الفقه وليس فى هذا الخبر دليل لا حد الطرفين لا ن لفظ هذا الخبر "ادركت نا ساً من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم......الخ" وليس فيه تصريح بان ابن عمر كان يجى عنده ويسال عنه فلا معنى لا يراد هذا الدليل الفاسد فى معرض الا ستدلال .

فان قلت: .... ان لفظه "ان انا ساً" بعمومه يشمل ابن عمر وغيره ولم يستشن المتلفظ من لفظه ذلك احدا منهم فلهذا اوردنا ه فى معرض الاستد لال ومثل هذا فعَل الاِمام البخارى- وهو رجل من اصحابكم- فى جزء رفع اليدين فانه قال بعد ه ذكر اثر الحسن قال كان اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم كانها ايديهم المرادح يرفعو نها اذا ركعوا واذا رفعوا رو سهم واثر حميد بن هلال كان اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم اذا صلوا كان ايديهم فلم يستشن الحسن وحميد بن لال احدا من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم دون احدا .

قلنا: ...... هذا باطل بابو جهين احدهما: ان كلا م امام الائمة البخارى صحيح بلاريب لان لفظ الحسن وحميد كان اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عام يشمل جميعهم ولم يصح عند البخارى دليل يخصص هذا العموم فلذلك قطع بذالك بخلاف هذا الخبر المبجود عنه فانه مخصوص بالأدله اللا ئحة المصر حة بان ابن عمر فوق علقمه بدرجات فافهم .

وثانيهما: ...... ان لفظ ابى ظبيان فى الخبر المذكور لا يدل على العموم بل على التبيض لان لفظه ادركت نا سًا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ "من" هذا للتبعيض كما لا يخفى على الماهر بهذا الشان بخلاف كلام الحسن وحميد المذكور فان ظاهر مفهو مها العموم كما لا يخفى على اولى النهٰى فكيف اجترئت ايها الملزم بهذا السوال الردى الذى لا يقبله المفخم .

واما ثانيا: ...... فان مراد قوله "وهم يسالون علقمة ويستفتو نه" انهم يسالونه عن احاديث النبى صلى الله عليه وسلم ويقولون له اخبر نا انهم عن حديث بلغك عن

میں ہے کہ ''اللہ کے رسول کے صحابہ رکوع میں جاتے اور لوٹتے اس طرح اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے گویا کہ پنکھے ہیں'' امام بخاری کہتے ہیں کہ انہوں نے اصحاب نبی کہا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا الخ۔

ہمارا جواب:...... یہ اعتراف اور استدلال دو وجوہات سے باطل ہے۔

اولا:...... امام الائمہ امام بخاری کی بات بالکل درست ہے کہ حسن اور حمید کے الفاظ " کان اصحاب النبی " عام ہے سب کو شامل ہے اور امام بخاری کے نزدیک کوئی دلیل ثابت نہ ہوسکی جو اس عموم کی تخصیص کر سکے اسی لیے انہوں نے یہاں قطعی حکم لگایا بخلاف اس نا قابل اعتبار روایت کے کیونکہ اس کے مقابل واضح دلائل موجود ہیں کہ ابن عمر علقمہ سے بدر جہا افضل ہے۔

ثانیا:...... خبر مذکور میں ابوظبیان کے الفاظ تبعیض یعنی کچھ کا مفہوم لیے ہوئے ہیں کیونکہ الفاظ یہ ہیں کہ "ادرکت ناسا من اصحاب رسول الله " یہاں پر " من "تبعیض کے لیے ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے صحابہ میں سے بعض کو پایا اور یہ بات اہل علم کے لیے ظاہر ہے جبکہ حسن اور حمید کی بات بظاہر عموم پر دلالت کرتی ہے اور یہ بھی ظاہر و باھر ہے لہٰذا جو کہ اہل علم کے ہاں کبھی قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

ثانیا:...... بشرط تسلیم اس روایت کے الفاظ " یسالونه ویستفتونه " سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ فلاں مسئلے میں اگر تمہیں آپ ﷺ کی کوئی حدیث پہنچی ہو تو ہمیں بتاؤ نہ کہ اس کی رائے پوچھتے تھے کیونکہ صحابہ کرام احادیث رسول سننے کے حریص تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے سواری خریدی اور مصر کا سفر کیا تا کہ عقبہ بن عامر سے حدیث پوچھیں اور پھر مدینہ لوٹ آئے جیسا کہ حاکم کی " معرفة علوم الحدیث " میں ہے رہی رائے تو تمام صحابہ اس کی مذمت کرتے تھے۔ اور ان کی ہم نے اپنی کتاب " الدلیل الصحیح فی ذم الرای القبیح " میں جمع کردی ہیں لہٰذا اسے دیکھ لو تمہارا دل خوش ہو جائے گا اور فکر صحیح حاصل ہوگی۔

ثالثا:...... اگر بالفرض ہم مان لیں کہ صحابہ علقمہ سے فتویٰ لیتے تھے تب بھی یہ بات علقمہ کا مقام صحابہ کے مقام تک پہنچانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ یہ عمل تواضع اور ہضم نفس کے لیے کر رہے ہوں اور یہ بات تو ہمارے حنفی بھائیوں کے ہاں بھی تسلیم شدہ ہے کہ جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

راقم کہتا ہے:...... رہی یہ بات کہ " ولأسود له فضل کثیر " یہ بات درست ہے لیکن بہر حال اسود کی فضیلت کا موازنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے نہیں کیا جاسکتا جو کہ ہدایت کے سورج اور درایت کے پورے چاند ہیں اور یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے افضلیت میں مقدم ہیں:

راقم کہتا ہے:...... باقی یہ فرمان کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں تو یہ بات بھی بالکل درست ہے

النبی ﷺ فی مسئلة فلا نة ولم یبلغنا بخلاف رایه لا نهم کانوا حریصین علی سماع حدیث النبی صلی الله علیه وسلم الا تری ان جابراً سار الی مصر واشتری راحلة فر کبها حتی سال عقبة بن عامر عن حدیث وانصرف الی المدینة . کما فی معرفة علوم الحدیث للحاکم ۔ واما الرای فکان الصحابة کلهم یذمونه وقد الستقصیت اخبار هم فی کتابنا المسمی "بالدلیل الصحیح فی ذم الرای القبیح" فعلیك به فان فیه ما لیس نظرك وینفع فکرك .

اما ثالثا:...... فلو تنزلنا وقلنا ان الصحابة کانوا یستفتونه لکن لا یتابع لذالك مرتبة علقمة الی مرتبة الصحابة وعلمه الیٰ علمهم لا نه یحتمل ان یکونوا یسالونه هصما لا نفسهم ومن المعلوم الذی سلمه اخواننا الاحناف ایضًا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فافهم .

قال المؤلف:...... واما قوله " والا سودله فضل کثیر " فصیح لکن لیس له۔ نفی اسود ۔ مقدار بالنسبة الیٰ احد من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم الذین هم شموس الهدایة الطالعة وبدور الدرایة البازغة کما لا یخفی علیٰ اولی النهیٰ .

قال المولف :واما قوله ....عبدالله یعنی ابن مسعود ۔عبدالله فصیح ایضاً لا شك فیه لانه نفی ابن مسعود صحابی لا یشك فی علمه وورعه وفقهه وبراعته واما مته وجلالته وثبته واتقانه الا من اتبع الشیطان الرجیم وقنط من رحمة الرحمن الرحیم ولکن عبدالله بن عمر افضل منه بلا شك وانا ان شاء الله تعالیٰ نذکر الشواهد علی ذالك .

الشاهد الاول:...... قال جابر بن عبدالله الانصاری رضی الله عنه ما مِنّا احد ادرك الدنیا اِلّا مالت به ومال بها الا ابن عمر کذا فی التهذیب .

قال المؤلف:...... فهذا دلیل واضح وبر هان لا ئح علیٰ ما ادعیناه فانه لا یشك من له ادنیٰ مهارة بفن الرجال فی رویة ابن مسعود لجابر رضی الله تعالیٰ عنهما فافهم بالله تعالیٰ التوفیق .

الشاهد الثانی:...... قال جابر رضی الله عنه لم یکن احد . منهم ای من الصحابة الزم لطریق رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا اتبع . ابن عمر کذا فی تهذیب الاسماء للنواوی .

بغیر کسی شک وشبہ کے کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور ان کے علم ، ورع ، فقہ ، براعت ، امامت ، جلالت ، اعتبار اور مہارت میں وہ ہی شک کر سکتا ہے جو شیطان مردود کا پیروکار اور رحمان ورحیم سے بیزار ہو. لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان سے بغیر کسی شک وشبہ کے افضل ہیں اور اس کے دلائل ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

پہلی دلیل:...... جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی نہیں کہ جس نے دنیا کو پایا پھر دنیا نے اسے پھیر دیا یا وہ دنیا کے ساتھ پھر گیا مگر عبداللہ بن عمر۔ (التہذیب)

راقم کہتا ہے:...... یہ ہمارے دعوے کی واضح دلیل ہے کیونکہ جو تھوڑا بہت بھی فن رجال جانتا ہو اس کے علم میں ہوگا کہ جابرؓ نے عبداللہ بن مسعود کو بھی پایا اور دیکھا تھا۔

دوسری گواہی:...... جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی بھی عبداللہ بن عمر سے زیادہ آپ کے طریقے کو لازم پکڑنے والا اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے والا نہ تھا۔

(تہذیب الاسماء للنووی)

تیسری گواہی:...... جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو امام سعید بن مسیّب نے کہا کہ وہ اس حال میں فوت ہوئے کہ دنیا میں کوئی مجھے ان سے زیادہ محبوب نہ تھا کہ ان جیسے عمل کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہوں۔ (التہذیب)

چوتھی گواہی:...... حافظ ابن حجر تقریب میں زہری سے نقل کرتے ہیں کہ ان کی جلالت قدر ، ثبت اور اتقان پر اجماع ہے اور تہذیب میں کہا کہ ہم ابن عمر کی رائے کے مقابل کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔

راقم کہتا ہے:...... جس کو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ بھی اس بات میں شک نہیں کرے گا کہ زہری تک ابن مسعود کی رائے بھی ضرور پہنچی ہوگی۔

پانچویں گواہی:...... نووی تہذیب الاسماء میں ابن عمر کے متعلق کہتے ہیں اور ان کے مناقب بہت اور مشہور ومعروف ہیں بلکہ آپ ﷺ کی متابعت میں ان کی نظیر کمیاب ہے ہر قسم کے اقوال ، افعال اور دنیا اور اس کے مقاصد سے بے رغبتی اور ریاست کی طمع نہ ہونا اور اس کے علاوہ بھی بہت سے فضائل ومناقب۔

چھٹی گواہی : ابن عمر ان (٦) چھ صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے آپ ﷺ سے بکثرت روایت کی ہے بخلاف ابن مسعود کے اور وہ (٦) چھ بالترتیب ابوہریرہ ، ابن عمر ، انس ، ابن عباس ، جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ (تہذیب الاسماء للنووی)

ساتویں گواہی:...... ابن مسعود ان چار عبادلہ (عبداللہ نام والے) مشہور صحابہ میں سے ہیں جن کے فتاویٰ پر بھروسہ کیا جاتا ہے بخلاف ابن مسعود کے کہ ان کا شمار ان میں نہیں کیا جاتا۔ تہذیب الاسماء میں نووی

الشاهد الثالث:...... قال الامام سعید بن المسیب - یوم مات ابن عمر- مات وما فی الارض احب الیٰ ان القی الله تعالیٰ بمثل عمله منه کذا فی التهذیب " .

الشاهد الرابع:...... قال الامام الزهری . المتفق علی جلالته وثبة واتفانه کما فی التقریب لا نعدل برایة یعنی ابن عمر احدً کذا فی التهذیب .

قال المؤلف:...... لا یشك من له اقل بصیرة فی ان الزهری قد بلغه رای ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ایضاً فتدبر .

الشاهد الخامس:...... قال النووی فی تهذیب الاسماء - فی ترجمة ابن عمر - ومَنَا قِبَه کثیره مشهوره بل قلّ نظیره فی المتابعة لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی کُلّ شی من الاقوال والافعال فی الزهادة فی الدنیاو مقاصدها والتطلع اِلیٰ الریاسة وغیرها . اھ۔

الشاهد السادس:...... ان ابن عمر احد الستة الذین هم اکثر الصحابة روایة عن النبی صلی الله علیه وسلم بخلاف ابن مسعودؓ وهم ، ابو هریرة ثم ابن عمر ، ثم انس ، ثم ابن عباس ، ثم جابر ثم عائشة کذا فی تهذیب الاسماء للنواوی

الشاهد السابع:...... ان ابن عمر احد العبادلة الاربعة المشهورة المعتمد ة علیٰ فتاؤهم بخلاف ابن مسعود فقد قال النووی فی تهذیب الاسماء فی ترجمة عبدالله بن الزبیر:

"واعلم ان عبدالله بن الزبیر هو احد العبادلة الاربعة وهم (۱) عبدالله بن عمر (۲) عبدالله بن عباس (۳) عبدالله بن الزبیر (٤) وعبدالله بن عمر وبن العاص هکذا سماهم احمد بن حنبل وسائر المحدثین وغیرهم قیل لا نه تقدمت وفاته وهؤلاء عاشوا طویلاً حتّی احتیج الی علمهم فاذا اتفقوا علی شی قیل هذا قول العبادلة اوفعلهم ویلتحق بابن مسعود فی هذا سائر المسلمین عبدالله من الصحابة وهم نحو ما ئتین وعشرین " واما قول الجوهری فی صحاحه " ان ابن مسعود احد العبادلة الاربعة واخرج وابن عمرو ابن العاص فغلط ظاهر نبهت علیه لئلا یغتربه انتهی کلام النووی .

قال المؤلف:...... وانما خطا النووی کلام الجوهری المذکور لانه خلاف ما قال مثل الامام احمد بن حنبل وسائر المحدثین ، کما عرفت انفاً .

کہتے ہیں عبداللہ ابن الزبیر کے حالات میں" اور یاد رکھو کہ عبداللہ بن الزبیر چار عبادلہ میں سے ہیں اور وہ ہیں عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن الزبیر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ احمد بن حنبل اور تمام محدثین نے اسی طرح ان کے نام بیان کئے ہیں احمد بن حنبل سے کہا گیا تو ابن مسعود؟ کہا کہ وہ ان میں سے نہیں ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کیونکہ ان کی وفات پہلے ہوگئی تھی اور یہ طویل عرصے تک زندہ رہے تھے یہاں تک کہ ان کے علم کی حاجت ہوئی پس جب وہ کسی امر پر متفق ہوجائیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ عبادلہ کا قول ہے۔ باقی نام عبداللہ تو اس میں ابن مسعود کے ساتھ باقی سارے صحابہ عبداللہ نام والے بھی شامل ہیں جو کہ تقریباً ۲۱۰ دوسو دس ہیں رہا جوہری کا یہ کہنا اپنی لغت میں کہ ابن مسعود چار عبادلہ میں سے ایک ہیں اور ابن عمرو بن العاص کو انہوں نے شامل نہیں کیا وہ ایک غلطی ہے۔ میں نے اس پر متنبہ کر دیا تا کہ کوئی غلطی میں نہ پڑے انتهى كلام النووی.

راقم کہتا ہے:...... نووی نے جوھری کی بات غلط قرار دی اس لیے کہ یہ بات احمد بن حنبل اور تمام محدثین کے اقوال کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا۔

اور یہ بات تو مسلمہ ہے کہ ان ائمہ کے مقابلے میں جوھری کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آٹھویں گواہی:...... یحی بن یحی اللیثی نے امام مالک سے پوچھا کہ" کیا آپ نے مشائخ سے یہ نہیں سنا کہ جس نے ابن عمر کا قول لیا اس نے تحقیق کی انتہا کو پالیا ہے امام مالک نے کہا کہ ہاں!

(تذكرة الحفاظ للذهبی)

نویں گواہی: ......ابوجعفر محمد بن علی کہتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی حدیث رسول سننے کے بعد اس معاملے میں کم یا زیادہ سے بچنے میں عبداللہ بن عمر سے زیادہ محتاط نہ تھا۔

تو یہ دلیلیں ہمارے دعوے کی تصدیق اور مخالف کے دعوے کی تکذیب کرنے کے لیے کافی ہیں والحمد للہ

راقم کہتا ہے:...... اللہ کے فضل وکرم سے یہ بات ظاہر ہو چکی کہ یہ مناظرہ اگر چہ سندا باطل ہے لیکن اگر نہ ہوتا تب بھی ہمارے لیے ضرر رساں نہیں جیسا کہ تم دیکھ چکے کہ ہم نے تمام اعتراضات کے مسکت جوابات دے دیے۔

اجمالی جواب:

راقم کہتا ہے:...... اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جب ہم اس مناظرے کے تفصیلی جوابات سے فارغ ہو چکے تو پھر ہمارا ارادہ ہے کہ اجمالی جواب بھی دے دیں تا کہ پہلے جوابات کی تقویت ہو اور تائید مکمل ہو جائے لہٰذا۔

ہمارا دعویٰ ہے:...... کہ راوی کا فقیہ ہونا وجوہ ترجیح میں سے ہے ہی نہیں۔ امام حازمی نے کتاب الاعتبار

ومن المعلوم ان الجوهرى ليس له مقدار بالنسبة الى هؤ لآء الائمة فافهم وبالله تعالى التوفيق .

الشاهد الثامن:..... قال يحى بن يحى التيمى لما لك اليس قد سمعت المشائخ يقولون من اخذ بقول ابن عمر لم يدع من لاستقصاء شيئا قال نعم كذا فى تذكرة الحفاظ للحافظ شمس الدين الذهبى .

الشاهد التاسع:..... قال ابو جعفر محمد بن على لم يكن من الصحابة اذا سمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم حدثنا احذر الا يزيد فيه اوينقص منه ولا ولا من ابن عمر كذا فى التذكرة الذهبى .

قال المؤلف:...... فهذه الشواهد تدل على ادعينا وتكذيب ما ادعاه مخالفنا والحمد لله على ذالك .

قال المؤلف:...... فقد ظهر بفضل الله تعالىٰ ومنه وكرمه ان هذه المناظرة مع كونها باطلة ـ لا يضرنا اصلاً فانا ـ كما رأيت ـ قد اجبنا عنها لما يشفى الغليل ويروى الغليل والحمد لله كثير والله اكبر كبيراً وسبحان الله بكرة واصيلاً .

الجواب الاجمالى

قال المؤلف:...... لَمَّا فرغنا بتوفيق الله تعالىٰ عن استيعاب الاجوبة عن هذه المناظرة على سبيل التفصيل اردنا ان نجيب عن هذه المناظرة بالجواب الاجمالى ليقوى الاوّل ويؤيد ه بالتائيد الايحمل ـ

فنقول وبالله التوفيق :ـ

ان كون الراوى فقيهاً ليس من وجوه الترجيهات لان الامام الحازمى قد ذكر فى كتاب الاعتبار خمسين وجوهاً للترجيه ولم يذكر هذا الوجه الردى الفاسد الذى ليس له مقدار عبدالعالم الناقد آلا انه قال الوجه الثالث والعشرون أن يكون فقهاء رواة احد الحديثين مع تساويهم فى الحفظ والا تقان فالا سترواح الى حديث الفقهاء اولىٰ . "اُ هـ"

قال المؤلف:...... هذا معقول لكن ليس ههنا كذلك فانك قد عرفت من كلا منا انفا فى ديواننا هذا ان رواه حديث ابن عمرؓ كلهم احفظ واتقن من رواه حديث ابن مسعودؓ على الا طلاق فكيف يرجح حديث ابن مسعود على حديث ابن عمر لانك

میں پچاس (۵۰) وجوہ ترجیح بیان کی ہیں مگر یہ بیکار وجہ ترجیح بیان نہیں کی جس کی اہل علم ناقدین کے نزدیک کوئی حیثیت ہے ہی نہیں۔ مگر انہوں نے یہ ضرور کہا ہے کہ تیئیسویں (۲۳) وجہ ترجیح یہ کہ دونوں مختلف حدیثوں کے راوی حفظ واتقان میں برابر ہوں تو فقہاء کی روایت کو اختیار کرنا بہتر ہے۔

راقم کہتا ہے:...... یہ ایک معقول بات ہے۔ مگر مسئلہ زیر بحث میں ایسا ہے ہی نہیں کیونکہ ہمارے اس رسالے کی مذکورہ بالا بحث سے آپ جان چکے ہیں کہ عبداللہ بن عمر والی روایت کے راوی حفظ واتقان میں مطلقاً ابن مسعود والی روایت کے راویوں سے افضل ہیں تو پھر ابن مسعود کی روایت کو کس طرح ترجیح دی جاسکتی ہے؟ کیونکہ امام حازمی کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ راویوں کا حفظ واتقان میں برابر ہونا اس وجہ ترجیح میں شرط ہے اور تسلیم شدہ امر ہے کہ شرط معدوم ہو تو مشروط بھی معدوم ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ:...... صاحب نورالانوار نے المنار کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ تفریق معروف بالفقہ والھدایہ کے عیسیٰ بن ابان کا مسلک ہے اور اکثر متاخرین نے اس کی متابعت کی ہے۔

ہمارا جواب:...... یہ بات قابل بھروسہ نہیں۔

اولا:...... یہ کہ صاحب نورالانوار کا قول اصحاب حدیث کے مقابلے میں کوئی حجت نہیں۔ محدثین نے راوی کی روایت کی ترجیح کے لیے فقیہ ہونے کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ لہٰذا ہم ایسے شخص کے قول پر کیا بھروسہ کریں جو کہ فن حدیث جانتا ہی نہیں اور وہ بھی ان کے مقابلے میں جن کی زندگیاں اس علم کی خدمت میں گزر گئیں اور یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر فن کے لیے الگ لوگ ہوتے ہیں۔ امام احمد بن سریج کہتے ہیں کہ اہل حدیث فقہاء سے درجے میں بہت بلند ہیں (المیزان الکبری للشعرانی) امام شافعی فرماتے ہیں اہل حدیث کو لازم پکڑ لو کیونکہ وہ دوسروں سے زیادہ صحیح ہیں (توالی التاسیس لابن حجر والآداب الشرعیہ لابن مفلح المقدسی) امام ابن یوسف جو کہ امام ابوحنیفہ کے سب سے لائق شاگرد ہیں ایک روز نکلے تو علماء حدیث دروازے پر کھڑے تھے تو کہا "ما علی الارض خیر منکم" زمین پر تم سے بہتر کوئی نہیں۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی)

راقم کہتا ہے:...... تو یہ قطعی دلائل دلالت کرتے ہیں کہ محدثین فقہاء سے مطلقاً افضل ہیں لہٰذا محدثین کے قول کے مقابلہ میں ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اس کے ساتھ ساتھ عبدالحی حنفی لکھنوی کا یہ قول غیث الغمام میں اور یہ بات مدفوع ہے کیونکہ فقہ میں ان کی بزرگی اور برتری سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت حدیث میں ان کی بات قابل قبول ہو، کیونکہ بہت سے جلیل القدر فقیہ اور عزت مآب صوفی حدیث کی روایت میں متساھل رہے ہیں لہٰذا ہر فن کے لیے الگ لوگ اور ہر مقام کے لیے الگ قول ہوتا ہے۔ اور امام الکلام میں کہتے ہیں کہ صاحب نہایہ اور ہدایہ کے شارحین کی نقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ محدثین میں سے نہیں

يا طالب الحق قد عرفت من كلا م الحازمى رحمة الله تعالىٰ ان كون رواة الحديثين متساو يين فى الحفظ والا تقان شرط فى هذا الوجه ومن المعلوم انه إِذَا فَاتْ الشَرطُ فَاتَ المَشْرُوط . وبالله تعالىٰ التوفيق .

فان قلت:...... قال صاحب نورالانوار فى شرح المنار ثم التفرقة بين المعروف بالفقه والهداية مذهب عيسى بن ابان وتابعه اكثر المتأخرين .

قلنا:...... هذالا يعتبر به بوجوه .

اما اَوَّلًا:...... فلا نه لا حجة فى قول صاحب نور الانوارهذا بمقابلة قول اصحاب الحديث فافهم . "يعنى المحدثين "لم يشترطوا كون الراوى فقيها الترجيح روايته على رواية غيره فكيف نعتمد على قول من لا يحسن الصناعة فى فن الحديث بمقا بلة قول من خلق للحديث الشريف ومن المعلوم الذى لا يخفى على احد ان لكل فن رجالاً ـ قد قال الامام احمد بن سريح "اهل الحديث اعظم درجة من الفقهاء كما فى الميزان الكبرىٰ للشعرانى وقال الامام الشافعى رحمه الله تعالىٰ" عليكم باهل الحديث فانهم اكبر صوابا من غير هم كما فى توالى التاسيس لا بن حجر والآداب الشرعية لا بن مفلح المقدسى خرج الامام ابو يوسف القاضى وهو من ارشد تلاميذة الامام ابى حنيفة رحمهما الله تعالىٰ يوماً واصحاب الحديث على الباب فقالَ ما على الارض خير مسلم كذا فى شرف اصحاب الحديث للخطيب البغدادى .

قال المؤلف:...... فهذه الدلائل القطعية تدل على ان المحدثين افضل من الفقهاء على الاطلاق فلا عبره بقولهم بمقابلة قول المحدثين مع ما قال الشيخ محمد عبدالحى الحنفى فى غيث الغمام " ويدفع بان جلالة قدره فى الفقه لا يستلزم قبول قوله ونقله فى الروايات الحديثية فكم من فقيه جليل وصوفى نبيل متساهل فى باب الرواية الحديثية فلكل فن رجال ولكل مقام مقال " .

وقال فى امام الكلام " مجيباً عما اورده صاحب النهاية من الدلائل الغير المسنده " ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية والدلائل الغير المسنده "ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية ولا بقيه شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين وَلا اسند والحديث الىٰ احد من المخرجين . "اهـ"

ہیں اور انہوں نے روایت کی نسبت محدثین میں سے کسی کی طرف نہیں کی ہے۔
راقم کہتا ہے:...... علامہ لکھنوی کی یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ فقہاء میں سے کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اسے ہمارے ساتھی محدثین کی طرف سے سنداً بیان کردیں، کیا ہی خوب مقام ہے یہ! اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ جسے چاہے نواز دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
ثانیا:...... صاحب نورالانوار کی اس بات کو علامہ عبدالحلیم لکھنوی نے نورالانوار کے حاشیہ قمر الاقمار میں رد کیا ہے وہ کہتے ہیں پھر جان لو کہ یہ جو عیسی بن ابان اور اس کے ہم نواؤں کا مسلک ہے بعد میں بنایا جانے والا قول ہے اور سلف سے ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے کہ راوی کا فقیہ ہونا شرط ہو اس کی حدیث کو قیاس پر مقدم کرنے کے لیے جبکہ ہمارے بڑے امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جو کچھ اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے آیا وہ ہمارے سر آنکھوں پر۔ محقق بات یہ ہی ہے۔
ثالثا:...... خود صاحب نورالانوار کا بقیہ کلام اس بات کی مخالفت کررہا ہے کیونکہ وہ مذکورہ بالا قول کے بعد کہتے ہیں رہا ''کرخی'' اور ہمارے ان علماء کا سوال تو ان کے نزدیک راوی کا فقیہ ہونا اس کی روایت کو قیاس پر مقدم کرنے کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ ہر عادل راوی کی روایت قیاس پر مقدم ہے جب وہ روایت قرآن اور سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو۔
راقم کہتا ہے:...... صاحب نورالانوار کی اس بات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ راوی کا فقیہ ہونا اس کی روایت کی ترجیح کے لیے شرط نہیں ہے اور زیر بحث مسئلے میں بھی یہ ہی بحث ہے لہٰذا اس کلام سے بھی ان کا استدلال باطل ٹھرا۔ والحمد لله علی ذالك .
راقم کہتا ہے: صاحب نورالانوار کی ایک اور توضیح بھی ہماری بات کی تائید کرتی ہے وہ کہتے ہیں۔ راویوں کی تعداد مرد ہونا یا عورت ہونا یا آزاد ہونا وجہ ترجیح نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر دو متعارض روایات میں سے ایک روایت کے راوی زیادہ اور دوسری کے کم ہوں یا ایک روایت کا راوی مرد اور دوسری روایت کی راویہ خاتون ہو یا ان دونوں میں سے ایک کا راوی آزاد اور دوسری کا غلام ہو تو ان روایات میں سے کسی روایت کو ان اسباب میں سے کسی کی بنا پر ترجیح نہیں دی جائے کیونکہ اس معاملے میں اصل اعتبار راوی کی عدالت اور شرافت کا ہے اور اس چیز پر کثرت، قلت، تذکیر یا تانیث سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت سے مردوں سے بدرجہا افضل ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت سے آزاد لوگوں سے بدرجہا فضیلت والے ہیں اور چھوٹی سی فرمانبردار جماعت ایک بڑی نافرمان جماعت سے بہتر ہے۔
راقم کہتا ہے:...... تو یہ عبارت بھی واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ اس معاملے اصل اعتبار راوی کی

قال المؤلف:...... فمن كلام اللكهنوى هذا قد ظهر لنا ان كلام احد من الفقهاء لا يلتفت اليه الا ماعزوه الى احد من اصحابناالمحدثين فوانعموا وذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم .

واما ثانيًا :...... فان كلامه هذا قد رَدّه العلامة محمد عبدالحليم اللكهنوى فى حاشية على نور الا نوار المسماة "بقمر الاقمار" حيث قال : " ثم اعلم ان لهذا ما ذهب اليه عيسى بن ابان ومن نحى نحوه قول محدث ولم ينقل عن السلف القدماء اشتراط فقه الراوى فى تقديم خبره على القياس وكيف وقد نقل عن امامنا الاعظم رحمه الله قال : ما جاء عن الله تعالىٰ وعن الرسول فعلى الراس والعين كذا فى التحقيق". "اھ"

واما ثالثا:...... فان بقية كلام صاحب نور الانوار يخالفه فانه قال بعد كلامه الذى نقلته ايها القائل ، واما عند الكرخى ؒ ومن تابعه من اصحابنا فليس فقه الراوى شرطا وتقدم الحديث على القياس بل خبر كل راوى عدل مقدم على القياس اذا لم يكن يخالفا الكتاب والسنة المشهورة .

قال المؤلف:...... فمن كلامه هذا العلم ان كونه الراوى فقيهاً ليس شرطا لترجيح روايته هذا نفس من هنا ـ فَبَطَلَ تعلقهم بهذا القول جملة والحمد لله تعالىٰ على ذالك .

قال المؤلف:...... ثم قد وجدنا كلام صاحب نور الانوار الآخر وهو ايضاً يدل على ما قلنا قال " والترجيح لا يقع بفضل عدد الرواة ، بالذكور والانوثة والحرية يعنى اذا كان فى احد الخبر ين المتعارضين كثرة الرواة وفى الآخر قِلتُهَا او كان راوى احدهما مذكر ا والاخر مونثاً او راوى احدهما حرّا والآ خر عبدً ا لم يترجح احد الخبر ين على الآخر بهذه المزية لا ن المعتبر فى هذا الباب العدالة وهى لا تختلف بالكثرة والذكورة والحرية فان عائشة رضى الله عنها كانت افضل من اكثر الرجال وبلالاً رضى الله عنه كان افضل من اكثر الحرائر والجماعة القليلة العادلة افضل من الكثيرة العاصية ".

قال المؤلف:...... فهذه العبارة ايضاً تدل دلالة واضحة علىٰ المعتبر فى هذا الباب هى العدالة لا غيرها فافهم .

عدالت کا ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز کا اعتبار نہیں ہے۔ خوب سمجھ لو۔

اگر کوئی کہے: ...... تلویح میں ہے کہ "اور دوسری چیز جو راوی سے متعلق ہے وہ چیز ہے فقیہ ہونے کی بنا پر راوی کو ترجیح دینا"

ہمارا جواب: ...... اس بات کا جواب دو طرح سے ہے۔

اولا: صاحب تلویح کی یہ بات ہمارے علماء محدثین کے مقابلے میں معتبر نہیں ہے۔ اور محدثین کی رائے بالتفصیل بیان ہو چکی۔ اس لیے اچھی طرح غور و فکر کر کے دیکھو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ثانیا: دوسری بات یہ کہ تلویح میں مذکور بات سے یہ مراد نہیں کہ راوی کا فقیہ ہونا وجہ ترجیح ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک روایت کے راوی فقیہ ہوں اور دوسری کے نہ ہوں تو ایسی صورت میں فقیہ راویوں کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ زیادہ فقیہ کی روایت کو کم فقیہ کی روایت پر ترجیح ہوگی۔ حالانکہ ہماری پچھلی بحث سے آپ جان چکے ہیں کہ ابن عمر کی روایت کے راوی مخالف روایت کے راویوں سے زیادہ فقیہ ہیں چہ جائیکہ وہ فقیہ نہ ہوں۔ لہٰذا یہ قول بھی ان کو مفید نہیں ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

راقم کہتا ہے: ...... اب جبکہ ہم اللہ کے فضل و کرم سے اس مناظرے کے جوابات سے فارغ ہو چکے ہیں جو کہ ایک من گھڑت جھوٹا مناظرہ ہے اور ہم پھر بھی ثابت کر چکے کہ ابن مسعود کی طرف منسوب یہ روایت ابن عمر کی روایت پر راجح نہیں ہے۔ لہٰذا اب ہم ابن عمر کی روایت کے لیے وجوہ ترجیح بھی بیان کیے دیتے ہیں۔

ابن عمر کی روایت کو ابن مسعود کی روایت پر "۱۷" سترہ وجوہات سے ترجیح حاصل ہے:

پہلی وجہ: ...... ابن عمر کی روایت کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ اوزاعی جن کا نام عبدالرحمان بن عمرو ابن عنبسہ السلمی وہ ایک فقیہ، ثقہ اور جلیل القدر شخصیت ہیں۔ اور زہری ان کا نام محمد بن مسلم بن عبید اللہ ہے۔ وہ ایک فقیہ حافظ الحدیث ہیں اور ان کی جلیل القدری، معتبر ہونے اور ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔

اور سالم سات مشہور مدنی فقہاء میں سے ہیں۔ ایک معتبر عبادت گزار، فضیلت کے صاحب تھے۔ سیرت و کردار میں اپنے والد جیسے تھے جیسا کہ تقریب میں ہے اور ابو سالم عبداللہ وہ تو عبداللہ ہیں۔

جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی روایت کی سند انتہائی ضعیف ہے ابو حنیفہ جن کے بارے میں دعوی کرتے ہیں کہ انہوں نے اوزاعی سے مناظرہ کیا انتہائی ضعیف راوی ہے اور ان کی روایت سے قطعاً حجت نہیں لی جاسکتی۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور مسلم نے جیسا کہ تاریخ بغداد میں ہے اور نسائی نے ضعفاء میں اور ابن سعد نے طبقات میں۔ اور اس فن کے امام ابن معین سے تاریخ بغداد میں منقول ہے. اور

فان قلت:...... قال فی التلویح " والثانی یقدح فی الراوی کالترجیح بفقه الراوی".

قلنا:...... الجواب عن هذا القول بوجهین :

احد هما:...... ان قوله هذا ایضاً لا یعتبر بمقابلة قول اصحابنا المحدثین فقد عرفت ذالك مفصلاً فارجع البصر فهل تری من فطور ثم ارجع البصر كرتین ینقلب الیك البصر خاسئًا وهو حسیر .

وثانیهما:...... انه لیس المراد من قوله ما فهمته ایها القائل بل المراد منه ان یكون من رواة احد الحدیثین فقهاء بخلاف الثانی فیترجح حدیث الفقهاء علی غیر هم لان خبر افقه راجح علی خبر من هو دونه فی الفقه وقد عرفت من كلامنا ان رواة حدیث ابن عمر افقه من رواة حدیث ابن مسعود فضلاً لعن ان یكونوا غیر فقیهین فلا یجدلی هذا القول نفعاً فتدبر وبالله التوفیق .

قال المؤلف:...... لمافرغنا بفضل الله تعالی وكرمه واحسانه ومنه وامتنانه عن الاجوبة عن هذه المناظرة المكذوبة الموضوعة اثبتنا ان روایة ابن مسعود لیست براجحة علی روایة ابن عمر فلنشرع فی ذكر وجوه ترجیح حدیث ابن عمر علی حدیث ابن مسعود فنقول وبالله تعالیٰ التوفیق .

ان الترجیحه علی حدیث ابن مسعود سبعة عشر وجوهاً :

الوجه الاول:...... ان سند حدیث ابن عمر رضی الله عنهما لا شك فی صحة فان الاوزاعی ۔ اسمه عبدالرحمن بن عمرو بن عنبسة السلمی فقیه ثقة جلیل . والزهری اسمه محمد بن مسلم بن عبید الله فقیه حافظ متفق علی جلالته واتقانه وثبته"

وسالم احد الفقهاء السبعة وكان ثبتاً عابداً فاضلاً كان یشبه بابیه فی الهدی والسمت كما فی التقریب واما ابو سالم عبد الله فعبد الله . واما سند حدیث ابن مسعود رضی الله عنه فضعیف جداً لان ابا حنیفة الذی یزعمون انه قد ناظر الا مام الاوزاعی ضعیف جداً وكما یحتج بحدیثه اصلاً فقد ضعفه البخاری فی تاریخه الكبیر ومسلم كما فی تاریخ بغداد۔ والنسائی فی الضعفاء وابن سعد فی الطبقات .

ان سے ابو حنیفہ کی توثیق ثابت ہی نہیں ہے۔ اور احمد بن حنبل نے جیسا کہ عقیلی کے ضعفاء میں ہے اور حافظ ابن عدی نے الکامل میں اور دار قطنی نے اپنی سنن میں اور یہ تینوں معتدلین میں سے ہیں جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ اور ان کے علاوہ بھی اھل نقد نے اور اگر اس کی تفصیل مطلوب ہو تو ہماری کتاب " اظھار البرأة من حديث من كان له امام فقراءة الامام له قراءة " کا مطالعہ کرلو۔ تم حیران رہ جاؤ گے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

راقم کہتا ہے:...... اور یہ بات طے شدہ ہے کہ صحیح روایت ضعیف روایت پر راجح ہے اور یہ وجہ اک ہی کافی ہے وباللہ التوفیق۔

دوسری وجہ:...... ابن عمر والی روایت متصل ہے جبکہ ابن مسعود والی روایت انتہائی گری پڑی ہونے کے ساتھ منقطع بھی ہے کیونکہ ابراہیم ابو حنیفہ کے استاد کا استاد اس نے علقمہ سے نہیں سنا۔ امام علی بن المدینی جسے اللہ نے پیدا ہی علم حدیث کے لیے کیا تھا اس امر کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ نسائی نے السنن الکبریٰ میں کہا امام بخاری جزء رفع الیدین میں ابن المدینی کے لیے کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ابن حبان کتاب الثقات میں کہتے ہیں کہ ابن المدینی اپنے زمانے میں حدیث رسول کی علل کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ابو حاتم الرازی کہتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور علل میں ممتاز تھے (التھذیب) یہ ابن المدینی ابراہیم کے سماع کا علقمہ سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ ابن ابی حاتم الرازی کی مراسیل میں مذکور ہے۔ اور مسلمہ بات ہے کہ منقطع روایت کا متصل روایت سے کوئی موازنہ ہی نہیں ہے خاص طور پر اس وقت جب کہ منقطع روایت کسی اور وجہ سے ضعیف بھی ہو۔

اگر تم کہو:...... کہ ابراہیم صرف علقمہ سے روایت نہیں کر رہے بلکہ علقمہ اور اسود سے روایت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر ابراہیم علقمہ سے مرسلا روایت کر رہے ہوں تو بھی اسود سے اس طرح نہیں ہوگا لہٰذا اس سے ابراہیم کی روایت کو ضرر نہیں پہنچتا۔

ہمارا جواب:...... بلکہ اسود سے بھی مرسل ہے کیونکہ ابراہیم اور اسود دونوں ایک ہی طبقے سے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے دونوں کو ایک ہی طبقے میں شمار کیا ہے یعنی طبقہ ثانیہ لہٰذا اگر اس کی روایت علقمہ سے مرسل ہوگی تو اسود سے بھی اسی طرح مرسل ہوگی۔ مزید یہ کہ اس نے اسود سے اپنا سماع بیان بھی نہیں کیا۔ خوب سمجھ لو۔

تیسری وجہ:...... ابن عمر والی روایت کی سند عالی ہے کیونکہ وہ ثلاثی تین واسطوں والی روایت ہے جب کہ ابن مسعود والی روایت کی سند نازل ہے کیونکہ وہ رباعی چار واسطوں والی ہے اور سند عالی والی روایت جو اور دلائل سے بھی ثابت ہو بہتر ہوتی ہے ایسی روایت سے جس کی سند نازل اور قرائن سے اس کا گرا پڑا ہونا واضح ہو۔ حافظ ابن الصلاح مقدمۃ علوم الحدیث میں کہتے ہیں کہ "طلب العلو سنة ايضا" عالی سند

واما هذا الشان يحى بن معين كما فى تاريخ بغداد ولم يثبت عنه تو ثيقه اصلاً واحمد بن حنبل الامام كما فى الضعفاء للعقيلى ، وابن عدى الحافظ فى الكامل والدار قطنى فى سننه وهو لاء الثلاثة من المعتدلين كما عرفت وغيرهم من اهل النقد ، وان شئت تفصيل ذالك فطالع كتابنا " اظهار البراء ة من حديث من كان له اما م فقراء ة الامام له قراة " فانك تند هش ويطول عجبك وبالله تعالىٰ التوفيق .

قال المؤلف: ...... ومن المعلوم ان الرواية الصحيحة راجحة علىٰ الضعيفة وناهيك لهذا الوجه وبالله تعالىٰ التوفيق .

الوجه الثانى: ...... ان حديث ابن عمر متصل وسالم من عائب الانقطاع بخلاف حديث ابن مسعود رضى الله عنه فانه مع كون فى غاية السقط ومنقطع لانّ ابراهيم شيخ شيخ ابى حنيفة لم يسمع من علقمة وقد انكر الامام على بن المدينى الذى خلقه الله عزوجل للحديث قاله النسائى فى سننه الصغيرة : وقال البخارى فى جزء رفع اليدين كان اعلم اهل عصره ، وقال ابن حبان فى ثقاته كان اعلم اهل زمانه بعلل حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ابو حاتم الرازى : كان علماً فى الناس فى معرفة الحديث والعلل كما فى التهذيب ـ سماعه من علقمة ـ كما فى المراسيل لا بن ابى حاتم الرازى ، ومن المعلوم ان الرواية المنقطعة لا تقابل الرواية المتصلة لا سيما اذا كانت ضعيفة من وجه الآخر ومقابلته صحيحة وبالله تعالىٰ التوفيق .

فان قلت: ...... ان ابراهيم لم يرو عن علقمة وحده بل روى عنه وعن الاسود فان كان ابراهيم عن علقمة مر سلاً فليس عن الاسود كذلك فلا يضره ذالك .

قلنا: ...... بل عن الا سود ايضاً مرسل لان ابراهيم والاسود كلها من طبقة واحدة فقد عدهما الحافظ فى التقريب من الطبقة الثانية فاذا كان روايته عن علقمة مر سلة فعن الاسود ايضاً كذلك مع انه لم يذكر سماعه منه فافهم وبالله تعالىٰ التوفيق .

الوجه الثالث: ...... ان اسناد حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما عال فانه ثلاثى واسناد حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما نازل فانه رباعى والاسناد العالى

ڈھونڈ نا سنت بھی ہے اور اسی لیے اس وجہ سے سفر کرنا مستحب ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عالی سند کی تلاش سلف کی سنت رہی ہے اور ابن معین سے روایت ہے کہ ان کے مرض الموت میں ان سے کہا گیا کہ آپ کی کوئی خواہش؟ تو بولے خالی گھر اور عالی سند۔

میں کہتا ہوں:...... کہ سند کا عالی ہونا اسے خلل سے دور کرنے کا باعث ہے۔ کیونکہ سند کا ہر راوی اس بات کا محتمل ہے کہ خلل اس کی جانب سے ہو غلطی سے یا جان بوجھ کر۔ لہٰذا جتنے راوی کم ہوں گے خلل کی جہات بھی اسی قدر کم ہوں گی۔ اور جتنے راوی زیادہ ہوں گے تو اسی اعتبار سے جہاتِ خلل بھی زیادہ ہوں گی۔ اور یہ بالکل واضح ہے پھر یہ کہ نزول سند فضیلت میں کم اور متروک ہے اور فضیلت علو کو حاصل ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اور ابن خلاد نے بعض اہل نظر سے بیان کیا ہے کہ سند کا نازل ہونا افضل ہے اور حجت یہ بیان کی کہ ایسی صورت میں اجتہاد اور نظر و فکر کی ضرورت ہوتی ہے ہر راوی کی تعدیل اور تخریج کرنے میں لہٰذا جتنے راوی زیادہ ہوں گے اجتہاد اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ مگر یہ قول ضعیف ہے اور دلیل کمزور ہے ہم علی بن المدینی اور ابو عمر المستملی سے نقل کر چکے ہیں کہ نزول بدنصیبی ہے ابن الصلاح کی بات ختم ہوئی۔

راقم کہتا ہے:...... ملا علی قاری حنفی نے مسند ابی حنیفہ کی شرح میں کہا ہے کہ ابن عمر کی روایت '' اور وہ راوی روایت میں بزرگ ہیں اور واسطے بھی کم ہیں کیونکہ سند ثلاثی ہے'' جبکہ حماد اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ '' وہ دونوں نقل حدیث میں مذکورہ راویوں کے مقابلے میں کم مشہور ہیں اور واسطے بھی زیادہ کیونکہ سند رباعی ہے۔

چوتھی وجہ:...... ابن عمر کی حدیث کے راویوں کی توثیق پر اتفاق ہے اگر اس کی تحقیق مقصود ہو تو تہذیب دیکھ لو جبکہ ابن مسعود کی روایت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ حماد جو کہ ابن مسعود کی حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان کی توثیق میں اختلاف ہے، ابن سعد، ذہلی، شعبہ اور اعمش وغیرہ نے اسے ضعیف جبکہ ابن معین، نسائی وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے جیسا کہ تہذیب میں مذکور ہے۔ لہٰذا ابن عمر کی روایت کی طرف جانا زیادہ بہتر ہوگا جس کے راویوں کی توثیق پر اتفاق ہے حازمی نے کتاب الاعتبار میں کہا ہے کہ '' تیسری وجہ یہ کہ ایک روایت کے رایوں کی عدالت پر اتفاق اور دوسری میں اختلاف ہو تو متفق علیہ کی طرف جانا مناسب ہے۔

پانچویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت کے سارے راوی زیادہ معتبر اور قابل بھروسہ ہیں ابن مسعود کی روایت کے راویوں کے مقابلے میں جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ لہٰذا یہ بھی روایت ابن عمر کے لیے وجہ ترجیح ہے۔ حازمی کتاب الاعتبار میں کہتے ہیں کہ دوسری وجہ یہ کہ ایک روایت کے راوی احفظ اور اتقن ہوں تو اسے ترجیح ہوگی جیسے زہری سے روایت میں مالک اور شعیب ابن ابی حمزہ کہ شعیب اگر چہ حافظ اور ثقہ ہیں مگر امام مالک سے

الذى ظهر بالدلائل ثبوته افضل من النازل الذى لاح بالقرائن سقوطه فقد قال الحافظ ابن الصلاح الشهر زورى فى مقد مته " وطلب العلوسنة ايضاً ولذلك استحب الرحلة على ما سبق ذكره قال احمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ عنه طلب الاسناد العالى سنة عمن سلف وقد روينا عن ابن معين رحمه الله تعالىٰ عنه قيل له فى مرضه الذى مات فيه ما تشتهى قال : بيت خالى واسناد عالى قلت العلو يبعد الاسناد من الخلل لا ن كل رجل من رجاله يحتمل ان يقع الخلل من جهة سهواً او عمداً ففى قلتهم قلة جهات الخلل وفى كثر تهم كثره جهات الخلل وهذا جلى واضح .... ثم ان النزول مفضول مرغوب عنه والفضل للعلو على ما تقدم بيانه ودليله وحكم ابن خلاد عن بعض اهل النظر انه قال التنزل فى الاسناد افضل واحتج بما معناه انه يجب الاجتهاد والنظر فى تعديل كل راوى تخريجه فكلما ازدادوا كان الا جتهاد اكثر وهذا مذهب ضعيف ضعيفا الحجة فقد روينا عن على بن المدينى وابى عمر المستملى النيسابورى انهما قالا النزول شوم انتهى كلام ابن الصلاح مختصراً

قال المؤلف: ...... وقال الملا علىٰ القارى فى شرح مسند ابى حنيفة فى الزهرى وهم اجلاء فى الرواية مع قلة الواسطة فان اسناده ثلاثى . "أ هـ" فى حماد وابراهيم وهما غير مشهور فى نقل السنة بالنسبة الىٰ ما تقدم مع كثيرة الواسطة فان اسناده رباعى .

الوجه الرابع: ...... ان رواة حديث ابن عمر رضى الله عنهما كلهم متفق على تو ثيقه ، وان شئت تحقيق ذالك فطالع التهذيب بخلاف حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما فان حماد الواقع فى سنده مختلف فى تو ثيقه وتضعيفه فقد ضعفه ابن سعد والذهلى وشعبة والاعمش وغيرهم وثقة ابن معين والنسائى وغير هما كما فى التهذيب فالمصير الى حديث ابن عمر رضى الله عنهما الذى لم يختلف فى توثيقهم رواته وعدالتهم اولىٰ من حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما فقد قال الحازمى فى كتاب الاعتبار .

الوجه الثالث: ...... ان يكون احد الراويين متفقاً على عدالته وآلاخر مختلفة فيه فالمصير الىٰ المتفق عليه اولىٰ . "أ هـ"

الوجه الخامس: ...... ان رواه حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما كلهم اتقن واحفظ رواه حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما على الاطلاق ـ كما عرفت ـ

حفظ واتقان میں ان کا کیا مقابلہ اور جو ان دونوں کی روایات پر غور کرے گا تو بڑا فرق محسوس ہوگا۔

چھٹی وجہ:...... ابن عمر کی حدیث کے راوی مطلقاً ابن مسعود کی روایت کے راویوں سے زیادہ فقیہ ہیں۔ جیسا کہ تم جان چکے۔ لہٰذا یہ بھی ابن عمر کی روایت کے لیے وجہ ترجیح ہوگی۔ حازمی کتاب الاعتبار میں کہتے ہیں کہ ''تیئیسویں ۲۳ وجہ یہ کہ دونوں روایتوں کے راوی حفظ واتقان میں برابر ہوں لیکن ایک روایت کے راوی فقیہ ہوں تو فقہاء کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ (یہ مخالفین کے لیے الزامی وجہ ترجیح ہے)

راقم کہتا ہے:...... ہماری بحث سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ دونوں روایتوں کے راوی حفظ واتقان میں برابر نہیں ہیں بلکہ ابن عمر کی روایت کے راوی احفظ اور اتقن ہیں۔ جبکہ حازمی کی یہ بات اس کے متعلق ہے جب حفظ واتقان میں برابر ہوں۔ تو پھر جب ابن عمر کی روایت کے راوی احفظ اور اتقن ہونے کے ساتھ افقہ بھی ہوں تب تو یقیناً ترجیح انہیں کو حاصل ہوگی وباللہ التوفیق۔

ساتویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت کی سند حجازی ہے جبکہ ابن مسعود کی روایت کی سند عراقی ہے اور حجازی سند کی طرف جانا زیادہ مناسب ہے حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں'' چودھویں ۱۴ وجہ یہ کہ دو حدیثوں میں سے ایک کی سند حجازی اور دوسری کی عراقی یا شامی ہو خاص طور پر جب حدیث مدنی المخرج ہو کیونکہ مدینہ دار الھجرہ اور مہاجرین وانصار کا مرکز رہا ہے اور حدیث جب ان کے ہاں مشہور ومعروف ہو جائے اور وہاں کے لوگوں کی جانب سے اسے سند قبولیت حاصل ہو جائے تو یہ اس کے لیے باعث تقویت ہوگا۔ اور اسی بنا پر ہم اھل مدینہ کے صاع کو دوسروں کے صاع پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے نزول وحی کا مشاہدہ کیا اور شریعت ان کے مابین مکمل ہوئی اور امام شافعی فرماتے تھے کہ ہر حدیث جس کی اصل اھل حجاز کی حدیث میں نہ ملتی ہو کمزور ہے اگر چہ ثقہ راویوں نے اسے نقل کیا ہو'' (انتھی ما فی الاعتبار)

آٹھویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت کے راوی ابن مسعود کی روایت کے راویوں سے زیادہ ہیں لہٰذا مناسب ہے کہ کثرتِ عدد والی روایت کو لیا جائے کیونکہ تعداد کا زیادہ ہونا علم اور تواتر کا فائدہ دیتا ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں کہ ''پہلی وجہ دو روایات میں سے ایک جانب کثرتِ عدد کا پایا جانا یہ چیز روایت کے معاملے میں موثر ہے کیونکہ یہ اس سے قریب کر دیتی ہے کہ علم یقینی اور تواتر کا فائدہ حاصل ہو۔ بعض کوفی کہتے ہیں کہ کثرت عدد کا روایت کے معاملے میں کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے لہٰذا یہ ایسے ہے جیسے دو کے ساتھ چار کی گواہی۔ کہا جاسکتا ہے کہ روایت کو شہادت کے ساتھ ملانا ممکن نہیں کیونکہ روایت اگر چہ بعض وجوھات میں شہادت سے ملتی جلتی ہے مگر اکثر وجوہات میں الگ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر پچاس عورتیں کسی شخص کے لیے حق مال کی گواہی دیں تو ان کی گواھی قبول نہیں ہوگی اور اگر دو مرد گواھی دے دیں تو قابل قبول ہوگی حالانکہ مسلمہ امر ہے کہ پچاس کی گواہی دو کی گواہی سے

فالمصير الى حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما اولى من حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما قال الحازمى فى كتاب"الاعتبار": الوجه الثانى ان يكون احد الرواة اتقن واحفظ نحو ما اذا اتفق ما لك بن انس ، وشعيب بن ابى حمزه فى الزهرى فان شعيباً وان كان حافظاً ثقة غير انه لا يوازى مالكاً فى اتقانه وحفظه ومن اعتبر حديثها وجد بينها بونا بعيداً . "اھـ"

قال المؤلف:...... ههنا قد اجتمع فى النبى صلى الله عليه وسلم ابن عمر وابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهم فان ابن مسعودؓ وان كان حافظاً ثقة عدلاً مرضياً بل ولا يشك فى عدالته وحفظه مسلم الا انه لا يوازى ابن عمر رضى اللّٰه عنهما كما عرفت فافهم . .

الوجه السادس:...... ان رواة حديث ابن عمر رضى الله عنهما كلهم افقه من رواة حديث ابن مسعود على الاطلاق۔ كما عرفت ۔ فالمصيرالى حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما اولى من حديث ابن مسعود رضى الله عنهما على ما ذهب اليه الخصم قال الحازمى فى كتاب الاعتبار .

الوجه الثالث والعشرون:...... ان يكون رواة احد الحديثين مع تساويهم فى الحفظ والاتقان فقهاء عارفين باحتناء الاحكام من ثمرات الالفاظ فالاسترواح الىٰ حديث الفقهاء اولىٰ . "اھـ"

قال المؤلف:...... وقد عرفت من كلامنا ان رواة هٰذين الحديثين ليسوا متساويين فى الحفظ والاتفان بل رواة حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنها احفظ واتقن من رواة حديث ابن مسعود رضى الله عنهما . كلام الحازمى هذا يعلم ان رواية الفقهاء راجحة على رواية غيرهم اذا تساووا فى الحفظ والا تقان فكيف اذا كانوا افقه واتقن من غير هم فتد بروا وبالله تعالىٰ التوفيق .

الوجه السابع:...... ان اسناد حديث ابن عمرؓ "الحجازى" واسناد حديث ابن مسعود رضى اللّٰه عنهما "عراقى"فالمصير الى الحجازى اولىٰ قال الحازمى فى الاعتبار الوجه الرابع عشر ان يكون اسناد احد الحديثين حجاز ياً واسناد الآخر عراقيًا اوشاميًا سيما اذا كان الحديث مدنى المخرج لا نها دارالهجرة ومجمع المهاجرين والانصار والحديث اذا شاع عندهم وذاع وتلقوه بالقبول متن قوّى ولهذا قدمنا صاعهم على صاع غير هم لا نهم شاهد والوحى والتنزيل وفيهم استقرت

زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ غلبہ ظن صرف روایت کے معاملے میں معتبر ہے شھادت کے معاملے میں نہیں اور اسی طرح شارع نے دو عالم اماموں اور دو عام لوگوں کی گواھی برابر قرار دی ہے حالانکہ روایت کے معاملے میں ایک عالم دین دار کی گواہی کو ترجیح حاصل ہوگی اس بات میں کوئی اختلاف نہیں لہٰذا دونوں کے مابین فرق واضح ہوگیا۔ (انتھیٰ کلامه محتصرا)

نویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت کے راویوں سے بخاری و مسلم نے حجت پکڑی ہے بلکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیحین میں موجود ہے جبکہ ابوحنیفہ اور ان کے استاد حماد سے شیخین نے حجت نہیں پکڑی بلکہ حماد کی روایت مسلم استشہاداً لائے ہیں۔ لہٰذا یہ چیز بھی ابن عمر کی روایت کے لیے باعث ترجیح ہے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں "الوضوء من مس القبل" کے باب میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہتے ہیں ''حدیث بسرہ کی ترجیح کے لیے اتنا ہی کافی ہے. کہ شیخین میں سے کسی نے حدیث طلق کے کسی راوی سے دلیل نہیں لی جب کہ حدیث بسرہ کے تمام راویوں سے حجت پکڑی ہے۔

دسویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت کے مخارج زیادہ ہیں ابن مسعود کی روایت کے مقابلے میں اور یہ بھی وجہ ترجیح ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں ''تیرھویں وجہ یہ کہ اگر ایک حدیث کے چند مخارج ہوں اور دوسری کا صرف ایک ہی مخرج ہو اگر چہ اسے کافی لوگوں نے روایت کیا ہو پھر بھی پہلی یعنی کثرت مخارج والی روایت کو اختیار کرنا بہتر ہوگا کیونکہ اگر ایک حکم پر کافی شہروں میں عمل ہو. اور دوسرے پر ایک ہی شہر میں تو پہلے والا قوی ہوگا اگر چہ دوسرے حکم کے عاملین زیادہ ہوں۔

گیارھویں وجہ:...... ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ میں اضطراب نہیں جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے جبکہ ابن مسعود کی روایت کے الفاظ مضطرب ہیں۔ استاذ الاساتذہ، سید المحدثین اور طبیب الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری جزء رفع الیدین میں کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے یحی بن ادم سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں عاصم بن کلیب سے دیکھا تو اس میں "ثم لم یعد" کے الفاظ نہ تھے۔ لہٰذا یہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ لکھا ہوا اہل علم کے نزدیک زیادہ محفوظ ہے ایک انسان کوئی چیز بیان کرتا ہے پھر کتاب کی جانب لوٹتا ہے اور بات وہ ہی درست سمجھی جاتی ہے جو لکھی ہوئی ہو۔

راقم کہتا ہے:...... لہٰذا ابن عمر کی روایت کو ترجیح ہوگی جس کے الفاظ میں اضطراب نہیں ہے۔ حازمی کتاب الاعتبار میں کہتے ہیں کہ ''انیسویں وجہ یہ کہ دو راویوں میں سے ایک کے الفاظ میں اضطراب نہ ہو جب کہ دوسرے کے الفاظ مضطرب ہوں تو غیر مضطرب راوی کی روایت کو ترجیح ہوگی. کیونکہ عدم اضطراب حفظ و اتقان جبکہ اضطراب سوء حفظ پر دلالت کرتا ہے۔

بارھویں وجہ:...... حدیث ابن عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی شامل ہے جیسا کہ عمر بن خطاب اور مالک

الشريعة وكان الشافعى رضى الله تعالىٰ عنه يقول "كل حديث لا يوجد له اصل فى حديث الحجاز يبن واه وان تدا وله الثقات انتهى ما فى الاعتبار .

الوجه الثامن:...... ان رواة حديث ابن عمر رضى الله عنهما اكثر من رواة حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما فالمصير الىٰ الوجه الاوّل كثرة العدد فى احد الحديثين وهى مؤثرة فى باب الرواية لا نها تقرب بما يو جب العلم والتواتر .... وقال بعض الكوفيين كثرت الرواة لا تاثير لها فى باب الترجيحات لان طريق كل واحد منهما غلبة الظن فصار كشهادة الشاهدين مع شهادة الاربعة يقال على هذا ان الحاق الرواية بالشهادة غير ممكن لان الرواية وان شاركت الشهادة فى بعض الوجوه فقد فار قتها فى اكثر الوجوه الآترى انه لو شهد به خَمسُونَ امراة لرجل بمال لاتقبل شهاد تهن ولو شهد به رجلان قبلت شهادتهن ، معلوم ان شهادة الخمسين اقوى فى النفس من شهادة رجلين لان غلبة الظن انما هى معتبرة فى باب الرواية دون الشهادة وكذا سوى الشارع بين شهادة امامين عالمين وشهادة رجلين لم يكونا فى منزلتهما وَ امّا فى باب الرواية ترجح رواية الاعلم الادين على غير ہ من غير خلاف يعرف فى ذلك فلاح الفرق بينهما مختصرا .

الوجه التاسع:...... ان رواه حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما كلهم قد احتج بهم الشيخان كل هٰذا الحديث بهذا اللفظ موجود فى صحيحهما بخلاف حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما فانهما لم يحتجا بابى حنيفة ولا مَن كان بل ذكره مسلم مستشهد انه فالمصير الى حديث ابن عمر رضى الله عنهما اولى من حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما قال الا مام البيهقى : كما فى نيل الاوطار للا مام الشو كانى رحمه الله تعالىٰ فى باب الوضوء من مس القبل- يكفى ترجيح حديث بسرة على حديث طلق ان حديث طلق لم يحتج الشيخان باحد من رواته ، وحديث بسرة قد احتجا جميع رواته .

الوجه العاشر:...... ان مخارج حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما اكثر من مخارج حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما فالمصير اليه اولى قال الحازمى فى

بن الحویرث سے مروی ہے اور ان دونوں کی روایت ہم اپنے موعودہ رسالے میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ جبکہ حدیث ابن مسعود کو یہ خوبی مزید حاصل نہیں۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں کہ'' چھبیسویں وجہ یہ کہ ایک روایت میں آپ ﷺ کا قول فعل کے ساتھ شامل ہو. اور دوسری میں صرف قول ہو. اور کچھ نہ ہو. ایسی صورت میں پہلی کو ترجیح ہوگی۔

راقم کہتا ہے:...... یہ تو تب جب مخالف کے پاس صرف قول ہو تو پھر جب اس کے پاس صرف فعل ہو پھر تو یقیناً ترجیح فعل مع القول کو ہوگی۔

تیرھویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت آپ ﷺ کی اور سنن کے موافق ہے جیسا کہ ہم اپنے موعودہ رسالے میں بیان کریں گے جبکہ ابن مسعود کی روایت کے موافق صرف وہ روایات ہیں جو کہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہیں جیسا کہ براء بن عازب کی روایت اور وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مخالف کے مقابلے میں ہماری سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ ہم اپنے رسالے میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ بہر حال سنن کی موافقت بھی حدیث ابن عمر کے لیے وجہ ترجیح ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں۔'' اٹھائیسویں وجہ یہ کہ ایک حدیث کی موافقت دوسری حدیث سے ہوتی ہو جب کہ دوسری کی نہ ہو تب بھی پہلی والی قابل ترجیح ہوگی۔

چودھویں وجہ:......ابن عمر کی روایت پر تخصیص داخل نہیں ہوگی جیسا کہ ماہرین علم حدیث پر مخفی نہیں جبکہ ابن مسعود کی روایت پر ہوسکتی ہے۔ کیونکہ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "رفع یدیه اول مرة ثم لم یعد" پہلی بار رفع الیدین کیا پھر نہیں کیا یہاں پر احتمال ہے کہ انہوں نے دوسری رکعت کی ابتدا میں اس طرح سے رفع الیدین نہ کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں جیسا کہ نووی نے شرح المھذب میں اس بات کی تصریح کی ہے اور اس طرح سے اس فن کے دوسرے علماء نے بھی لہٰذا یہ چیز بھی ابن عمر کی روایت کے لیے باعث ترجیح ہوگی۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں'' اڑتیسویں وجہ یہ کہ دو حدیثوں میں سے ایک تخصیص شدہ ہو اور دوسری مخصص نہ ہو تو جس پر تخصیص داخل نہ ہو وہ زیادہ قوی ہوگی''۔

پندرھویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت پر ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عمل کیا ہے جیسا کہ بیہقی نے السنن الکبری میں نقل کیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ نصب الرایہ للزیلعی میں ہے اور وہ دونوں خلفاء راشدین میں سے ہیں اور ان دونوں کی حدیث ان شاء اللہ ہم اپنے رسالے میں بیان کریں گے۔ جب کہ ابن مسعود کی روایت کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی ابن عمر کی روایت کے لیے وجہ ترجیح ہوگی۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں '' اکتیسویں وجہ یہ کہ ایک روایت پر خلفاء راشدین نے عمل کیا ہو نہ کہ دوسری پر تو پہلی کو ترجیح ہوگی۔

الاعتبار الوجه الثالث عشر ان يكون احد الحديثين له مخارج عدة والحديث الثانى لا يعرف له سوى مخرج واحد واه كان قدرواه نفر ذوعدد فيكون المصير الى الاول اولىٰ لان الحكم الواحد اذا عمل به فى بلدان شتى يكون اقوى من الحكم المعمول به فى بلد واحد وان كان عدد هولاء اكثر " .

الوجه الحادى عشر:...... ان حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما لم يضطرب فى لفظه كما لا يخفى على الماهر بهذا الشان .

وحديث ابن مسعود رضى الله عنهما قد اضطرب لفظه فقد قال استاذ الاستاذين وسيد المحدثين وطبيب الحديث فى علله محمد بن اسماعيل البخارى فى جزء رفع اليدين قال احمد بن حنبل عن يحى بن آدم قال نظرت فى كتاب عبدالله بن ادريس عن عاصم بن كليب ليس فيه " ثم لم يعد " فهذا اصح لان الكتاب احفظ عند اهل العلم لان الرجل يحدث بشى ثم يرجع الى الكتاب فيكون كما فى الكتاب . "اھ"

قال المؤلف:...... فالمصير الىٰ حديث عبدالله بن عمرؓ الذى لم يضطرب لفظه ، اولى من حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه الذى اضطرب لفظه كما عرفت قال الحازمى فى الاعتبار الوجه التاسع عشر ان يكون احد الراويين لم يضطرب لفظه والاخر قد اضطرب لفظه فيرجح خبر من لم يضطرب لفظه لانه يدل على حفظه وضبطه وسوء حفظه صاحبه " .

الوجه الثانى عشر:...... ان حديث ابن عمر يقارنه قوله صلى الله عليه وسلم كما روى عن عمر بن الخطاب ومالك بن الحويرث وسنذكر خبرهما فى رسالتنا التى وعدنا تصنيفها ان شاء الله تعالىٰ بخلاف حديث ابن مسعود رضى الله عنهما فالمصير الى حديث ابن عمر رضى الله عنهما اولى قال الحازمى فى الاعتبار الوجه السادس والعشرون ان يكون احد الحديثين قول النبى صلى الله عليه وسلم يقارن فعله وفى الآخر مجرد قوله لا غير فيكون الاوّل اولى بالترجيح .

قال المؤلف: ...... وهذا اذا كان عند الخصم مجرد قوله صلى الله عليه وسلم فما ظنك يا طالب الحق اذا كان عنده مجرد فعله صلى الله عليه وسلم فافهم " .

الوجه الثالث عشر:...... ان حديث ابن عمر رضى الله عنهما يوافقه سنن النبى صلى الله عليه وسلم الكثيرة ـ سنذكرها فى رسالتنا الموعودة ـ بخلاف حديث ابن

سولہویں وجہ:...... ابن عمر کی روایت پر عمل کرنے میں احتیاط ہے کیونکہ اس کے متعلق حکم موجود ہے اور حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ ہم اپنے رسالے میں بیان کریں گے۔ جبکہ ابن مسعود والی روایت کا یہ معاملہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی ابن عمر کی روایت کے لیے باعث ترجیح ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں ''چوالیسویں وجہ ترجیح یہ کہ دو حدیثوں میں سے ایک پر عمل کرنے میں احتیاط ہو فرض اور براءت ذمہ کی بنا پر بالیقین اور دوسری میں ایسا نہ ہو تو احتیاط والی روایت پر عمل راجح ہوگا۔

سترھویں وجہ:......ابن عمر کی روایت کی صحت پر اتفاق ہے جبکہ ابن مسعود والی روایت میں ایسا نہیں ہے بلکہ محدثین میں سے اکثر نے اسے ضعیف قرار دیا ہوا ہے۔ اور ان کی عبارات ہم اپنے رسالے میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ لہٰذا ابن عمر کی روایت کو ابن مسعود کی روایت پر مطلقاً ترجیح حاصل ہے اور یہ بات اہل دانش پر مخفی نہیں ہے۔

راقم کہتا ہے: ان وجوہ میں واضح دلالت ہے کہ ابن عمر کی روایت مطلق طور پر ابن مسعود کی روایت پر راجح ہے اور ان میں یہ بات بھی درایۃ موجود ہے کہ یہ مناظرہ باطل اور جھوٹ پر مبنی ہے اور امام ابوحنیفہ کی جانب منسوب ہے اور ان کی شان کے لائق نہیں۔

****

المقالة الخامسة

تحقیق الدعاء برفع الیدین وما قیل فی اسلام الأبوین

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم
اور رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کے متعلق تحقیق

فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کوئی کرنے والے کو بدعتی کہتا ہے اور کوئی نہ کرنے والوں کو جاہل کہتے ہیں جبکہ اس مسئلہ میں اتنی شدت نہیں ہے جیسا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ سوال میں فرمایا ہے۔"ان رفع الأیدی فی الدعا بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ مع الجماعۃ فعل مسنون وعمل مأمون وکذا ترکہ مباح لا جناح" یعنی فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا فعل مسنون ہے اور امن والا فعل ہے اس طرح اس کا چھوڑنا بھی جائز ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (الازہری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
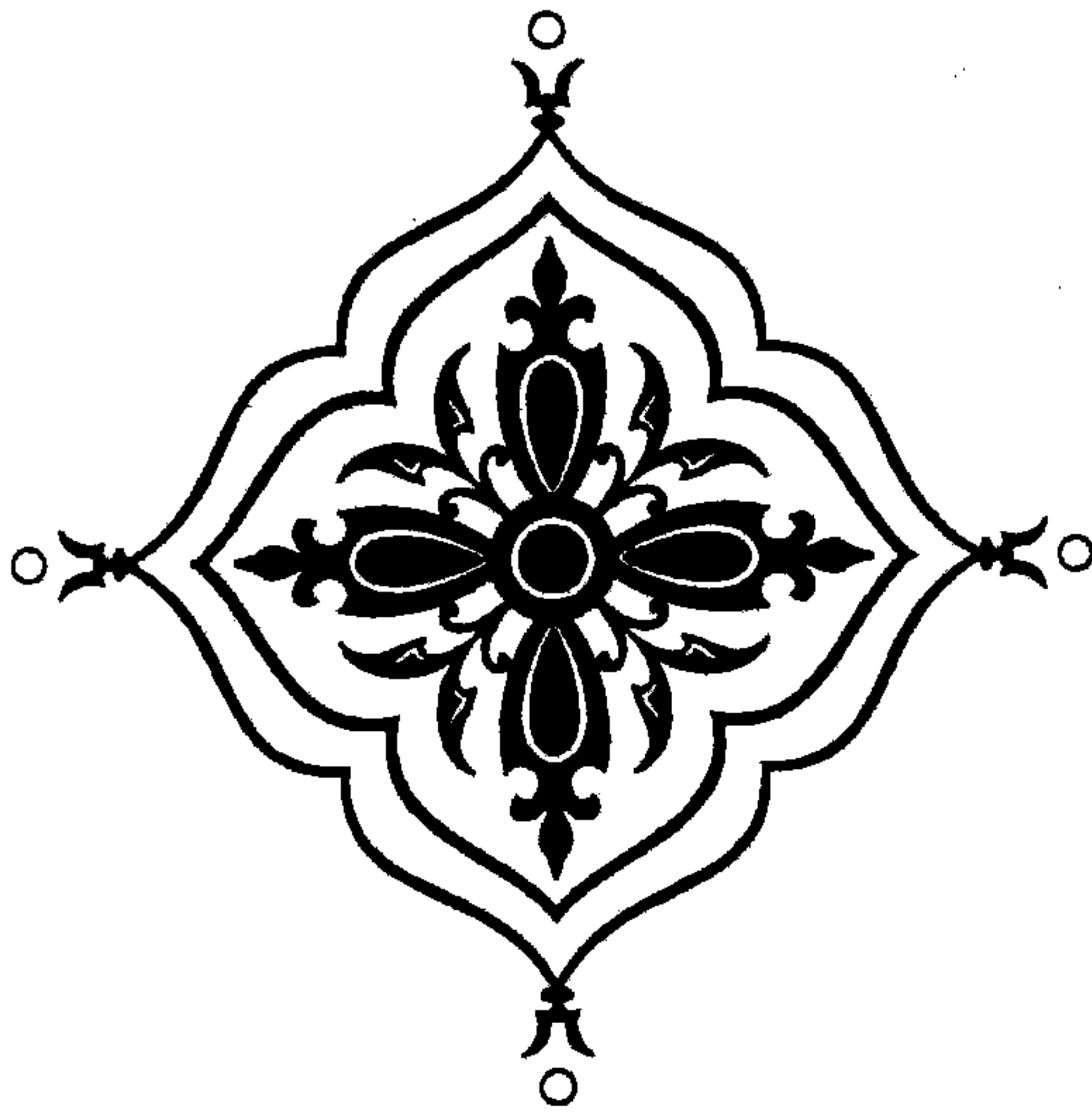
الحمد لله سميع الدعاء والمجيب لمن يتوجه اليه بالالتجاء صريخ لعباده فى السراء والضراء لا يرد يديه صفراء اذا رفعهما مع الرجاء ومن ايس من رحمته فهو فى الذلة والعناء، ومن استكبر عن عبادته سيلقى العذاب والربساء يقبل دعوة الموحدين من الرجال والنساء المخلصين له الدين من العباد والاماء الامن اشرك معه الهة ضعفاء فانه لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء ولا تنفعه قرابة المقربين ولا شفاعة الشفعاء سواء كانوا من الصالحين او الشهداء والرسل من الملائكة والانبياء، لانه رجل ركب الدسراء لا تصل الساحل بل تفرغ فى وسط الدماء والصلوٰة مع السلام على سيد المرسلين واما م الاولياء اكمل العابدين واحمد الحامدين لربه بلا امتراء وهو الذى يكون يوم القيامة لحمده حامل اللواء الشافع المشفع يوم الجزاء لمن ارتضىٰ ربه وشاء لا من طرد عن بابه ويغضبه باء بل يقول له سحقا سحقا كما ورد فى السنة وجاء وهذه هى الطريقة التى سما ها شريعة غراء وطريقة حنيفة سمحة سهلة بيضاء مع اله الكرماء واهله الشرفاء واصحابه نجوم الاهتداء خصوصا الاربعة منهم الفقهاء وجميع المهاجرين والانصار واتباعهم الى يوم تشخص فيه الابصار مهطعين مقنعى رء وسهم لا يرتد اليهم طرفهم وافئد تهم هواء.

اما بعد! فقد سالنى بعض الاحباب من اولى الالباب عن المسئلتين المهمتين وقع فيهما الاختلاف بين علماء الاسلاف والاخلاف فهاك الجواب بعون الملك الوهاب وهو الملهم للحق والصواب

المسئلة الاولىٰ:

رفع الايدى فى الدعاء بعد الصلوٰة مفروضة كانت او نافلة مع الجماعة كما هو دب ائمة مساجد الوقت هل له اصل فى الشرع وهل ثبت ذالك عن النبى ﷺ او عمل به الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين بينوا بالبراهين والحجج لتتضح السبيل من الفجج .

الجواب:

اقول بتوفيق العليم واعول بتوثيق العظيم اما نفس المسئلة فاظهر من ان يضمر واشهر من ان يذكر فان الاحاديث فى رفع الايدى عند الدعاء قد شحنت بها كتب

سب تعریف اللہ کے لیے جو دعاؤں کو سننے والا ہے اور جو اس کی طرف توجہ کرتا ہے عاجزی کے ساتھ اس کی پکار قبول کرتا ہے اور بندوں کی پکار سنتا ہے آسانی اور تنگی میں اور بندے کے دونوں ہاتھ خالی نہیں لوٹاتا۔ جب امید کے ساتھ اٹھاتا ہے۔ اور جو اس کی رحمت سے ناامید ہوا وہ ذلت اور تکلیف میں ہوگا اور جس نے غرور کیا اس کی عبادت سے، وہ عذاب اور حسرت کو دیکھے گا۔ وہ موحدین کی دعا سنتا ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، جو مخلص ہیں بندوں اور عورتوں میں سے مگر جس نے شریک کیے اس کے ساتھ معبود ضعیف پس وہ نہ معاف کرے گا اپنے ساتھ شرک کو اور اس کے علاوہ بخشش کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے اور خاص مقربین کی قرابت اس کو فائدہ نہیں دے گی اور نہ سفارشیوں کی سفارش خواہ وہ صالحین اور شہیدا ہوں یا فرشتوں اور نبیوں میں سے کیونکہ یہ ایسا مرد ہے جو ایسی ڈوبتی ہوئی کشتی پر سوار ہوا ہے جو کنارہ تک پہنچنے والی نہیں ہے۔ بلکہ سمندر کے بیچ میں ڈوب جائے گی اور درود وسلام ہوں رسولوں کے سردار اور ولیوں کے امام پر جو بندوں میں کامل اور بلاشک اپنے رب کی حمد کرنے والا اور قیامت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا اٹھانے والا ہوگا۔ سفارش کرنے والا اور قیامت کے دن اس کی سفارش قبول کی جائے گی جس کی سفارش اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئی اور وہ نہیں جن کو اس نے اپنے دروازہ سے دھکیل دیا، اور اس کے غضب کا مرتکب ہوا، بلکہ اس کو فرمائے گا تو دور ہوجا تو دور ہوجا۔ جس طرح حدیث میں وارد ہوا اور یہ طریقہ وہ ہے جس کا نام روشن شریعت رکھا گیا ہے اور دوسرے ادیان سے جدا، آسان، سفید جس میں کوئی تنگی نہیں اور اس کی اولاد اور اھل عزت والے اور اس کے صحابی ہدایت کے ستارے بالخصوص ان میں سے چار بڑے علماء خلفاء اور سارے مہاجر وانصار اور ان کے تابعین اس دن تک جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی وہ اپنے سر اوپر اٹھائے بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی اور ان کے دل خالی اور اڑے ہوئے ہوں گے۔

اما بعد! پس بعض عقلمند احباب نے دو ضروری مسائل کے متعلق پوچھا، جن کے درمیان علماء سلف وخلف میں اختلاف رہا ہے یہ اس کا جواب اللہ بادشاہ وہاب کی مدد سے ہے وہی حق اور صحیح راستہ دکھاتا ہے۔

مسئلہ اوّل:

فرض نماز یا نفلی نماز کے بعد کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جس طرح ائمہ مساجد کا طریقہ ہے۔ اس کا شریعت میں ثبوت ہے یا نہیں؟ نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اس پر ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ بیان کریں تا کہ حق کی راہ واضح ہو۔

جواب:

میں اللہ علیم کی توفیق سے کہتا ہوں اور اس عظیم ہستی کی توثیق اور تائید کا محتاج ہوں کہ مسئلہ چھپانے سے زیادہ ظاہر اور بیان کرنے سے بھی زیادہ مشہور ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق بہت سی احادیث وارد

الحدیث وملئت ثم المسئلة قد بینت فی کتب المذاھب فتبینت ولیس فیھا تخصیص حال دون حال وتفصیل محل من محال ففی ای وقت دعی الداعی یر فع الا یدی فحسن بل ھو للا ستجابة فمن الا ان تعیین وقت لذالك یحتاج الی ثبوت ودونه مردود وھالك وقد قال ﷺ من احدث فی امر نا ھذا ما لیس منه فھو رد اخرجه البخاری ومسلم والمسئلة المسئولة عنھا للناس فیھا افراط وتفریط والثابت من الاصل المسلك الوسیط وخیر الامور اوسا طھا لا فر طھا ولا افرا طھا فمنھم من انکر ذالك مطلقا کما اظھروھا کتبة ونطقا وما نشا ذالك الا عن قلة الا طلاع او سیق خیل النظر فی المیدان بالا سراع فالا ولی غفلة وتالیھا عجلة وکلتا ھما آفة العلم وزلة القلم فحسبکم فی الاخبار قوله ﷺ ان ربکم حی کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه ان یردھما صفرا اخرجه احمد والترمذی وحسنه وابن ماجة والحاکم وصححه والبیھقی فی الاسماء والصفات عن سلمان الفارسی وناھیك فی الاثارما اخرجه الحافظ ابن حجر العسقلانی فی امالیه بسنده من طریق الامام البخاری فی الادب المفرد قال حدثنا ابراھیم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فلیح قال اخبر نا ابی عن ابی نعیم یعنی وھب بن کیسان رایت ابن عمر وابن الزبیر رضی الله عنھما یدعوان فیدیران راحتیھما علی الوجھین وقال الحافظ ھو موقوف صحیح یقوی به الرد علی من کره ذالك .

قال ابو محمد: ...... الامر کما قال فان رجال السند کلھم موثق فی التقریب والتھذیب وقال الذھبی الحافظ فی المیزان فی ترجمة محمد بن فلیح وھو اوثق من ابیه .

قال ابو محمد: ...... واصحاب التفریط جعلوه مما لا بد منه حتی نسبوا من ترکه الی الجھل وعر فوه بالذھل وافتوا علیھم لما لا یصدر عن لسان الفحول وارباب العقول وھذا ما قالوا کله ھذیان وتفوه بدون سلطان .

قال ابو محمد: ...... والقول بین القولین المقارب للفریقین وھو ان رفع الایدی فی الدعاء بعد الصلوٰة المکتوبة مع الجماعة فعل مسنون وعمل مامون وکذا ترکه مباح ۔ لا جناح ۔ لا معیوب ۔ ولا معتوب ۔ ومندوب لا مکتوب .

قال ابو محمد: ...... فالقضیة الاولی ینقسم دلیلھا الی الاشیاع کانه جنس تحته انواع فالاول دلیل قیاسی مرتب من المقدمات و منتج من البرھانات فالمقدمة الاولی ما

ہیں جن سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ پھر یہ مسئلہ مذاہب کی کتابوں میں بیان کرنے سے اور بھی زیادہ واضح ہوگیا ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ پس جس وقت بھی دعا مانگنے والے نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تو اچھا عمل ہے بلکہ قبولیت کے لائق ہے، لیکن وقت تعین کرنا دلیل کا محتاج ہے اور ثبوت کے بغیر کوئی بھی عمل مردود ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے (بخاری۔ مسلم) اور اس مسئلہ میں زیادتی اور کمی کی گئی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ مسئلہ ثابت ہے۔ اور بہتر کام معتدل یعنی درمیانہ درجہ والے ہیں جن میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی۔ پس ان میں بعض نے اس کا مطلق انکار کیا جس طرح ان کے لکھنے اور بولنے میں آتا ہے اور یہ وہم مطالعہ کی کمی سے پیدا ہوا یا کتابوں کو عجلت سے دیکھ لینے سے پہلی صورت غفلت کی ہے اور دوسری صورت عجلت اور جلد بازی کی ہے اور دونوں علم کی آفتیں اور قلم کی غلطیاں ہیں اور تمہارے لیے حدیث کافی ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ بلا شبہ تمہارا رب حیا کرنے والا اور عزت والا ہے، اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ جب بندہ دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے اور وہ ان کو خالی لوٹا دے۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام بیہقی یہ حدیث اسماء وصفات میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں اور آثار میں یہ تیرے لیے کافی ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی سند سے امالی میں امام بخاری کی کتاب الادب المفرد کے حوالہ سے لائے ہیں اور کہا ہے کہ اس کو ابراہیم بن المنذر نے روایت کیا۔ انہوں نے محمد بن فلیح سے اور انہوں نے کہا کہ میرے باپ فلیح نے ابو نعیم وھب بن کیسان سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عمر اور ابن الزبیر کو دیکھا کہ دونوں دعا مانگتے اور دونوں ہتھیلیوں کو اپنے منہ پر پھیرتے۔ حافظ نے کہا یہ حدیث موقوف صحیح ہے، جس نے اس کو ناپسند کیا اس کے رد ہونے کے لیے کافی ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... یہ ایسے ہی صحیح ہے، کیونکہ اس سند کے راوی ثقات ہیں تقریب اور تہذیب میں اور ذہبی نے میزان میں محمد بن فلیح کے ترجمہ میں کہا کہ محمد اپنے باپ سے زیادہ ثقہ ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... غلو کرنے والوں نے ہاتھ اٹھانا لازم قرار دیا اور جس نے فرض کے بعد ہاتھ نہ اٹھائے اس کو جاہل قرار دیا اور ان کے متعلق نازیبا فتوائیں دیں لیکن یہ سارا ان کا کہنا بغیر دلیل کے ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... صحیح بات ان دونوں قولوں کے درمیان ہے جو دونوں فریقوں کو قریب لائی ہے وہ یہ کہ فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا فعل مسنون ہے اور امن والا فعل ہے اسی طرح اس کا چھوڑنا بھی جائز ہے جس میں نہ گناہ نہ عیب ہے نہ عتاب ہے اور یہ مستحب ہے فرض نہیں ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... پہلے قضیہ کی دلیل کئی قسموں میں تقسیم ہوتی ہے۔ گویا ایک جنس ہے جو کئی نوع پر مشتمل ہے۔ پہلی دلیل قیاسی ہے جو چند مقدمات سے مرتب ہے اور چند دلائل سے نتیجہ پر پہنچتی ہے۔ پس

اخرجه حافظا وقتهما ابوعیسیٰ الترمذی وحسنه وابو عبدالرحمن النسائی بسنديهما عن ابی امامة الباهلی قال قلنا یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبر الصلوات المکتوبات هذا مرفوع متصل ومن الموقوف غیر المنقطع ولا المعضل ما اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه عن علی بن ابی طالب انه قال من صلی لله سبحانه وتعالیٰ صلواة مکتوبة فله فی اثر ها دعوة مستجابة .

قال ابو محمد: ...... والمقدمةالثانیة ما اسنده الحافظ ابو نعیم الاصفهانی فی تاریخ اصفهان فی ترجمة محمد بن العباس ابی جعفر الاخرم رواه ابن حبان من طریق صالح بن حسان انظر کتاب المجروحین ص ٣٦٤ج١ قال حدثنا القاضی محمد بن احمد بن ابراهیم نامحمد بن العباس بن ایوب بن سعید ابو جعفر الاخرم نا عمار بن خالد نا القاسم بن مالك المزنی عن خالد الحذاء عن عبد الرحمٰن بن ابی بکرة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اذا سالتم الله عزوجل فاسئلوه ببطون اکفکم ولا تسألوه بظهورها۔

قال ابو محمد:...... هذا اسناد قوی وصحیح سوی ورجاله کلهم موثق کما فی تقریب التهذیب للعسقلانی حاشا شیخ ابی نعیم وشیخه ابی جعفر الاخرم فالا ول هو ابو احمد العسال المصری ترجم له ابو نعیم فی تاریخه وقال مقبول القول من کبار الناس فی المعرفة والایقان والحفظ .

قال الذهبی فی المشتبه مشهور ثبت وذکره فی تذکرة الحفاظ فذکر عن ابن مندة انه قال احد الائمة فی علم الحدیث کتب عن الف شیخ لم ارفیهم اتقن منه وعن ابی بکر بن علی قال هو ثقة مامون وهو الکبیر فی الحفظ والاتقان وعن النقاش قال لم یر مثله فی الاتقان والحفظ وعن ابن مردویه قال احد الائمة فی علم الحدیث فهما واتقانا و امانة وعن ابی یعلی قال حافظ متقن عالم بهذا الشان وشیخه ابن الاخرم ذکره العسقلانی فی لسان المیزان وقال کان من الحفاظ المتقنین قال ابو نعیم اختلط قبل موته بسنة .

قال ابو محمد:...... کلام ابی نعیم فی تاریخه فی المترجم هکذا : وقطع عن التحدیث بسنة ست وتسعین لاختلاطه کان من الحفاظ مقدما فیهم شدیدا علی اهل الزیغ والبدعة کان ممن یتفقه فی الحدیث و یفتی به .

پہلا مقدمہ وہ حدیث ہے جو اپنے وقت کے حافظ حدیث یعنی ابو عیسیٰ ترمذی اور ابو عبدالرحمٰن نسائی دونوں نے ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہونے والی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد والی۔ اور یہ روایت مرفوع متصل ہے اور ایک موقوف روایت ہے جو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے فرض نماز پڑھی تو اس کے فوراً بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... ثانی مقدمہ یہ ہے جو ابو نعیم اصفہانی نے تاریخ اصفہان میں محمد بن عباس ابو جعفر اخرم کے ترجمہ میں ذکر کیا اور کہا قاضی محمد بن احمد بن ابراہیم نے محمد بن عباس بن ایوب بن سعید ابو جعفر اخرم سے اور انہوں نے عمار بن خالد سے اور انہوں نے قاسم بن مالک مزنی سے اور انہوں نے خالد حذاء سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے ساتھ مانگو نہ کہ ان کی پیٹھوں کے ساتھ۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس روایت کی سند قوی اور صحیح ہے۔ اس کے سارے راوی توثیق شدہ ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی کی التقریب میں، ابو نعیم کے شیخ ابو جعفر کے علاوہ۔ پس اول ابو احمد عسال مصری ہے، ابو نعیم اپنی تاریخ میں اس کا ترجمہ لائے ہیں اور کہا کہ معرفت، اتقان اور حفظ میں بڑے شیوخ نے اس کو مقبول کہا ہے۔ ذہبی نے مشتبہ میں کہا کہ وہ مشہور و معتبر ہے اور اس کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں بھی ہے کہ امام ابن مندہ کہتے ہیں کہ وہ بڑے اماموں سے ایک امام تھا، میں نے ہزار شیوخ سے لکھا لیکن اس سے زیادہ قوی نہ دیکھا اور ابی بکر بن علی نے کہا کہ وہ معتبر تھا اور حفظ اور پختگی میں بڑا تھا اور نقاش نے بھی یہ ہی کہا اور ابن مردویہ فرماتے ہیں کہ علم حدیث کے فہم، پختگی اور امانت کے اماموں میں سے تھے اور ابو یعلی فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث قوت کے صاحب اور عالم تھے اور اس کے شیخ ابن الاخرم کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں کہا ہے کہ وہ حفاظ میں سے تھا اور ابو نعیم نے کہا کہ موت سے ایک سال پہلے اس کو اختلاط ہو گیا ابو محمد نے فرمایا کہ ابو نعیم کا کلام تاریخ میں اس طرح ہے کہ اختلاط کی وجہ سے ۹۶ ھ میں حدیث کو بیان کرنا انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن حافظ تھا، حافظوں میں مقدم تھا، بدعتیوں پر سخت تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے حدیث میں سمجھ اور فتویٰ کا علم دیا ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... مترجم نے یہ حدیث اختلاط کے بعد بیان نہیں کی، اس لیے اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ جس طرح محدثین نے تصریح کی ہے جو اس طرح اصول کی کتابوں پر دسترس رکھتا ہے اس کو ان تک پہنچنا چاہیے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... خالد الحذاء جو کہ سند میں واقع ہے وہ ابن مہران ہے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ ابن الصدیق عبداللہ العتیق خود صحابی، صحابی کا بیٹا، صحابی کا پوتا رضی اللہ عنہم یہ سند بالکل اچھی ہے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا

قال ابو محمد:...... فقد ثبت ان المترجم ما حدث بهذا الحديث بعد الاختلاط فلا مضائقة فى الاستدلال به والاستنباط كما صرحوا به كافة ونصوا به قاطبة فليراجع من له الوصول الى كتب اصحاب الاصول .

قال ابو محمد:...... وخالد الحذاء الواقع فى السند هو ابن مهران وعبدالرحمن بن ابى بكر هو ابن الصديق عبدالله العتيق الصاحب ابن الصاحب ابن الصاحب رضى الله عنهم فالسند سند وليس له مرد وله شاهد عند الطبرانى فى معجمه الكبير عن ابى بكرة الصحابى الشهير بسند رجاله ثقات ورواته اثبات كما قاله الحافظ نور الدين الهيثمى فى مجمع الزوائد ومنبع الفوائد وله شاهد مرسل عن عبدالرحمن بن محيريز المولود فى زمن المرسل عند الحافظ مسدد بن مسرهد صاحب المسند والمرسل حجة عند الحنفية الكبار وعند غيرهم ايضا للاعتبار .

قال ابو محمد:...... والمقدمة الثالثة ما اخرجه الطبرانى فى كبيره عن سلمان رئيس اهل فارس واميره قال قال رسول الله ﷺ مارفع قوم اكفهم الى الله عزوجل ليسالوا شيئا الا كان حقا على الله عزوجل ان يضع فى ايديهم الذى سالوا ورواته ثقات كلهم اجمع كما صرح به الهيثمى فى المجمع .

قال ابو محمد:...... ويشهد له ما اخرجه البيهقى محدث الزمان فى كتاب شعب الايمان عن انس قال قال رسول الله ﷺ ما اجتمع ثلاثة بدعوة قط الا كان حقا على الله ان لا يرد ايديهم صفرا .

قال ابو محمد:...... فلاح من هذا الترتيب وباح من هذا التبويب ان الرفع فى الدعاء بعد المفروضة مع الجماعة بالطريقة المخصوصة له اصل اصيل و دليل جليل لا ينكره عالم عقيل الا رجل دخيل وذالك لان الخبر الاول فيه الدعاء بعد المكتوبة وانها عند الرب مسموعة والثانى فيه ذكر طريقة الدعاء والسوال بحيث يكون اسمع عند المتعال والثالث فيه فضيلة الدعاء مع الداعين كانه ركوع مع الراكعين ولانه تابع للركوع ليحصل له اتمام الخشوع كما قال عز من قائل : كانوا يدعوننا رغبا ورهبا وكانوا لنا خاشعين الانبياء ، وقوله جل و على ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ (المؤمنون) وقد وردت آيات كثيرة واحاديث عديدة فى فضيلة الصلواة بالجماعة ما هى مستغنية عن الذكر ولو بالاشارة فما يكون حكم

اور ایک روایت طبرانی کی معجم کبیر میں ابو بکرۃ صحابی سے بطور شاہد ہے، اس کی سند کے راوی معتبر ہیں، جس طرح ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے اور اس کی ایک مرسل حدیث بھی شاہد ہے، وہ عبد الرحمٰن بن محیریز سے مروی ہے جو مسدد بن مسرھد صاحب المسند سے مروی ہے اور مرسل حدیث کبار علمائے احناف کے پاس معتبر ہے۔ اس طرح اوروں کے پاس بھی حجت ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... مقدمہ ثالثہ وہ حدیث ہے جو طبرانی کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھاتی ہے تاکہ کوئی چیز مانگیں، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کے ہاتھوں میں وہ چیز دے جو انہوں نے مانگی۔ اس حدیث کے راوی معتبر ہیں جس طرح کہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کی تصریح کی ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں بھی اس حدیث کے لیے شاہد ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی دعا مانگنے کے لیے جمع ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کے ہاتھ خالی نہ لوٹائے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس ترتیب اور تبویب سے روشن ہوا کہ فرض کے بعد جماعت کے ساتھ مخصوص طریقے سے دعا مانگنا۔ اس کے لیے اصل مضبوط ہے اور دلیل بڑی معتبر ہے اور اس کا عالم باعقل انکار نہ کرے گا۔ مگر نالائق شخص انکار کرے گا۔ یہ اس لیے کہ پہلی خبر میں فرض کے بعد دعا کا ذکر ہے اور یہ عمل رب تعالیٰ کے پاس مقبول ہے اور دوسری حدیث میں دعا مانگنے کا وہ طریقہ بیان کیا گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے پاس جلد مقبول ہو اور تیسری حدیث میں جماعت کے ساتھ مل کر دعا کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔ گویا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا ہے۔

گویا کہ یہ تابع ہے رکوع کے تاکہ خشوع پورا پورا ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ (اللہ تعالیٰ کے نیک بندے) ہم کو امید اور ڈر کے ساتھ پکارتے تھے اور وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''تحقیق وہ مومن کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' اور بھی بہت سی آیات اور احادیث نماز باجماعت کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ سب ذکر اور دعا سے مستغنی نہیں ہوسکتیں چاہے اشارہ ہی کیوں نہ ہو۔ پس جو حکم متبوع کا ہے وہ تابع کا ہے اور یہ یقینی بات ہے۔

ابو محمد نے فرمایا ہے کہ:...... مذکورہ احادیث اور مقدمات سے صاحب شریعت سے دعا کے وقت کا تعین ہوتا ہے نیز اس کی کیفیت اور مانگنے والوں کے عدد کی تعیین اور یہ خبر دینا اور ظاہر کرنا ہوتی ہے بلکہ کان اور دل والوں کو اطلاع دینا ہے کہ ناپسند کرنے والوں اور روکنے والوں کے پاس اپنی دعویٰ کے حق میں دلیل دینا چاہئے تھا، لیکن ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ دلیل ان کے خلاف ہے اس کو غنیمت سمجھ کر قبول کر لے اور اس کو بیکار

المتبوع فهو حكم تابعه كما هو المقطوع .

قال ابو محمد:...... فهـذا تعيين وقت الدعاء عن صاحب الشريعة المطهرة الغراء مع بيان كيفيته وعدد الداعين كمية وهو اخبار واظهار بل لذوى الا ذان والقلوب اشعار بـان مـا كرهه الكارهون ومنع عنه المانعون ليس لهم الى ذالك سبيل من برهان ولا دليل بل الدليل قائم على خلافه فاغتنمه ولا تضعه باهماله واسرافه والحديث يفسر بـعـضـه بـعضا فلا تكن من الذين خوطبوا : ﴿اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَ تَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ﴾ (البقرة)

قـال ابو محمد:...... والـدليـل الثـانى هو العموم الذى يشمل دبر الصلواة وغيرها من الاوقـات وهو ما رواه البيهقى فى سننه والحاكم وصححه عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قـال هذا الاخلاص يشير باصبعه الذى تلى الا بهام وهذا الدعاء فرفع يديه حذو منكبيه وهذا الابتهال فرفع يديه مدا .

قال ابو محمد:...... فهـذا تعريف الدعاء الذى لا ينكره الذين هم للعلم وعاء والدعاء بـعـد الـمـكتوبة فى الاخبار والاثار منصوصة والمطلق محمول على المقيد وهذا الـقول هو المسدد والمحال وان كانت كالفراش المبثوث ولكن وقع تصريحا ايضا الـمبـحـوث فهو عين الدين كما تراه حق اليقين فاعتصم به فانه حبل متين ولا تصغ الى الذى هو مهين ولا يكاد يبين .

قـال ابو محمد:...... والثـالـث ان جـماعة من السلف الذين فيهم قدوة للخلق فسروا عـدة من الايات القرانية برفع الايدى العلانية فمنها قوله تعالىٰ ﴿فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارۡغَبۡ﴾ (الانشـراح) فـذكـر الرملى فى تهذيب الاذكار عن ابن مسعود احـد الصحابة الاخيار فاذا فرغت من الفرائض فانصب الى ربك فى المسئلة وانت جـالـس واخـرج ابـن جـرير من طرق عن ابن عباس ابن عم سيد الناس انه قال اذا فـرغت من الصلواة فانصب فى الدعاء واخرج عبد بن حميد عن قتادة احد التابعين السادة فاذا فرغت فانصب والى ربك فارغب قال امره اذا فرغ من الصلواة ان يرغب فى الدعاء الى ربه واخرج عبد بن حميد وابن نصر عن الضحاك التابعى النساك فاذا فرغت قال من الصلواة المكتوبة والى ربك فارغب قال فى المسئلة والدعاء .

قال ابو محمد:...... وفى هذا المعنى ذكروا قوله تعالىٰ ﴿وَلَقَدۡ اَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ فَمَا اسۡتَكَانُوۡا

نہ بنا دے اور ایک حدیث دوسری کا تفسیر کرتی ہے۔ ان میں سے مت ہونا جن کے لیے یہ عتاب ہے کہ ''کیا تم لوگ بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟''

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... دوسری دلیل احادیث سے دعا کے وقت کا عموم ثابت ہوتا ہے جو ہر نماز کے بعد والے وقت یا دوسرے اوقات میں دعا مانگنے کو شامل ہے، جیسا کہ بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اخلاص ہے یعنی آپ تشہد والی انگلی کے ساتھ اشارہ کر رہے تھے جو انگوٹھے کے قریب ہوتی ہے اور یہ دعا پھر کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے اور یہ خشوع (عاجزی) ہے پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور بلند کیے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... یہ دعا کی کیفیت اور حالت بیان کی گئی ہے جس کو علم ہے وہ انکار نہ کرے گا اور فرض نماز کے بعد دعا احادیث وآثار میں نصوص کے ساتھ ثابت ہے اور مطلق مقید پر محمول ہے۔ اور یہی بات ٹھیک ہے اگر چہ دلائل بکھرے ہوئے ہیں لیکن بحث شدہ مسئلہ کے متعلق احادیث میں صراحت آئی ہے اور یہی دین ہے جس طرح تو یقین کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ پس اس کو پکڑ لے۔ یہ رسی مضبوط ہے اور جو کمینہ ہے اس کی طرف کان نہ دھر اور وہ تو اپنی بات بیان بھی نہیں کر سکتا۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... تیسری دلیل یہ ہے کہ سلف کی جماعت جو کہ بعد میں آنے والوں کے لیے نمونہ ہے انہوں نے کتنی آیات قرآنیہ کا تفسیر دعا میں ہاتھ اٹھانے سے کیا ہے۔ ان آیات میں سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ: ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (ترجمہ) جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔ تو اس کی تفسیر امام رملی نے تہذیب الاذکار میں بیان کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یعنی جب تو فرائض سے فارغ ہو جائے تو اپنے رب کی طرف دعا مانگنے کے لیے محنت کر۔ اس حالت میں کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور ابن جریر نے کئی طرق سے ابن عباس جو رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس کے بیٹے ہیں اور ابن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو اور عبد بن حمید نے قتادہ تابعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں رغبت کرو اور عبد بن حمید اور ابن نصر نے ضحاک تابعی سے روایت کیا ہے کہ پس جب تو فرض نماز سے فارغ ہو تو رب تعالیٰ کی طرف دعا کے لیے رغبت کر۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس معنی میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ذکر کیا ''اور ہم نے ان کو عذاب میں بھی پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی آہ وزاری کی، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اپنے ہاتھوں کو روکتے ہیں'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے'' (الانبیاء)

ہم وما یتضرعون﴾ (المومنون) وقوله تعالیٰ ﴿یقبضون ایدیہم﴾ (التوبة) وقوله تعالیٰ: ﴿یدعوننا رغبا و رھبا و کانوا لنا خشعین﴾ (الانبیاء)

قال ابو محمد: ...... المسئلة والدعاء ان ترفع یدیك حذو منکبیك کما مر فی الحدیث مثله سواء ثم التابعی کالمتبوع فی حکمه وعمله ورسمه فکما ان الصلواة مع المصلین افضل کذا لك الدعاء مع الداعین عمل اکمل .

قال ابو محمد: ...... والدلیل الرابع التصریح مع التو ضیح والتنصیص مع تعیین الوقت والتخصیص فهاك الاخبار والاثار فاقر ئها ترفع الغطاء عن الابصار فاخرج الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند وثق رجاله الهیثمی عن محمد بن یحیی الاسلمی قال رایت عبدالله بن الزبیر ورای رجلا رافعا یدیه ید عوا قبل ان یفرغ من صلواته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم یکن یر فع یدیه حتی یفرغ من صلواته .

قال ابو محمد: ...... فهذا نص قوی و صحیح وجلی فی الباب وفیه دلالة علی انه معتاد سید الکونین ومختار رسول الثقلین واما ما اعتاده الناس من الخواص والعوام انهم یجتمعون للدعاء برفع الایدی مع الامام بعد اداء السنن والنوافل بالالتزام حتی یکثرون علی تارکه الطعن والملام فهو مما احدثه الا کالون البطالون المکارون الضالون ولیس له اثر فی الخبر ولا فی الاثر بل هو من اسوتهم السیئة وبدعتهم الردیئة لم یرض به الله ولا رسوله ﷺ۔

قال ابو محمد: ...... وایم الذی خلقنا معشر الموحدین لا بطال حیل اتباع الهوی لو کان له اثر عمن یوثر عنه ما کنا لنذل ونخزی بل کنا اول من باثره یقتدی وبهداه یهتدی ویکفی لبطلانه انه ﷺ ما کان یتطوع الا فی بیته ویحث علی ذالك ویز جر من جعل البیت کالمقبرة واهله کالمیتة حتی قال صلوٰة فی البیت کلها خیر الا المکتوبة اخرجه البخاری الامام فی صحیحة الذی تلقاه بالقبول العلماء الکرام بل قد انکر بعض الصحابة صحة سنة المغرب فی المسجد حتی یصیلها فی داره کما اخرجه الامام احمد .

قال ابو محمد: ...... فهذا عمل الشارع البارع ﷺ ثم الصحابة ذوی العلم الواسع فمن هذا الکاذب المخترع الوالع الذی جاء بعد هم بلا برهان قاطع فاحدث مالم یعلمه المبلغ ﷺ ولا السامع فاجبر الناس علی القعود فی الجوامع حتی یدعوا مع

ابو محمد نے کہا:...... سوال کرنا اور دعا مانگنا یہ ہے کہ تو دونوں ہاتھ اٹھائے کندھوں کے برابر جس طرح حدیث میں اس کا بیان ہے، پھر تابعی کا حکم اور عمل بھی صحابی کی طرح ہے۔ جس طرح نماز جماعت کے ساتھ افضل ہے۔ اسی طرح جماعت کے ساتھ دعا مانگنا عمل کامل ہے۔

ابو محمد نے کہا:...... چوتھی دلیل یہ ہے کہ تصریح اور تخصیص وقت کے تعیین کے لیے یہ احادیث اور آثار پڑھ تا کہ آنکھوں سے پردہ اٹھ جائے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں روایت لائے ہیں جس کے راویوں کی ہیثمی نے توثیق کی ہے کہ محمد بن یحییٰ اسلمی نے روایت کی کہ عبداللہ بن زبیر کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص دیکھا جو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے تو جب ابن زبیر نماز سے فارغ ہوا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس باب میں یہ حدیث نص قوی اور صحیح اور جلی ہے۔ اس میں یہ دلالت ہے کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی لیکن جو عوام اور خواص لوگوں نے عادت بنا رکھی ہے کہ سنن اور نوافل ادا کرنے کے بعد امام کے ساتھ مل کر التزام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور ترک کرنے والے پر طعنہ اور ملامت کرتے ہیں یہ بدعتی و پیٹ پجاری، باطل اور مکار بدعتیوں اور گمراہ لوگوں کی ایجاد ہے۔ اس التزام کے لیے کوئی حدیث نہیں ہے، ان کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ راضی نہیں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... قسم ہے اس ذات کی جس نے ہم کو موحد جماعت کر کے پیدا کیا کہ بدعتیوں کے حیلوں کو باطل کریں اگر کوئی اس کے لیے حدیث یا اثر ہوتا تو ہم رسوا نہ کرتے بلکہ اس کی سب سے پہلے ہم اقتدا کرتے۔ اس کے بطلان کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نفل نماز گھر میں جا کر پڑھتے تھے اور اس کو تنبیہ کرتے جس نے اپنے گھر کو مقبرہ بنایا اور اپنے اہل کو مردہ بنایا حتیٰ کہ فرمایا گیا کہ ساری نماز گھر میں بہتر ہے سواء فرض نماز کے۔ اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے اس طرح بعض صحابہ نے مغرب کی سنت کی صحت کا مسجد میں ادا کرنے سے انکار کیا کہ یہ گھر میں پڑھنی جائے جس طرح امام احمد نے روایت کیا ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... پس یہ عمل یعنی فرض نماز کے بعد دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ پس اس جھوٹے نے بعد میں آ کر بغیر کسی قطعی دلیل کے بدعت بنا کر جو رسول اللہ ﷺ کو پتا نہ تھا وہ لوگوں کو بتلا کر مساجد میں بیٹھنے اور نوافل کے بعد میں امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے پر مجبور کیا اور اس نے گمان کیا کہ یہ اچھائی اور نیکی کا کام ہے اور مشکلات کے دور کرنے کا باعث ہے۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ دین محمدی واضح اور روشن ہے اور ایسے بناوٹی دین کا مٹانے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس نے ایسی مخلوقات پیدا کی جن کو مضر اور منافع اور مہلک اور دافع چیزوں تک کی تمیز بھی نہیں۔

الامام بعد النوافل بالا یدی السواطع وظنوا انه هو للخيرات جامع و للمشكلات رافع ولا يعلمون ان الدين المحمدى واضح ولا مع وهو للمختلقات والمخترعات ماسح وقامع فسبحان الذى خلق من لا يعلم المضر من النافع ولا يميز بين المهلك والدافع .

قال ابو محمد: ...... واقبح من ذالك تثليث الرفع فى الدعاء مع شدة الا لتزام فى الصيف و الشتاء فهو من عضال الداء الذى لا يلتام وليس له دواء اللهم الا ان يشاء الله فذالك عليه ايسر يسير وهو على كل شى قدير لا نهم هم الذين خالط دمهم ولحمهم وشحمهم البدع والا حداث فلا ترتجى طهارة من امتلئت عروقة بالا خباث وهم الذين باعوا الرشد بالغواية والهداية بالضلالة ذالك بانهم دسوا سنن المصطفى ﷺ تحت التراب واهدموا دينه القويم قبل الشباب كانهم لا يخافون الحساب ولا يخشون العقاب لا لابتغاء مرضات الله كما هم يظهرون كثرة العبادة امام عباد الله بل لا كل اموال الناس بالمضرة الباطلة وصدهم عن سبيل الله السابلة اولائك الذين خاطبهم سبحانه وتعالىٰ فى التنزيل: ﴿وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (الفجر)

قال ابو محمد: ...... وتعلقوا بحديث جاء فى تثليث الدعاء ولا ننكر ذلك بل هم اول منكر لهذا الخبر وما عندهم الا ادعاء لانه فى الخبر تكريد الدعاء لا تكريد الرفع وثبوته فى حيز المنع بل هو ايجاد منهم وايزاد ومن عند انفسهم ايراد ومن عند انفسهم ايراد ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ (البقرة)

قال ابو محمد: ...... فالمحصول من الخبر المنقول ان الدعاء مع الرفع بعد الصلواة سنة وعن سخطة الله وعذابه جنة لا سيما بعد المكتوبة مع الجماعة فانه من افضل العبادة .

قال ابو محمد: ...... والخبر الثانى ما اخرجه ابن ابى شيبة كما قاله صاحب مسلك السادة عن الاسود العامرى عن ابيه صليت مع النبى ﷺ صلواة فلما سلم انحرف و رفع يديه ودعا الحديث ۔ وهذا الخبر ايضا صريح فى الباب كما لا يخفى على اولى الالباب لا ن قول الراوى صليت مع النبى ﷺ يدل على انه ﷺ بالناس وهو المدعى .

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس سے بھی برا یہ ہے کہ تین بار دعا مانگنے کو تاکید اور سختی کیساتھ گرمی اور سردی میں واجب کیا۔ یہ ایک بیماری ہے جس سے تندرستی کی امید نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی دوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوسکتا ہے کہ ان بدعات سے نجات مل جائے۔ کیوں کہ یہ کام اس ذات کے لیے بالکل آسان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن یہ وہ ہیں جن کے خون اور گوشت اور چربی میں بدعات مخلوط ہوگئی ہیں، جن کی رگیں خباثت سے بھری ہوئی ہیں ان کے پاک ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے رشد و ہدایت کو گمراہی و ضلالت کے عوض بیچ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو مٹی میں دفن کیا۔ اور سید ھا دین اس کی جوانی سے پہلے دفن کیا گویا کہ حساب اور عذاب سے نہیں ڈرتے۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو لوگوں کے لیے جس طرح عبادت کثرت سے ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ لوگوں کا مال کھانے باطل طریقہ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لیے۔ یہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خطاب کیا کہ میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... تین بار دعا مانگنے کی حدیث سے استدلال کیا، ہم بھی انکار نہیں کرتے لیکن وہ ہی اس حدیث کے منکر ہیں اور ان کے پاس صرف دعویٰ ہے۔ کیونکہ حدیث میں دعا کا تکرار سے مانگنا ہے نہ کہ تین بار ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور اس کا ثبوت انکار کے ساتھ ہے بلکہ یہ ان کی ایجاد اور بدعت ہے اور ان کی طرف سے زیادتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے ویل ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف کی کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کھاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کے لیے ہلاکت اور افسوس ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... حدیث سے ثابت ہوا کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے فرض کے بعد سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غصہ اور عذاب سے ڈھال ہے۔ خصوصاً فرض کے بعد جماعت کے ساتھ کیونکہ یہ افضل عبادت ہے۔

ابو محمد نے فرمایا دوسری حدیث وہ ہے جو ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ایک نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو مڑ کر ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی اور یہ حدیث اس باب میں صریح ہے جس طرح عقلمندوں پر مخفی نہیں ہے، کیونکہ راوی کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو یہ قول دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ ہماری دعویٰ ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... حدیث ثالث یہ ہے کہ جو بیہقی نے سنن میں صحیح سند سے انس کے ساتھ قاریوں کے قصے میں بیان کی جو قتل ہوئے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے فجر پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے بد دعا کی جنہوں نے ان کو قتل کیا تھا اور اسی حدیث کے ہم معنی ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت

قال ابو محمد:...... والخبر الثالث ما اخرجه البيهقى فى سننه باسناد صحيح عن انس فى قصة القراء الذى قتلوا قال لقد رايت رسول الله ﷺ كلما صلى الغداة رفع يديه يدعو عليهم يعنى على الذين قتلو هم و مثل معناه اخرجه ابو نعيم الاصفهانى فى حلية الاولياء قال حدثنا سليمان بن احمد نا على بن ايوب الصقر نا عفان بن مسلم عن سليمان بن المغيرة عن ثابت البنانى عن انس فذكره .

قال ابو محمد:...... وهذا السند لا مطعن فيه كما لا يخفى على العالم النبيه فاما شيخ ابى نعيم فهو ابو القاسم الطبرانى صاحب المعاجم الثلاثة والتصانيف الكثيرة له ترجمة فى تذكره الحفاظ للذهبى وطبقات الحفاظ للسيوطى وشذرات الذهب لابن العمادى واما شيخه فلم اجد له ترجمة فيما وقفت عليه من كتب الفن الا انه ايضا ملحق بالثقات بلا ريب وظن فقد نبه الهيثمى فى المجمع حيث قال كل من كان من شيوخ الطبرانى ولم يذكره الذهبى فى الميزان الحقته بالثقات فالمترجم لا شك فى كونه من الاثبات وبقية ❶ رجاله موثقون فى التقريب وثابت هو ابن اسلم ابو محمد البصرى ولا يقال ان عفانا انكره ابن معين قبل موته بسنة لا ن خبره هذا له شواهد كثيرة لا سيما فى الفضائل .

قال ابو محمد:...... والحديث الرابع ما اخرجه ابو جعفر العقيلى فى كتاب الضعفاء قال حدثنا احمد بن داود قال حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبدالوارث قال حدثنا على بن يزيد عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة قال ان النبى ﷺ رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة الحديث .

قال ابو محمد:...... على بن يزيد ضعيف لكنه خبر معتبر فى الشواهد لان مثل هذا الضعف خفيف وقال العقيلى بعد ذكر الحديث وقد روينا من غير هذا الطريق باسناد صحيح فهذه قوة الى قوة والاعتماد على الاخبار الصحيحة وكفى بها قدوة .

قال ابو محمد:...... والحديث الخامس ما اخرجه ابو نعيم فى الحلية قال حدثنا حبيب

---

❶ وقد توبيع ايضا فقال احمد فى مسنده ص ١٣٧ / ٣ ثنا هشام وعفا[ن] المعنى قال حدثنا سليمان عن ثابت قال كنا عند انس بن مالك ...... وفيه : فلقد رايت رسول الله ﷺ فى صلاة الغداة [ر]فع يديه ودعا عليهم . يعنى اس روایت کی متابعت امام احمد نے بھی کی ہے کہ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے فجر نماز میں ہاتھ اٹھائے اور قاری صحابہ کے قاتلوں پر بددعا کی۔

کیا ہے کہ سلیمان بن احمد نے علی بن ایوب الصقر سے انہوں نے عفان بن مسلم سے انہوں نے سلیمان بن مغیرہ سے انہوں نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس سند پر کوئی جرح نہیں ہے جس طرح باخبر عالم سے مخفی نہیں ہے۔ ابو نعیم کا شیخ ابو القاسم الطبرانی معجم کبیر، صغیر اور اوسط کے علاوہ بہت سی تصانیف کا مالک ہے اور اس کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ للذھبی اور طبقات الحفاظ للسیوطی اور شذرات الذھب لابن العمادی میں موجود ہے لیکن اس کے شیخ کا ترجمہ میں نے نہیں دیکھا، لیکن وہ معتبر محدثین کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس طرح ہیثمی نے مجمع میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ طبرانی کے جن شیوخ کو ذہبی نے میزان میں ذکر نہ کیا وہ میں نے ثقات میں شمار کیے ہیں۔ اس لیے یہ معتبر راویوں میں سے ہے اور اس کے علاوہ جو راوی ہیں سارے معتبر ہیں اور ثابت بن اسلم ابو محمد البصری ہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ عفان سے ابن معین نے موت سے ایک سال پہلے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اس خبر کے شواہد بہت ہیں۔ خصوصاً فضائل میں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... چوتھی حدیث جو ابو جعفر عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ذکر کی ہے اور کہا یہ حدیث بیان کی احمد بن داؤد نے علی بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ سعید بن المسیب نے ابو ہریرۃ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھائے سلام پھیرنے کے بعد اور وہ قبلہ رخ تھے۔ (حدیث)

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... علی بن یزید ضعیف ہے لیکن اس کی روایت بطور شاہد صحیح ہے اور معتبر ہے کیونکہ یہ ضعف خفیف ہے اور حدیث کے ذکر کرنے کے بعد عقیلی نے کہا کہ ہم نے اس سند کے علاوہ بھی اس کو روایت کیا ہے اور یہ تقویت بر تقویت ہے اور روایات صحیحہ پر اعتماد لازم ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... حدیث پانچویں وہ ہے کہ جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے حبیب بن حسن نے بیان کیا انہوں نے یوسف قاضی سے انہوں نے محمد بن ابی بکر سے بیان کیا انہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی، انہوں نے ابراہیم بن زھری سے انہوں نے ہند بنت حارث سے انہوں نے ام سلمہ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی سلام پھیرتے نماز سے تو اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھ کر اٹھنے سے پہلے اشارہ کرتے تھے یعنی دعا مانگتے تھے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس حدیث کی سند اہل حق کے نزدیک بہترین ہے حبیب بن الحسن ابو نعیم کا شیخ ابو القاسم القران ہے۔ برقانی نے ضعیف کہا ہے اور میزان الاعتدال میں ہے کہ ابن ابی الفوارس اور خطیب اور ابو نعیم نے اس کی توثیق کی ہے۔ پس برقانی کی تضعیف نقصان نہ دے گی کیوں کہ جرح مبھم ہے۔ وہ جرح قبول نہ ہوگی خاص کر کے جب ایک جماعت کی توثیق موجود ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس کا شیخ یوسف قاضی وہ ابن یعقوب بن حماد بن زید بن درھم الازدی بصری پھر بغدادی

بن الحسن ثنا یوسف القاضی ثنا محمد بن ابی بکر ثنا عبدالرحمن بن مهدی ثنا ابراهیم بن الزهری عن هند بنت الحارث عن ام سلمة ان النبی ﷺ كان اذا سلم من الصلواة جلس فی مصلاه یشیر قبل ان یقوم .

قال ابو محمد: ...... هذا حدیث جید الاسناد عند اهل الحق والسداد فاما حبیب بن الحسن شیخ ابی نعیم فهو ابی القاسم القران ضعفه البر قانی و وثقه ابن ابی الفوارس والخطیب وابو نعیم كذا فی المیزان للذهبی وتضعیف البر قانی لا یضر شیئا لانه جرح مبهم فلا یقبل لا سیما فی جنب تو ثیق الجماعة فتدبر .

قال ابو محمد: ...... اما شیخه یوسف القاضی فهو ابن یعقوب بن حماد بن زید بن درهم الازدی مولاهم البصری ثم البغدادی صاحب السنن قال ابو بكر الخطیب فی تاریخ بغداد كان ثقة صالحا عفیفا مهیبا شدید الاحكام .

ترجمة الذهبی فی تذكرة الحفاظ و وصفه بالا مامة والحفظ وبقیة رجاله كلهم موثق فی التقریب وشیخه هو محمد بن ابی بكر بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی ابو عبدالله الثقفی مولا هم البصری كما هو الظاهر من طبقته فقد عد صاحب التهذیب ابن مهدی من شیوخه ویعقوب القاضی من الاخذین عنه وهو ثقة وثقه ابن معین وابو زرعة وابن قانع وقال ابو حاتم صالح الحدیث محله الصدق كذا فی التهذیب وقال فی التقریب ثقة وابن مهدی هو امام متقن النقاد من اهل الجرح والتعدیل .

قال ابو محمد: ...... وهذا الخبر فیه حجة واضحة وبینة لا ئحة والمراد من الاشارة المذكورة باصبع عند الا ستغفار والدعاء له ثلاث احوال برفع الیدین حذو المنكبین وبمدهما وبا لا صبع ایضا كما اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه عن ابی هریرة قال ابصر النبی ﷺ سعدا وهو یدعو باصبعین كلیهما فنهاه وقال باصبع واحدة بالیمنی .

قال ابو محمد: ...... والخبر السادس ما اخرجه مسلم فی صحیحه وغیره عن ام عطیة قالت امرنا رسول الله ﷺ ان نخر جهن فی الفطر والا ضحی العواتق والحیض وذوات الخدور فاما الحیض فیعتزلن الصلواة ویشهد ن الخیر ودعوة المسلمین الحدیث .

صاحب السنن ہے اور خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ وہ ثقہ صالح ، پاکباز ، صاحب ہیبت اور احکام کا عامل تھا اور اس کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں ذھبی نے دیا ہے اور اس کو امام و حافظ کہا ہے۔ اس کے بعد سارے راوی تقریب میں توثیق شدہ ہیں اور اس کا شیخ محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی ابوعبداللہ ثقفی بصری ہے۔ جس طرح اس کے طبقہ سے ظاہر ہوتا ہے اور صاحب التہذیب نے کہا ابن مھدی کو ان کے شیوخ میں شمار کیا ہے اور یعقوب قاضی اس کے شاگردوں میں سے ہیں اور وہ معتبر ہیں اور اس کی ابن معین اور ابو زرعۃ اور ابن قانع نے توثیق کی ہے اور ابوحاتم نے اس کو صالح الحدیث کہا ہے۔ اس طرح تہذیب میں ہے اور تقریب میں اس کو ثقہ کہا گیا ہے اور ابن مھدی پختہ نقاد اور امام جرح و تعدیل ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس حدیث میں واضح دلیل ہے اور اشارہ مذکورہ سے استغفار کے وقت اشارہ کرنا ایک انگلی کے ساتھ مراد ہے اور دعا کی تین حالتیں ہیں : (۱)...... دونوں ہاتھ اٹھا کر کندھوں کے برابر کر کے دعا مانگنا۔ (۲)...... ہاتھوں کو دعا کے لیے لمبا کرنا اور (۳)...... انگلی کے ساتھ اشارہ کر کے دعا مانگنا جس طرح ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے دیکھا سعد کو اور وہ دو انگلیوں سے دعا مانگ رہا تھا۔ پس اس کو روک دیا اور کہا کہ ایک انگلی دائیں کے ساتھ دعا مانگ۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... چھٹی حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ عید الفطر اور عید الضحیٰ میں آزاد اور پردہ نشین اور حیض والی عورتوں کو گھروں سے نکال کر لے آئیں اور ان میں سے حیض والی عوتیں نماز سے الگ رہیں اور وہ خیر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شامل ہوں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... یہ دلیل صحیح ہے جس کے لیے ہم نے دعویٰ کیا ہے اور علم صریح ہے ، جس کی ہم تلاش کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس جگہ دعوت سے مراد دعا ہے ہاتھ اٹھا کر جماعت کے ساتھ عیدین کی نماز کے بعد جس کی دو وجہیں ہیں ، ایک جو ہم نے دعا کا طریقہ بیان کیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی دعا کی پہچان ہاتھوں کے اٹھانے سے ہوتی تھی ۔ اگر یہ نہ ہوتا تو حیض والی عورتوں کی شرکت ۔ سے منع ہوتی اور ان عورتوں کو ذوات الخذور اور برقعہ والیاں کہا گیا۔ اس پر امام نووی نے مسلم کی شرح میں فرمایا ہے کہ اس حدیث سے جماعت کے ساتھ حاضر ہونا اور مسلمانوں کی دعا میں شرکت کرنا ذکر اور علم کے حلقوں میں شامل ہونا وغیرہ مستحب معلوم ہوتا ہے۔ اور امام شوکانی نے تحفۃ الذاکرین میں کہا کہ اس میں دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مجلسیں دعا مانگنے کے مرکز ہیں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... آثار میں ایک اثر وہ ہے جو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ اسماعیل بن علیۃ نے تیمی سے ، انہوں نے ابی مجلز سے۔ اس کا نام لاحق بن حمید ہے اور وہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ جب سورج نکلا

قال ابو محمد:...... هـذا اصـل صـحـيـح لـما ندعيه ووجدان صريح لما مبتغيه لان الدعوة ههنا الدعاء برفع اليدين مع الجماعة بعد صلوٰة العيدين لو جهين ضروريين احـدهـما لما ذكر نا من طريقة الدعاء وثانيهما ان دعوتهم ما كانت تعرف الا بالرفع والا فشر كة الـنـاس فيهـا مـمتنع وسموها ذوات الخدور والبر قع قال النووى فى شرح مسلم فيه استحباب حضور الجماعة مع الخير ودعوة المسلمين وحلق الذكر والـعـلـم ونـحـو ذلك وقـال الشـو كانى فى تحفة الذاكرين : فهذا فيه دليل على ان مجامع المسلمين مواطن الدعاء .

قال ابو محمد:...... ومن الاثار ما اخرجه ابن ابى شيبة فى مصنفه قال حدثنا اسماعيل ابـن عـلية عـن التيمى عن ابى مجلز اسمه لاحق بن حميد انه كان مع ابن عمر فلما طـلعت الشمس امرراحلته فرحلت وارتحل من منى فلما صلى العصر وقف بعرفة فجعل ير فع يديه او قال يمد الحديث وهذا السند كالسبيكة او السلسلة الذهبية فانه يـرويـه امـام عـن مثـله فلا حاجة الى ذكر حاله ونقله وابن عليه هو ابن ابراهيم بن مـقسـم الا سـدى مـولاهم ابو بشر البصرى وعلية اسم امه والتيمى هو سليمان بن بلال المدنى وانظر حالهم فى تهذيب الكمال وتذهيبه و التهذيب وتقريبه .

قال ابو محمد: ...... ومـنهـا مـا اخرجه الفريابى فى الذكر كما فى شرح الأُياء عن ابى الدردا ء رضى الله عنه قال ارفعوا هذه الا يدى بالدعاء قبل ان تغل بالا غلال .

قال ابو محمد:...... والدعاء بعد الصلوٰة احمد ومع الجماعة اوكد .

قال ابو محمد: ...... ومـنها ما اخرجه ابن ابى شيبة عن عائشة رضى الله عنها قالت ان الـلـه يحب ان يدعى هكذا واشار باصبع واحدة ومنهما ما اخرجه ابن ابى شيبة ايضا قال زيد بن الحباب قال اخبر نا موسى بن عبدة اخبر نى زيد بن عبدالرحمٰن ابن ابى سلمة ابو سلامة عن ابى الرباب وصاحب له انهما سمعا ابا ذر رضى الله عنه يدعو قـال فـقـال لـه رايناك صليت فى هذا البلد لم نر اطول مقاما وركوعا وسجودا فلما انفرغت رفعت يديك فتعوذت .

قال ابو محمد: ...... وهـذا السند غبار عليه ولا فيه طعن يشار اليه ورجاله موثقون فى التـقـريـب حـاشـا ابى الرباب وهو مصرف بن مالك القشيرى فذكره ابن حبان فى

تو ابن عمر نے سواری کا حکم دیا تو سواری لائی گئی اور منیٰ سے چل پڑے پس جب عصر پڑھی تو عرفات میں کھڑا ہوگیا، پس وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے لگا یا بلند کرنے لگا اور یہ سند سنہری زنجیر کی طرح اور معتبر ہے کیونکہ راوی امام ہے۔ جس نے دوسرے امام سے لیا ہے پس ان کا حال ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور ابن علیۃ وہ ابن ابرھیم بن مقسم اسدی ابو بشر بصری ہے اور عیلۃ اس کی ماں کا نام ہے اور تیمی وہ سلیمان بن بلال مدنی ہے اور ان کا حال تہذیب الکمال اور تہذیب میں اور تقریب میں ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... ایک دلیل وہ اثر ہے جو فریابی نے کتاب الذکر میں نقل کیا ہے جیسا کہ شرح احیاء العلوم میں ہے کہ ابو درداء نے فرمایا ہے کہ دعا کے ساتھ یہ ہاتھ اٹھاؤ اس سے پہلے کہ گردن میں طوق نہ پڑ جائیں۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... نماز کے بعد دعا تمام بہتر ہے اور جماعت کے ساتھ دعا مانگنا تاکیدی کام ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... ان آثار میں سے یہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس سے اس طرح مانگا جائے۔ اور پھر ایک انگلی سے اشارہ کیا۔

اور ان آثار میں سے ایک اثر ابن ابی شیبہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں کہ وہ دعا مانگ رہا تھا کہ کسی نے کہا کہ تو نے نماز پڑھی۔ اس شہر میں تیرے جیسا قیام کرنے والا کوئی اور سجدہ کرنے والا نہیں دیکھا اور جب تو فارغ ہوا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور پناہ مانگی۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... تو اس سند میں کوئی غبار اور طعن نہیں ہے اور اس کے راوی توثیق شدہ ہیں تقریب میں ابی الرباب کے علاوہ اور وہ مصرف بن مالک قشیری ہے اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھی کی جہالت نقصان نہیں دیتی، کیونکہ اعتماد اسی پر ہے اور اس کے صاحب کے اوپر استناد نہیں ہے اور ابوسلمۃ وہ ابن عبدالرحمٰن مشہور ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... تابعین کے آثار میں سے ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں روایت لائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ابوبکر بن مالک نے ہم سے بیان کیا انہوں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے ابورواد سے انہوں نے کہا کہ میں نے طاوس اور اس کے اصحاب کو دیکھا کہ جب انہوں نے عصر پڑھی تو انہوں نے آپس میں کوئی بات کیے بغیر بڑی عاجزی سے دعا مانگی۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... یہ سند سورج کی طرح روشن ہے۔ ابونعیم کا شیخ ابوبکر قطیعی احمد ابن جعفر بن احمد بن مالک صدوق ہے۔ مقبول ہے مامون ہے اس کی حاکم نے توثیق کی ہے۔ اس طرح میزان میں ہے اور صاحب المیز ان کا قول کہ اس کو کچھ تغیر ہوگیا تھا، لیکن یہ نقصان کار نہیں ہے، کیونکہ خطیب نے تاریخ میں کہا ہے کہ کوئی ایک ہم نے نہیں دیکھا جس نے اس سے دلیل لینا چھوڑ دیا ہو۔

اور ابن صلاح کا قول کہ آخر عمر میں اس کو خلل ہوگیا تھا اس کو صاحب المیز ان نے رد کیا اور کہا کہ یہ زیادتی

الثقات ولا تضر جهالة صاحبه لان الاعتماد عليه فلا استناد اليه وابو سلمة هو ابن عبدالرحمٰن الشهير .

قال ابو محمد: …… ومن آثار التابعين ما اخرجه ابو نعيم فى الحلية قال حدثنا ابو بكر بن مالك ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنى ابى ثنا ابو سلمة عن ابى رواد قال رايت طاؤسا واصحابا له اذا صلوا العصر لم يكلموا احدا وابتهلوا فى الدعاء .

قال ابو محمد: …… هذا اسناد كالشمس فشيخ ابى نعيم هو ابو بكر القطيعى احمد بن جعفر بن احمد بن مالك فهو صدوق مقبول وقال الحاكم ثقة مامون كما فى الميزان واما قول صاحب الميزان تغير قليلا فلا يضر فقد قال الخطيب فى تاريخه لم نر احدا ترك الاحتجاج به .

ثم هذا قول ابن الصلاح افتل فى آخر عمره فقد رده صاحب الميزان فقال هذا غلوو اسراف وقد كان ابو بكر سند اهل زمانه وكذا قول ابن ابى الفوارس لم يكن بذاك فى الحديث فقد قال البر قانى هو ثقة وقد كنت شديد التنفير والتنفيه عنه حتى تبين عندى انه صدوق لا يشك فى سماعه فالحاصل انه حسن الحديث وشيخه عبدالله هو الامام ابن الامام وابو سلمة هم ابن عبدالرحمن وثقه صاحب التقريب وابو رواد مقبول كما فى التقريب ايضا .

قال ابو محمد: …… ومنهاما اخرجه ابن ابى شيبة فى مصنفه قال حدثنا غندر عن شعبة قال قلت للمغيرة اكان ابراهيم . وهو النخعى . يكره اذا انصرف ان يقوم مستقبل القبلة يرفع يديه قال نعم .

قال ابو محمد: …… وهذا السند يرويه كا بر عن كابر وهو دليل على انه لا كراهة عنده فى الرفع قعودا بعد الانصراف كما هو المسنون .

قال ابو محمد: …… والقضية الثانية دليلها وارد عبارة واشارة فاخرج البخارى فى صحيحه عن انس بن مالك قال كان النبى ﷺ لا يرفع يديه فى شىء من دعائه الا فى الاستسقاء وانه ير فع حتى يرى بياض ابطيه .

قال ابو محمد: …… فهذه العبار ة فيها دلالة صراحة على عدم الرفع فلناخذها بالطاعة والسمع وهذا رد على من شدد الانكار على الترك كانه عمل بما وافق هواه من الامرين واعرض عن الثانى بالحرك .

ہے۔ ابو بکر اپنے زمانے کی سند تھا اور اس طرح ابن ابی الفوارس کا قول کہ وہ حدیث میں اس مرتبہ کا نہ تھا تو برقانی نے ثقہ کہا اور کہا کہ پہلے میں اس سے متفرد تھا، لیکن یہاں تک کہ واضح ہوا کہ ثقہ ہے اور اس کا شیخ عبداللہ وہ امام اور ابن الامام تھا اور ابو سلمہ وہ ابن عبدالرحمٰن ہے۔ اس کی توثیق صاحب التقریب نے کی ہے۔ ابو رواد مقبول تھا جس طرح تقریب میں ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... یہ سند ثابت ہے۔ اس کے روایت کی ابن حجر نے تقریب میں توثیق کی ہے اور ان آثار میں سے وہ اثر ہے جس کو ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں لائے ہیں کہ ہم سے غندر نے بیان کیا شعبہ سے ، انہوں نے کہا میں نے مغیرہ سے پوچھا کہ ابراہیم نخعی جب نماز سے فارغ ہوئے تھے تو اس وقت قبلہ رخ ہوکر دعا مانگتے تھے؟ کہا کہ ہاں۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... اس سند میں ایک امام دوسرے امام سے روایت کرتا ہے اور یہ دلیل ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کوئی کراہت نہیں ، بلکہ یہ مسنون ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:...... قضیہ ثانیہ کی دلیل وارد ہے کہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ استسقاء کے سوا دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ اس وقت بغلوں کی سفیدی دیکھنے میں آتی۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... اس عبارت میں ہاتھ نہ اٹھانے پر صریح دلالت ہے۔ ہم اس کو سنتے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور یہ ان کے لیے رد ہے جو کہتے ہیں کہ دعا کے لیے ہاتھ بالکل اٹھانے ہی نہیں ہیں، گویا جو ان کی خواہش کے مطابق ہے اس پر عمل کرتا ہے اور جو اس کے خلاف ہے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

جو علم میں پختہ ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت کو تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:...... انکار کرنے والوں نے کتب حدیث کے مطالعہ کے بغیر استدلال کیا اور ہاتھ اٹھانے سے بالکل منع کرتے ہیں کیوں کہ وہ اس کو کوئی نیکی اور عمل نہیں سمجھتے اور یہ قصور ان کا ہے اور قاعدہ مسلم و مشہور ہے کہ جو کسی چیز کو جانتا ہے اس کی حجت ہے، اس کے اوپر جو جانتا نہیں ہے اور جس نے انکار کیا انہوں نے زیادتی کی اور انصاف نہ کیا کیوں کہ انس رضی اللہ عنہ نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ دعا میں اٹھاتے تھے ، جس طرح حدیث میں ذکر ہوا۔ اب تو بار بار دیکھ کہ اس میں فرق نہیں ، پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا دونوں باتوں پر عمل رہا ہے یعنی کبھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی نہیں اٹھاتے تھے۔ یہی زیادہ قریب اعتدال ہے اگر چہ ہاتھ اٹھانا محبوب عمل ہے کیوں کہ زیادہ دلائل اس کی تائید کرتے اور اس کو مضبوط

والراسخون فی العلم یقولون امنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب .

قال ابو محمد:...... والمفرطون قد استدلوا به بدون مطالعة کتب الحدیث بالرحلة والسیر الحثیث فمنعوا عن الرفع اصلا لانهم ما راوه خیرا ولا عملا وهذا القصور منهم وتکلف لان لقائل ان یقول ان من عرف الشیء حجة علی من لم یعرف وهذا مسلم ومن انکر فقه اظلم ولم ینصف علی ان انسا بنفسه قد رای النبی ﷺ رافعا یدیه۔ کما مرفی الخبر الثالث من الدلیل الرابع من القضیة الاولی فارجع البصرهل تری من فطور . فثبت ان العمل من سید الدارین علی کلا الامرین تاره فتارة وهذا هو القول الاقرب و الاوسط وان کان الرفع احب لانه اثبت واضبط وللقلوب اربط وللا بتهال انشط .

قال ابو محمد:...... والاشارة من الروایة ما اخرجه بسنده عبد بن حمید فی مسنده قال حدثنا حماد بن عیسی البصری قال حدثنا حنظلة بن ابی سفیان قال سمعت سالم بن عبدالله بن عمر بن الخطاب عن ابیه عن جده قال کان رسول الله ﷺ اذا مد یدیه فی الدعاء لم یزدهما حتی یمسح بهما وجهه .

قال ابو محمد: ...... حماد بن عیسی ضعیف و بقیة رجاله موثقون فی التقریب ولکن له شاهد عند الطبرانی عن الولید بن المغیث قال قال رسول الله ﷺ اذا دعا احد کم فرفع یدیه فان الله عزوجل جاعل فی یدیه برکة ورحمة فلا یر دهما حتی یمسح بهما وجهه وله شاهد آخر ایضا عند الطبرانی عن ابن عمر .

قال ابو محمد: ...... ففی هذا الخبر اشارة الی الاختیار کما تشیر الیه الفاظ النبی المختار علیه الوف صلواة وسلام الی یوم القرار .

قال ابو محمد: ...... فکلا الا مرین سنة ولکل منهما حجة وبینة فالا تیان والترك سواء بلاعیب وامتراء فلا یعیب التارك علی الآتی ولا الآتی علی التارك فالمتوسطون یرفعون ویترکون وهو احسن المسالك الا ان للمثبت ترجیح نجیح علی الرای السوی الصحیح لانه وان ثبت کلا هما لکنه صریح وهذا مسلم و الانکار عنه قبیح وبه تنتهی المسئلة الاولی مع الجواب الملیح .

بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلبی ربط کا سبب اور عاجزی کا موجب ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:......اس کی طرف وہ روایت بھی اشارہ کرتی ہے جو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں بیان کی ہے کہ حماد بن عیسی بصری نے حنظلہ بن ابی سفیان سے اور انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ہاتھ دعا کے لیے بلند فرماتے تو ان کو واپس نہ لوٹاتے تھے، جب تک اپنے چہرے پر نہ پھرتے تھے۔

ابو محمد نے کہا کہ:......حماد بن عیسیٰ ضعیف ہے اور دوسرے راویوں کی صاحب تقریب نے توثیق کی ہے اور اس کا طبرانی میں ولید بن مغیث سے شاہد ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے دعا مانگے اور ہاتھ اٹھائے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں میں برکت اور رحمت ڈالنے والا ہے۔ پس ہاتھوں کو واپس نہ کرے، حتیٰ کہ منہ کے اوپر نہ ٹھہرے اور اس کے لیے اور بھی شاہد ابن عمر سے طبرانی میں ہے۔ ابو محمد نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اختیاری ہے جس پر پیارے پیغمبر ﷺ کے الفاظ شاہد ہیں اور ان کی ذات بابرکات پر قیامت تک لاکھوں درود وسلام ہوں۔ ابو محمد نے فرمایا دونوں امر سنت ہیں اور ہر ایک کے لیے دلیل ہے۔ اجتماعی ہاتھ اٹھانا یا نہ اٹھانا دونوں برابر ہیں۔ اس لیے اس کا تارک عمل کرنے والے کو برا نہ سمجھے اور نہ عمل کرنے والا اس کے تارک کو برا سمجھے اور درمیانی راہ پر چلنے والے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے بھی ہیں اور کبھی چھوڑتے بھی ہیں اور یہی سب سے بہتر مسلک اور طریقہ ہے، مگر پھر بھی ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنے والے عمل کو ترجیح ہے، اگر چہ دونوں عمل ثابت ہیں لیکن ہاتھ اٹھانا زیادہ صریح ہے اور اس کا انکار فعل قبیح ہے اور اس کے ساتھ مسئلہ احسن جواب کے ساتھ اختتام کو پہنچتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: ...... ابوا النبی صلی اللہ علیه وسلم ماتا علی الاسلام أم علی الکفر وعلی الثانی هل هما الی الآن کذالك ام لا وقدروی حدیث صححهٗ القرطبیؒ ان اللہ احیا هما فآمنا بهٖ صلاۃ علیه وسلم اکراماً لهٗ بینوا بالادلة البینات والبراهین الواضحات لیحق الحق الحقیق والباطل تهوی به الریح فی مکان سحیق

الجواب: ...... اقول مستعینا من اللہ الودود واصوْل متمسکاً بذی العرش المحمود الحق انهما ماتا علی الکفر وهما الی الآن کذالك ولم یثبت شئ غیر ذالك وهو اصح المسالك ودونهٗ هالك وحالك والذین اثبتوالهما نجاۃ تشیعوا فی مسالك صفاۃ تحسبهم جمیعاً وقلوبهم شتیٰ فذهب بعضهم من هنا وبعضهم من هنا قد اتیٰ فلم یجعلوا لهم مکانا سوی ولم یتمسکوا باوثق العای فاول ما ابدأ بمذاهبهم وبالمفاسد الواقعة ومشابهم ثم اتی بالدلائل فان الاثبات بعد النفی عین السدید کما فی کلمة التوحید.

قال ابو محمد: ...... فمنهم من قال انهما ماتا علی الفطرۃ قبل البعثة وهٰذا مجرد دعویٰ لا دلیل معها ولا داعیة الیها وما ذکروه من الآیات کقولهٖ تعالیٰ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا وغیرهٗ من الکریمات ویکفی من الاستدلال بها والا ستنباط منها انهٗ لاینکر وصولهما دعوۃ عیسیٰ علیه السلام لوجه یلزم او بطرق یسلم ثم تصریح النبی صلی اللہ علیه کما سنذ کره فی الدلیل الرابع ینفیه وما بنوامن المشرفة الکاذبة یسویه ثم ذکروامن الاحادیث الواردۃ فی امتحان اهل الفترۃ فهٰذا هو النقش قبل اثبات العرش وحسبك برّد ذالك ان عبدالمطلب هو ایضاً من اهل الشرك کما هو المصرح فی الدلیل الآخر فثبت انهٗ لیس من اهل الفترۃ فابنه ایضاً کذالك وبطل تعلقهم بذالك.

قال ابو محمد: ...... ثم تلك الاخبار بعضها ضعیف جداً من عطیه ابن سعید العوفی المدلس وما ادعی اهل العلم صحتهٗ فمضطرب المتن ففی خبر الاسود بن سریع عنداحمد واسحاق بن راهویه و البیهقی فی کتاب الاعتقاد واما الذی مات فی الفترۃ فیقول یارب ما اتانی لك رسول فیأخذ مواثیقهم لیطیعنه فیرسل الیهم ان ادخلو النار فمن دخلها کانت علیه برذا و سلاماً ومن لم یدخلها یستجر الیها وفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کا معاملہ

سوال:...... اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کے والدین کی وفات حالت کفر میں ہوئی یا وہ مسلمان تھے؟ اور اگر ان کی وفات حالت کفر میں ہوئی تو کیا وہ اب بھی اسی حالت پر ہیں یا نہیں؟ ایک روایت بیان کی جاتی ہے جسے قرطبی نے صحیح کہا ہے "ان اللّٰہ احیا ھما فامنا بہ ﷺ اکراما لہ" یعنی "اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اکرام کی خاطر انہیں زندہ فرمایا تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔"
مذکورہ بالا مسئلہ کو واضح دلائل کے ساتھ بیان فرمایئے تاکہ سچی حقیقت ثابت ہو جائے اور باطل کو دلائل کی آندھی دور پھینک دے۔

الجواب:...... اللہ مہربان صاحب عرشِ عظیم کی مدد مانگتے ہوئے اور اسی پروردگار کا سہارا لیتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں حالت کفر میں فوت ہوئے اور وہ دونوں اب تک اسی حالت پر ہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور چیز ثابت نہیں ہے۔ یہ ہی صحیح ترین نکتہ نظر ہے اور اس کے علاوہ ہلاکت اور بربادی ہے۔
رہے وہ حضرات جو ان کے لیے نجات ثابت کرتے ہیں وہ خود مختلف وادیوں "فَتْرَۃٌ" عربی میں خالی وقت یا وقفے کی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں پر مراد ہے عیسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان کا وقت۔ میں بھٹک رہے ہیں۔ بظاہر اکٹھے ہیں لیکن درحقیقت کوئی ایک بات کرتا ہے تو دوسرا کچھ اور ہی بیان کرتا نظر آتا ہے۔ لہٰذا وہ خود ایک بات پر متفق نہیں اور نہ انہوں نے کسی مضبوط دلیل کو ہی پکڑا ہے۔

آپ ﷺ کے والدین کی نجات کے قائلین کا نکتہ ہائے نظر:

سب سے پہلے میں ان کے نکتہ ہائے نظر کو بیان کروں گا اور اس سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا بھی ذکر کروں گا اس کے بعد اپنے نکتہ نظر کے دلائل پیش کروں گا اس لیے کہ باطل کی نفی کے بعد حق کا اثبات بالکل درست طریقہ ہے جیسا کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ میں بیان ہوا ہے۔
راقم ابو محمد کہتا ہے کہ:...... تو ان قائلین میں سے بعض کا کہنا ہے کہ ان کی وفات بعثت نبوی سے پہلے حالت "فَتْرَۃٌ" میں ہوئی، حالانکہ یہ خالی خولی دعویٰ ہے جس کے لیے نہ تو دلیل ہے اور نہ اس طرح کے دعویٰ کی کوئی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں جو آیات پیش کرتے ہیں جیسے کہ اللہ کا یہ فرمان "وما کنا معذ بین حتیٰ نبعث رسولا" یعنی ہم تب تک عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں" اور اس کے علاوہ اس مضمون کی آیات ان آیات سے اس طرح کی دلیل پکڑنے یا مسئلہ نکالنے کے جواب میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ

حديث ثوبان عند الحاكم لودخلوها اول مرة كانت عليهم بردا و سلاماً وهذا تناقض ظاهر وفی حديث انس عند البزار وابی يعلیٰ فيقول لهم انی كنت ابعث الیٰ عبادی رسلاً من انفسهم وانی رسول نفسی اليكم ادخلوا هٰذه وهٰذا ايضاً خلاف فی ذكر ارسال الرسل ثم فی هٰذا الخبر فيقول من كتب عليه الشقاء يارب اتد خلنا ها وما كنا نعرف ومن كتب له السعادة فيمضی ويقتحم فيها مسرعاً فيقول الله قد عصيتمونی فانتم لرسلی اشد تكذيبا ومعصية فيدخل هٰؤ لاء الجنة وهٰؤ لاء النار .

قال ابو محمد:...... فهٰذا ان صح اول دليل لابطال تعلقها به وقاطع للنزاع لانهٗ يحتاج الی التعيين فی كون الابوين فی احد الفريقين بالدليل اللماع وأمّا قولهم لايطن بابوی النبی صلی الله عليه وسلم الاخيراً فما نراه الا وهماو حيراً وهو لايثقل مع القواطع والجزم بخلافه والتعيين بمذهب ابی طالب واسلاقه كما سياتی مكانه مع ذكر الدليل وبيانه .

قال ابو محمد:...... ثم قولهٗ تعالی لايذو قون فيها برداً والاشربا (النبا) يكذب ذالك فانهٗ دليل علیٰ ان الذی يدخل نارجهنم لايجدهٗ برداً ولاسلاماً قال ابو محمد والعجب من القائلين بانهٗ يرجی لهٗ التثبت لابويه عند الامتحان ولا معنیٰ لهٰذا الترجی بعد ما افتی به سيد بنی عدنان وهٰذا ابو ابراهيم وابن نوح وزوجتهٗ وزوجة لوط ثم عم المصطفیٰ صلی الله عليه وسلم والجد وهٰذا كلهٗ رد لزعمهم ولما افشوه سرًّا .

قال ابو محمد:...... ثم خصّوا هٰذا الحكم بمن لم تبلغه الدعوة ولم يثبتوا ذالك لابوين وهٰذه سفسطة بل قطعهٗ صلی الله عليه وسلم بانهٗ فی النار ثم امتناعه للامه عن الاستغفار دليل علیٰ انهما بلغتهما الدعوة وكانا من اهل الانكار فاحفظ فانهٗ نفيس لاتجدهٗ فی الاسفار ولودرت لحصوله فی الاقطار ثم يكذب هٰذا قولهٗ تعالیٰ يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحيٰوة الدنيا و فی الآخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء (ابراهيم) نسأ لهم هل ماتا علی الكفر اوعلی الايمان علی الثانی يكذبهٗ الحديث وعلی الاول لايرجی لهم التَثبت اصلاً ان سلمنا الامتحان لان المثبت هو الله تعالی وحدهٗ وقد انكر ذالك .

قال ابو محمد:...... واحتجوا لذالك باخبار ساقطة وضفاف واهية نحن نتكلم عليها

ان تک عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے پہنچنے کا انکار نہیں ہوسکتا۔ ایسا انکار جو ثابت ہو جائے اور اعتراضات سے محفوظ ہو۔ پھر خود نبی ﷺ کی تصریح جو کہ ہم چوتھی دلیل میں بیان کریں گے اس بات کی نفی کرتی ہے اور جو جھوٹی عمارت انہوں نے بنائی ہے اسے ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

پھر وہ احادیث بیان کرتے ہیں جن میں "اهل الفترہ" دورفترت کے لوگوں کا امتحان مذکور ہے۔ یعنی پہلے دعوے کے ثبوت سے پہلے ہی اس کے حق میں دلائل [1]! اور اس کی تردید کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ عبدالمطلب خود اھل شرک میں سے ہیں جیسا کہ آئندہ دلیل میں بیان ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ اھل فترت میں سے نہیں تو پھر ان کے بیٹے بھی اسی طرح اھل فترت میں سے نہ ہوں گے اور یوں ان قائلین کا یہ استدلال بھی باطل ہوا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے کہ:...... پھر یہ روایات ان میں سے بعض تو انتہائی ضعیف ہیں جو کہ عطیۃ بن سعید العوفی جو کہ مدلس ہے سے مروی ہیں۔

اور جن روایات کے صحیح ہونے کا دعویٰ اہل علم نے کیا ہے ان کے متن میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے جو روایت امام احمد، اسحاق بن راھویہ اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں "واما الذی مات فی الفترۃ فیقول یارب ما اتانی لك رسول فیأخذ مواثیقھم لیطیعنه فیرسل الیھم ان ادخلوا النار فمن دخلھا کانت علیه بردا وسلاما ومن لم یدخلھا یسحب الیھا" (اور جو شخص حالت فترت میں فوت ہو وہ کہے گا اے پروردگار میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا تو اللہ ان سے پکا عہد لے گا کہ ضرور اللہ کی بات مانو گے پھر انہیں حکم دے گا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ تو جو اس میں داخل ہوا اس کے لیے وہ ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو نہ داخل ہوا اسے گھسیٹ کر اس میں ڈال دیا جائے گا)۔

جبکہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ "لو دخلوھا اول مرۃ کانت علیھم برد اوسلاما" یعنی "اگر پہلی دفعہ ہی وہ داخل ہو جاتے تو ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جاتی" دونوں روایتوں میں جو تناقص ہے یہاں پر وہ واضح ہے۔

بزار اور ابو یعلی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "فیقول لھم انی کنت ابعث الی عبادی رسلا من انفسھم وان رسول نفسی الیکم ادخلوا ھذہ" تو اللہ ان سے فرمائے گا یقیناً میں نے اپنے بندوں کی طرف ان میں سے رسول بھیجے تھے اور تمہاری طرف اپنا یہ پیغام خود بھیجتا ہوں کہ اس (آگ) میں داخل ہو جاؤ یہاں پر جو رسولوں کے بھیجنے کا ذکر ہے وہ مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے مختلف ہے۔

---

[1] "فھٰذا ھو النقش قبل اثبات العرش".

بما یکفی ویشفی فذکروا حدیثاً اخرجه ابن جریر فی تفسیرہٖ قال حدثنی عبادبن یعقوب قال حدثنا الحکم ابن ظهیر عن السدی عن ابن عباس فی قولہٖ تعالی وسوف یعطیك ربك فترضی قال من رضی محمدٍ صلی اللّٰه علیه وسلم ان لایدخل احد من اهل بیتہٖ النار .

قال ابو محمد: ...... هٰذا خبر کذب بحق والاحتجاج بہٖ حرام سحت لان فی سندہٖ الحکم بن ظهیر قال فی التقریب متروك رمی بالرفض واتهمهٗ ابن معین اھ وفی الکامل لابن عدی قال یحیٰ وصالح جزره کذاب وزاد یضع الحدیث وقال ابن حبان یشتم الصحابة ویروی عن الثقات الموضوعات وقال البحاری وابو زرعة وابو حاتم والنسائی متروك وزاد النسائی وقال ابو داؤد ایضًا لایکتب حدیثهٗ وضعفهٗ احمد وقال الجوزجانی ساقط لمیلہٖ کذافی التقریب وقال صاحب المیزان هو من غلاة الشیعة ورعوس البدعة . اھ فهوان کان صادقاً فی نفسہٖ تکن خبرهٗ لایقبل لانهٗ کان ممن یدعوا الیٰ بدعتہٖ وروایتهٗ مطرحة کماهی فی الاصول مصرحة فقد قال ابن حبان فی ثقاتہٖ کان داعیاً الی الرفضة ومع ذالك یروی المناکیر عن المشاهیر فاستحق الترك اھ. قال ابو محمد ویکفی لبطلانہٖ انهٗ یبطلهٗ قولهٗ تعالی یانساء النبی من یأت منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین (الاحزاب ۳۰) ثم یلزم من هٰذا ان یکون ابو طالب وسائر المشرکین من اهل قرابتہٖ نا جیاً ولانعلم احداً من هٰؤلاء الظالمین لذالك راجیاً بل والذی بعثهٗ بالحق لم یکن یرضی نجاة نفس من اهل الشرك والطغیٰ .

قال ابو محمد: ...... وحدیث آخر قالوا اخرجه الحاکم فی المستدرك وصححهٗ عن ابن مسعود قال قال شاب من الانصار لم ادرجلاً کان اکثر سؤالاً لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم منه قال یا رسول اللّٰه ارأیت ابواك فی النار فقال ماسألت ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یومئذٍ المقام المحمود .

قال ابو محمد: ...... لقد تعقبهٗ الذهبی فی تلخیص المستدرك فقال بعد قول الحاکم "صحیح" لا واللّٰه فعثمان ضعفهٗ الدارقطنی اھ ولانعلم الذهبی حانثا فیما حلف بل صدق فیما قال وما حلف فقال ابن معین لیس بشیٔ وکان یحی وابن مهدی لا یحدثان عنه وکان شعبة لایرضاه وقال ابن عبد البر ضعفه کلهم وقال ابو احمد

پھر آگے اسی روایت میں ہے " فیقول من کتب علیه الشقاء یا رب اتد خلناها ومنها کنا نفرق ومن کتب له السعادة فیمضی ویقتحم فیها مسرعا فیقول الله قد عصیتمونی فانتم لرسلی اشد تکذیبا ومعصیة فیدخل هٰولاء الجنة وهٰولاء النار "

تو جس کے لیے یہ بختی لکھ دی گئی ہوگی کہے گا اے پروردگار کیا تو ہمیں اس آگ میں داخل کر دے گا حالانکہ اسی بات کا تو ہمیں ڈر تھا اور جن کے لیے نیک بختی لکھی ہوگی تو وہ جائے گا اور تیزی سے اس (آگ) میں گھس جائے گا پھر اللہ فرمائے گا تم لوگوں نے میری نافرمانی کی تو تم میرے رسولوں کی نافرمانی اور جھٹلانے میں تو اس سے بھی بڑھ کر ہوتے تو وہ (داخل ہونے والے) جنت میں جائیں گے اور یہ دوسرے جہنم میں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:......تو یہ بات اگر ثابت ہو جائے اہل فترت کے امتحان کے متعلق تو یہ پہلی دلیل قاطع ہے ان کے دعوے کو باطل کرنے کے لیے کیونکہ یہ چیز والدین پیغمبر کے مذکورہ دونوں گروہوں میں سے کسی ایک گروہ میں سے ہونے کے لیے دلیل یقینی کا تقاضا کرتی ہے اور رہی یہ بات کہ پیغمبر ﷺ کے والدین کے بارے اچھا گمان ہی کرنا چاہیے ہمارے نزدیک یہ خالی خولی وہم اور وسوسہ ہے جو کہ ان یقینی اور قطعی دلائل کے مقابلے میں باقی رہ نہیں سکتا جو کہ ابو طالب اور ان کے بڑوں کے مذہب اور عقیدے کے متعلق واضح ہیں جن کا بیان آگے آئے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے کہ:...... پھر اللہ کا یہ فرمان ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾ اس بات کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اس ایت میں واضح ہے کہ جو جہنم میں داخل ہوا وہ اسے ٹھنڈک اور سلامتی والی نہ پائے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے کہ:...... اور قائلین کی یہ بات باعث حیرت ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کے لیے امتحان کے وقت ثابت قدم رہنے کی امید کی جاتی ہے حالانکہ آپ ﷺ کے واضح فرمان کے بعد اس امید کا کوئی معنی نہیں رہتا اور یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد، نوح علیہ السلام کا بیٹا اور بیوی، لوط علیہ السلام کی بیوی پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کا چچا اور دادا اور یہ تمام امور ان کے گمان کی تردید کے لیے کافی ہیں اور ان کے بیانات کے لیے مسکت ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اس حکم کو خاص قرار دیتے ہیں ان کے لیے جن کے پاس دعوت نہ پہنچی ہو اور یہ بات والدین رسول کے لیے ثابت نہ کر سکے اور یہ کج بحثی ہے۔

بلکہ آپ ﷺ کا واضح فرمان کہ وہ جہنم میں ہے پھر اپنی والدہ کے لیے دعائے مغفرت سے رک جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کی پاس دعوت پہنچی اور وہ منکر ہوئے سو اس بات کو ذہن میں سنبھال کر رکھنا یہ باریک بات ہے جو بڑی بڑی کتابوں میں نہ پاؤ گے اگر چہ دنیا چھان مارو۔ پھر اللہ کا یہ فرمان بھی اس کی تکذیب کرتا ہے کہ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ

الحاكم ليس بالقوى عندهم وقال ابن حبان اختلط حتىٰ لايدرى ما يقول لايجوز الاحتجاج بهٖ وقال ابن عدى ردئ المذهب قال فى التشيع يؤمن بالرجعة ويكتب حديثهٗ مع ضعفهٖ وقال الدارقطنى متروك وقال ابو حاتم واحمدو البخارى منكر الحديث كذافى التهذيب .

قال ابو محمد: ...... قول ابن عدى يكتب حديثهٗ اى للعبرة لا للاحتجاج ولا الاستشهاد كيف وقد قال البخارى من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه .

قال ابو محمد: ...... ثم لوصح لكان عليهم لالهم لان فيه تقريرهٗ صلى الله عليه وسلم لقولهٖ ابو اك فى النار ثم قدثبت انهٗ صلى الله عليه وسلم ما سأل ربهٗ النفى ثم الوا وفى قولهٖ وانى لقائم يو مئذٍ دليل علىٰ انهٗ لايسأل فيهماربهٗ يومئذٍ ايضاً .

قال ابو محمد: ...... وذكر واحديثا اخرجه ابو سعيد فى شرف النبوة عن عمران بن حصين سألت ربى ان لايدخل النار احداً من اهل بيتى فاعطانى ذالك . اور دهٗ المحب الطبرى فى ذخائر العقبىٰ قال ابو محمد: هٰذا خبر بلا سند فليس بمستند ومتنهٗ يكذبهٗ ويبطلهٗ وعن الاحتجاج ويسقطه وينزلهٗ لمخالفتهٖ الآية المذكورة وايضاً وقد قال صلى الله عليه وسلم لبنتهٖ انقذى نفسك من النار فانى لا املك لك من الله شيئاً اخرجهٗ مسلم وايضاً فا لمشرك ليس من اهل النبى صلى الله عليه وسلم فقد عاتب الله سبحانهٗ و تعالىٰ نبيهٗ نوحاً عليه السلام فقال يا نوح انهٗ ليس من اهلك انهٗ عمل غير صالح فلاتسئلن ماليس لك بهٖ علم انى اعظك ان تكون من الجاهلين (هود) وحاش لله ان يسأل النبى صلى الله عليه وسلم للمشرك وهو يتلواهٰذه الآية آناء الليل و آناء النهار .

قال ابو محمد: ...... وذكر واحديثاً اخرجه ابو القاسم التمام الرازى فى فوائدهٖ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذاكان يوم القيامة شفعت لابى وامى وعمى ابى طالب واخ لى فى الجاهلية .

قال ابو محمد: ...... هٰذا خبر لايستدل بهٖ عاقل وقدراجعنا الى عين فوائد للتمام ففى سندهٖ الوليد بن مسلمة الطبرى الازدى قال ابو حاتم والدارقطنى ذاهب الحديث وزاد متروك الحديث وقال دحيم والعقيلى عن مسهر كذاب وقال همام منكر

يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراھیم : ۲۷) ترجمہ: (اللہ ثابت قدم رکھے گا ایمان والوں کو دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور ظالموں کو بھٹکا دے گا اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)۔

تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی یا ایمان پر؟ دوسری بات کو تو حدیث رسول جھٹلاتی ہے اور اگر پہلی شق لیں تو ان کے لیے ثابت قدمی کی امید بالکل نہیں رہتی اگر ہم اھل فترت کے لیے امتحان تسلیم کر بھی لیں کیونکہ اس کا اثبات خود قائلین کر رہے ہیں اور دوسری ہی سانس میں انکار بھی کر دیتے ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اپنے اس دعوے کی دلیل میں کچھ ضعیف اور گری پڑی روایتیں لاتے ہیں ہم ان پر بھی کافی اور شافی کلام کیے دیتے ہیں۔ ایک روایت بیان کرتے ہیں جسے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ "مِن رضٰی محمد ان لا یدخل احد من اھل بیته النار" یعنی آپ ﷺ کی رضا تو یہ ہے کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ روایت خالص جھوٹ اور اس کو دلیل بنانا قطعاً حرام ہے کیونکہ اس کی سند میں الحکم بن ظہیر ہے جس کے متعلق التقریب میں آیا ہے "متروک"۔

پھر اس سے بھی لازم آتا ہے کہ ابو طالب اور آپ ﷺ کے تمام مشرک رشتے دار بھی ناجی قرار پائیں اور ان میں سے ہم کسی کو اس بات کا قائل نہیں پاتے بلکہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ ﷺ کہ حق کا پیامبر بنا کر بھیجا وہ کسی مشرک اور سرکش کی نجات کو پسند کرنے والے نہ تھے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ایک اور حدیث جیسے حاکم نے مستدرک میں درج کیا ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا ایک انصاری نوجوان جو کہ بکثرت آپ ﷺ سے سوالات کیا کرتا تھا اس نے کہا کہ "آپ کے والدین جہنم میں؟" تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ "ما سالت ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم یو مئذ المقام المحمود"[1] یعنی جس دن میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا جو سوال اپنے پروردگار سے کروں گا وہ ان دونوں کے حق میں مجھے عطا کرے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ "لا واللہ فعثمان ضعفه الدار قطنی" نہیں اللہ کی قسم یہ روایت صحیح نہیں ہے عثمان بن عمیر کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے۔

---

[1] ترجمہ (میں نے ان کے بارے میں اپنے رب سے سوال نہیں کیا کہ وہ مجھے ان کے بارے میں عطا کرتا اور بیشک میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا) کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں۔

الحدیث وقال ابن حبان یضع الحدیث علی الثقات وقال ابن عدی احادیثہٗ غیر محفوظة وقال ابو زرعة جاء ابنہٗ عنه بالاوابد کذا فی لسان المیزان للعسقلانی .

قال ابو محمد: ...... وقال التمام ابو القاسم نفسہٗ فی فوائد: بعد ذکر الخبر والولید بن سلمة منکر الحدیث اھ وقد اقر السیوطی فی مسالك الحنفاء بضعفہٖ وهو کما تریٰ بلغ درجة الموضوع فهو کذب مختلق مصنوع .

قال ابو محمد: ...... وهٰذا الخبر یستلزم اسلام ابی طالب وهو خلاف النصوص الصریحة وهو کاف بعطلان هٰذه الروایة المخترعة وایضاً فکیف یشفع النبی صلی الله علیه وسلم لمن نهی النبی عنه الاستغفار لہٗ کما سیأتی وقد قال الله تعالی ولا یشفعون الالمن ارتضیٰ وهم من خشیتہٖ مشفقون (الانبیاء) وبیقین ندری ان الله لایرضی بشفائة الشرك لانہٗ قدانکر من غفرانہٖ .

قال ابو محمد: ...... ولقائل ان یقول ان المراد بالشفاعة سؤال الاستیذان للمغفرة کما هوا لظاهر من قصة عمہٖ اوامہٖ وستأتی وایضاً فالدلیل الآخر کاف لتکذیب هٰذا الخبر فانہٗ یقتضی جواز الشفاعة لابی طالب ایضاً .

قال ابو محمد: ...... ومنهم من قال لم یثبت عنهما الشرك بل کانا علی الحنیفیة ملة ابراهیم علیه السلام وهٰذا ابطل من الاول یرد علیه القطع والتخصیص ولیس لهم عن ذالك محیص واستدلوا لذالك من المقدمتین الاولیٰ ان کل اصل من اصولہٖ صلی الله علیه وسلم من اٰدم الیٰ والدہٖ خیر الخلق والثانیة انہٗ لم تخل الارض من لدن نوح الیٰ بعثتہٖ صلی الله علیه وسلم من مات علی الفترة وقالوا فلوکان من الشرك لم یکونا من خیر الناس .

قال ابو محمد: ...... ویرد علی الاول ان الخیریة من حیث النسب لا من حیث الشرع الاتریٰ ان والد ابراهیم اٰذر کان مشرکا وقد تفواهوا بانہٗ کان عمہٗ لا ابوه وهو خلاف القرآن والآیات فی ذالك کثیرة لاسماقولہٗ تعالیٰ واذقال ابراهیم لابیه اٰذر اتتخذ اصناما اٰلهة انی اراك وقومك فی ضلال مبین (الانعام) ثم قولہٗ صلی الله علیه وسلم ان الله اصطفیٰ من ولد ابراهیم اسماعیل من ولد اسماعیل بنی کنانه واصطفیٰ من بنی کنانه قریشا واصطفیٰ من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم اخرجه الترمذی . فهل تریٰ هٰذا الاصطفاء من حیث النسب ام لاجل

اور ہم ذہبی کو اس کی قسم میں قصور وار نہیں سمجھتے بلکہ اس نے جو کہا سچ کہا ہے اس عثمان بن عمیر کے بارے میں ابن معین کہتے ہیں "ولیس بشی" "یہ تو کچھ بھی نہیں" یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن مہدی اس سے روایت بیان کرتے تھے اور شعبہ اسے پسند نہ کرتا تھا اور ابن عبدالبر کہتا ہے "ضعفه کلهم" ہر ایک نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابو احمد الحاکم نے خود تسلیم کیا ہے کہ "لیس بالقوی عندهم" کہ یہ راوی محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ اور ابن حبان کہتا ہے اختلط حتی لا یدری ما یقول لا یجوز الاحتجاج به" اختلاط کا شکار ہوگیا تھا یہاں تک کہ اسے پتہ ہی نہ پڑتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہے اس کی روایت سے حجت پکڑ نا جائز نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا بد مذھب ہے شیعت میں رجعت کے عقیدے کا قائل ہے دار قطنی نے کہا متروک ہے۔ ابو حاتم احمد اور بخاری نے کہا کہ منکر الحدیث ہے۔ یہ تمام اقوال التھذیب میں منقول ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ابن عدی نے کہا ہے کہ " یکتب حدیثه مع ضعفه " اس کی حدیث ضعیف ہونے کے باوجود لکھ لی جائے'' اس سے مراد یہ ہے کہ عبرت اور تنبیہ کے لئے نہ کہ حجت یا شہادت کے لیے اس لیے کہ امام بخاری کہتے ہیں جسے میں منکر الحدیث کہتا ہوں اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اگر یہ روایت صحیح مانی جائے تو بھی ان قائلین کے خلاف جاتی ہے کیونکہ اس سے آپ ﷺ کی جانب سے انصاری نوجوان کے سوال " ابواك فی النار " آپ کے والدین جہنم میں کی تصدیق ثابت ہوتی ہے پھر (ماسالت) ما (نافیہ) سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنے رب سے کوئی سوال نہیں فرمایا پھر "وانی لقائم یومئذ " کا واؤ اس بات پر دال ہے آپ ﷺ اس دن بھی ان کے لیے سوال نہ فرمائیں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ایک حدیث بیان کرتے ہیں جسے ابو سعید نے شرف النبوۃ میں عمران بن حصین سے روایت کیا ہے " سالت ربی ان لا ید خل النار احدا من اهل بیتی فاعطانی ذالك " اس روایت کو محب الدین الطبری نے ذخائر العقبیٰ میں نقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ روایت بغیر سند کے ہے لہٰذا غیر معتبر ہے اور اس کا متن ہی اس کی تکذیب اور ابطال کے لیے کافی ہے جو کہ اسے دلیل بنانے سے مانع ہے مذکورہ بالا آیت کی مخالفت بھی اس کی تردید کرتی ہے اس کے علاوہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ سے فرمایا" انقذی نفسك من النار فانی لا املك لك من الله شیئا " اپنے آپ کو جہنم سے بچانا کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں تمہاری لیے کسی چیز کا مالک نہیں'' (صحیح مسلم) اور مزید یہ کہ مشرک اہل النبی ہے ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام پر عتاب فرماتے ہوئے اس کے بیٹے کے متعلق فرمایا ﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (هود: ٤٦) (سورہ ھود) تو اللہ تعالیٰ نے

التوحيد والاسلام . فتفكر .

قال ابو محمد: ...... ويرد على الثانية انهٗ قول لا دليل لقائله ومستند لعامله وما اتوابه من الآثار فمنها ضعيفة ومنقطعة وبعضها غير صريحة ثم هى ليست حجة عنداهل الحق وانما الحجة المرفوع وما سواه مد فوع فبطلان المقدمتين يسلتزم بطلان النتيجة لما لايخفىٰ علىٰ طالب الحقيقة

قال ابو محمد: ...... استد لوا لذالك ايضاً بحديث البخارى ومسلم عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت عمرو بن لحى الخزاعى يجر قصبع من النار كان اول من سيب لسوائب .

قال ابو محمد: ...... فاى دليل علىٰ اتباع الابوين لهٗ بل اخبارهٗ صلى الله عليه وسلم بانهٗ فى النار دليل علىٰ انهٗ لم يتعرض لهٗ بالانكار ثم ليس الشرك منحصراً فى هٰذا بل لهٗ اقسام غير ذالك فالا ستدلال لهٗ فى غاية السقوط ولا يفيد لهم الا الهبوط .

قال ابو محمد: ...... واستدلوا بقوله تعالىٰ وجعلها كلمة باقية فى عقبه (الزخرف) وقالوا اخرج عبد بن حميد فى تفسيره عن ابن عباس فى تفسيره قال لااله الا الله باقية فى عقب ابراهيم ولم يذكروالهٗ سنداً فكيف يكون مسنداً ثم هٰذا لايلزم منهٗ ان لايكون احد من ذريته مشركا وهٰذا يرد عليه كفر عبدالمطلب وذكرو اعن قتاده بن دعامة ايضا انهٗ قال التوحيد لايزال فى ذريته من يقولها بعدهٗ والجواب عنه كالذى قبلهٗ ويرد هٰذا كلهٗ قولهٗ تعالىٰ واذا بتلىٰ ابراهيم ربهٗ بكلمات فاتمهن قال انى جائلك اماماً قال ومن ذريتى قال لاينال عهدى الظالمين (البقره)

ففى الكريمة دلالة علىٰ انّ من ذريته من لاينال عهد الله لاجل ظلمه واصرح من ذالك قولهٗ تعالى ومن ذريتهما محسن وظالم لنفسه بين (الصافات)

ثم هو جملة فقولهٗ صلى الله عليه وسلم ابى فى النار مستثنىٰ منها .

قال ابو محمد: ...... واستدلوا بقوله تعالىٰ رب اجعل هٰذا البلد اٰمنا واجنبنى وبنى ان نعبد الاصنام (ابراهيم) ويخدش الاستدلال منه موت ابى طالب على الكفر وهو من ذريته بل من عصمه الله تعالى فهو المعصوم ثم هو من باب تعارض العام مع الخاص فيقدم عليه كماذهب اهل الاصول اليه .

قال ابو محمد: ...... وذكرواثراً عن ابن جرير فى تفسير الكريمة عن مجاهد قال

فرمایا اے نوح یہ تیرے اہل میں سے نہیں اس کا عمل اچھا نہیں تو تو مجھ سے ایسی چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں جاھلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ (سورہ ہود)

اور اللہ پاک اور برتر ہے اس بات سے کہ اس کا رسول اس آیت کو پڑھنے کے بعد بھی کسی مشرک کے لیے دعائے مغفرت کرے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور روایت بیان کرتے ہیں جسے ابو القاسم التمام الرازی سے فوائد التمام میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اذا کان یوم القیامة شفعت لا بی وامی وعمی ابی طالب واخ لی فی الجاهلية" جب قیامت ہوگی تو میں اپنے باپ، ماں، چچا ابو طالب اور زمانہ جاہلیت کے ایک بھائی کے لیے شفاعت کروں گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ روایت جھوٹی ہے اور کسی عقلمند کے لیے اس سے دلیل پکڑنا مناسب نہیں ہم نے جب اس روایت کو فوائد التمام میں دیکھا تو اس کی سند میں الولید بن سلمہ الطہری کو پایا جس کے متعلق ابو حاتم اور دار قطنی کہتے ہیں" ذاهب الحديث " گئی گزری روایت والا مزید کہا" متروك الحديث " ترک شدہ روایتوں والا جبکہ دحیم اور عقیلی نے مسھر سے اس کے متعلق نقل کیا ''کذاب'' جھوٹا اور ھمام نے کہا منکر الحدیث نا پسندیدہ روایتوں والا ابن حبان کہتے ہیں جھوٹی روایتیں ثقہ راویوں سے منسوب کرتا ہے۔ ابن عدی نے کہا اس کی روایتیں غیر محفوظ ہیں۔ اور ابو زرعہ کہا کرتے اس کا بیٹا اس سے جنگلی (اوابد) روایتیں لاتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... التمام ابو القاسم نے خود اس روایت کو درج کرنے کے بعد کہا ہے کہ الولید بن سلمہ منکر الحدیث سے مسالک الحنفاء میں سیوطی نے خود اقرار کیا کہ روایت ضعیف ہے حالانکہ یہ من گھڑت کے مقام کو جا پہنچی ہے لہٰذا یہ روایت جھوٹ، گھڑی ہوئی، تیار کردہ ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور اس روایت سے ابو طالب کا مسلمان ہونا بھی لازم آتا ہے جو کہ واضح نصوص کے خلاف ہے اور یہ ہی اس جھوٹی روایت کو باطل قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ اس کے لیے بخشش کی دعا کیسے کر سکتے ہیں جس سے آپ ﷺ کو منع فرمایا گیا جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر جس کے لیے اللہ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں (الانبیاء) اور ہم پورے وثوق سے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کی شفاعت کو پسند نہیں فرمائے گا کیونکہ اس نے خود سخت الفاظ میں مشرک کی مغفرت سے انکار فرمایا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ"

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی شفاعت سے یہاں پر مراد ہے شفاعت کے

فاستجاب اللّٰہ لابراھیم دعوتہٗ فی ولدہٖ فلم یعبد احد من ولدہٖ صنماً بعد دعوتہٖ فی ولدہٖ. وھٰذا ان کان المراد من اولادہٖ نفسہٖ فصحیح مسلم والافیرد علیہ باقی الحدیث الصحیح من قول ابی طالب انا علی دین عبد المطلب وابیٰ ان یقول لاالٰہ الااللّٰہ . فقد قال السیوطی فی مسالک الحنفاء الحنفاء بعد ذکر الحدیث ظاھر الحدیثِ یقتضی ان عبد المطلب مات علی الشرک اھ ثم فی السند المثنیٰ بن ابراھیم الاٰملی شیخ ابن جریر لایدری من ھو.

قال ابو محمد: ...... واستدلوا بقولہٖ تعالیٰ رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی . وھٰذا الاستدلال فی غایۃ السخافۃ ولاینکر ذالک الامن بہٖ سفاھۃ لانہٗ لم یقل اجعل جمیع ذریتی مصلین بل "من ذریتی" ومن ھھنا للتبعیض فلایتم بہ الاستدلال ولایزیل الاشکال.

قال ابو محمد: ...... وذکروا ثراً عن ابن جریر اخرجہٗ ابن المنذ رفی الکریمۃ قال فلن تزال من ذریت ابراھیم ناس علی الفطرۃ یعبد ون اللّٰہ وھو بلا سند فلیس بمعتمد ثم لو صح لکان صریحاً فی التبعیض ولایلزم کون الابوین منھم بل ھو محتاج الیٰ دلیل آخر ثم الخبر الصحیح المرفوع الصریح قاضی علیہ فلا یلتفت الیہ

قال ابو محمد: ...... ومنھم من قال ان اللّٰہ تعالیٰ احیا ھما حتیٰ آمنا بہٖ وھٰذا القول ارد من القولین واوھن من الوجھین واستدلوا لما قالوا بخبر باطل کذب فالقول بہٖ من اعجب العجب

قال ابو محمد: ...... وھو ما اخرجہ ابن شاھین فی الناسخ و المنسوخ قال حد ثنا محمد بن الحسن بن زیاد مولی الانصاری حدثنا احمد بن یحیٰ الحضرمی بمکۃ حدثنا ابو غزیۃ محمد ابن یحیٰ الزھری ثنا عبد الوھاب بن موسیٰ الزھری عن عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نزل الی الحجون کئیباً حزیناً فاقام بہٖ ماشاء اللّٰہ عز وجل ثم رجع مسروراً فقلت یارسول اللّٰہ نزلت الی الحجون کئیباً حزیناً فاقمت بہ ماشاء اللّٰہ ثم رجعت مسروراً قال سألت ربی عزوجل فاحیٰ امی فأمنت بہٖ ثم ردھا ."

قال ابو محمد: ...... ھٰذا اسناد مظلم والاستناد بہٖ محرم فان عبد الوھاب بن موسیٰ قال الذھبی فی میزانہٖ لایدری من ذا الحیوان الکذاب فان قلت تعقبہٗ صاحب

لیے اجازت طلب کرنا جیسا کہ آپ ﷺ کے چچا اور والدہ کے قصے میں ہے اور اس کا مزید بیان آگے بھی آئے گا۔ اس بات کی تکذیب کے لینے کے وہ دوسری دلیل کافی ہے کیونکہ اس سے ابو طالب کے لیے بھی شفاعت کو جائز ماننا پڑے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... بعض قائلین کہتے ہیں کہ ان دونوں سے مشرک ثابت نہیں ہے بلکہ وہ دونوں حنیفیت اور دین ابراہیمی پر تھے۔ یہ بات پہلی سے زیادہ باطل ہے جس کے خلاف قطعی اور مخصوص دلائل موجود ہیں جس سے بچاء کا ان قائلین کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

اپنے اس دعوے کے لیے انہوں نے دو مقدمے ترتیب دیے ہیں۔ "المقدمة الاولى: یہ کہ آپ ﷺ کے اجداد آدم علیہ السلام سے ان کے والد ماجد تک چنے ہوئے ہیں۔ المقدمة الثانية: دوسرا یہ کہ نوح علیہ السلام سے آپ ﷺ تک زمین کبھی اہل فترت سے خالی نہیں رہی۔ اور کہتے ہیں اگر وہ اہل شرک ہوتے تو چنے ہوئے (منتخب) نہیں ہو سکتے تھے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پہلی بات کا جواب یہ کہ انتخاب نسب کے اعتبار سے ہے شریعت کے اعتبار سے نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ ازر مشرک تھا جس کے متعلق منہ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ وہ اس کا چچا تھا باپ نہیں تھا حالانکہ یہ بات صریح قرآن کے خلاف ہے۔ بہت سی ایات میں یہ مذکور ہے۔ خاص طور پر یہ ایت کہ ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ ازر سے کہا کہ کیا تم نے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے، میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔" پھر آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ "اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو منتخب فرمایا اور اسماعیل کی نسل میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ھاشم کو اور بنو ھاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا (ترمذی) اب بتاؤ یہ انتخاب نسب کا ہے یا توحید اور اسلام کا لہٰذا اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... دوسری بات کا جواب یہ کہ یہ بلا دلیل بات ہے اور اس کے حق میں جو اثار بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے بعض ضعیف، بعض منقطع اور بعض غیر واضح ہیں۔ اور پھر یہ اہل حق کے نزدیک دلیل ہی نہیں بنتے کیونکہ دلیل صرف قول مرفوع یعنی فرمان رسول ہے۔ لہٰذا ان دونوں مقدموں کا باطل ہونا ان لوگوں کے نکالے ہوئے نتیجے کو بھی باطل کر دیتا ہے جو کہ بالکل واضح ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ لوگ بخاری و مسلم کی ایک حدیث کو بھی دلیل کے طور پر لاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "رایت عمر و بن لحی الخزاعی یجر قصبه فی النار كان اول من

اللسان بان المتهم غیرهٗ ونقل عن الدارقطنی توثیقة قلت توثیق الدارقطنی لا یفید من ثبت کذبهٗ الذهبی لم یجهله وانما عرفهٗ بالکذب وهومن اهل الاستقراء التام فی نقدالرجال قاله العسقلانی فی شرح النخبة ثم صاحب اللسان لم ینکر کونها کذباً وانما اراد الذب عن عبد الوهاب وجعل الحمل علیٰ غیرہٖ. قال ابو محمد ثم فی السند ابو غذیه محمد بن یحیٰ الزهری ضعفهٗ الازدی وقال الدارقطنی متروک کذافی المیزان ونقل فی اللسان عن الدار قطنی منکر الحدیث وقال فی المترجم فی ترجمة عبدالوهاب المذکور رماه الدارقطنی بالوضع اھ وجهله ابن الجوزی فی الموضوعات فان جهل فهالك

وان عرف فحالك ولنعم ما قیل

وان کنت لاتدرك فتلك مصیبة

وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

قال ابو محمد: ...... وتلمیذ احمد بن یحیٰ الحضرمی قال ابن الجوزی فی الموضوعات مجهول وقال صاحب اللسان لم یظهر لنا من مسند النقاش مایتمیز بہٖ وفی طبقتہٖ جماعة کل منهم احمد بن یحیٰ واقربهم الی السند احمد بن یحیٰ بن زکریا مصری اھ فهٰذا الحافظ ایضاً لم یقدر علیٰ تعریفہٖ بل اقر علیٰ جهلہٖ و من جعله اقرب الی السند فقال فیه الدار قطنی لم یکن مرضیا فی الحدیث کذافی اللسان. والسیوطی ثم ذیلهٗ لعصمة الحدیث من الوضع قداطال الکلام فی اللائی المصنوعة بمالا یفید المرام جعله احمد بن یحی الحضرمی کما فی السند وهو ذکره صاحب المیزان وقال لینهٗ ابو سعید بن یونس اھ فایاه کان فلیس المترجم اهلاً ان یروی عنه ثم اختلافهما فی تعیینہٖ دلیل علیٰ جهالتہٖ وقال المدارسی فی کشف الاحوال مجهول۔ اھ

قال ابو محمد: ...... وشیخ ابن شاهین محمد بن حسن بن زیاد النقاش مشهور بوضع الحدیث قال طلحة بن محمد یکذب فی الحدیث وقال الباقانی حدیثهٗ منکر وقال ابو القاسم اللالکاعی فی تفسیرہٖ شفاء الصدورلیس بشفاء الصدور وقال الخطیب فی حدیثہٖ مناکیر باسانید مشهورة ووهاه الدارقطنی وذکرلهٗ ابن الجوزی حدیثاً موضوعاً کذافی اللسان ورماه الذهبی فی المیزان فی ترجمة محمد بن مسعر

سیب السوائب " میں نے عمرو بن لحی خزاعی کو دیکھا کہ اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا تھا یہ پہلا شخص تھا جس نے جانوروں کو بتوں کے لیے وقف کیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو پھر یہاں کون سی دلیل ہے کہ والدین نبی نے اس کی پیروی نہیں کی۔ بلکہ آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ وہ جہنم میں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کے انکار سے تعرض ہی نہیں فرمایا۔ پھر یہ کہ شرک صرف اس چیز ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کی اور کئی اقسام ہیں۔ لہٰذا یہ دلیل انتہائی بودی اور کمزور ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور اس ارشاد باری تعالیٰ سے دلیل لاتے ہیں کہ ﴿وجعلها كلمة باقية في عقبه﴾ (الزخرف) اور اس بات کو اپنی نسل میں باقی چھوڑا'' کہتے ہیں کہ عبد بن حمید نے اس کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا "لا اله الا الله" یہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ تھا۔ اس روایت کی کوئی سند نہیں لائے پھر اس سے استدلال کیسے؟ پھر اس سے لازم آتا ہے کہ نسل ابراہیم میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو جبکہ عبدالمطلب کا کفر ہی اس کے بطلان کے لیے کافی ہے۔

اور قتادہ سے بھی روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ رہیں گے جو کہ ان کے بعد کلمہ توحید کہتے رہیں گے۔ اس بات کا جواب وہ ہی ہے جو کہ پچھلی کا۔

مزید یہ کہ اللہ کا یہ فرمان اس پر وارد ہوتا ہے ﴿وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ (البقرة) اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا عرض کی اور میری اولاد میں سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو حاصل نہ ہوگا۔ (البقرہ)

اس ایت مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ ان کی ذریت میں سے ایسے بھی ہوں گے جس کو یہ عہد مسعود ان کے ظلم کی بنا پر حاصل نہ ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ صریح اللہ کا یہ فرمان کہ ﴿ومن ذريتهما محسن وظالم لنفسه مبين﴾ اور ان دونوں (اسماعیل اور اسحاق) کی نسل میں سے بھلائی کرنے والے اور واضح طور پر اپنے جانوں پر ظلم کرنے والے بھی ہیں۔ (الصافات)

پھر یہ کہ کلمہ توحید کا ان کے پچھلوں میں باقی رہنا ایک مجموعی بات ہے جب کہ آپ ﷺ سے مروی یہ فرمان "ابی فی النار" میرے والد جہنم میں ہیں اس سے استثناء ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اللہ کے اس فرمان کو بھی دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ﴿رب اجعل هٰذا البلد اٰمنا واجنبني وبني ان نعبد الاصنام﴾ اے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے بچا'' (سورہ ابراہیم)

بوضع الحديث وكذبهٗ فى ترجمة محمد بن الحسن شيخ محمد بن اسحاق بن محمد السوسى وقال ابن الجوزى فى الموضوعات والمدارسى ليس بثقة وزاد حدث بمناكير۔

قال ابو محمد: …… ولهٗ سند آخر قال محب الدين احمد بن عبدالله المكى الطبرى فى كتابهٖ سيرة النبى انا ابو الحسن المقبرى انا الحافظ ابو الفضل محمد بن ناصر السلاسى اجازة انا ابو منصور محمد بن احمد بن على بن عبدالرزاق الحافظ انراهد انا القاضى ابو بكر محمد بن عمر بن الاخضر ثنا ابو غزيه محمد بن يحیٰ الزهرى فذكره.

قال ابو محمد: …… هٰذا السند ليس بدون الاول فان مدارهٗ على ابى غزيه وعبد الوهاب المذكورين ثم الشيخ الطبرى ابو الحسن لايدرى من هو ولاابن من هو وهل هو ثقة ام لاوعلى الثانى هل ضعفهٗ خفيف اوشديد ولم يكلفنا الله تعالى ان نأخذء ديننا عمن لانعرفهٗ.

قال ابو محمد: …… ولهٗ سند آخر قال الخطيب فى السابق واللاحق اخبرنا ابو الجلاء الواسطى حدثنا الحسين بن على بن محمد الحلبى حدثنا ابو طالب عمر بن الربيع الزاهد حدثنا على بن ايوب الكعبى حدثنا محمد بن يحیٰ الزهرى ابو غزيه ثنا عبد الوهاب بن موسیٰ حدثنا مالك ابن انس عن ابى الزناد فذكره. قال ابو محمد هٰذا السند ظلمة فى ظلمة ومداراة ايضاً على الكذابين المذكورين وعلى بن ايوب الكعبى ذكرهٗ صاحب الميزان فقال لا يكاديعرف اھ وبين صاحب اللسان انهٗ هوابن احمد الكعبى وأوّل من قال ايوب ابن الجوزى ثم ذكرهٗ فى ترجمة ابن احمد فذكر فيه مايدل علیٰ ان الدارقطنى اتهمهٗ بوضع وقد جهله ابن عساكر فى تاريخهٖ.

قال ابو محمد: …… وعمر بن الربيع ابو طالب الخشاب قال الذهبى فى ميزانهٖ كذاب اھ فلا يفيدهٗ قول سلمة بن قاسم تكلم فيه قوم و وثقهٗ اٰخرون بعد قول الذهبى المذكور لانهٗ جرح مفسر فحسب وقال المدارسى فى الكشف ضعفهٗ الدارقطنى اھ.

واشار صاحب اللسان الى كونهٖ متهماً. قال ابو محمد ثم الحلبى فيه ايضاً قال ابن عساكر لهٗ غرائب كمافى اللسان واما قول الخطيب ما علمت من حالهٖ الاخيرا فانهٗ

اس ایت سے استدلال اس لیے بھی کمزور ہے کہ ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی اور وہ ان کی ذریت میں سے ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ جسے اللہ نے بچایا۔

پھر یہاں پر عام اور خاص حکم کے مابین تعارض ہے اس لیے خاص کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ اصولوں کا اس امر پر اتفاق ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ابن جریر طبری نے ایک روایت اس ایت مبارکہ کی تفسیر میں مجاہد سے نقل کی ہے کہ مجاھد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی اولاد میں سے کس نے اس کے بعد کسی بت کی پوجا نہ کی۔ مجاھد کی یہ بات اگر ان کے بیٹوں کے متعلق ہے تب تو درست ہے تسلیم شدہ ہے۔ اور اگر یہ ان کی نسل سے متعلق ہے تو پھر حدیث صحیح میں جو ابو طالب کا قول منقول ہے وہ واضح طور پر اس کے خلاف ہے کہ " انا علی دین عبدالمطلب "میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور " لا الہ الا اللـه " کہنے سے انکار کر دیا خود سیوطی مسالک الحنفاء میں اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں " ظاهر الحديث يقتضى ان عبدالمطلب مات على الشرك " بظاہر یہ حدیث مقتضی ہے کہ عبدالمطلب حالت شرک میں فوت ہوا۔ مزید یہ کہ اس روایت کی سند میں المثنیٰ بن ابراہیم الاملی جو کہ ابن جریر کا شیخ ہے اس کا پتہ ہی نہیں کہ وہ ہے کون؟

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اللہ کے اس فرمان سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ﴿رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی﴾ اے پروردگار مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے" حالانکہ یہ دلیل انتہائی کمزور اور نا قابل التفات ہے کیونکہ انہوں نے یہ دعا نہیں کی کہ میری تمام نسل کو نمازی بنا بلکہ میری نسل میں سے فرمایا یہاں پر حرف "مِنْ" بعض کے معنی میں ہے اس لیے یہ دلیل نہیں بنتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ابن جریج سے ایک روایت جسے ابن المنذر نے نقل کیا ہے اس ایت مبارکہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "نسل ابراہیمی میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر اللہ کی عبادت کرتے رہے ہیں" یہ اثر بے سند ہے لہٰذا نا قابل استدلال ہے۔ اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے پھر بھی واضح طور پر کچھ لوگوں پر دلالت کرتا ہے اور نبی پاک کے ماں باپ کا ان چند لوگوں میں سے ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس کے لیے کسی الگ صحیح صریح مرفوع دلیل کی حاجت باقی رہتی ہے جب کہ صحیح صریح مرفوع دلیل اس کے مقابل موجود ہے اس لیے اسے دیکھنے کی بھی حاجت نہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور ان قائلین میں سے کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ ان پر ایمان لے آئے۔ یہ قول پچھلے دونوں اقوال سے بھی گیا گزرا ہے۔ اپنے اس قول کے لیے ایک بیکار جھوٹی روایت سے بھی استدلال کرتے نظر آتے ہیں جو انتہائی حیران کن امر ہے۔

وان لم یعرفهٔ فعرفهٔ ابن عساکر فهو حجة علیه .

قال ابو محمد: ...... فهٰذا حال الحدیث الذی عولوا علیه ویعتمدوا علیه وهو کما تریٰ یدور علی الکذابین الوضاعین والمجاهیل الذین لا یزالون یأتون بالعجائب والا باطیل افتری من شأن المسلم ان یحمل امرًا من امور الدین علیٰ هٰذا الخبر المظلم .

قال ابو محمد: ...... ولایقال ان السند یعضد بعضهٔ بعضا لوجوه الاولیٰ ان مدارهٔ علی السند الواحد والثانی ان هٰذا مسلم ان کان الضعف خفیفا لاکما نحن فیه لان ضعفهٔ بلغ الغایة بل جاوز النهایه ففی مثل هٰذا الحدیث لاتزید زیادة الطرف الاضعفا کذافی نصب الرایة للزیلعی . والثالث ان هٰذافی الضعیف بخلاف هٰذا فانهٔ موضوع فلا یصغیٰ الیه ولا هو مسموع .

قال ابو محمد: ...... وقد حکم علیه بالوضع اهل العلم بالحدیث المُمَیِّزون بین الطیب والخبیث فذکره ابن الجوزی فی الموضوعات وقال الدارقطنی فی غرائب مالك وهو منکر باطل اهٔ وقال الذهبی فی المیزان فی ترجمة عبدالوهاب بن موسیٰ هٰذا حدیث کذب مخالف لماصح انهٔ علیه السلام استأذن ربهٔ من الاستغفار فلم یأذن لهٔ اهٔ وقال ابو الفضل بن ناصر هٰذا الحدیث موضوع کذافی مسالك الحنفاء وقال الحافظ ابو الخطاب عمر بن دحیه ان الحدیث فی ایمان امهٖ وابیه موضوع یردهٔ القرآن العظیم وحکم الجوزجانی بوضعهٖ ایضاً فی کتاب الاباطیل کمافی اللسان وذکر العلی القاری فی الموضوعات فقال حدیث احیاء ابویه صلی الله علیه وسلم موضوع وقال الباجی موضوع کمافی انجاح الحاجه حاشیه ابن ماجه وقال ابن عساکر فی تاریخهٖ هٰذا حدیث منکر اهٔ والمراد نکارة البطلان کما هو الظاهر من الکلام الدارقطنی المذکور اٰنفاً اهٔ قال ابو محمد: ثم فی السند بلایا آخر الاولیٰ عبدالرحمان ممن تغیر حفظهٔ ولایدریٰ حدث بهٰذا الحدیث قبل الاختلاط اوبعده فیجب عن روایتهٖ الاجتناب للاحتیاط فان قیل تابعهٔ مالك عند ابن عساکر قلنا قال الدارقطنی هٰذا کذب علیٰ مالك کمافی اللسان فی ترجمة عبدالوهاب وثانیها الاضطراب وذالك انهٔ ذکرهٔ ابن عساکر فی غرائب مالك من طریق ابن غزیه حدثنی مالك عن ابی الزناد عن هشام فذکرهٔ وقال لایعرف لابی الزناد روایة عن

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... وہ روایت وہ ہے جسے ابن شاھین نے الناسخ والمنسوخ میں نقل کیا ہے جس کی سند یہ ہے۔

عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها وہ فرماتی ہیں کہ ''نبی ﷺ حجون کی طرف تھکے ماندے غمگین اترے پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ وہاں پر رہے پھر خوش وخرم واپس لوٹے تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ حجون کی جانب تھکے ماندے اور غمگین گئے پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ وہاں رہے پھر آپ خوش وخرم لوٹے (تو یہ کیا معاملہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا، سالت ربی عزوجل فاحیٰ امی فامنت بی ثم ردھا'' میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے میری والدہ کو زندہ فرمایا پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انہیں (عالم برزخ) لوٹا دیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ سند تاریکیوں سے پر ہے اور اسے دلیل بنانا حرام ہے کیونکہ عبدالوھاب بن موسیٰ کے متعلق ذہبی کا میزان میں کہنا ہے کہ پتا نہیں یہ جھوٹا جانور کون ہے''لا یدری من ذاالحیٰون الکذاب'' پھر اگر تم کہو کہ صاحب لسان المیز ان نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ متھم بالکذب کوئی اور ہے اور دارقطنی سے اس کی توثیق کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے اسے دار وقطنی کو توثیق کوئی نفع نہیں دے سکتی اور ذہبی اس سے ناواقف نہیں ہے بلکہ جھوٹے کے طور پر اسے پہچانتا ہے اور ذہبی رجال کی چھان پھٹک میں ماھرین میں سے ہے نخبۃ الفکر کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے اس امر کا اعتراف کیا ہے مزید یہ کہ صاحب لسان نے اس روایت کے جھوٹ ہونے کا انکار نہیں کیا صرف عبدالوھاب کا دفاع کر کے ملبہ دوسرے پر ڈال دیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اس سند میں ابو غزیۃ محمد بن یحی الزھری ہے جسے ازدی نے ضعیف قرار دیا ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ متروک ہے جیسا کہ میزان میں مذکور ہے اور لسان المیز ان میں نقل کیا گیا ہے کہ دار قطنی نے کہا منکر الحدیث ہے۔

اور ابن الجوزی نے موضوعات میں اسے مجھول قرار دیا ہے لہٰذا اگر مجھول ہے تو تباہی ہے اور اگر معروف ہے تو بربادی ہے اور کیا خوب کہا گیا ہے

وان كنت لا تدرى فتلك مصيبة
وان كنت تدرى فالمصيبة اعظم

اور اگر تم نہیں جانتے تو وہ ایک مصیبت ہے اور اگر جانتے ہو پھر تو مصیبت اور بھی زیادہ ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور ابو غزیہ کا شاگرد احمد بن یحیٰی الحضرمی جس کے متعلق ابن الجوزی نے موضوعات میں کہا ہے کہ مجھول اور صاحب لسان کا کہنا ہے کہ مسند النقاش سے ہمارے اوپر واضح نہیں ہوسکا یہ کون ہے؟

هشام وهشام لایدرك عائشة فلعلهٗ سقط من كتابی عن ابیه اھ

وثالثها الانقطاع ایضاً كما هو الظاهر من طریق ابن عساكرو كلام المذكور قال ابو محمد فقال بعضهم یعمل بهٖ فی الفضائل وھٰذا لایفید فیما نحن فیه لان ضعفهٗ شدید لاخفیف كما تقرر فی مقرهٖ ثم المشروط ان یكون ذالك الحكم مندرجاً تحت الاصل العام ولیس كذالك ھٰهنا ثم لیس هومن باب الفضائل بل هو من باب العقائد كما لایخفی علی اولی النهیٰ۔

قال ابو محمد:...... ثم الادلة الاخریٰ تدل علیٰ كون الخبر كذباً محضاً وانهٗ لایزید فی الدین الافساداً او حرضاً فمنها انهٗ یخالف الآیات القرآنیة فقال اللّٰه تعالی ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضرا حدهم الموت قال انی تبت الآن ولا الذین یموتون وهم كفار أولائك اعتدنا لهم عذاباً الیما (النسآء 18) فھٰذا اخبار منه سبحانهٗ و تعالیٰ بان الذین ماتواعلی الكفر فلاتوبة لهم فایّ دلیل اولیٰ من ھٰذا اواجل فانهٗ لوسلمنا احیا همایكون تكذیباً لآیة ومن اصدق من اللّٰه قیلاً لان ذالك الخبر یدل علیٰ انهاما تت كافرة لانهٗ لامعنیٰ لاحیاء المسلم فاذاثبت انها ماتت علیٰ حالة الكفر فلاتوبة لها بنص القرآن الكریم قال ابو محمد وقال اللّٰه تعالی ومن یر تدد منكم عن دینهٖ فیمت وهو كافر فاولائك حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة واولآئك اصحاب النار هم فیها خالدون (البقره) فھٰذا تكذیب صریح وتددید صحیح لمن یدعی احیاء من مات علی الكفر للتوبة او الایماناستناداً لروایة الكذاب الاشر۔

قال ابو محمد:...... ونظیرهٗ قولهٗ تعالیٰ حتیٰ اذاجاء احدهم الموت قال رب الرجعون لعلی اعمل صالحاً فیما تركت كلا انها كلمة هو قائلها ومن وارئهٖ برزخ الی یوم یبعثون (الانبیاء)

بل قد عاتب سبحانهٗ وتعالیٰ نو حاً علیه السلام حین سأل لولدهٖ فقال لا تسئل مالیس لك بهٖ علم انی اعظك ان تكون من الجاهلین (هود)

قال ابو محمد:...... اعتراض بعضهم فقال تعلیل الحدیث بانهٗ مخالف للقرآن لیس من طریقة اهل الحدیث وھٰذ اباطل لوجهین احد هما انّا ابطلناه اولاً من حیث الروایة ثم صرفنا عنان القلم الی میلان الدرایة فالخبر بكلا الوجهین مردود ومن

اور اس کے طبقے میں کافی لوگ احمد بن یحیٰ نام کے حامل ہیں اور ان میں سے اس سند کے نزدیک احمد بن یحیٰ بن زکریا لکھتا ہے یہاں حافظ ابن حجر بھی اس بندے کی پہچان کروانے سے قاصر ہے اور اس کے مجھول غیر معلوم ہونے کا اعتراف کر گئے اور جس کو انہوں نے اقرب الی السند قرار دیا اس کے متعلق دار قطنی فرماتے ہیں "لم یکن مرضیا" پسندیدہ نہ تھا حدیث کے معاملے میں جیسا کہ لسان المیز ان میں منقول ہے سیوطی نے اس روایت کو من گھڑت قرار دینے سے بچانے کے لیے آستینیں چڑھالیں اور اللآلی المصنوعہ میں لمبی چوڑی بحث کی مگر بے فائدہ۔ تو انہوں نے اسے احمد بن یحیٰ الحضرمی قرار دیا جیسا کہ سند میں ہے اور وہ وہی ہے جسے صاحب میزان نے درج کر کے کہا ہے کہ "لینه ابو سعید بن یونس " ابوسعید بن یونس نے اسے ڈھیلا راوی قرار دیا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ان دونوں میں سے ہو بہر حال اس قابل نہیں ہے کہ اس سے روایت لی جائے پھر اس کی تعیین میں اختلاف اس کے مجھول ہونے کے لیے کافی ہے اور مدراسی نے کشف الاحوال میں اسے مجھول ہی کہا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت میں ابن شاہین کا شیخ محمد بن الحسن بن زیاد النقاش روایات گھڑنے کے لیے مشہور ہے طلحہ بن محمد نے کہا کہ یہ حدیث کے معاملے میں جھوٹ بولتا ہے اور برقانی نے کہا "حدیثہ منکر" اس کی روایت منکر ہے اور ابو القاسم نے کہا کہ اس کی تفسیر "شیفاء الصدور" دلوں کے لیے شفا ہر گز نہیں ہے خطیب بغدادی نے کہا کہ اس کی روایات میں مشہور سندوں سے منکرات بھرے ہیں۔ دار قطنی نے اسے واہیات قرار دیا۔ ابن الجوزی نے اس کے حوالے سے ایک من گھڑت روایت نقل کی جیسا کہ لسان میں ہے جب کہ ذھبی نے اس کو میزان میں وضع الحدیث کے مجرم کے طور پر گردانا ہے محمد بن مسھر کے حالات کے بیان میں۔ اور محمد الحسن شیخ محمد بن اسحاق بن محمد کے حالات میں اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ ابن الجوزی نے موضوعات میں اور مدراسی نے کہا کہ "لیس بثقة" قابل اعتماد نہیں مزید کہا کہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت کی ایک اور سند ہے جس کو محبّ الدین الطبری نے سیرۃ النبی میں نقل کیا ہے "انا ابو الحسن المعتبری انا الحافظ ابو الفضل محمد بن ناسر السلاسی اجازۃ انا ابو منصور محمد بن احمد ابن علی بن عبدالرزاق الحافظ الزاھہ انا القاضی ابو بکر محمد بن عمر بن الاخضی ثنا ابو غزیه محمد بن یحی الزهری" پھر آگے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ سند بھی پہلی سے مختلف نہیں کیونکہ اس کا دارو مدار بھی ابوغزیہ اور عبدالوھاب پر ہے جن کا ذکر خیر ہو چکا پھر ابوالحسن شیخ الطبری اس کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے کس کا بیٹا ہے؟ وہ ثقہ ہے کہ

اقام المطروح معدود وثانيها ان ذالك ايضاً من طريقة اهل الحديث لانهم يتكلمون فى الاسانيد اذالم تبين لهم كذب الخبر ومثل هٰذا الخبر الذى كونهٗ كذبا اظهر من الشمس فيصلح كل من لهٗ ادنىٰ مهارة لهٰذا الفن ان يردهٗ بدون رؤية سندهٖ وانظر لذالك كتب الفن وكثيراً ماترىٰ انهم يكذبون الراوى لاجل حديث الذى تدل الفاظة انهٗ مما صنعته يداه .

قال ابو محمد: ...... ومنها انهٗ يخالف لاحاديث الصحيحة كما مركلام الذهبى وسيأتى ذكر فالخبر مع كونهٖ كذباً صريحاً يباين حديثا صحيحاً ومنها انهٗ قد ادعى ابو الخطاب الاجماع علىٰ خلاف ذالك فقال فيمن مات كافر الم ينفعهٗ الايمان بعد الرجعة بل لو آمن عند المعاينة لم ينفع فكيف بعد الاعادة كذافى التعظيم والمنة للسيوطى .

قال ابو محمد: ...... ومنها انهٗ يخالف العقل نعم لوكان ثبت علىٰ خلاف العقل وعن سيد الرسل باصح الاسانيد والسبل .

فلاعبرة للمعقول بمقابلة المنقول وليس كذالك فلايقدح فى العقل بخبر هالك .

قال ابو محمد: ...... ولايحكم عليه ماورد فى التنزيل من احياع قتيل بنى اسرائيل واحياء عيسىٰ عليه السلامه من الاموات وغير ذالك من الواقعات لانهٗ اولاثبت من اصدق الاخبار بخلاف مانحن فيه لانهٗ من الآثار ثم ليس هو لهٰذا المعنىٰ بل لاظهار القدرة واما احياء احد من الكفار للايمان اوللتوبة فليس لهٗ فى الكتاب والسنة اثرة فالمدعىٰ مكلف ان يثبت من الكتاب والسنه احياء نفس واحدة لاجل هٰذا الغرض فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتبهون فى الارض كلاوالله هٰذه العقيدة التى ما اخبر بها الله تعالىٰ ولارسولهٗ صلاة عليه وسلم ولا اعتقدها احد من الامم .

قال ابو محمد: ...... وقد خرج السيوطى متمثلاً برواية لافوق لها ولاتحت فقال وقد ظفرت باستدلال اوصح منه وهو ماورد ان اصحاب الكهف يبعثون فى آخر الزمان و يحجون ويكونون هٰذه الامة تشريفاً لهم بذالك وورد عن ابن عباس مرفوعاً اصحاب الكهف اعوان المهدى اخرجهٗ ابن مردويه فى تفسيرهٖ . اه

قال ابو محمد: ...... هٰذا الخبر لاسند لهٗ ولاعجب من السيوطى فى الاحتجاج بمثل

نہیں ہے؟ اور اگر ثقہ نہیں ہے تو پھر کیا سخت ضعیف ہے یا نہیں؟ بہر حال ہمیں اللہ نے اس چیز کا مکلّف نہیں بنایا کہ ہم اپنا دین ان لوگوں سے لیں جنہیں ہم جانتے ہی نہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت کی ایک اور سند ہے خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں کہا ہے کہ "اخبرنا ابو العلاء الواسطی حدثنا الحسین بن علی بن محمد الحلبی حدثنا ابو طالب عمر بن الربیع الزاهد حدثنا علی بن ایوب الکعبی حدثنا محمد بن یحی الزهری ابو غریة حدثنا عبدالوهاب بن موسیٰ حدثنا مالك بن انس عن ابی الزناد پھر ایسی روایت کونقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ سند تاریکی پر تاریکی ہے اور اس کا مدار بھی مذکورہ دونوں جھوٹوں پر ہے مزید یہ کہ علی بن ایوب الکعبی کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب میزان نے کہا کہ تقریباً مجہول ہے۔ (لا یکاد یعرفه) اور صاحب لسان نے فرمایا ہے کہ یہ ابن احمد الکعبی ہے اور سب سے پہلے اس کو ابن ایوب کی نسبت سے ابن الجوزی نے منسوب کیا پھر ابن احمد کے تذکرے میں جو کچھ بیان کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارقطنی نے اس پر حدیث گھڑنے کا الزام عائد کیا ہے اور ابن عساکر تو اسے اپنی تاریخ میں مجہول گردانا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور عمر بن الربیع ابو طالب الخشاب ذھبی نے اسے میزان میں کذاب جھوٹا کہا ہے لہٰذا اسلمہ بن قاسم کی یہ بات اسے مفید نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے اس کے بارے میں کلام کیا ہے اور دوسروں نے اس کی توثیق کی ہے کیونکہ ذہبی کی جرح مفسر ہے پس کافی ہے۔ اور مدراسی نے کشف الاحوال میں کہا ہے کہ دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا اور صاحب لسان نے اس کے متہم بالکذب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر یہ حلبی حسین بن علی اس کے بارے میں ابن عساکر کا کہنا ہے کہ "له غرائب" اس کی روایات عجیب ہیں جیسا کہ لسان میں ہے اپنی خطیب کی یہ بات کہ میں اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ تو خطیب نہیں جانتا ابن عساکر تو اسے پہچانتا ہے اس لیے وہ اس پر حجت ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو یہ ہے حالت اس روایت کی جس پر یہ لوگ اعتماد کرہے ہے اور اس کی اوٹ لے رہے ہیں جو کہ جھوٹوں گھڑنے والوں اور مجھولوں کے مابین گھوم رہی ہے جو کہ ہمیشہ عجیب وغریب اور بیکار باتیں لاتے رہتے ہیں۔ کیا یہ کسی مسلمان کے لائق ہے کہ وہ دین کا کوئی مسئلہ ایسی تاریک روایت کے ساتھ منتھی کر دے؟

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ مختلف اسناد سے ایک دوسرے کو تقویت ملتی ہے۔ مذکورہ بالا وجوھات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ تمام اسناد اصل میں ایک ہی سند پر گھوم رہی ہیں اور دوسری بات کہ تقویت

هٰذا الحديث لانهٗ يجمع بين الغث والسمين والطيب والخبيث وكان كماقال السخاوى فى الضوء اللامع سريع الكتابة فقط فلا تفنع بمايذكر من الرواية ثم اصحاب الكهف لم يموتوا على الكفر بل قد حكى سبحانهٗ وتعالىٰ فى القرآن اعتقادهم وانهم كانوا من اهل الايمان فلا معنىٰ الفرحة بهٰذا فانهٗ اين هٰذا من ذاثم قولهٗ تعالىٰ ونقلبهم ذات اليمين وذات الشمال (الكهف) دليل علىٰ نومهم لا حياعهم فبطل الاستدلال جملة فتفكر .

قال ابو محمد: ...... ومنها ان متن هٰذا الخبر كاف لتكذيبه ولا حاجة الى تخريجهٖ فقد قال ابن ناصر ان هٰذا الحديث موضوع لان قبرامهٖ بالانواء كماثبت فى الصحيح وابو غزيه هٰذازعم بالحجون كذافى اللسان فى ترجمة عبدالوهاب وهٰكذا قال ابن سعد فى الطبقات قال ابو محمد فهٰذا حال الخبر الذى جعلوه اساساً فى الدين وترجوا بهٖ ثواباً عند الله المتين وقال بعضهم هٰذا ليس ببعيد ان يكون ذالك من خصائصهٖ صلى الله عليه وسلم وقد اغناه الله تعالىٰ عن مثل هٰذا الخصوصية المكذوبة التى فيها توهين لاتشريف كما زعموه ان فيه نسبة الكذب اليه .

قال ابو محمد: ...... فقال بعضهم ماروى نبى معجره او خصلة الااوتى نبينا صلى الله عليهٖ وسلم مثلها وهٰذه القائدة اتفق عليها الامة وقداحياها الله تعالىٰ لعيسى عليه السلام الموتىٰ من قبورهم فلابدان يكون نبينا صلى الله عليه وسلم مثل ذالك لم يرو من هٰذا النوع الاهٰذه القصة فلم يستعبد ثبوتها وفيه ان قصة حنين الجزع ابلغ من ذالك فحسبك ولا حاجة الىٰ ذالك من الاخبار المكذوبة أو الاثار المصنوعة .

قال ابو محمد: ...... ثم هٰذا الخبر لامهٖ صلى الله عليه وسلم ولم يأت خبر لوالدهٖ قط ان هو الأتمويه وليس لهٗ وجه وجيه ولا تفتر يا طالب الحق بتصحيح القرطبى فان فيه مصائب لاتعدوولا تحصىٰ ومفاسد الدين لاتخفى ولا تنسى وقد قال السيوطى انهٗ ضعيف باتفاق المحدثين بل قيل انهٗ موضوع لكن الصواب ضعفهٗ لا وضعهٗ وكذبهٗ وابطلنا ما اتىٰ به السيوطى من الاعذار البارده والانكار الشاردة ثم لو تنزلنا وسلمنا انهٗ ضعيف فقط فهٰذا القدر ايضاً كاف لمن لهٗ قلب صاف لانهٗ علی التقدير مع ضعفهٖ مخالف للصحيح فالاسناد بهٖ قبيح والحذرعنه نجيح وعند اهل الحق مليح .

تب ملتی ہے جبکہ ضعف ہلکا ہو نہ کہ ایسا معاملہ جو کہ اس روایت میں ہے کیونکہ یہاں پر تو ضعف انتہا کو پہنچ چکا بلکہ انتہا سے بھی گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس طرح کے معاملے میں اطراف کے زیادتی ضعف کو اور پختہ ہی کرے گی جیسا کہ زیلعی کی نصب الرایہ میں ہے تیسری بات یہ کہ یہ معاملہ ضعیف روایت میں ہوتا ہے بخلاف اس روایت کے کیونکہ یہ تو موضوع ہے سو یہ بات یہاں پر تو قطعاً غیر ممنوع سننے کے قابل ہی نہیں ہے اور بالکل نا قابل توجہ۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... محدثین نے پہلے ہی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے لہٰذا ابن الجوزی نے اسے الموضوعات (من گھڑت روایات) میں بیان کیا۔ دارقطنی نے غرائب مالک میں کہا کہ یہ روایت منکر ہے باطل ہے۔ ذھبی نے میزان میں کہا کہ یہ روایت جھوٹ اور صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے ان کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو اللہ نے اس بات کی اجازت نہ دی (میزان ترجمہ عبدالوھاب) ابو الفضل بن ناصر نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ مسالک الحنفاء للسیوطی میں ہے۔ حافظ ابو الخطاب عمر بن دحیہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے والدین کے ایمان والی روایت من گھڑت ہے قرآن پاک ہی اس کی تکذیب کرتا ہے اور جوزجانی نے بھی اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ جیسا کہ کتاب الاباطیل میں ہے (لسان المیزان) ملا علی قاری نے الموضوعات میں کہا ہے کہ حدیث احیاء ابویہ ﷺ موضوع ہے باجی نے بھی اسے موضوع کہا ہے جیسا کہ ابن ماجہ کے حاشیہ انجاح الحاجہ میں ہیں۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ روایت منکر ہے۔ اور یہاں پر منکر سے مراد باطل ہے جیسا کہ دارقطنی کے مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اس روایت میں اور بھی بگاڑ ہیں اوّل یہ کہ ابو الزیاد عبدالرحمان ان میں سے ہے جن کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ معلوم نہیں کہ اس نے یہ روایت تغیر حفظ سے پہلے کی یا بعد میں پھر اگر کہا جائے کہ ابن عساکر کے ہاں امام مالک نے اس کی متابعت کی ہے اس کا جواب یہ کہ دارقطنی نے کہا ہے یہ امام مالک جھوٹ ہے جیسا کہ لسان المیزان میں مذکور ہے عبدالوھاب کے تذکرے میں۔ دوم یہ کہ اضطراب اور وہ یوں کہ ابن عساکر نے اسے غرائب مالک میں ابوغزیہ کے طریق سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حدثنی مالک عن ابی الزناد عن ھشام پھر روایت کو بیان کر کے کہا ہے کہ ہشام نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا پھر شاید میری کتاب سے عن ابیہ کا لفظ گر گیا ہے۔ اور تیسرا انقطاع جیسا کہ ابن عساکر کے کلام سے ظاہر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... بعض قائلین نے کہا کہ یہ روایت فضائل میں لی جا سکتی ہے لیکن یہ تاویل بھی مردود ہے کیونکہ ایسا ضعف خفیف میں ہوتا ہے نہ کہ ضعف شدید میں جیسا کہ یہاں پر ہے پھر یہ بھی شرط ہے کہ وہ بات کسی عام مسلمہ قاعدے کے ماتحت ہو اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں ... پھر یہ کہ یہ معاملہ فضائل کا نہیں

قال ابو محمد: ...... ومنهم من قال يجب فى ذالك التوقف وسب الاموات منهى عنه وهٰذا القائل يدرى كل احد انهٗ لم يثبت عن اسلامهما بوجه قوى و طريق نقى فقال ذالك على سبيل التقوىٰ وانت تعلم ان الفتوىٰ فوق التقوىٰ ثم هٰذا ليس بسب بل لاظهار الحقيقة التى لابد من اظهارها لاصلاح العقيدة.

قال ابو محمد: ...... وان كان سباً فاول سابّ هو النبى صلى الله عليه وسلم نفسهٗ اذا خبر عن ذالك ثم الاصحاب الآخذون عنه ثم التابعون الىٰ يومنا هٰذا.

قال ابو محمد: ...... والتوقف انما يلزم اذا نفارض الدليلان مع تساويهما فى الصحة وعدم وجود مايرجح احد هما عن الآخر ولايعلم المتقدم من المتأخربخلاف فيما نحن فيما فيه فان كل ما اتوابهٖ فهو فى غاية البطلان ثم هو غير منصوص فى البيان فلايقابل الصحيح رده ينافى الصريح

قال ابو محمد: ...... فبقيت الادلة الصحيحة الثابتة الصريحة فها نحن نسو قها لكم مع قيل عليها من الخصم والجواب عنها بما لا مزيد عليه ولا محيص عنه.

قال ابو محمد: ...... فمنها حديث ابى هريرة رواه يزيد بن كيسان عن ابى حازم عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استأذنت ابى فى ان استغفر لامى فلم يؤذن لى واستأذنت فى ان ازور قبرها فاذن لى. اخرجه مسلم فى صحيحهٖ قال حدثنا يحى بن ايوب ومحمد بن عباد واللفظ ليحيىٰ حدثنا مروان بن معاوية عنه وقال حدثنا ابو بكر بن ابى شيبة وزهير بن حرب قالا حدثنا محمد بن عبيد عنه وأخرجهٗ النسائى فى سننهٖ قال اخبرنا قتيبة حدثنا محمد بن عبيد عنه واخرجهٗ ابو داؤد فى سننهٖ قال حد ثنا محمد بن سليمان الانبارى نا محمد بن عبيد عنه قال ابو محمد ورجال السند كلهم موثق فى التقريب وابو حازم هو سليمان الاشجعى وابو بكر ابى شيبه هو صاحب المصنف عبدالله بن محمد بن ابى شيبة ابراهيم بن عثمان الواسطى و محمد بن عبيد هو الطنافسى وقتيبة هوابن سعيد.

قال ابو محمد: ...... واعترض عليه بوجهين فقيل قال صاحب التقريب فى ترجمة يزيد بن كيسان صدوق يخطئ اھ وفيه اولاً انهٗ لايضر بعد قولهٖ صدوق وقد وثقهٗ امام هٰذا الشأن ابن معين ثم النسائى واحمد بن حنبل والدارقطنى وثانيا انهٗ ليس فى حديثهٖ هٰذا ما اخطأ فيها فلا يضر ذالك لانهٗ قلما يسلم الانسان من الخطأ والوهم

بلکہ عقائد سے متعلق ہے جیسا کہ یہ داناؤں پر مخفی نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... مزید یہ کہ دوسرے دلائل اس روایت کے واضح جھوٹ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اس سے دین میں صرف فساد اور ابتری ہی پھیلے گی۔ ان میں سے ایک تو یہ کہ یہ ایات قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ لَیۡسَتِ التَّوۡبَۃُ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّیۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیۡنَ یَمُوۡتُوۡنَ وَ ہُمۡ کُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا﴾ اور ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو نافرمانیاں کرتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آئے تو وہ بولے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی ہی توبہ ہے جو کفر کی حالت میں مر جائیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے توبہ اللہ کے طرف سے اعلان ہے کہ جو کفر پر مرجائیں ان کے لیے کوئی توبہ نہیں پھر کون سی دلیل ہوگی جو کہ اس دلیل قرآنی سے زیادہ واضح اور معتبر ہو؟ کیونکہ اگر ہم ان دونوں کا زندہ کیا جانا اور ایمان لانا مان لیں تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تکذیب ہوگی اور اللہ کی بات سے زیادہ سچی بات کس کی ہوگی کیونکہ یہ روایت خود ہی دلالت کرتی ہے کہ ان کی موت کفر پر ہوئی کیونکہ پہلے ہی مسلمان کے زندہ کیے جانے اور ایمان لانے کا تو کوئی معنی ہی نہیں بنتا پھر اگر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی موت حالت کفر میں ہوئی تب تو ان کے لیے نص قرآنی کے مطابق کوئی توبہ نہیں۔

اور اللہ فرماتا ہے ﴿وَ مَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَیَمُتۡ وَ ہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ﴾ تو تم میں سے جو تمہارے دین سے پھرا اور کفر کی حالت میں مرا تو ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہوئے اور وہ ہی جہنمی ہیں جو کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ واضح تردید اور تکذیب اس شخص کی جو کہ مدعی ہے کفر پر موت کے بعد کسی کے زندہ کیے جانے اور ایمان لانے کا ایک جھوٹے بدمعاش کی روایت کو سند بناتے ہوئے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اسی طرح سے اللہ کا یہ فرمان کہ ﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَکۡتُ کَلَّا ؕ اِنَّہَا کَلِمَۃٌ ہُوَ قَآئِلُہَا ؕ وَ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ﴾ (المومنون) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آئے تو کہتا ہے اے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے کہ کہیں وہ نیک اعمال جو میں نے چھوڑ دیے انجام دوں۔ ہرگز نہیں یہ تو محض ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے قیامت تک کے لیے ایک آڑ ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو عتاب فرمایا جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے ان سے دعا فرمائی تو فرمایا ﴿فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ﴾ (ھود) مجھ سے وہ

وقال ابن حبان فی ثقاته کان یخطئ ویخالف لم یفحش خطأ حتیٰ یعدل بہٖ عن سبیل العدول ولاأتیٰ بما ینکر فهو مقبول ان مایعلم انهٗ اخطأ فیه فیترك خطأهٗ کغیرہٖ من الثقات اھ وثالثاً ان لروایتہٖ شواهدیأتی ذکرها فاندفعت شبهة الخطأ فیه قال ابو محمد وقیل قال القطان فیه لیس ممن یعتمد علیه وقال ابو احمد الحاکم لیس بالحافظ عندهم وفیه انهٗ ایضاً لایضر بعد قول القطان نفسهٗ انهٗ صالح وسط ثم توثیق الدارقطنی واحد کاف فیه لانهما من المعتدلین فی الجرح والتعدیل کما صرح به العلامه عبد الحیٔ لکهنوی فی الرفع والتکمیل نقلاً عن السخاوی ثم تعدیل ابن معین والنسائی فانهما من المتشددین وتعدیل المتشدد غنیمة فاغتنمها ولهٰذا قال صاحب التقریب فیه صدوق وقد صرح فی اول التقریب انهٗ یقول فی کل راوی باعدل ما قیل. اھ

قال ابو محمد: ...... وقد حکم علیٰ هٰذا الحدیث بالصحة الذهبی فی میزانہٖ فی ترجمة عبدالوهاب بن موسیٰ وهو صحیح عند مسلم فلهٰذا خلهٗ فی صحیحہٖ ثم سکت علیه ابو داؤد فهو عندهٗ صحیح ففی الرسالة المنسوبة الیٰ ابی داؤد انهٗ کتبها الیٰ اهل مکة وان کان فیه حدیث منکر بینتهٗ انهٗ منکر ولیس علی نحوہٖ فی الباب غیرهٗ وماکان فی کتابی من حدیث فیه وهن شدید فقد بینتهٗ ومنه مالایصح سندهٗ ومالم اذکر فیه شیئاً فهو صالح وبدفها اصح من بعض اھ فهٰذا دلیل علیٰ انهٗ لیس فی هٰذا الحدیث نکارة ولاوهن ولا ما یوجب ضعف السند فتدبر.

قال ابو محمد: ...... ومسکت علیه المنذری ایضاً فی الترغیب والترهیب فهو صالح عندهٗ ایضاً وقال الحاکم فی مستدر کہٖ هٰذا حدیث صحیح علی شرط مسلم واقره علی ذالك الذهبی فی تلخیصہٖ وقال الحازمی فی الاعتبار هٰذا حدیث صحیح واقر بصحتہٖ السیوطی فی مسالك الحنفاء.

قال ابو محمد: ...... هٰذا الحدیث نص صریح لامجال فیه للتأویل وقد بوب علیه النسائی "بزیارة قبر المشرك" وابن ماجة فی سننہٖ "بباب ماجاء فی زیارة قبور المشرکین"

قال ابو محمد: ...... ومنها حدیث بریدة بن الحصیب اخرجهٗ ابن ابی شیبة فی مصنفہٖ قال حدثنا محمد بن عبدالله الاسدی عن سفیان عن علقمة بن مرثد عن سلیمان بن

سوال نہ کر کہ جس کا تجھے علم نہیں میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں تم جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ روایت کو معلول قرار دینا اس بنا پر کہ وہ قرآن کے خلاف ہے یہ اہل حدیث جماعت کا طریقہ نہیں ہے یہ اعتراض دو وجوہ سے باطل ہے پہلی بات یہ کہ ہم نے ابتدا میں اس حدیث کو روایۃ باطل ثابت کیا اور اس کے بعد تحریر کا رخ درایت کی جانب پھیرا لہٰذا یہ روایت بروایۃ اور درایۃ پر دو اعتبار سے مردود ہے۔

دوسری بات یہ کہ درایۃ روایت کی چھان پھٹک یہ بھی اہل حدیث یعنی محدثین کا ہی طریقہ ہے کیونکہ وہ سندوں سے بحث تب ہی کرکرتے ہیں جب ان کے سامنے روایت کا جھوٹا ہونا واضح نہیں ہوتا۔ اب اس طرح کی روایت جس کا جھوٹ ہونا سورج سے زیادہ روشن ہے اس کے لیے تو جسے اس فن کی معمولی مہارت ہو وہ اسے رد کرسکتا ہے اس کی سند کو دیکھے بغیر۔ اس کے لیے اس فن کی کتابوں کو دیکھئے بہت سے مقامات پر پاؤ گے کہ وہ کسی راوی کو اس کی روایت کی بنا پر جھوٹا قرار دے رہے ہوتے ہیں جس کے الفاظ دلالت کر رہے ہوں کہ یہ آں جناب کی صنعت گری ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ روایت احادیث صحیحہ کی بھی مخالف ہے جیسا کہ اس بارے میں ذھبی کا قول گزر چکا ہے اور آگے بھی اس کا ذکر آ رہا ہے۔ سو یہ روایت واضح جھوٹ ہونے کے ساتھ صحیح روایت کے بھی مخالف ہے۔ مزید یہ کہ ابو الخطاب نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ جو حالت کفر میں مرا اسے لوٹنے کے بعد ایمان نفع نہ دے گا بلکہ اگر عذاب کو دیکھ کہ ایمان لایا دنیا میں ہی تب بھی نہیں تو پھر لوٹنے کے بعد کیونکہ؟ جیسا کہ سیوطی کی "التعظیم والمنۃ" میں ہے۔ مزید یہ کہ یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے یہاں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے مسلمہ سند کے ذریعے ایسی بات ثابت ہو جائے تب تو نقل صحیح کے مقابل عقل ناقص کا کیا کام؟ لیکن یہاں ایسی کوئی بات نہیں لہٰذا اس تباہ کن روایت کی بنا پر عقل کو مورد الزام نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... بنی اسرائیل کے مقتول کے زندہ ہونے کا بیان قرآن پاک میں یا عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور اس کے علاوہ واقعات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ چیزیں انتہائی معتبر اسانید سے ثابت ہیں جب کہ یہ روایت بدترین اسناد سے مروی ہے۔ پھر یہ کہ وہاں زندہ کیا جانا قدرت الٰہی کے اظہار کے لیے ہے کافر کو مسلمان کرنے کے لیے نہیں۔ جب کہ کسی کافر کو مسلمان کرنے کے لیے زندہ کرنا اس کی نظیر قرآن وسنت میں کہیں نہیں ہے لہٰذا مدعی سے شرعا مطالبہ ہے کہ قرآن وسنت سے کسی ایک شخص کو اس غرض سے زندہ کیا جانا ثابت کردے کیونکہ ایسا کرنا تو ان کے لیے محال ہے بھلے چالیس سال تک خاک چھانتے پھریں یہ ھرگز ایسی بات نہیں لاسکتے کیونکہ یہ وہ عقیدہ ہے جس کی خبر نہ تو اللہ ورسول نے دی ہے اور

بریدة عن ابیه قال لمافتح رسول الله صلی الله علیه وسلم مكة التی حرم قبر فجلس الیه فجعل كهیئة الخاطب وجلس الناس حولهٗ فقام وهو یبكی فتلقاه عمر وكان من اجرء الناس علیه فقال بابی انت وامی یا رسول الله ما الذی ابكاك قال هٰذا قبر امی سألت ربی الزیارة فاذن لی وسألت الاستغفار فلم یأذن لی فذكرتها فذرفت نفسی فبكیت فلم یر یوماً اكثرباكیا من یومئذٍ.

قال ابو محمد: ...... وهٰذا السند لا مطعن فیه ورجاله كلهم موثق فی التقریب وسفیان وهو ابن سعید ابن مسروق الثوری الشهیر قال ابو محمد: واعترض علیه بان فیه محمد بن عبدالله السدی قال فیه صاحب التقریب قد یخطئ فی حدیث الثوری و حدیثهٗ هٰذاعنه وفیه ان حرف "قد" للتقلیل فثبت انهٗ لا یخطأفی جمیع مایحدثهٗ عنه بل احیاناً وهل هٰذا الحدیث مما اخطأ فیه هٰذا یحتاج الیٰ دلیل آخر ثم لیس فی الحدیث ما اخطأفیه.

قال ابو محمد: ...... ثم لهٗ شاهد قوی عند البیهقی قال اخبر نا الحسن بن الحسن بن عبدان انبأ احمد بن عبید الصفار ثنا احمد بن ابراهیم بن سلمان ثنا عمرو وهو ابن خالد ثنازهیر عن زبیر عن محارب بن دثار عن ابی بریدة عن ابیه قال خرجنامع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فنزلنا منزلا ونحن معهٗ قریباً من الف راكب فقال صلیٰ ركعتین ثم اقبل علینا وعیناه تذرفان فقام الیه عمر ففداه بالاب والام وقال له مالك یا رسول الله قال انی استأذنت ابی فی استغفاری لاُمی فلم یأذن فبكیت لها رحمة من النار وانی كنت نهیت عن زیارة القبور فزوروها الحدیث.

قال ابو محمد: ...... ورجال السند كلهم ثقات فشیخ البیهقی و شیخهٗ الصفار وثقهما الخطیب فی تاریخهٖ واحمد بن ابراهیم بن سلمان ذكره الخطیب ایضاً فی تاریخهٖ ونقل عن الدار قطنی توثیقهٗ وبقیة رجاله وثقهم صاحب التقریب وعمدا وهو ابن خالد بن فروخ الخزاعی ابو الحسین الحرانی هٰكذا یعلم من طبقتهٖ فقد ذكر صاحب التهذیب ابن سلمان من تلامذتهٖ وزهیرا فی شیوخهٖ واصحابهٗ المذكورین فی التهذیب وزبیر هوابن الحارث بما وقع مصرحا فی صحیح مسلم والسنن للبیهقی وابن بریدة هو سلیمان.

نہ کسی امت نے یہ نکتہ نظر اپنایا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... محترم سیوطیؒ ایک روایت اس دعوے کے ساتھ لاتے ہیں گویا اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی حاجت ہی نہیں رہتی فرماتے ہیں'' میں اس سے بھی واضح دلیل تلاش کرنے میں کامیاب رہا ہوں اور وہ یہ کہ اصحاب کہف آخری زمانے میں زندہ کیے جائیں گے، حج کریں گے اور اس امت میں سے شمار ہوں گے ان کی عزت افزائی کے لیے اور عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوع روایت ہے کہ "اصحاب الکھف اعوان المھدی" ابن مردویہ نے اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے'' یعنی اصحاب کہف مھدی کے مددگار ہوں گے.

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت کی کوئی سند نہیں اور سیوطی کے اس سے استدلال پر کوئی حیرت نہیں کیونکہ اچھا برا کھرا کھوٹا جمع کرنا ان کی عادت ہے اور جناب ایسے ہی تھے جیسا کہ سخاویؒ نے الضوء اللامع میں لکھا ہے "سریع الکتابہ فلا تقنع بما یذکر من الروایۃ" بس لکھنے میں تیز ہے لہٰذا جو روایت بیان کردے اس پر بھروسہ مت کریں مزید یہ کہ اصحاب کہف کی موت کفر پر نہ ہوئی تھی بلکہ قرآن نے بیان کیا ہے کہ وہ اہل ایمان تھے لہٰذا اس روایت کو لے کر اترانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ!

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور یہ کہ اس روایت کا متن ہی اس کی تکذیب کے لیے کافی ہے اور تخریج کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ابن ناصر نے کہا یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ آپ ﷺ کی والدہ کی قبر نواء میں ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور یہ ابوغزیۃ دعویٰ کر رہا ہے اس کے حجون میں ہونے کا! جیسا کہ لسان میں عبدالوھاب کے حالات میں مذکور ہے اور ابن سعد نے بھی طبقات میں اسی طرح کہا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو یہ حالت ہے اس روایت کی جسے انہوں نے دین میں بنیاد بنا کر ثواب کی امید کر رکھی ہے اللہ کے ہاں! اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہونا بعید نہیں ممکن ہے یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس طرح کی کسی بھی جھوٹی خصوصیت سے بے نیاز کر دیا ہے اور یہ امانت ہے عزت افزائی نہیں جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی جانب جھوٹ کی نسبت ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... بعض کہتے ہیں کہ پھر نبی کو جو معجزہ اور فضیلت دی گئی آپ ﷺ کو بھی وہ معجزہ اور فضیلت حاصل ہوا اور اس قاعدے پر امت کا اتفاق ہے لہٰذا چونکہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مردوں کو قبروں سے چلایا سو لازم ہے کہ آپ ﷺ کے لیے بھی ایسا ہی معجزہ اس قاعدے کی رو سے ثابت ہو اور اس طرح کی کوئی چیز اس واقعے کے علاوہ منقول نہیں لہٰذا ایسا ہونا مستبعد نہیں ہے۔

قال ابو محمد: ...... فان قیل اخرجهٗ مسلم فی صحیحهٖ عن یحی ابن یحیٰ عن زهیر بن معاویة ولیست فیه زیادة قصة امهٖ قلنا وان لم یذکر ها یحیٰ بن یحی فکان ما ذا وهٰذا من زیادة ثقة فهی مقبولة عند اهل الاصول فقد زاد ها عمروبن خالد وهو ثقة و ثقهٗ ابن حبان ومسلمة بن قاسم وقال فیه العجلی ثقه ثبت وقال الدارقطنی ثقه حجة وقال ابو حاتم صدوق کما فی التهذیب .

قال ابو محمد:...... وقد تابعهٗ ثقة آخرو هوا حمد بن عبدالملک بن واقد الحرانی وثقهٗ صاحب التقریب وقال تکلم فیه بلا حجة اهٖ وحدیثهٗ عند البیهقی فانزالت تهمة الخطأبل زاد الخبر قوة الی قوة ثم قدتابعهٗ زهیر ایضاً فی ذکرهٖ هٰذه الزیادة عبداللّٰه بن محمد بن نفیل قال صاحب التقریب ثقة حافظ اهٖ. واخرج حدیثهٗ الحاکم فی مستدرکهٖ وقال هٰذا حدیث صحیح علیٰ شرط الشیخین واقرهٗ علیٰ ذالک الذهبی فی تلخیصهٖ فلاشک فی صحة الحدیث وقد اخرجه ابن حبان فی صحیحهٖ .

قال ابو محمد: ...... فیها حدیث ابن مسعود اخرجه الحاکم فی مستدرکهٖ قال حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا بحربن نصر ثنا عبداللّٰه بن وهب انبأ ابن جریج عن ایوب بن هانئ عن مسروق الاجدع عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علی وسلم ینظر فی المقام وخرجنا معهٗ وامرنا فجلسنا ثم تخطأ القبور حتیٰ انتهیٰ الی قبر منها فنا جاه طویلاً ثم ارتفع یخب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم باکیاً فبکینا لبکائهٖ ثم اقبل الینا فتلقاه عمر بن الخطاب فقال یا رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) ما الذی ابکاک فقد ابکانابکائک وافزعنا فجاء وجلس الینا فقال افزعکم بکائی قال نعم یا رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) فقال ان القبر الذی رأیتمونی اناجی فیه قبرامی اٰمنة بنت وهب وانی استأذنت ربی فی زیارتها فاذن لی فیه فاستأذنتهٗ فی الاستغفار لها فلم یأذن لی فیه ونزل علی "ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا لمشرکین حتی ختم الآیة و ماکان استغفار ابراهیم لابیه الا موعدة وعدها ایاه فاخذنی مایأخذ الولد لوالدهٖ من الرقة فذلک الذی ابکانی .

قال ابو محمد: ...... قال الحاکم صحیح علیٰ شرطهما ولم یخرجاه اهٖ تعقبهٗ الذهبی فی التلخیص فقال ایوب بن هانی ضعفهٗ ابن معین اهٖ لکن ذکره ابن حبان فی

اس کے متعلق عرض ہے کہ "حنین الجذع" کھجور کے تنے کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا اس سے زیادہ واضح معجزہ ہے لہٰذا کسی معجزے کے اثبات کے لیے اس طرح کی واہی تباہی جھوٹی روایات کی چنداں حاجت نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... مزید یہ کہ یہ روایت آپ ﷺ کی والدہ سے متعلق ہے جب کہ آپ ﷺ کے والد کے لیے تو ایسی کسی روایت کا سرے سے ذکر ہی نہیں لہٰذا یہ بات بھٹکانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں جس کے لیے کوئی مناسب وجہ موجود ہی نہیں۔ اس لیے اے حق کے طلبگار قرطبی کی تصحیح سے اس معاملے میں دھوکہ مت کھانا کیونکہ اس میں وہ تباہیاں ہیں کہ جن کا شمار نہیں اور دینی حوالے سے وہ خرابیاں ہیں جو نہ چھپ سکتی ہیں اور نہ انہیں جھٹلایا جاسکتا ہے۔

سیوطی خود کہہ چکا ہے کہ یہ روایت باتفاق محدثین ضعیف ہے بلکہ کہا گیا کہ یہ موضوع ہے لیکن درست بات یہ کہ ضعیف ہے موضوع یا جھوٹ نہیں'' اور سیوطی نے جو ٹھنڈے بہانے بنائے ہیں اور دور از کار افکار لایا ہے اپنی اس بات کے اثبات کے لیے اس کا ابطال ہم کر چکے۔

پھر اگر ہم علی سبیل التنز ل اس کا ضعیف ہونا ہی مان لیں تب بھی اس کی تردید کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ فرض کریں یہ ضعیف ہے تب بھی صحیح کے مخالف ہے لہٰذا اسے سند بنانا غلط اور بچنا ہی مناسب ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... بعض کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں سکوت واجب ہے اور فوت شدہ لوگوں کو برا کہنا ممنوع ہے۔ اس قول کا قائل خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کسی کا اسلام دلیل قوی یا صحیح سے ثابت نہیں اس لیے یہ بات اس نے تقویٰ کی بنا پر کی ہے اور یہ تو تم جانتے ہو کہ تقویٰ سے فتویٰ کی اہمیت زیادہ ہے۔ مزید یہ کہ یہ برا بھلا کہنا نہیں ہے بلکہ حقیقت حال کا اظہار ہے جس کا بیان عقیدے کی اصلاح کے لیے نہایت ضروری ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور اگر یہ برا بھلا کہنا ہے تو پھر سب سے پہلے برا بھلا کہنے والے تو خود آپ ﷺ اور پھر ان سے روایت کرنے والے صحابہ اور ان سے نقل کرنے والے تابعین اور بعد میں روایت کرنے والے ہمارے زمانے تک!

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور توقف تو اس صورت میں ہوتا ہے جب دلیلیں قوت میں برابر اور باہم متعارض ہوں اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو متقدم اور متاخر کا پتہ نہ ہو جب کہ یہاں پر ایسا کچھ نہیں ہے کیونکہ جو دلیلیں وہ لائے ہیں نہایت ہی باطل ہیں لہذا صحیح دلیل کے مقابل نہیں لائی جاسکتیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... جب ان دلائل کا بطلان ثابت ہو چکا تو پھر صحیح دلائل اپنے جگہ پر قائم اور مستحکم ہیں تو اب ہم انہیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں اور معترضین کے اعتراضات اور ان کا جواب بھی جس کے

الثقات وفی التھذیب عن الدار قطنی یعتبر بہٖ وعن ابی حاتم شیخ صالح اٰہ وتشدد ابن معین مشھور ثم جرحہٗ مبھم فھو حسن الحدیث ولھٰذا قال فیہ فی التقریب صدوق فیہ لیّن اٰہ ومثل ھٰذا لایطرح حدیثہٗ لاسیما مع کثرۃ الشواھد والمتابعات واماقول ابن عدی "لااعرفہٗ" فلا یضرہ لانہٗ قد عرفہ غیرہٗ.

قال ابو محمد:...... وبقیۃ رجالہٖ کرھم ثقۃ فشیخ الحاکم مذکور فی تذکرۃ الذھبی وبقیۃ رجالہ لھم ذکر فی التھذیب والتقریب وابن جریج اسمہٗ عبدالملک ابن عبدالعزیز بن جریج.

قال ابو محمد:...... واعتراض علیہ ایضاً فقیل الآیۃ نزلت فی ابی طالب کما ھو المشھور والمذکور فی الحدیث فھٰذا یدل علیٰ کون الخبر خطأ قلنا لیس فی الخبر انھا نزلت حینئذٍ ولم یقل صلی اللّٰہ علیہ وسلم انھا نزلت الآن وانما اخّبرھا نزلت علیّ فی مثل ھٰذا المعنیٰ لان فی قصۃ ابی طالب کما سیأتی فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنک فانزل اللّٰہ عزوجل ماکان للنبی والذین آمنوا۔ الآیۃ واحسن منہ ذالک انما ابا نعیم اخرج ھٰذا الحدیث فی تاریخہٖ من ھٰذا الطریق وفیہ ثم استأذنت فی الاستغفار فلم یأذن لی و قرأ ماکان للنبی الخ فھٰذا دلیل علیٰ انھا لم تنزل فی ذالک الوقت بل قرأھا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

قال ابو محمد:...... وفی الباب عن زید بن الخطاب عن الطبرانی فی الکبیر قال الھیثمی فی المجمع فیہ من لم اعرفہٗ وعن ابن مسعود بلفظ جاء ابنا ملیکۃ فقالا یا رسول اللّٰہ انّ امّنا کانت تکرم الضیف وقد وأدت فی الجاھلیۃ فاین امنا فقال امکما فی النار فقاما وشق ذالک علیھمٰا فدعاھما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ان امّی مع امکما. الحدیث اخرجہٗ ابن شاھین من طریق عثمان ابن عمر الھالک المذکور وقد احتجوا بحدیثہٖ فلھٰذا ذکرناہ الزاماً لھم والا فقد اغنانا اللّٰہ تعالیٰ عن مثل ھٰذہ الاخبار الواھیۃ بالاحادیث الصحیحۃ الثابتۃ.

قال ابو محمد:...... فالمنع عن الاستغفار لھا دلیل ظاھر علیٰ کونھا علیٰ غیر الملۃ لاسیما مع التنصیص فی قولہٖ تعالیٰ ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفرو للمشرکین الآیۃ. وقد بَوّب علیہ ابن حبان فی صحیحہٖ فقال ذکرما یستحب للمرء ان یترک الاستغفار لقرابتہٖ المشرکین اصلا لاحد فھٰذا نص جلی لایرد بروایات

بعد کسی سوال کی گنجائش ہی نہ رہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ان دلائل میں سے وہ روایت کہ جسے یزید بن کیسان نے ابو حازم سے اور اس نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: "استاذنت ربی فی ان استعفر لا می فلم یئوذن لی واستا ذنت فی ان ازور ھا قبرفاذن لی" ، میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہ ملی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت دے دی "اخرجه مسلم فی صحیحه" قال حدثنا یحی بن ایوب ومحمد واللفظ لیحی حدثنا مروان بن معاویة عنه وقال حدثنا ابو بکر ابی شیبه وزهیر بن حرب قالا حدثنا محمد بن عبید عنه واخرجه النسائی فی سننه قال اخبر نا قتیبه حدثنا محمد بن عبید عنه و اخرجه ابو داود دفی سننه قال حدثنا محمد بن سلیمان الانباری نا محمد بن عبید عنه:

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور سند کے تمام راوی ثقہ ہیں ابو حازم یہ سلیمان الاشجعی ہیں اور ابو بکر بن ابی شیبہ یہ صاحب مصنف عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ہیں اور محمد بن عبید طنافسی ہیں اور قتیبۃ کے بیٹے ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے دو طرح سے ایک یہ کہ صاحب تقریب نے یزید بن کیسان کے متعلق کہا ہے "صدوق یخطی" صادق اللسان ہے غلطی کرتا ہے اس کا جواب یہ کہ صدوق مان لینے کے بعد "یخطی" سے راوی کے معتبر ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا جب کہ امام الجرح والتعدیل ابن معین اور ابن حنبل، نسائی اور دار قطنی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس نے اپنی اس روایت میں تو کوئی غلطی نہیں کی ہے باقی غلطی کا ہونا تو اس سے کوئی شر ما مون نہیں ابن حبان نے الثقات میں کہا ہے کہ غلطی کرتا تھا اور مخالفت بھی لیکن اس کی غلطیاں زیادہ نہ تھیں کہ اسے معتبر نہ مانا جائے اور نہ ہی اس نے کوئی منکر روایت بیان کی لہٰذا وہ روایت میں قابل قبول ہے سوائے ایسی صورت کے جہاں اس کی غلطی ظاہر ہو جائے تو وہ ترک کردی جائے گی جیسا کہ اس کے علاوہ بھی ثقہ راویوں کا معاملہ ہے۔ مزید یہ کہ اس کی روایت کے لیے شاھد روایات موجود ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا لہٰذا غلطی کا شبہ بھی جاتا رہا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... کہا جاتا ہے کہ یحی بن سعید القطان نے اس کے متعلق کہا کہ قابل بھروسہ نہیں "لیس ممن یعتمد علیه" اور ابو احمد الحاکم نے کہا کہ محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ کہ خود القطان کا یہ قول موجود ہے کہ "صالح وسط" اچھا درمیانہ ہے اس لیے وہ معتبر ہی رہے گا پھر دار قطنی اور ابن حنبل کی توثیق ہی کافی ہے کیونکہ وہ معتدل علماء جرح وتعدیل میں سے ہیں جیسا کہ عبدالحی

واهية لايثبت منها شیءٌ .

قال ابو محمد: ...... وتأويل بعضهم فی هٰذا يحتمل ان يكون النهی عن الاستغفار الأمر آخر لا للكفر بدليل انهٗ كان فی صدر الاسلام ممنوعاً من الصلوٰة علیٰ من عليه دين وهو مسلم فلعلهٗ كانت عليها تبعاً غير الكفر فنهی عن الاستغفار لها .

قال ابو محمد: ...... لهٰذا مجرد قول لادليل لقائله ثم تلاوتهٗ صلی الله عليه وسلم الآية المذكورة قاطعة للنزاع ثم انما نهی عن الصلوٰة علیٰ من عليه دين لاعن الاستغفار فالمقياس مع كونهٖ باطلا يكون فيها عن فيه عين الباطل ثم لقائل ان يقول فلم احياها لتؤمن وتتوب والحال ان عليها تبعات كما قيل فبطل ماحيل .

قال ابو محمد: ...... وقيل يمكن ان يكون ذالك المنع فی اول الاسلام ثم اجازهٗ تعالیٰ وهٰذا تموية بلا برهان وتحكم بلا سلطان ثم ننشدهم بالله فنقول هل كانت مشركة ام لا علی الاول لم ينسخ النهی عن الاستغفار للمشرك وعلی الثانی لم يمنع عن الاستغفار لغير المشرك اصلاً وقد قال الله تعالی ويغفر مادون ذالك لمن يشاء (النسآء) ولا حاجة الیٰ هٰذا التكلف الذی هوعين التعسف .

قال ابو محمد: ...... وقيل ان بكائهٗ صلاتهٗ عليه وسلم تأسفاً عليها فانهالم تدركهٗ وقت الايمان وهٰذا كاف فی الباب ان سلموه ولم يثبت ايمانها بعد موتها بوجه من الوجوه ثم يكذب ذالك قولهٗ صلی الله عليه وسلم فلم يأذن لی فذكر تها فذرفت نفسی فبكيت كما فی حديث بريدة عن ابن ابی شيبة وكذابيطلهٗ و يخذلهٗ قولهٗ صلی الله عليه وسلم فاخذنی مايأخذ الولد لوالدهٖ فذالك الذی ابكانی كمافی حديث ابن مسعود عندا لحاكم .

قال ابو محمد: ...... وقيل انما سمنعهٗ ربهٗ عن الاستغفار لها لانهٗ كان فی علمهٖ انهٗ يحييها بعد فتؤمن وهٰذا ابطل مما مضیٰ لانهٗ لوكان احياها علیٰ تقدير الثبوت للايمان فالاستغفار قبل موتها مما لابد منه فانهٗ تعالیٰ اذا اراد ان يغفر لاحد يوفقهٗ الاستغفار والتوبة ولكن انا امنع عن ذالك اصلاً فهو آخر الانكار عن ان يتوب عليه .

قال ابو محمد: ...... فقيل ارتجی النبی صلی الله عليه وسلم شفاعتهما هما يوم القيامة فلا حاجة للاستغفار وفيه ان مرادهٗ من الخبر الباطل كما مضیٰ فهو مثلهٗ ثم

لکھنوی نے الـرفـع والتـکمیل میں سخاوی سے بالصراحت نقل کیا ہے مزید یہ کہ نسائی اور ابن معین کی تعدیل جب کہ وہ متشددین میں سے ہیں اور متشدد کے تعدیل تو غنیمت ہے اس لیے اسے کافی سمجھو۔ اسی لیے صاحب التقریب نے اسے صدوق کہا ہے اور وہ تقریب کے مقدمے میں تصریح کر چکے ہیں کہ وہ ہر راوی کے بارے میں اعدل الاقوال یعنی مناسب ترین قول درج کریں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ذھبی نے میزان میں عبدالوھاب کے تذکرے میں اس روایت کو صحیح قرار دیا جب کہ مسلم نے اسے اپنی صحیح میں درج کیا اس لیے یہ ان کے نزدیک بھی صحیح ہے پھر ابو داؤد نے سنن میں اس پر سکوت کیا جس کا مطلب کہ ان کے نزدیک بھی یہ روایت صالح (ٹھیک) ہے کیونکہ ابو داؤد کی طرف منسوب رسالہ جو کہ اہل مکہ کی طرف انہوں نے لکھا اس میں ہے اگر اس (سنن) میں کوئی روایت منکر (غیر معتبر) ہے تو میں نے اس کا منکر ہونا بیان کر دیا ہے اور اگر روایت میں شدید کمزوری (وھن شدید) ہو تو بھی بتا دیا ہے اور اسی طرح جس کی سند ثابت نہ ہو اور جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تو وہ روایت صالح (ٹھیک) ہے اور بعض روایات زیادہ صحیح ہیں بعض کچھ کم ابو داؤد کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ اس روایت میں نہ تو نکارت ہے اور نہ وھن (کمزوری) اور نہ ہی شدید ضعف خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... منذری نے بھی الترغیب والترھیب میں اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے نزدیک بھی یہ روایت ٹھیک ہے۔ حاکم نے المستدرک میں کہا کہ یہ روایت امام مسلم کے قاعدے کے مطابق صحیح ہے (صحیح علی شرط مسلم) ذھبی نے بھی تلخیص میں اس امر کا اقرار کیا ہے حازمی نے الاعتبار میں کہا کہ یہ روایت صحیح ہے اور سیوطی نے مسالک الحنفاء میں اس کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... روایت نص صریح ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور نسائی نے اس پر مشرک کی قبر پر جانا "باب ماجاء فی زیادہ قبور المشرکین" کا باب باندھا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ان دلائل میں سے ایک وہ روایت ہے جسے بریدۃ بن الحصیب سے روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے کہا "حدثنا محمد بن عبدالله الاسدی عن سفیان عن علقمة بن مرثد عن سلیمان بن بریدة عن ابیه قال لمافتح رسول الله ﷺ مکة اتی حزم قبر مجلس الیه فجعل کهیئه الخاطب وجلس الناس حوله فقام وهو یبکی قد لقاه عمر وکان من اجرء الناس علیه فقال بابی انت وامی یا رسول الله ما الذی ابکاك قال هٰذا قبرا می سالت ربی الزیارة فاذن لی وسالت الاستغفار فلم یا ذن لی فذکر تها قدرفت نفسی فبکیت قلم یوم اکثرباکیا من یومئذ بریدة رضی الله عنه سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ایک قبر پر آئے اور بیٹھ گئے گویا گفتگو کر رہے ہوں اور لوگ ان کے گرد

الاستغفار لایضع عنه لمن ترجی شفاعتهٗ اونجاتهٗ فتذکر .

قال ابو محمد: ...... هٰذا کلهٗ فی والدتهٖ صلی الله علیه وسلم خاصة واما فی والدهٖ فمنها حدیث انس رواه حماد بن سلمة عن ثابت عنه قال ان رجلاً قال یارسول اللّٰه این ابی قال فی النار فلما قفیٰ دعاه فقال ان ابی واباك فی النار اخرجهٗ مسلم فی صحیحهٖ قال حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثٓبت عنه ان رجلاً قال یا رسول الله این ابی قال فی النار فما قفل دعاه قال ان ابی واباك فی النار اخرجهٗ مسلم فی صحیحهٖ قال حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة فذکرة واخربهٗ ابو داؤد فی سننهٖ قال حدثنا موسیٰ بن اسماعیل نا حماد فذکرهٗ واخرجهٗ ابو عوانة فی صحیحهٖ قال حدثنا جعفر بن محمد الصائغ قال حدثنا عفان قال حدثنا حماد بن ابی سلمة ح وحدثنا ابو داؤد السجزی قال حدثنا مالك بن اسماعیل قال حدثنا حماد بن سلمة فذکرهٗ .

قال ابو محمد: ...... هذا حدیث صحیح اسناده ورجالهٗ کلهم ثقات لهم ذکرو التقریب والتهذیب وثابت هوابن اسلم البنانی وعفان هوابن مسلم وابو بکر بن ابی شیبة اسمهٗ عبد الله بن محمد بن عثمان وابو داؤد السجزی هو السجستانی سلیمان بن اشعث صاحب السنن الشهیر لوجوه . الاول:۱ انا ابو عوانة تارة یقول السجزی وتارة اخرای یقول السجستانی والثانی نسبة الیٰ سجستان علیٰ خلاف القانون کما نبه علیه ابن ماکولا فی الاکمال والسمعانی فی الأنساب والذهبی فی مشتبه النسبة والثانی ان ابن ماکولا ذکره فی الاکمال فیمن انتسب الیهم فقال فی باب السجزی وابو داؤد سلیمان ابن الاشعث السجزی صاحب کتاب السنن وغیره من التصانیف امام حافظ ثقة امین۔ والرابع ان ابا داؤد اخرج هذالحدیث فی سننهٖ عن موسیٰ بن اسماعیل بهذالاسناد کما ذکرنا .

قال ابو محمد: ...... وابو داؤد الامام الثقة لایسئل عن مثله بن هو یُسئل عن مثلنا فالحدیث جید الاسناد وجری بالاعتماد واعترض علیه بوجوه فقیل حماد تکلم فیه وهذا لاشئی لانه وثقة الائمة واثنوا علیه حتیٰ قال ابن المدینی وابن عدی من تکلم فیه فاتهوا فی الدین وقال النسائی من یجتری ان یتکلم فیه کما فی التهذیب ووثقة فی التقریب فهو اعدل الاقوال فیه فتد برولمن وثقة کما فی التهذیب ابن

بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے اور وہ رو رہے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور وہ لوگوں میں سے زیادہ جرا تمند تھے تو عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان اے رسول اللہ کس چیز نے آپ کو رلا دیا تو آپ نے فرمایا یہ میری ماں کی قبر ہے میں نے اپنے پروردگار سے اس قبر کی زیارت کی اجازت مانگی جو اللہ نے دے دی پھر میں نے ان کے لیے بخشش کی دعا کی اجازت مانگی جو اللہ نے نہ دی تو میں نے انہیں یاد کیا جس سے میرا دل پسیج گیا تو میں رو پڑا پھر اس دن سے زیادہ کوئی دن رونے والا نہ تھا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور یہ سند اس میں کوئی کلام نہیں اور اس کے تمام راوی معتبر ہیں سفیان وہ ابن سعید بن مسروق الثوری مشہور ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں محمد بن عبداللہ الاسدی ہے جس کے بارے میں صاحب التقریب نے کہا ہے کہ قد یخطی فی حدیث الثوری'' ثوری سے روایت میں کبھی غلطی کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرف ''قد'' تقلیل کے لیے یعنی کبھی کبھی کے معنیٰ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیشہ غلطی نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے اور کیا یہ روایت وہ ہے کہ جس میں اس سے غلطی ہوئے ہے؟ اس کے لیے الگ سے دلیل درکار ہے اور یہاں ایسی کوئی چیز نہیں جس میں اس سے غلطی ہوئی ہو

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اس کے لیے ایک قوی شاھد موجود ہے بیہقی روایت کرتے ہیں کہ "اخبرنا الحسن بن علی بن عبدان انبا احمد بن عبید الصفار ثنا احمد بن ابراھیم بن سلمان ثنا عمرو وھو ابن خالد ثنا زھیر عن زبیر عن محارب ابن دثار عن بریدة عن ابیه قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فنزلنا منزلا ونحن معه قریبا من الف راکب فقال صلی رکعتین ثم اقبل علینا وعیناه تذرفان فقام الیه عمر ففداه بالاب والام وقال له مالك یا رسول الله قال انی اساذنت ربی فی استغفاری لامی قلم یاذن لی فبکیت لها رحمة من النار وانی کنت نهیت عن زیارة القبور فزور وها الحدیث بریده رضی الله عنه سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلے پھر ایک منزل پر رکے اور ہم ایک ہزار کے قریب لوگ تھے پھر کہا کہ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے تو عمرؓ آپ کی جانب اٹھ کر آئے اور ماں باپ قربان کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ کو کیا ہوا ہے آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی دعا کی تو اللہ نے اجازت نہ دی تو میں ان کے لیے رو پڑا آگ کے ڈر سے اور میں نے قبروں پر جانے سے روکا تھا تو اب بھلے جایا کرو الحدیث۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس سند کے راوی سارے ثقہ ہیں بیہقی کے شیخ اور ان کے شیخ الصفار کو خطیب نے

معین والعجلی وابن سعد والنسائی وقال الباجی کان حافظ ثقة وادعی ابن حبان اجماع اهل النقد علی ثقتہٖ وأمانته.

قال ابو محمد: ...... وقیل حما دتغیر. بآخره وهذ لایضره حدیثه هذا لانة قبل الاختلاط فقال البیهقی هو احذ ائمة المسلمین الاان کبر ساء حفظه فلذا ترکہٗ البخاری واما مسلم فا جتهد واخرج من حدیثه من ثابت ماسع منه قبل تغیرہٖ کذافی التهذیب فهذا دلیل علیٰ ان حدیثہٗ هذا عن ثابت فی الاصول کما صرح بہٖ صاحب التهذیب نقلاً عن البیهقی والحاکم.

قال ابو محمد: ...... وقال السیوطی فی مسالك الحنفاء وقع فی احادیثہٖ مناکیر ذکرو ان ربیعة دسها فی کتبہٖ وکان حماد لایحفظ بها فوهم فیها وهذالروایة غیر ثابتة فذکر ها صاحب التهذیب عن عباد بن صهیب ثم قال عباد ایضاً لیس بشیٔ فهو کما قال ففی المیزان احد المتروکین قال ابن المدینی زهب حدیثه قال البخاری والنسائی وغیرهما متروك فقال ابن حبان کان قدریاً داعیة ومع ذالك یروی اشیاء اذا سمعها المتبدی فی هذہٖ الضاعة شهد لها بالوضع. فهذہٖ خیانة من السیوطی حیث نقل هذہٖ العبارة عن التهذیب ولم یذکر مافیه عن الجرح علیها ونسال اللّٰه العافیة.

قال ابو محمد: ...... وقال السیوطی ایضاً لم یخرج لہٗ البخاری شیئاً ولا اخرج لہٗ مسلم فی الاصول عن ثابت. وفیه ان کل من لم یخرج لہٗ البخاری لیس ممن لایحتج بہٖ کما لایخفیٰ علیٰ اولی النهیٰ بل قد ثبت عن البخاری نفسه توثیقه ففی التهذیب نقلاً عن ابن حبان لم یخرج لہٗ البخاری معتمداً علیه بل التشهد به فی مواضع لیبین انہٗ ثقة. واما مسلم فاخرج عنه فی الاصول من روایتہٖ عن ثابت کما سمع السیوطی ونقل ذالك عن الحاکم فی مدخلہٖ وهذہٖ روایتہٗ عنه فلا معنیٰ لهذا الاعتراضہٖ.

قال ابو محمد: ...... وقال ایضاً مجیباً فی هذا الحدیث الجواب ان هذه اللفظ وهو قولہٗ ان ابی واباك فی النّار لم یتفق علی ذکرها الرواة وانما ذکرها حماد بن سلمة عن ثابت عن انس وهی ...... التی رواه مسلم فنها وقد خالفه معمر عن ثابت فلم یذکرها ولکن قال له اذا مررت بقبر کافر فبشره بالنار"

قال ابو محمد: ...... فهذا جفاء منه وحیلة باطلة لابطال الحق لانة لامنافاة بین هٰذین

اپنی تاریخ میں ثقات میں شمار کیا ہے اور احمد ابن ابراہیم بن سلمان کو بھی خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور دار قطنی سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور اس کے باقی رواۃ کی صاحب التقریب نے توثیق کی ہے اور یہ عمرو ابن خالد بن فروخ الخذامی ابوالحسن الحرانی ہے اس کے طبقہ سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ صاحب التقریب نے ابن ملحان کو اس کے شاگردوں اور زھیر کو اس کے استادوں میں شمار کیا ہے اور زبیر وہ ابن الحارث الیامی جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن بیقھی میں تصریح ہے۔ اور ابن بریدہ یہ سلیمان ہیں۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... اگر یہ اعتراض ہو کہ اس روایت کو مسلم نے اپنی صحیح میں یحی بن یحی عن زھیر بن معاویہ سے روایت کیا ہے اور اس میں آپ ﷺ کی والدہ کے قصے کا تذکرہ نہیں اس کا جواب یہ کہ اگر یحیٰی نے اسے بیان نہ کیا تو اس سے کیا خلل واقع ہوا؟ یہ ایک ثقہ راوی کا مزید بیان ہے جو کہ اہل اصول کے نزدیک مقبول ہے۔ عمرو بن خالد نے زیادہ بیان کیا ہے نا؟ تو وہ ثقہ ہے اسے ابن حبان اور مسلمۃ بن قاسم نے ثقہ کہا ہے اور عجلی نے کہا کہ "ثـقـة ثبـت" قابل اعتماد معتبر ہے اور دار قطنی نے کہا کہ "ثقہ حجۃ" قابل اعتماد قابل دلیل ہے اور ابو حاتم نے کہا صدوق سچا ہے۔ یہ تمام اقوال تہذیب سے منقول ہیں۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... ایک اور ثقہ راوی نے اس کی متابعت کی ہے اور وہ ہے احمد بن عبدالملک اب واقد الحرابی صاحب تقریب نے اس کی توثیق کی ہے اور کہا کہ اس کے متعلق بلا دلیل کلام کیا گیا ہے (تکلم فیہ بلا حجۃ) اور اس کی روایت بھی بیہقی کے ہاں منقول ہے لہٰذا غلطی کی تہمت زائل ہوگئی بلکہ اور زیادہ قوی نہ ہوگی۔ پھر زھیر نے بھی اس کی متابعت کی ہے اس مزید بیان میں عبد بن محمد بن نفیل صاحب تقریب نے اس کے متعلق کہا کہ ثقہ حافظ اور حاکم نے مستدرک میں اس سے روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ روایت بخاری ومسلم کے شرط پر صحیح ہے اور تلخیص میں ذھبی نے بھی اس بات کا اقرار کیا لہٰذا روایت کی صحت میں کوئی شک نہیں رہ جاتا اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس روایت کو درج کیا ہے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... اور ان روایات میں سے ابن مسعود کی بھی روایت ہے جسے حاکم نے بیان کیا ہے

"حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا بحر بن نصر حدثنا عبدالله بن وهب انبا ابن جریج عن ایوب بن هانی وعن مسروق الاجدع عن عبدالله بن مسعود قال خرج رسول الله ﷺ ینظر فی المقابر وخر جنا معه وامر نا فجلسا ثم تخطا القبور حتی انتهی الی قبر منها فنا جاه طویلا ثم ارتفع نحب رسول الله ﷺ باکیا فبکینا لبکائه ثم اقبل الینا فتلقاه عمر بن الخطاب فقال یا رسول الله ماالذی ابکاك فقد ابکانا ببکائك وافز عنا فجاء وجلس الینا فقال افزعکم بکائی قال نعم یا رسول الله فقال ان القبر الذی رایتمونی انا جی فیه قبر امی اٰمنة بنت وهب وانی استاذ نت ربی

اللفظين بل هما حديثان مستقلان على حدهما يصدق احدهما الآخر ويؤيد انه جواب سوال السائل "فاين ابوك" وسياتی هذا الحديث ثم هذهٖ الزيادة وان لم يذكرها معمر ولكن حماد ثقة فزيادته مقبولة مالم تقع منافاة فيه الاصول كما تقرا فی الاصول وصرح السيوطی نفسه بقول الزيادات الثقات فی "تدريب الراوی" والفية الحديث .

قال ابو محمد: ...... ثم قال ايضاً وهو اثبت من حيث الرواية فان معمرًا اثبت من حماد تكلم فيه ووقع فی احاديثهٖ مناكير واما معمر فلم يرومسلم فيه ولااستنكر شئ من حديثهٖ واتفق على التخريج لهٗ الشيخان فكان لفظه اثبت .

قال ابو محمد: ...... حماد لم يثبت الكلام فيه اصلاً كما مر ثم معمر ايضاً تكلم فی حديثهٖ عن البصريين والكوفيين انظر التهذيب نقلا عن ابن معين فبطل قولهٗ لم يستنكر شئ من حديثهٖ ثم لم يذكر السيوطی سند حديث معمر لنرى حال بقية رجالهٖ وكيف يكون اثبت من حماد على الاطلاق واما اخرج الشيخين لهٗ فلقائل ان يقول لم يخرج احد منهما حديثهٖ هذا واما حديث حماد المذكور فاحتج بمهٖ احدهما فهذا وجه وجيه للترجيح بالعكس ثم فی روايتهٖ معمر عن ثابت كلام قال صاحب التقريب ثقة ثبت فاضل الا ان فی روايتهٖ عن ثابت والاعمش وهشام بن عروة شيئا وكذافيماحديث بهٖ بالبصره وقال ابن معين و معمر عن ثابت ضعيف و قال ايضاً حديثه عن ثابت وعاصم بن ابی النجود وهشام بن عروة مضطرب كثير الاوهام كذافی التهذيب .

قال ابو محمد: ...... وحماد اثبت من جميع الآخرين عن ثابت ففی التقريب هواثبت الناس فی ثابت وفی التهذيب نقلاً عن ابن المدينی لم يكن فی اصحاب ثابت اثبت من حماد بن مسلمة وعن احمد بن حنبل اثبتهم فی ثابت حماد بن سلمة . فهذا دليل علىٰ ان حديثها اصح من حديث معمر عنه وهٰذا وجه ثالث لترجيح حديثهٖ حتىٰ قال امام هٰذا الشان ابن معين من خالف حماد بن سلمة فی ثابت فالقول قول حماد وقال الامام احمد بن حنبل حماد بن سلمة فی ثابت عن معمر كذافی التهذيب .

قال ابو محمد: ...... فهذا دليل علىٰ انه الصحيح عن ثابت مارواه حماد عنه وان خالفه

فی زیارتھا فاذن لی فیه فاستا ذنته فی الاستغفار لھا فلم یا ذن لی فیه ونزل علی "
ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان استغفروا للمشرکین حتی ختم الاٰیه وما کان استغفار
ابراھیم لا بیه الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فاخذنی ما یاخذ الولد لوالدہ من الرقة
فذالك الذی ابکانی . ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ قبروں پر نظر ڈالنے کے
لیے نکلے اور ہم بھی ان کے ساتھ نکلے ہمیں بیٹھنے کا حکم ملا پھر آپ ﷺ قبروں پر سے ہوتے ہوئے ایک قبر
تک پہنچے اور پھر خاموشی سے کافی دیر دعا کرتے رہے پھر آپ ﷺ کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو آپ
ﷺ کے رونے پر ہم بھی رونے لگے پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے تو عمرؓ ان کے پاس آئے پھر کہا کہ اے
اللہ کے رسول کس چیز نے آپ کو رلا دیا ہے کہ آپ کے رونے پر ہمیں بھی رونا آ رہا ہے اور ہم سہمے ہوئے
ہیں تو آپ ﷺ آئے اور ہماری جانب توجہ کر کے بیٹھے پھر فرمایا کیا میرے رونے نے تمہیں سہا دیا ہے؟
جواب دیا کہ جی ہاں تو فرمایا کہ وہ قبر جس کے پاس تم نے مجھے دعا کرتے پایا میری ماں اٰمنہ بنت وھب کی
قبر ہے اور میں نے اپنے پروردگار سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت عطا فرمائی پھر میں
نے ان کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی اور مجھ پر یہ فرمان خدا نازل ہوا کہ "نبی
اور اہل ایمان کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے دعا کریں" اور ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لیے
صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس کے ساتھ کیا تھا پھر جب ان کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ
خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا (توبہ) تو مجھے اسی نرمی کے احساس نے آلیا جو کہ اولاد کو
ماں باپ کے لیے ہوتی ہے تو اس بات نے مجھے رلا دیا۔"

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... حاکم نے کہا کہ صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ جبکہ ذہبی
نے تلخیص میں تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایوب بن ھانی کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن
حبان نے اسے ثقات میں درج کیا ہے اور تھذیب میں ہے کہ دارقطنی نے کہا یعتبر به یعنی قابل اعتبار ہے
اور ابو حاتم نے کہا شیخ صالح ۔ چونکہ ابن معین کا تشدد مشہور ہے پھر یہ کہ اس کی جرح مبھم ہے لہٰذا اس راوی
کی روایت حسن شمار ہو گی اسی لیے تقریب میں اس کے متعلق کہا ہے کہ صدوق فیه لین یعنی سچا ہے اس میں
تھوڑی کمزوری ہے اور اس طرح کے راوی کی روایت رد نہیں ہو سکتی خاص طور پر جبکہ بکثرت شواھد اور
متابعات موجود ہوں ۔ رہی بات ابن عدی کی کہ لا اعرفه تو اس سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ اسے جاننے والے
بکثرت ہیں ۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس کے باقی راوی سارے ثقات ہیں ۔ حاکم کا تذکرہ شیخ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ
میں مذکور ہے اور اس کے علاوہ راوی التھذیب اور التقریب میں مذکور ہیں اور ابن جریج کا نام عبدالملک بن

معمر اوغیره کائنامن کان وهذا کله اذا وقعت المنافاة بین روایتیهما فکیف اذا وافقت احدهما الاخریٰ فالحاصل ان الحدیث صحیح لاغبار علیه ومن احتج به فلا عار علیه وادخال مسلم وابی عوانة لهٗ فی صحیهما دلیل علیٰ کونه صحیحاً عند هما وسکت علیه ابو داؤد فهو صالح عندهٗ۔

قال ابو محمد: ...... فهذا الحدیث صالح لامدخل فیه للتاویل وقد بوب علیه ابو عوانة فی صحیحه "والکافر لا ینفعة معروفة اذا مات" وبوب علیه النووی علیٰ متن مسلم فقال" باب بیان ان من مات علی الکفر فهوفی النار ولاتنالهٗ الشفاعة ولاتنفعة قرابة المقربین۔

قال ابو محمد: ...... ومنها حدیث عبدالله بن الخطاب اخرجهٗ ابن ماجهٗ فی سننه قال حدثنا محمد بن اسماعیل البختری الواسطی حدثنا یزید بن هارون عن ابراهیم بن سعد عن الزهری عن سالم عن ابیه قال جاء اعرابی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان ابی کان یصل الرحم وکان وکان فاین هو قال فی النار فکانه وجد من ذالك فقال یا رسول الله فاین ابوك قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حیث مامررت بقبر مشرك فبشرة بالنار قال فاسلم الاعرابی بعد فقال لقد کلفنی رسول الله ﷺ تعبا ما مررت بقبر کافر الا بشرته بالنار۔

قال ابو محمد: ...... هذا اسناد ایضاً صحیح رجاله کلهم وثقهم فی التقریب وابرهیم بن سعد هو الزهری وسالم هو ابن عبدالله عمر بن الخطاب احد افقهاء السبعة وابوه صحابی ابن صحابی رضی الله عنها قال ابن اسحاق اصح الاسانید کلها الزهری عن سالم عن ابیه کما فی التهذیب۔

قال ابو محمد: ...... فجوابه صلی الله علیه وسلم فی قول السائل "این ابوك" دلیل علیٰ انهٗ مات علی الشرك والا فیکون الکلام لغوًا والحدیث قدادخله ابن ماجة فی "باب ماجاء فی زیارة قبور المشرکین" والا تفات الیٰ ماذکرة السیوطی من العذر الذی لایقبله اهل النظر حیث قال هذا الجواب دلیل علیٰ انه لم ینص علی کون ابیه فی النار بل لمشرك والکافر وهٰذ کما تریٰ نایٰ عن الحق وتاویل القول بما لا یرضیٰ به قائله فان سوال الاعرابی یبقی بلاجواب ومثل هٰذا سیمیٰ مغالطة وشان سید المرسلین اجل من ذالك وارفع فیما قالهٗ لایصغی الیه والایسمع۔

عبدالعزیز ابن جریج ہے۔
راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ایت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی جیسا کہ مشہور ہے اور احادیث میں مذکور ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس روایت میں غلطی ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ روایت میں ایسی کوئی بات نہیں کہ ایت اسی موقع پر نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اسے نہیں فرمایا کہ یہ مجھ پر ابھی نازل ہوئی ہے بلکہ صرف یہ بتایا کہ یہ ایت جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اسی معنی میں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "لا ستغفر لك مالم انه عنه" تو اللہ نے یہ ایت نازل فرمائی اور اس مفہوم کے لیے اس سے واضح الفاظ وہ ہیں جنہیں ابونعیم نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اسی طریق سے کہ "ثم استاذ نت فی الاستغفار فلم یاذن لی" وقرا ماکان للنبی الیٰ اخر الاٰیة۔" پھر میں نے استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے نہ دی اور آپ ﷺ نے یہ ایت پڑھی کہ ماکان للنبی الاٰیہ۔
تو یہ بات دلیل ہے کہ وہ ایت اس وقت نازل نہیں ہوئی بلکہ اسے آپ ﷺ نے پڑھا استدلال کے لیے۔
راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور اسی موضوع پر زید بن خطاب سے المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے جس کے متعلق ھیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا کہ "فیه من لم اعرفه" اس میں ایک راوی ہے جس کو میں نہیں جانتا اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ ملیکہ کے دو بیٹے آئے اور بولے کہ اے اللہ کے رسول بیشک ہماری ماں مہمان نوازی کیا کرتی تھی اور جاہلیت میں انہیں دفن کر دیا گیا تو ہماری ماں اب کہاں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "امکما فی النار" تم دونوں کی ماں جہنم میں ہے تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے اور یہ بات ان پر شاق تھی تو آپ ﷺ نے انھیں بلایا پھر فرمایا کہ "ان امی مع امکما" بیشک میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے الحدیث اس روایت کو ابن شاہین نے عثمان بن عمر تباہ کن (الھالک) کے طریق سے روایت کیا ہے چونکہ انہوں نے اس کی روایت سے دلیل پکڑی ہے اس لیے ہم نے بھی الزامی طور پر اسے ذکر کر دیا ورنہ اللہ کے فضل سے صحیح روایات کے ہوتے ہوئے ہم اس طرح کی واھی تباہی رویات سے بے نیاز ہیں فللّٰہ الحمد۔
راقم ابو محمد کہتا ہے:...... استغفار سے منع کیا جانا واضح دلیل ہے ان کے ملت اسلامیہ پر نہ ہونے کی خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نص کے ہوتے ہوئے کہ "ماکان للنبی والذین اٰمنوا ستغفروا للمشرکین" اور اس پر ابن حبان نے اپنی صحیح میں باب باندھا ہے کہ "ذکر ما یستحب للمرٔ ان یترك الاستغفار لقرابته المشرکین اصلا لاحد" اس کا بیان کہ اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے استغفار نہ کرنا مستحب ہے کسی کے لیے بھی نہیں" سو یہ واضح نص ہے جسے واھیات روایات کی بنا پر رد نہیں کیا جاسکتا کہ جن سے کوئی چیز ثابت ہو ہی نہیں سکتی۔

قال ابو محمد: ...... ومنها حديث سعد بن ابى وقاص اخرجهٗ البزار والطبرانى فى الكبير والبيهقى من طريق ابراهيم بن سعد بن الزهرى عن عامر بن سعد عن ابيه ان اعرابياً قال لرسول الله صلى عليه وسلم اين ابى قال فى النار قال فاين ابوك قال حيثما مررت بقبر كافر فبشرة بالنار.

قال ابو محمد: ...... عامر هو ابن سعد بن ابى وقاص الزهرى المدنى الموثق فى تهذيب الكمال والتهذيب والتقريب وابوه صحابى جليل احد العشرة المبشرة والحديث صححه السيوطى فقال فى مسالك الحنفاء وهٰذا اسناد على شرط الشيخين وقال فى التعظيم والمنه اخرجهٗ البزار والطبرانى بسند رجال الصحيح وقال بعد ذكره وهذا حديث صحيح.

قال ابو محمد: ...... وهذا ايضاً نص صريح فى موت الوالد على الشرك وقد استنبط منه السيوطى فوائد وهى فى الاجل له مضرة لامفيدة فقال وفيه فوائد منها بيان ان السائل كان اعرابياً وهو مظنة خشية الفتنة والردة وفيه ان قوله "ابوك فى النار" ايضاً فيه مظنة ذالك فلم قال ثم فى اظهار الحق لاخشية اصلاً ثم ايمان اعرابى لاجل ذالك كما تقدم من حديث ابن ماجة وقد ذكر السيوطى محتجابهٖ فهذا يكذب قومه خشية الفتنة والردة.

قال ابو محمد: ...... ثم قال ومنها بيان جواب فيه ايهام وتوريه اذلم يصرح فيه بان الاب الشريف فى النار انما قال حيث مررت بقبر كافر فبشره بالنار وهٰذهٖ جملة لاتدل بالمطابقة علىٰ ذالك انما قد يفهم منها ذالك بحسن السياق والقرائن وهٰذا شان التورية والايهامات فكره صلى الله عليه وسلم يفصح لہٗ حقيقة الحال ومخالفة ابيه فى المحل الذى هو فيه خشية ارتدادهٖ لم جبلت عليه النفس من كراهية الاستيشاد عليها.

قال ابو محمد: ...... تسمية كلام النبى صلى الله عليه وسلم توريهاً وايهاماً من اعظم جرأة السيوطى عليه بل ومن اكبر طوام الدنيا ان يكون النبى صلى الله عليه وسلم يوره جواباً فى مسئلة من امرالدين اويوهم وهو يتلوا قوله تعالى "بتين للناس ما نزل اليهم" (النحل) بل هذا التفوا لم يصدر الاعن قلة الادب معة صلى الله عليه وسلم وما يكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هٰذا بهتان عظيم.

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... بعض لوگوں نے اس کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہوسکتا ہے استغفار سے ممانعت کسی اور بنا پر ہو جیسا کہ ابتدائے اسلام میں جس پر قرضہ ہو اس کی نماز جنازہ ممنوع تھی حالانکہ وہ مسلمان ہی ہو، تو ھوسکتا ہے ان پر کفر کے علاوہ کچھ اور لغزشیں ہوں لہٰذا ان کے لیے استغفار سے منع کیا گیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ فضول بات ہے جس کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے پھر آپ ﷺ کی جانب سے مذکورہ ایت کی تلاوت یہ احتمال کا جھگڑا بھی ختم کیے دیتی ہے پھر یہ کہ جس پر قرضہ ہو اس پر نماز جنازہ سے منع کیا گیا تھا استغفار سے نہیں لہٰذا یہ قیاس باطل تو ہے ہی مگر ہماری اس بحث میں تو باطل ہے۔ پھر اس احتمال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ انہیں کیوں زندہ کیا گیا کہ وہ ایمان لائیں اور توبہ کریں حالانکہ ان پر کچھ لغزشیں ہی تھیں؟ جیسا کہ کہا گیا اور یوں یہ حیلہ بھی باطل ہوا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور کہا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے استغفار کی یہ ممانعت اول اسلام میں ہو پھر اللہ نے اس کی اجازت دے دی ہو۔ یہ محض ملمع سازی ہے بغیر دلیل کے پھر ہم انہیں قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا وہ مشرکہ تھیں یا نہیں اگر پہلی شق کو لیں تو مشرک کے لیے استغفار کی ممانعت منسوخ نہیں اور دوسری شق کی صورت میں غیر مشرک کے لیے استغفار سے کبھی منع کیا ہی نہیں گیا۔ اور اللہ خود فرماتا ہے کہ "ویغفر ما دون ذالك لمن يشاء" اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخشش دے۔ لہٰذا اس فضول تکلف کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا رونا اس لیے تھا کیوں کہ وہ آپ ﷺ کو ایمان کے وقت نہ پاسکیں اور یہ بات اگر وہ مان لیں تو اس بحث میں کافی ہے اور ان کا ایمان موت کے بعد کسی طرح ثابت نہیں ہوسکا پھر اس بات کو آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی رد کرتا ہے کہ "فلم یاذن لی فذکر تہا فَذَرَفَتْ نفسی فبکیت" جیسا کہ بریدۃ رضی اللہ عنہ والی روایت میں وابن ابی شیبہ سے ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی اس کی تکذیب کرتا ہے کہ "فاخذنی ما یاخذ الولد لوالدہ من الرقة فذالك الذی ابکانی" جیسا کہ حاکم کے یہاں ابن مسعود کی روایت میں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس لیے استغفار سے منع کیا کیوں کہ اللہ کے علم میں تھا کہ اللہ انہیں زندہ فرمائے گا اور وہ ایمان لے آئیں گی۔ یہ بات پہلی ہی باطل ثابت ہوچکی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ بالفرض محال انہیں زندہ فرماتا تو اس سے پہلے ہی استغفار میں کیا امر مانع تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو بخشش کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے استغفار اور توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ لیکن جب ابتدا ہی میں استغفار سے منع کر دیا گیا تو یہ گویا قبولیت توبہ سے اصلا انکار ہی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور اگر کہا جائے کہ آپ ﷺ ان کے لیے بروز قیامت شفاعت کی امید رکھتے

قال ابو محمد: ...... ثم هو ليس بدون الاول بل هو اسقط منه او ابطل لانه وان لم يصرح كما زعمه فقد صرح فى موضع آخر كما فى حديث انس المذكور وتلك الجملة وان لم تدل بالمطابقة لكنة تدل بالتضمن ولابدثم دلالة السياق و القرائن ايضاً دلالة وليس فيه انكار سلامة ثم قوله هٰذا شان التورية ولايهامات عجيب جدا لانه لا انكار فيه عن اصل المسئلة بل اثبات لها بالبداهة وفى مثل هٰذا يقال الكتاب ابلغ من الصراحة ثم قوله فيه خشية ارتداده ايضاً عجيب وقد ثبت اسلامه بعد ذالك كما مر.

قال ابو محمد: ...... ثم تنزلنا وسلمنا انه صلى الله عليه وسلم لم يصرح يكون ابيه فى النار لقلنا البتة ان عدم نكاره صلى الله عليه وسلم على اعرابى فى قوله فاين ابوك تقرير لانه استدرك على قوله صلى الله عليه وسلم "ابوك فى النار" فتدبر.

قال ابو محمد: ...... قال ولما كانت عادة الاعراب من غلظ القلوب فى الجفاء اورده جوابا موهما تطييبا لقلبه ومثل هٰذا الجواب لايليق شانه المعظم صلى الله عليه وسلم واى تطيب فى ذالك لقلبه بل هو اضلال وايقاع فى الضلال.

قال ابو محمد. ...... ثم ننشدهم بالله فنقول هل كان يعلم ذالك النبى صلى الله عليه وسلم املا على الثانى فكيف قال ان ابى واباك فى النار وايضاً فكان ينبغى لهٗ ان يقول مالمسؤل عنها باعلم من السائل كما اجاب له من سالهٗ عن الساعة وعلى الاول هل اجابة به ام لا على الثانى يرد عليه قوله صلى الله عليه وسلم من سئل علما فكتمه الجم يوم القيامة بلجمام من النار الحديث المشهور وعلى الاول فباع جواب اجاب به الجواب موهوم كماز عمتمو واٰذيتم الرسول صلى الله عليه وسلم حين اتهمتوه بتهمة هو برى منها فى الدنيا والآخرة وهل تسأل به السائل وام بجواب صحيح صريح قاطع ولا يمكن الا هٰذا فتنبه ولا تكن من الغافلين وعلى هفوات السيوطى من القانطين.

قال ابو محمد: ...... فتعلقوا بهذه التاويلات وادعوان لفظ "ان ابى واباك فى النار" تجوز من الرواة والحال ان كل ما تاؤلوا به باطل لايلتفت اليه عاقل كيف وقد ذكره اصحاب ثابت الذى قوله هو المعتمد عند الاثبات ولو خالفة كائنا من كان من الثقات فكيف اذا ثبتت المطابقة وحصلت الموافقة.

تھے لہٰذا استغفار کی کوئی احتیاج نہ تھی۔ اس کا جواب یہ کہ قائل کی یہاں پر مراد اس من گھڑت باطل روایت سے ہے لہٰذا جیسے وہ روایت باطل ہے ویسے ہی یہ مراد بھی۔ مزید یہ کہ جس کے لیے شفاعت کی امید ہو اور نجات متوقع ہو اس کے استغفار سے کیونکہ منع کیا جائے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ تمام بحث تو ہوئی آپ ﷺ کی والدہ کے متعلق مخصوص جہاں تک آپ ﷺ کے والد کا سوال ہے تو اس کے لیے حضرت انس والی روایت کہ جسے حماد بن سلمہ نے ثابت سے اور ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول میرے والد کہاں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا" فی النار " جہنم میں بس جب وہ لوٹا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا پھر فرمایا" ان ابی و اباك فی النار " میرے اور تمہارے والد جہنم میں ہیں۔ امام مسلمہ نے اس روایت کو اپنی صحیح میں ابو بکر بن ابی شیبہ عن عفان عن حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس کی سند سے بیان کیا ہے۔ اور ابو عوانہ نے جعفر بن محمد الصائغ عن عفان عن حماد بن سلمۃ اور ابو داوٗد السجزی عن مالک بن اسماعیل عن حماد بن سلمہ کی سند سے ذکر کیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ روایت اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی اس کے ثقہ ہیں جن کا تذکرہ تقریب اور تھذیب میں موجود ہے اور ثابت یہ ابن اسلم ہیں اور عفان یہ ابن مسلم اور اب بکر بن ابی شیبہ کا نام عبداللہ ابن محمد بن عثمان اور ابو داوٗد السجزی یہ السجستانی سلیمان بن اشعث صاحب سنن جو کہ مشہور ہیں اس کی چند وجوہات ہیں کیونکہ ابو عوانہ بعض اوقات السجزی اور کبھی السجستانی کہتے تھے اور دوسرا یہ کہ بجستان کی طرف نسبت سجزی بھی کی جاتی ہے خلاف قاعدہ جیسا کہ اس بات سے ابن ماکولا نے الاکمال میں سمعانی نے الانساب میں اور ذھبی نے مشتبہ النسبہ میں خبردار کیا ہے اور تیسرا یہ کہ ابن ماکولا نے الاکمال میں بجستان کی طرف منسوب افراد کے بیان میں سجزی کے باب میں کہا ہے کہ ابو داوٗد سلیمان بن اشعث سجزی صاحب سنن اور اس کے علاوہ کتابوں کے مصنف امام، حافظ، ثقہ اور امین ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ ابو داوٗد نے اپنی سنن میں اس حدیث کو موسیٰ بن اسماعیل سے اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابو داوٗد ایک امام ہیں جن کا مقام محض ثقہ ہونے سے برتر ہے لہٰذا ان کی توثیق کے متعلق سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لہٰذا روایت کی سند عمدہ ہے اور لائق اعتماد ہے۔

اس روایت پر بعض وجوہ سے اعتراض کیا جاتا ہے ایک تو یہ کہ حماد بن سلمہ کے متعلق کلام کیا گیا ہے۔ یہ اعتراض کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی تعریف کی ہے یہاں تک کہ ابن المدینی اور ابن عدی نے کہا کہ "من تکلم فیه فاتهموه فی الدین " جو اس کے بارے میں کلام کرے اس کو دین داری میں تہمت زدہ سمجھو۔ اور نسائی نے کہا کہ اس کے متعلق کلام کرنے کی جرات کون کرسکتا ہے؟ جیسا کہ تھذیب میں منقول ہے اور تقریب میں اسے ثقہ کہا ہے جو کہ اس کے متعلق مناسب

قال ابو محمد: ...... وتفوهوا بنسخ هٰذہ الاحادیث الصحاح فکانهم اسبلوا الظلام علی الصباح لان ذالك الخبر لایساوی هٰذہ الاخبار فکیف یصلح أن یکون نا سخا بها ولا اقل ان یکون الناسَخ أقویٰ من المنسوخ کما فی نصب الرایة للزیلعی وقال الحازمی فی الاعتبار من شرط الناسخ ان یکون له مزیة علی المنسوخ من حیث الثبوت والصحة، فکیف اذا کان دوته، ومن هٰذا الذی مجتری ان یتضوه بنسخ الخبر الصحیح بالخبر الموضوع. ویتمون بمسخ الحق الصریح بالباطل المضوع ثم الناسخ لایکون الابعد التعارض وهو لایتحقق الابعد استواء طرفی المتناقض واذلیس کذالك فلیس ذالك.

قال ابو محمد: ...... ثم لیس فی الفاظ الحدیث مایدل علی النسخ وماوقع فی حدیث عائشة حج بنا رسول لله ﷺ حجة الوداع فلم یروه عن ابی غزیة الاعلی بن ایوب الکعبی کما عندالخطیب فی السابق والاحق وابن عساکر نی غرائب مالك وقد عرفت من حاله ان الدارقطنی التهمة بالوضع وقدروی عن ابی غزیة محمد بن عمر بن الاخضر کما اخرجة محب الدین للبطری فی سیرته وهو قد وثقه الخطیب فی تاریخیہ.

قال ابو محمد: ...... ثم تابعة عن ابی غزیة احمد بن یحیٰ الحضری کما عندالبن الشاهین والناسخ والمنسوخ فلم یذکر هٰذہ الزیادة وقد تکلم السیوطی علی حدیث انس فرجم حدیث معمر بدون الزیادة علی حدیث ثابت فعلیٰ ماقالهٗ هٰذہ الزیادة منکرة لانه لم یذکرها اثنان فلحد یثیهما ترجیح علیٰ حدیث الواحد ثم الذی زادها مجروح والذی لم یذکرها هو ایضاً مطروح لکن تابعة ثقة صلوح فهٰذا وجه ثان للترجیح.

قال ابو محمد: ...... فعلی هذا لم یثبت تاخره اصلاً والواجب عند التعارض بعد الاستواء الجمع ان امکن والا فالترجیه فان تعذر فالتفحص عن التاریخ فان علم المتاخر فهو الناسخ کما تقدم مرضه اذا کان هناك داع الیٰ ذالك فیما نحن فیه لیس داع معلوم ثم الاستواء معدوم ثم الجمع ایضا ممکن لان الایمان بعدالموت غیر نافع وبهٰذا کتاب الله العزیز قاطع فقال جل وعلیٰ "یوم یاتی بعض آیات ربك لاینفع نفساً ایما نها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرًا الأنعام فهذا

ترین قول ہے سو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے جیسا کہ تھذیب میں منقول ہے ابن معین، عجلی، ابن سعد، نسائی اور باجی نے کہا کہ "کان حافظا ثقة ماموںا" حافظ ثقہ مامون تھا۔ اور ابن حبان نے اس کی توثیق اور امانت پر اہل نقد کا اجماع نقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے ۔۔۔ اور اعتراض ۔۔۔ ہے کہ حماد کی یادداشت آخری عمر میں کمزور ہوگئی تھی لیکن اس بات سے اس حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے بیہقی نے کہا کہ وہ مسلم ائمہ میں سے ایک ہے لیکن جب ان کی عمر بڑی ہوئی تو حافظہ خراب ہوگیا اسی لیے بخاری نے اسے چھوڑ دیا لیکن امام مسلم نے بڑی محنت سے ان کی ثابت سے وہ روایات اپنی صحیح میں درج کیں جو کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے سن رکھی تھیں۔ یہ بات تھذیب میں منقول ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ثابت سے ان کی یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے اور مسلم نے اصول میں ان کی روایات سے احتجاج کیا ہے جیسا کہ اس کی تصریح صاحب تہذیب نے بیہقی اور حاکم سے نقل کرتے ہوئے کردی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے: ۔۔۔ اور سیوطی نے مسالک الحنفاء میں کہا کہ اس کی روایات میں مناکیر آ گئی ہیں کہتے ہیں کہ اس کے لیے ۔ لک بیٹے (ربیب) نے اس کی کتابوں میں داخل کردی تھی اور حماد کو وہ یاد نہ تھیں اس لیے اس کے متعلق وھم کا شکار ہوگیا۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے اسے صاحب تہذیب نے عباد بن صھیب سے نقل کرنے کے بعد کہا کہ عباد ایضا "لیس بشی" عباد کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور درست کہا ہے کیونکہ میزان میں ہے "احد المتروکین" متروک راویوں میں سے ایک ہے۔ ابن المدینی نے کہا "ذھب حدیثہ" اس کی روایت چلی گئی (گئی گزری ہے) بخاری ونسائی اور دوسروں نے کہا "متروک" ہے، ابن حبان نے کہا قدری تھا اپنی بدعت کا داعی تھا اور اس کے ساتھ ایسی روایات بیان کرتا ہے کہ علم حدیث کا مبتدی بھی سنے تو من گھڑت ہونے کی گواہی دے۔

تو جناب یہ محترم سیوطی کی خیانت علمی ہے کہ تھذیب سے بس دم بریدہ روایت نقل کردی اور جو جرح عباد پر ہے اسے ترک کردیا۔ نسال الله العافيه.

راقم ابو محمد کہتا ہے ۔۔۔۔۔۔ اور سیوطی نے کہا کہ بخاری نے حماد سے کوئی روایت نہیں لی اور مسلم نے بھی اصول میں اس سے ثابت کی کوئی روایت نہیں لی۔ جواب یہ ہے کہ ہر وہ راوی جس سے بخاری نے روایت نہ لی ہو نا قابل اعتبار نہیں ہوجاتا جیسا کہ اہل علم ودانش پر پوشیدہ نہیں ہے بلکہ خود بخاری سے اس کی توثیق ثابت ہے ۔تھذیب میں ہے کہ بخاری نے اگرچہ اس پر اعتماد نہیں کیا مگر بعض مواقع پر استشھاد کیا ہے یہ بتانے کے لیے کہ وہ ثقہ ہے رہی بات امام مسلم کی تو انہوں نے اصول میں اس کی ثابت سے روایت درج کی ہے جیسا کہ خود سیوطی نے تسلیم کیا ہے اور حاکم سے بھی یہ بات نقل کی ہے اور یہ روایت ثابت سے ہی ہے لہذا اس

دلیل علی ان الایمان لا ینفع الاقبل الموت ثم قوله تعالی اد کسبت فی ایمانها خیراً ایضاً یدل علیٰ ذالك لانه لم یثبت فی الحدیث ذالك .

قال ابو محمد: ...... ثم الترجیح الاحادیث علی حدیث الاحیاء حاصل بوجوه عدیدة وامور سدیدة الاول صحتها وضعفه والثانی لم یحتج به احد من الشیخین واحتج بما خالفة احدهما اعنی مسلماً والثالث انه عن طریق واحد وما خالفة فی الاب والام کلیهما عن جماعة قال الحازمی فی کتاب .

قال ابو محمد: ...... والوجه الرابع أنه مختلف فی انقطاعه ووصله کما مَرّ فی موضعه وفصله وأمّا هذه الأحادیث فمتفقة علی اتصا لها فیترجه علیه قال الحازمی فی الاعتبار والوجه الحادی والعشرون: أن یکون أحد الحدیثین متفقاً علی اتصاله والآخر یو صله بعضهم ویرسله آخرون فالأخذ بالمسند المتفقا علی اتصالة أولی من الأخذ بالمختلف فی ارساله واتصاله فان المرسل اکثر الناس علی ترك الاحتجاج بهٖ والمتصل متفق علیه فلا یقاومه . اه .

قال ابو محمد: ...... والخاس أنه مخالف لظاهر القرآن وهذه موافقة له قال الحازمی أیضا الوجه السابع والعشرون أنه یکون أحد الحدیثین موافقاً لظاهر القرآن دون الآخر فیکون الأوّل أولی بالاعتبار۔ اه .

قال ابو محمد: ...... والسادس أنه لا یوجد له نظیر فی الأنبیاء السابقین وشرائع الأوّلین فانه مات ابن آدم علی الکفر وکذا أب لأبراهیم وابن نوح وزوجته وزوجة لوط علیهم السلام ولم یحی الله تعالی أحد لیؤمن بنی من الأنبیاء وهذه الأخبار لها نظیر وهو عقابة تعالیٰ لنوح عن سؤاله لابنه .

وقال الحازمی ایضاً الوجه السابع والأ ربعون أن یکون الحدیثین یثبت حکما یخالف الحکم قبل الشرع والثانی یثبت حکماً موافقاً لحکم قبل الشرع فقد قیل لهذا أولی بالتقدیمً . اه

قال ابو محمد: ...... هذا کُله بعد تسلیم الصحة فما ظنك مع الضعف والوهن ثم التاریخ غیر معلوم فکیف یمکن النسخ اذالم یکن هناك وجه بین .

قال ابو محمد: ...... ونختم الکلام بالحدیث الصحیح المخرج فی الصحیح أخرجه الامام البخاری فی صحیحه فی قصة وفات أبی طالب عن ابن المسیب عن أبیه ان

اعتراض کا کوئی معنیٰ نہیں رہ جاتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... سیوطی نے اس روایت کا جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ یہ الفاظ "ان ابی وابـاك فـي الـنـار" اس کے بیان پر راوی متفق نہیں ہیں اسے صرف حماد نے ثابت اور اس نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حالانکہ معمر نے ثابت سے روایت کرتے ہوئے حماد کی مخالفت کی ہے بلکہ اس کی جگہ کہا ہے کہ "اذا مررت بقبر کا فر فبشره بالنار."

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... سیوطی کا ظلم اور فضول حیلہ ہے حق کو جھٹلانے کے لیے کیونکہ ان دونوں الفاظ کے مابین کوئی مخالفت نہیں ہے بلکہ یہ دونوں اپنی جگہ پر مستقل حدیثیں ہیں۔ ہر ایک دوسری کی تائید اور تصدیق کررہی ہے اور اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں سائل کے اس سوال "فاین ابوك" کے جواب میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔ مزید یہ کہ یہ الفاظ اگر چہ معمر نے ذکر نہیں کئے مگر حماد ثقہ ہے اور ثقہ کا اضافہ مقبول ہے جب تک کہ مخالفت نہ ہو جیسا کہ قاعدہ ہے اور سیوطی نے خود "تدریب الراوی" اور "الـفية الحديث" میں ثقہ کے اضافے کے مقبول ہونے کی تصریح کی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... سیوطی نے مزید کہا کہ معمر روایۃً حماد سے زیادہ معتبر ہے کیونکہ حماد کے متعلق کلام ہے اور اس کی روایات میں منکر روایات پائی گئی ہیں جبکہ معمر کے متعلق کوئی کلام نہیں اور نہ ہی اس کی روایات میں کوئی منکر پائی گئی اور بخاری، مسلم نے بالاتفاق اس کی روایات لی ہیں لہٰذا اس کے الفاظ زیادہ معتبر ہوں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... حماد کے متعلق کلام قطعاً ثابت نہیں ہوسکا جیسا کہ بیان کر دیا گیا پھر یہ کہ کلام تو معمر کے متعلق بھی موجود ہے اس کی بصریوں اور کوفیوں سے روایات میں۔ تھذیب میں ابن معین سے منقول اقوال دیکھ لو لہٰذا سیوطی کا یہ دعویٰ تو باطل ہوا۔ مزید یہ کہ سیوطی نے معمر کی روایت کی سند بیان نہیں کی تاکہ ہم اس کے دوسرے راویوں کا حال بھی دیکھ لیں اس کے بغیر مطلقاً معمر حماد سے زیادہ معتبر کیسے قرار پائے گا؟

رہی بات بخاری و مسلم کی معمر سے روایت کی تو اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ معمر کی یہ والی روایت زیر بحث صحیحین میں سے کسی کتاب میں نہیں جبکہ حماد کی یہ روایت ایک یعنی مسلم نے لی لہٰذا یہ بات حماد کے لیے باعث ترجیح ہوگی اس روایت میں نہ کہ معمر کے لیے۔ پھر یہ کہ معمر کی ثابت سے روایت میں کلام ہے صاحب تقریب کہتے ہیں "ثـقة ثبت" فاضل نگران کی جو روایت ثابت اعمش اور ھشام بن عروہ سے ہے اس میں کچھ (عیب) ہے اور اسی طرح سے جو بصرے میں انہوں نے روایت کیا اور تہذیب میں ہے کہ ابن معین نے کہا کہ معمر کی روایت ثابت سے ضعیف ہے اور کہا کہ اس کی روایت ثابت، عاصم بن ابی النجود اور ھشام بن عروہ سے مضطرب ہے اوھام سے بھری ہوئی ہے۔

أبـاطـالب لما حضرته الوفاة دخل عليه النبى صلى الله عليه وسلم وعنده ابو جهل فـقـال أتـى عمّ قُل لا اله الّا الله كلمة احاج لك بها عندالله فقال أبو جهل وعبدالله بـن أبـى أمتيـه يـا أبـاطالب ترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزال يكلمانه حتى قال لآخـرشـئ كـلهـم بـل عـلـى مـلة عبـدالـمطلب فقال النبى صلى الله عليه وسلم لأستغفرن لك مالم أنهُ عنه فنزلت " ماكان لنبى والذين آمنو أن يستغفروا للمشركين ولـو كـانـوا أولـى قـربى من بعد ماتبين لهم أنهم أصحاب الجحيم . " ونزلت "انك لاتهدى من أحببت"

قال ابو محمد: ...... وأخـرجه البخارى فى "باب اذا قال المشرك عند الموت لا اله الا الله" مـن كتـاب الـجـنـائز" وفيه فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عـلـيـه ويـعـود ان تـلـك الـمـقـالة حتى قـال أبـو طـالب آخر ماكلهم هو على ملة عبـدالـمـطـلـب وابـىٰ ان يقول لااله اِلا الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أماوالله لاستغفرن لك مالم أنه عنك فانزل الله تعالى فيه "ماكان النبى والذين "الأيه

قال ابو محمد: ...... والـحديث أخرجه مسلم فى صحيحه فى كتاب الايمان وأخرجه الـنسـائى أيضاً فى سننه وابن جرير فى تفسيره والحاكم فى مستدركه والحازمى فى الاعتبـار وصـحـحاه وهو دليل على ان دين عبدالمطلب غيّر دين اهل التوحيد فمن هٰـذا الذى يد عىٰ كون اولاده على الفطرة بل وَلم يعلمه أحد من ولده حتى مَنّ الله عـلى المومنين اذبعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة "فَامَنَ من امن وكفر من كفر" .

قال ابو محمد: ...... مـاذكره السيوطى عن السهيلى قد قيل أنه مات مسلما لماراى من دلائـل نبـوتـه فهـى قـوله بلا دليل وَلا يستند بمجرد قال فلان وقيل ثم هذا حديث مبطله ويمخه فصدق سبحانه وتعالى حيث قال بل نقذف على الباطل فيدمغه .

قال ابو محمد: ...... مـنهـم مـن قـال أنه من أهل الفطرة وَلم تبلغ الدعوة ويكذبه أولاً قول السهيلى المذكور انفاثم الحديث الصحيح فلا يلتفت اليه الامن لم يرزقه مز العلم نصيباً .

قال ابو محمد: ...... ثُمّ له شاهد آخر اخرجه النسائى قال أخبرنا عبيد الله بن فضالة بن ابـراهيـم قـال حـدثنا عبدالله هو ابن يزيد المقبرى ؟ واخبرنا محمد بن عبدالله بن يـزيـد الـمـقبرى قال حدثنا أبى قال سعيد حدثنا ربيعة بن سيف المعافري عن ابى

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور حماد ثابت سے روایت میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہیں تقریب میں ہے کہ "ھو اثبت الناس فی ثابت" وہ ثابت سے روایت میں سب سے معتبر ہیں اور تہذیب میں ابن المدینی سے منقول ہے کہ ثابت کے شاگردوں میں حماد بن سلمہ سے زیادہ معتبر کوئی نہ تھا اور احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ ثابت سے روایت میں حماد سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہے۔ لہٰذا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حماد کی روایت ثابت سے معمر کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہے اور یہ تیسیری وجہ بنتی ہے حماد کی روایت کی ترجیح کے لیے یہاں تک کہ اس فن کے امام ابن معین کا قول ہے کہ جب کوئی ثابت کی روایت میں حماد کی مخالفت کرے تو ترجیح حماد کے قول کو ہوگی (فالقول قول حماد اور امام احمد بن حنبل کا فرمان ہے کہ حماد بن سلمہ ثابت کی روایت میں معمر سے زیادہ معتبر ہے یہ اقوال تھذیب میں منقول ہیں۔ یہ تمام اقوال دلالت کرتے ہیں کہ ثابت سے جو روایت حماد نے کی وہ صحیح ہے اگرچہ معمر یا کوئی اور اس کی مخالفت ہی کیوں نہ کرے۔ پھر یہ سب کچھ بھی تب جبکہ روایات باہم متعارض ہوں تو پھر جب باہم موافق اور مطابق ہوں۔ ایک دوسری کی تصدیق اور تائید کر رہی ہو پھر تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حاصل کلام یہ کہ روایت بالکل صحیح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کو حجت بنانے والے پر ہی کوئی ملامت ہوسکتی ہے۔ اور مسلم اور ابو عوانہ کا اس روایت کو اپنی کتب صحیح میں درج کرنا ان کے نزدیک اس روایت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ابو دوٗد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا اس کے نزدیک بھی یہ روایت صالح ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو یہ روایت صالح ہے اور اس میں تاویل کی کوئی حاجت نہیں ہے اور ابو عوانہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ "والکافر لا ینفعه معروفه اذا مات" اور کافر کو موت کے بعد اس کی نیکی نفع بخش نہیں۔ ابوداوٗد اس روایت کو اس باب کے تحت لائے ہیں "باب ذراری المشرکین" باب مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جبکہ نووی نے صحیح مسلم کے متن پر اس روایت کی تبویت کرتے ہوئے لکھا کہ "بیان ان من مات علی الکفر فھو فی النار ولا تناله الشفاعة ولا تنفعه قرابة المقربین" اس امر کا بیان کہ جس کی موت کفر پر ہوئی وہ دوزخ میں جائے گا اور نہ اسے سفارش نصیب ہوگی نہ کوئی قرابت ہی نفع دے گی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس موضوع پر صحیح روایات میں سے یہ روایت بھی ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس سند کے ساتھ درج کیا ہے کہ "حدثنا محمد بن اسماعیل ابن البختری الواسطی حدثنا یزید بن ھارون عن ابراھیم بن سعد عن الزھری عن سالم عن ابیه" ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس آیا پھر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا اور یہ کرتا اور وہ کرتا تھا۔ تو وہ اب کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں، تو گویا اس دیہاتی

عبدالرحمن الحنبلی عن عبدالله بن عمر وقال بینما نحن نسیر رسول الله ﷺ اذ بصر بامر اة لا نظن انه عر فها فلما تو سط الطریق وقف حتی انتهت الیه فاذا فاطمة بنت رسول الله ﷺ قال لها ما اخرجك من بیتك یا فاطمة قالت اتیت اهل هٰذا المیت فتر حمت الیهم وعزیتهم بمیتهم قال لعلّك بلغت معهم الکدی قالت معاذ الله ان اکون بلغتها وقد سمعتك تذکر فی ذالك ما تذکر فقال لها ابلغتها معهم ما رایت الجنة حتی یرا ها جد ابیك ۔"

قال ابو محمد: ..... وربیعة اختلف فیه فقال البخاری وابن یونس عنده مناکیر وقال عبدالحق ضعیف الحدیث عنده مناکیر وقال الدار قطنی "صالح" وقال العجلی "ثقة" کما فی التهذیب و اماالنسائی فقال فی التمیز لیس به بأس"وفی سننه ضعیف" قال البخاری فی التاریخ الاوسط روی أحادیث لایتابع علیها". واما ابن حبّان فنقل صاحب التهذیب عنه أنه ذکره فی ثقاته وقال یخطئ کثیرًا .

وذکر عنه صاحب المیزان "لایتابع ربیعة علی هذافی حدیثه مناکیر وقدرا جعنا اِلیٰ عین نسخة ثقانه فوجدنا فیها کما قال صاحب التهذیب .

قال ابو محمد: ..... فالمترجم کما قال صاحب التهذیب "صدوق" له مناکیر له لم یثبت أنّه مطروح اصلاً ثم تضعیف النسائی غیر معتبر من وجوه الأول أنه جرح مبهم والثانی: وقد ثبت عنه التوثیق ایضاً فهو راجح لموافقة المعدلین ومع ذالك أنه لم یذکر فی ضعفائه . والثالث أن تضعفه لیس بقطعی الوجوه فی سننه فقال فی الأطراف وفی نسخه صدوق بل ضعیف فثبت الوفاق وحصل الاتفاق .

قال ابو محمد: ..... ثم الدارقطنی من المعتدلین فقوله هواعدل الأقوال وأما تضعیف عبدالحق فلا یقبل فی جنب توثیق هٰؤلاء مع کونه مبهماً فلم یثبت الاکون المناکیر عنده ومثله لایترك جمیع أحادیثه بل الواجب ان یفتش عن أحادیثه فما کان فیه نکارة یترك والآفلا ایضاً فمعناه عنده افراد کما یفسره قول البخاری فی اوسطه .

قال ابو محمد: ..... وأمّا کثیرة خطأه کما قال ابن حبّان فهو ایضاً لایضر لأن الانسان قلما یسلم من الخطأ والنسیان ولا نقول ان حدیثه فی أعلیٰ مراتب الصحیح لکنه صالح وسط .

قال ابو محمد: ..... وأخرج أبو داؤد حدیثه فی سننه وسکت علیه وقال المنذری فی الترغیب والترهیب دبیعة من تابعی أهل مصر فیه مقال لایقدح فی حسن الاسناد "وذکر الهیثمی فی المجمع حدیثا ووقع هو فی سنده وقال رجاله ثقات" وراه

نے اس بات کو محسوس کیا اور کہا " فاین ابوك " تو آپ کا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "حیث ما مددت بقبر مشرك فبشره بالنار " جہاں کہیں کسی مشرک کی قبر سے گزرو تو اس کو جہنم کی نوید دے دو۔ ابن عمر نے کہا کہ وہ دیہاتی بعد میں مسلمان ہوا اور کہتا تھا اللہ کے رسول نے مجھ پر بڑی بھاری ذمہ داری ڈال دی "کسی کافر کی قبر سے بھی گزرتا ہوں تو اسے جہنم کی نوید دیتا ہوں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ سند بھی صحیح ہے اور اس کے تمام راویوں کی توثیق تقریب میں مذکور ہے۔ ابراھیم بن سعد یہ زھری ہیں اور سالم یہ عبداللہ ابن عمر بن الخطاب صحابی ابن صحابی کے بیٹے ہیں ان کا شمار مدینے کے سات مشہور فقہاء میں کیا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ سب سے مستند سند (اصح الاسانید کلها) زھری عن سالم عن ابیه ہے (تہذیب)

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو آپ ﷺ کا جواب سائل کے اس جواب میں کہ " فاین ابوك " اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی وفات شرک پر ہوئی وگرنہ پھر یہ کلا لغو تصور ہوگا۔ اور ابن ماجہ نے اس روایت کو اس باب کے تحت درج کیا ہے کہ "باب ماجاء فی زیارة قبور المشرکین " باقی سیوطی کی یہ بات بالکل لائق اعتناء نہیں ہے کہ " یہ جواب اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے والد کے جہنم میں ہونے پر تنصیص نہیں کی بلکہ کسی بھی کافر یا مشرک کے لیے فرمایا" اور یہ بات جیسا کہ واضح ہے حقیقت سے بعید اور قائل کی بات کی ایسی توجیہ ہے جس سے وہ کبھی متفق نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں دیہاتی کے سوال کا جواب آیا ہی نہیں اور اس طرح کی بات کو مغالطہ ہی کہا جا سکتا ہے اور مقام سید المرسلین اس طرح کے کلام سے انتہائی بلند و بالا ہے لہٰذا یہ تاویل سننے کے ہی لائق نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ان ہی دلائل میں سے سعد بن ابی وقاص سے مروی روایت ہے جسے بزار نے اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے ابراہیم بن سعد کے طریق سے زھری عن عامر بن سعد عن ابیہ سعد بن ابی وقاص کی سند سے روایت کیا ہے کہ "ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا " این ابی " میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا " فی النار " جہنم میں تو اس نے کہا آپ کا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اسے جہنم کی نوید سنا دو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... عامر یہ سعد بن ابی وقاص صحابی جلیل کے بیٹے ہیں تھذیب الکمال، التذھیب، التھذیب اور التقریب میں ان کی توثیق کی گئی ہے اور ان کے والد جلیل القدر صحابی ہیں جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے اور روایت کو سیوطی نے مسالک الحنفاء میں صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ "وھٰذا اسناد علی شرط الشیخین " اور " التعظیم والمنة " میں کہا کہ بزار اور طبرانی نے اس روایت کو الصحیح کے راویوں کی سند سے روایت کیا ہے اور ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ھٰذا حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے۔

الحاكم فى مستدكه من طريقة فهو صحيح عنده ولم يعقبه الذهبى فى تلخيصه بل صرح أنه على شرط الشيخين

قال ابو محمد: ...... وبقية رجاله مؤثقون فى التقريب وغيره وابو عبدالرحمن الحُبلى اسمه عبدالله بن يزيد المعافرى وسعيد هو ابن أبى أيوب كما هو الظاهر من طبقته وشيوخه وتلامذته.

قال ابو محمد: ...... واعترض عليه فقيل رواه أبو داؤد فى سنه من طريق الفضل بن فضالة عن ربيعة وليس فيه لفظة ما رائت الجنّة حتى يرنها جد ابيك وهذا لاشي بوجوه الأول أنه رواه عن ربيعة سعيد بن أبى ايوب وهو ثقة وثقة أحمد وابن معين والنسائى وابن سعد وابن حبان والساجى ويحى بن بكير وفال ابن يونس وابن وهب كان فقيهاً كما فى ادتهذيب فزيادته مقبولة.

قال ابو محمد: ...... والثانى أن زيادته ليست منافية لحديثه بل هما حديثان مسرتقلان والثالث أنه لم ينفرد بروايتها عن ربيعة نافع بن يزيد وهو ايضاً ثقة وثقة احمد بن صالح المصرى وابو حاتم والنسائى والعجلى وابن حبّان والحاكم وقال ابن يونس كان ثبتاً فى الحديث لايختلف فيه وقال الصنعانى ثا ابن أبى من لم يسم ثنا نافع بن يزيد وكان من خير أمة محمّد صلى الله عليه وسلم كذافى التهذيب.

قال ابو محمد: ...... أخرج حديثه الحاكم فى مسبدركه قال أخبرنا أبو عبدالله محمّد بن عبدالله الصفار ثنا ابو اسماعيل محمد بن اسماعيل ثنا سعيد بن أبى مريم ابن نافع بن يزيد أخبرنى ربيعة بن سيف حدثنى ابو عبدالرّحمن الحُبلى فذكره ولم يتعقبه الذهبى الحاكم فى اخراجه لهذا الحديث فى مسندركه على الصححين.

قال ابو محمد: ...... وتابعه ايضاً حيواة بن شريح بن صفوان التجيبى عنه كما اشاراليه الحاكم وهذا ايضاً ثقة قال فى التقريب ثقة ثبت فقيهٍ زاهدً ونقل فى التهذيب توثيقه عن أحمد وابن معين وابو حاتم ويعقوب بن سفيان والعجلى و مسلمة بن القاسم وابن حبان وابن سعد وغيرهم وقال الذهبى فى تلخيص المستدرك وقال القرى حدثنا حيواة الخريف ربيعة بن سيف لهذا عَلىٰ شرطهما.

قال ابو محمد: ...... فهذه قوة فى قوة فرواته الثلاثة حجة والوجه الرابع: ان لفظ أبى داؤد هكذا "قال لو بلغت معهم الكدى فذكر شديدًا فى ذلك" وهذا مجمل وحديث النسائى يفسره والحديث يفسر بعضه جوضاً وتفسير الحديث أولى وبالقبول أحرى.

قال ابو محمد: ...... فالحديث سالم من الجرح القادح بل من اقسام الحسن والصالح

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... یہ بھی والد کی شرک پر موت کے بارے میں نص صریح ہے سیوطی نے اس روایت سے کچھ فوائد کا استنباط کیا ہے جو کہ اصل میں نقصان دہ ہیں نہ کہ مفید! تو سیوطی نے کہا کہ اس روایت میں کچھ فوائد ہیں ان میں سے ایک تو یہ بیان کہ سائل دیہاتی تھا اور غالب گمان ایسی صورتحال میں فتنہ میں پڑ جانے اور مرتد ہوجانے کا ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ کہ "ابوك في النار" تیرا باپ جہنم میں ہے اس قول کے اندر بھی یہ ہی خدشہ پایا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے اظہار حق کے طور پر یہ قول کیوں فرمایا؟ اور پھر یہ کہ اظہار حق میں ایسا کوئی اندیشہ سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے پھر یہ کہ دیہاتی اس واضح فرمان کی بنا پر ہی تو ایمان لایا تھا جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں پہلے گزر چکا ہے اور سیوطی نے خود اس روایت کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے لہٰذا یہ بات سیوطی کی اس تاویل کی تکذیب کر دیتی ہے کہ ''فتنے اور ارتداد کا خدشہ''

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... سیوطی مزید کہتے ہیں اور ان فوائد میں سے یہ کہ ایسا جواب ہے جس میں ابہام اور چھپا کر بات کی گئی ہے کیونکہ اس میں تصریح نہیں ہے کہ محترم والد جہنم میں ہیں صرف اتنا ہے کہ جب کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اسے جہنم کی نوید سنا دو اور یہ الفاظ حرف بحرف اس بات پر دلالت نہیں کرتے صرف یہ کہ سیاق اور قرائن کی بنا پر ایسا سمجھا جاسکتا ہے اور ابہام اور توریہ اسی کو کہتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے سامنے حقیقت حال کے اظہار سے گریز کیا اور اپنے والد کے الگ مقام کے اظہار سے گریز کیا اس کے مرتد ہوجانے کے خوف سے اس لیے کہ انسانی فطرت کسی دوسرے کی ترجیح کو برداشت نہیں کرسکتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... آپ ﷺ کے کلام کو توریہ اور ابہام قرار دینا سیوطی کی انتہائی جرات ہے بلکہ دنیا کا سب سے بڑا فساد ہے یہ بات کہنا کہ آپ ﷺ توریہ یا چھپا کر بات کردیں کے امور کے متعلق یا موہوم کلام فرمائیں حالانکہ آپ ﷺ کا یہ فرمان خود پڑھ کر سنا رہے ہیں کہ ﴿لتبين للناس ما نزل اليهم﴾ (النحل) بلکہ یہ بکواس آپ ﷺ کی جناب میں بے ادبی ہے ﴿وما يكون لنا ان نتكلم بهٰذا سبحانك هٰذا ابهتان عظيم﴾ ہمارے لیے روا نہیں کہ ہم ایسی بات کریں اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر یہ تاویل تو پہلی والی سے بھی گئی گزری ہے کیونکہ اگرچہ آپ نے یہاں پر سیوطی کے زعم میں تصریح نہیں فرمائی تب بھی دوسرے مقام پر تصریح موجود ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں مذکور ہے اور یہ جملہ اگرچہ حرف بحرف اس معنیٰ میں نہیں مگر ضمناً یہ معنیٰ موجود ہے اور سیاق اور قرائن کی دلالت بھی اہم ہے۔ پر سیوطی کا یہ قول کہ توریہ اور ابہام میں ایسا ہی ہوتا ہے بڑا ہی عجیب قول ہے کیونکہ روایت کے الفاظ میں انکار تو قطعاً نہیں ہے بلکہ اصل مسئلے کا اثبات ہی ہے اور اسی طرح کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ "الكناية ابلغ من الصراحة" کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہے۔ پھر سیوطی کا یہ قول کہ "خشية

وهو ايضاً دليل على ان عبدالمطلب لم يكن من أهل الجنّه وقال العلامة أبو الحسن السندهی الكبير فی حاشية النسائی ظاهر السوق يفيد ان المراد مَا رائتُ أبدًا كما لم يرها فلان وان هذا من قبيل حتى يلج الجمل فی سم الخياط .

قال ابو محمد: ...... وتأوله السيوطی بتاويلات رديه فقال لا دلالة فی هذا لأنّه لو مشت امرأة مع جنازة الى المقابر لَمْ يكن ذالك كفرا موجبًا للخلود فی النّار وقد أجاب عنه السندهی فقال اما ان يحمل على التغليظ فی حقها واما ان يحمل على أنه علم فی حقها انها لوار تكب تلك المصيبة لافضت بهاالىٰ معصية تكون مؤدية الىٰ ماذكره" .

قال ابو محمد: ...... ثم غاية مافيه أنه من الأعضال فلا يرفع عنه الاشكال لأن مثل هذا العاص لايخلد فی النّار فكيف علق عليه فلا يلزم عدم تقدير المعلق به .

قال ابو محمد: ...... وقال ايضاً غاية مافی ذالك أن يكون من جملة الكبائر التی يعذب صاحبها ثم الآخر امره الى الجنّه ولكن هذا فی الكبائر وامّا فی أهل الشرك فلا وقال ايضاً وأهل السُنّة يؤولون مَاورد من الحديث فی أهل الكبائر انهم لا يدخلون الجنة والمراد لايدخلون مع السابقين الذين يد خلونها اولاً بغير حساب .

قال ابو محمد: ...... وفيه أن هذا مسلم فی المعلق ولكن لا ينفذ فی المعلق به لانه قد ثبت من الحديث السابق ان أباطالب أبىٰ عن كلمة التوحيد واخبر أنه على ملة أبيه فاهل الشرك لامغفرة لهم وماهم بخارجين من النّار .

قال ابو محمد: ...... ثم قال ويكون معنى الحديث لم ترالجنة حتى يأتی الوقت يرأها فيه جُد ابيك فترينها حينئذ فتكون ردئتك لها متأخره عن روية غيرك من السابقين وهذا أبعد عن الصواب وتقول على النبی صلی اللّٰه عليه وسلم مالم يقل ثم النص السابق يكذب ذالك التأويل لأن النجاة للمشرك ليست اصلاً ثم لقائل ان يقول ليس فيه دخول الجنّة بل ردئتها فقط ومعلوم أن أهل النار يردی الجنة وندما ئها فيحسرون على انفسهم وينا دون اهلها اَن افيضوا علينا من الماء اوبمارزقكم اللّٰه قالوا ان اللّٰه حرمهما على الكافرين (الاعراف) فيكون المعنى انك لن ترين الجنة حتى يراها جُدّابيك وغيره من أهل النّار فبطل عنده جميعاً .

قال ابو محمد: ...... فالحاصل أنه لم يكن من أهل الملة بل من أهل الشرك والكفر

ارتدادہ" اس کے مرتد ہو جانے کے خوف سے اور بھی عجیب ہے کیونکہ اس اعرابی کا مسلمان ہونا ہی بعد میں ہے جیسا کہ مذکور ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اگر ہم فرض کرلیں اور مان لیں کہ آپ ﷺ نے اپنے والد کے جہنم میں ہونے کی تصریح نہیں فرمائی تب بھی ہم بالجزم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اعرابی کے اس جوابی سوال پر انکار نہ کرنا جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ جہنم میں ہے اور انس نے کہا کہ تو آپ کا والد اور آپ ﷺ اس کے تردید نہ فرمائی یہ تقریر اور تصدیق شمار ہوگی تو اچھی طرح سمجھ لو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... مزید فرماتے ہیں کہ چونکہ اعرابی لوگ تند مزاج اور سخت دل تھے اس لیے اسے موہوم جواب دیا اس کے دل کو نرم کرنے کے لیے لیکن اس طرح کی بات شانِ مصطفیٰ ﷺ سے بعید ہے اور اس طرح کی بات میں کیا گداز ہے؟ بلکہ یہ تو گمراہ کرنا اور گمراہی میں ڈالنا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر ہم انہیں قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا آپ ﷺ یہ جانتے تھے یا نہیں اگر نہیں تو پھر ایسا کیوں فرمایا کہ میرا اور تمہارا باپ جہنم میں ہے پھر آپ ﷺ کے لیے مناسب تھا کہ فرماتے کہ اس معاملے میں مسئومسائل سے زیادہ باخبر نہیں ہے جیسا کہ قیامت کے متعلق سوال میں فرمایا تھا اور اگر جانتے تھے تو بتایا یا نہیں اور اگر دوسری شق لو تو اس پر آپ ﷺ کا یہ فرمان وارد ہوتا ہے کہ جس سے کسی علم کے متعلق پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپالیا تو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنایا جائے گا (من سئل علما فکتمه الجم یوم القیامة بلجام من النار) جیسا کہ مشہور ومعروف حدیث ہے اور اگر جواب دیا تو کون سا جواب دیا؟ کیا موہوم جواب دیا؟ جیسا کہ تم لوگوں نے گمان کر رکھا ہے اور اللہ کے رسول پر یہ تہمت لگا کر انہیں تم نے ایذا پہنچائی ہے حالانکہ آپ ﷺ دنیا وآخرت میں اس طرح کی تہمت سے بری ہیں اور کیا سائل نے ایسے ہی گول مول جواب کے لیے سوال کیا تھا۔ یا پھر یہ کہ آپ ﷺ نے بالکل درست، واضح اور بے لاگ جواب عنایت فرمایا اور یہ ہی شان مصطفیٰ ﷺ کے شایان شان تھا اس لیے خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ اور غفلت میں پڑ کر سیوطی کی فضولیات پر تکیہ نہ کرو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر جب اس طرح کی تاویلات میں پڑے تو دعویٰ کیا کہ یہ الفاظ "ان ابی واباك في النار" راویوں کا بے جا اضافہ ہے حالانکہ ثابت کے شاگردوں میں سے جس نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں اہل تحقیق کے نزدیک اسی کا قول معتبر ہے اور اس کے ماقبل بہلے سے کوئی ثقہ ہی ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں تو پھر جب مخالفت ہے ہی نہیں بلکہ دوسرے بھی اسی کے مطابق اور موافق ہیں اب کس چیز کا اعتراض؟

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ان صحیح روایات کے نسخ کا بھی دعویٰ کرتے ہیں گویا کہ چراغ پر اندھیرے ڈالتے ہیں کیونکہ وہ احیاء امہ والی روایت ان روایات کے برابر بھی نہیں ہے تو وہ ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ناسخ کو کم

فبطل قوله أنه كان من الفترة فكيف وُلده والعشرية فَظهَر ان ابو يه صلى الله عليه وسلم لم يكونا من اهل الايمان بل ماتا على الكفر هٰكذا ثبت من حيث النقل والنظر وكل ما تعذروايه فهو فى غاية الودة والبعد منه واما احيائهما فليس بثابت لاشرعاً ولاعقلاً ولا قائل نظراً ولا نقلاً انما وضعهٗ اعداء الدين وصنعهٗ اعوان المشركين ليفود به هوأهم و يردوا غواهم لانهٗ مانقلهٗ الامن هو المذاع البطال وما راواه الا المحاح الرجال لم يستحى ربه ولا خاف عتابهٗ ولم يخش سطوهٗ ولا عذابهٗ فاراد تكذيب كتابهٖ الكريم ورام رمى دينهٖ القويم ثم هو من اهل الرفض الذين رفضوا الاسلام وصاروامن الفسقة العجزة اللثام فلايعبأبما اتىٰ به الامن لايعلم الصواب من الخطأ ولايميز بين الأمرين والحصاء واما الذين خلقوا لهٰذه الصناعة وتفريق النقد من الغواية لايرضون الباطل مع الحق ولا يمهلونهٗ بل علىٰ اعين الناس يفتشونة ويظهرونهٗ فيقولون هٰذا عذب فرات سائغ شرابهٗ وهٰذا ملح اجاج وذاعظم ومخزف وذاعاج فزجاج واوقدوا على الطريق السراج الوهاج ليتضح الصراط المستقيم للواردمن بين السبل والفجاج كثر الله سوادهم واحسن معادهم

قال ابو محمد: ...... وكذا ما تكلموا فى ذالك من اهل المشارب والمسالك فكلهٗ فى غاية البطلان بل كانهٗ نظير كلام السكران يكذب اولهٗ آخره ولايوافق المنصور ناصرة وهٰذا يعارض ذاوذايناقض هٰذا بل كمانهٗ لايرضىٰ بهٖ خاطرهٗ وان كان هو بنفسهٖ ساطرة وقد ذكر نا مافيه من السخافة الدالة علىٰ عدم الفقه بل علىٰ الجهل والسفاهة فانهم كمارأيت اتوا بالطامات والعجائب ترعد منها القلوب فى الترائب كانهم ركبوا العمياء اوخبطوا خبط العشواء الالف عندهم كالباء و والدرة والبعرة، لديهم سواء ونعوذ باالله من الخذلان والتفقه بلاسلطان

قال ابو محمد: ...... وهٰذا آخر ماوجب علينا ايرادة لانهٗ قد ظهر لمن يريدة مرادة وتبين من اللين بياضة وسواده ومن القول صلاحة وفساده ومن المسلك خاثرة وزبادة ومن المشرب ردية وجيادة فينبغى لمن يطلب الحق ومقصودة حصادة ومطمعة التحقيق وسرادة فليتثبت يه فانهٗ رشادة وليتمسك بهٖ فانهٗ زادة فى شعب الاختلاف حين احاط بهٖ مسترادة وفى مسلك الخلاف حين حاق بهٖ حماده واما من جهل وصارغفلة صفارهٖ اوغفل وقلب عليه رقادة فهوله صلاده ولا الذهب ولا الفضة بل

ازکم منسوخ سے زیادہ قوی ہونا چاہیے جیسا کہ نصب الرایہ میں ہے اور حازمی نے الاعتبار میں کہا ہے کہ ناسخ کے لیے شرط ہے کہ اسے منسوخ پر برتری ہو ثبوت اور صحت کے اعتبار سے تو پھر اس سے کم تر کیسے ناسخ ہوگا؟ اور کون یہ جرات کر رہا ہے کہ صحیح روایت کو موضوع سے منسوخ کرے اور واضح حق کو من گھڑت باطل سے مٹانے کی کوشش کرے؟ اور نسخ ہوتا ہے تعارض کے بعد اور تعارض ہوتا ہے جب کہ دونوں مخالف ثبوت اور صحت میں برابر ہوں اور جب ایسا نہ ہو تو ویسا بھی نہیں ہوسکتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... مزید یہ کہ حدیث کے الفاظ میں ایسا کچھ نہیں ہے جو کہ نسخ پر دلالت کرتا ہو اور جو عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت حج بنا رسول اللہ حجۃ الوداع'' ہے اسے ابوغزیہ سے علی بن ایوب الکعبی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا جیسا کہ خطیب کے ہاں السابق واللاحق میں ہے اور ابن عساکر کے ہاں غرائب مالک میں اور اس کا حال تو تم جان ہی چکے ہو کہ دارقطنی نے اس پر وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے اور ابوغزیہ سے اسے محمد بن عمر بن الاخضر نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ محبّ الدین الطبری نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کی توثیق کی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر ابوغزیہ سے احمد بن یحی الحضرمی نے اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ ابن الشاھین کے ہاں الناسخ والمنسوخ میں ہے تو اس نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا اور سیوطی نے انس رضی اللہ عنہ والی روایت پر کلام کیا ہے پھر معمر والی روایت کو بغیر ان زائد الفاظ کے ثابت کی روایت پر ترجیح دی ہے تو پھر سیوطی کے قول کے مطابق یہ اضافہ منکر ہے کیونکہ دو راویوں نے اسے بیان نہیں کیا اس لیے ان کی بات کو ایک راوی پر ترجیح ہوگی پھر جس نے یہ اضافہ بیان کیا ہے وہ راوی مجروح ہے اور جس نے بیان نہیں کیا وہ بھی متروک ہے لیکن ایک ثقہ صالح راوی نے اس کی متابعت کی ہے لہٰذا یہ دوسری وجہ ترجیح ہے (یہ ہی ہوا)

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو پھر ایسی صورت میں عدم زیارت والی روایت کا تاخر تو بالکل ثابت نہ ہوا اور تعارض ہو جانے کے بعد برابر کی دلیلوں میں واجب ہے کے جمع کرنے کی کوشش کی جائے اگر ممکن ہو سکے ورنہ پھر ترجیح اور اگر ترجیح بھی مشکل ہو تو تاریخ معلوم کرنی چاہیئے پھر اگر متاخر کا علم ہو جائے تو وہ متقدم کا ناسخ شمار ہوگا اگر نسخ کی ضرورت ہو جب کہ جو ہماری بحث ہے اس میں نسخ کے لیے کوئی داعی نہیں ہے پھر یہ کہ دلائل کی قوت میں برابری بھی مفقود ہے اور جمع کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ موت کے بعد ایمان نفع بخش نہیں اور اس سلسلے میں قرآن کا بیان قطعی ہے اللہ کا فرمان ﴿یوم یاتی بعض اٰیات ربك لا ینفع نفسا ایما نها لم تكن اٰمنت من قبل او كسبت فی ایما نها خیرا﴾ (الانعام) جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آگئیں تو کوئی جان جو اس سے پہلے ایمان نہ لائی تھی اس کو ایمان لانا کوئی نفع نہ دے گا یا اگر اس نے

صاده وان كان مرفوعاً عنه صدادة لانهٗ لزمة سؤادة ومنعهٗ عن شرايحه رشادة وامتلأ بالتعسف فؤادة فصدة عن الاستفادة منه حسده وعناده

قال ابو محمد:...... والحمد الله الرب البصير السميع الجميل الكريم الرفيع فى الأول وفى الآخرة بالصورة الرفيع فى الصيف والشتأء والخريف والربيع على وفقه لعبده ابن عبده وابن امتهٖ البديع فى حسن التمام السريع لهٰذا السفر النجيح المشحون بالبراهين كالمشيع الفارق بين المقبول والرجيح والمهيز بين الليل والسطيع كما حمد نفسة فى كتابهٖ المنيع وكما يحمدة خلقة الجن والانس والجميع من البهائم الطيور والمليع وافضل الصلٰوة والسلام السوسيع على مرسلهٖ السيد الذريع الامام الشريح المؤمنين رؤف رحيم والشفيع الشارع الوديع العابد الوريع باليوم الهجيع جاء بالدين النصيع والامر الوكيع دعا امتهٗ الى الطريق الدليع وهدى الى سبيل الهطيع من اطاعة فقد نجى ولهٗ غدق ونصيح وثلبح مقيع ومن عاصاهُ فقد تردىٰ فهو الدنيع والذليل الخضيع ليس لهٗ طعام الامن ضريع لايسمن دلا يغنى من الكنيع ولا ماء الامن سعوم وجبع

وعلىٰ آلهٖ المطيع واهله ذوى الشأن الوقيع واصحابهٗ الذين فدٌوا انفسهم للاشاعة الدين حتىٰ جعلوها كالمبيع فمنهم من الفاضل البيع والكامل البذيع والمهتدين سريع ولبغينهٖ الخيره دنيع والبغية الشرمنيع وعلى التابعين واتباعهم باحسان الضيع الى يوم يحكم فيه بين الشريف والوضيع ويرى من العمل الصالح والشنيع ماسبح السابحون فى الرفيع و سجد الساجدون فى الصليع والمماريع .

انا العبد

ابو محمد بديع الدين شاه

٠٦-٢-١٩٦٢

ایمان کے ساتھ بھلائی نہ کی تھی (تو اب کوئی بھلائی سود مند نہ ہوگی) یہ فرمان اس امر کی دلیل ہے کہ ایمان صرف موت سے پہلے ہی نافع ہے پھر اللہ کا یہ فرمان کہ ''جس نے اپنے ایمان کے ساتھ بھلائی نہ کی ہو'' بھی اسی امید پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ روایت میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر یہ کہ ان احادیث کو حدیث احیاء پر بہت سی وجوھات اور ٹھوس اسباب کی بنا پر ترجیح حاصل ہے اول یہ کہ یہ روایات صحیح ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔ ثانیا یہ کہ بخاری ومسلم میں سے کسی نے حدیث احیاء کو حجت نہیں بنایا جب کہ اس کی مخالف روایت کو مسلم نے حجت بنایا ہے۔ ثالثا یہ روایت یعنی حدیث احیاء ایک ہی طریق سے مروی ہے جب کہ اس کی مخالف روایات ایک جماعت سے مروی ہیں۔ حازمی نے ''کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار'' میں وجوہ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''الوجہ الاول'' ایک جانب کثرت تعداد کا پایا جانا یہ چیز روایات میں مؤثر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... رابعاً وجہ ترجیح یہ کہ حدیث احیاء کے متصل یا منقطع ہونے میں اختلاف ہے جب کہ اس کے مخالف روایات کے اتصال پر اتفاق ہے لہٰذا ان کو ترجیح حاصل ہوگی۔

حازمی میں نے کتاب الاعتبار میں گیارھویں (۱۱) وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ایک روایت کے اتصال پر اتفاق اور دوسری کو بعض راوی متصلا اور بعض مرسلا بیان کریں تو پھر مسند متصل روایت جس کے اتصال پر اتفاق ہو کو ہی لینا چاہئے کیونکہ اکثر لوگ مرسل سے حجت لینے کے قائل نہیں جب کہ متصل پر اتفاق ہے اس لیے منقطع اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... خامسا یہ کہ حدیث احیاء قرآن کے مخالف جب اس کے برعکس روایات قرآن کے موافق ہیں حازمی ستائیسویں وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر دو حدیثوں میں سے ایک بظاہر قرآن کے موافق اور دوسری قرآن کے مخالف ہو تو موافق روایت لینا ہی زیادہ معتبر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... سادسا یہ کہ ایسی بات کی کوئی مثال نہ پہلے انبیاء میں نہ اگلی شریعتوں میں ہی ملتی ہے کیوں کہ آدم علیہ السلام کا بیٹا کفر پر فوت ہوا اور اس طرح ابراہیم علیہ السلام کا باپ اور نوح علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی زندہ نہیں فرمایا تا کہ وہ کسی نبی پر ایمان لا سکے جبکہ ان روایات کی مثال موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کے لیے دعا پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حازمی مزید کہتا ہے کہ وجوہ ترجیح میں سے سینتالیسویں (۴۷) وجہ یہ کہ ایک روایت ایسا حکم ثابت کرے

جس سے پچھلی شریعتوں کی مخالفت لازم آتی ہو اور دوسری روایت ان کے موافق ہو تو یہ کہا گیا ہے کہ موافق روایت کو ترجیح ہوگی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور مذکورہ بالا تمام بحث بھی تب جب روایت کی صحت تسلیم کر لی جائے تو پھر کیا خیال ہے جبکہ سند ضعیف اور بیکار اور تاریخ کا بھی علم نہیں تو پھر نسخ کیسے ممکن ہوگا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اب ہم اپنی بات کا اختتام ایک صحیح روایت سے کرتے ہیں جو کہ صحیح بخاری میں وارد ہے امام بخاری اس روایت کو ابو طالب کی وفات کے باب میں لائے ہیں " عن ابن المسیب عن ابیه ان ابا طالب لما حضرت الوفاة دخل علیه النبی ﷺ وعنده ابو جهل فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله فقال ابو جهل وعبدالله ابن ابی امیه یا ابا طالب تر غب عن ملة عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانه حتی قال اخر شی کلمهم به علی ملة عبدالمطلب فقال النبی ﷺ لا ستغفرن لك مالم انه عنه فنزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفر وا المشرکین ولو کانوا اولی قربٰی من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم ۔ونزلت انك لا تهدی من احببت " ابن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپ ﷺ اس کے ہاں داخل ہوئے اور ابو جہل وہاں موجود تھا آپ ﷺ نے ابو طالب سے فرمایا کہ اے چچا لا الہ الا اللہ کہیے اس کلمے کے طفیل میں اللہ بارگاہ میں آپ کے لیے گذارش کروں گا تو ابو جہل اور عبید اللہ ابن ابی امیہ بولے کہ ابو طالب کیا عبد المطلب کی ملت کو چھوڑ دو گے اور پھر وہ دونوں بولتے رہے یہاں تک کہ آخری کلمات جو کہ ابو طالب نے ان سے کہے یہ تھے کہ "علی ملة عبدالمطلب" عبدالمطلب کی ملت پر تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تک مجھے منع نہیں کیا جاتا میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ نبی ﷺ اور اہل ایمان کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کریں اگر چہ وہ ان کے رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ یہ واضح ہو چکا اہل ایمان پر کہ (وہ مشرک) جہنمی ہیں اور ایت نازل ہوئی "انك لا تهدی من احببت" آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اس روایت کو امام بخاری "باب اذا قال المشرك عند الموت لا اله الا الله" کتاب الجنائز میں لائے ہیں اور وہاں الفاظ ہیں " فلم یزل رسول الله ﷺ یعر ضها علیه ویعودان تلك المقالة حتی قال ابو طالب آخر ماکلمهم هو علی ملة عبدالمطلب وابی ان یقول لا اله الا الله فقال رسول الله

ﷺ اما واللہ لا ستغفرن لک مالم انه عنه فانزل الله تعالٰی فیه ما کان للنبی والذین اٰمنو الایٰـه"۔ تو اللہ کے رسول کلمہ طیبہ اس پر پیش کرتے رہے اور وہ دونوں وہ ہی بات دہراتے رہے یہاں تک ابو طالب نے آخری بات جو ان سے کی وہ یہ کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اللہ کی قسم میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے منع نہیں کیا جاتا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ما کان للنبی والذین اٰمنو الایه۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان میں اور نسائی نے اپنی سنن میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور حازمی نے الاعتبار میں صحیح قرار دیا ہے یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ عبدالمطلب کی ملت اہل توحید کی ملت سے جدا تھی۔ تو پھر کون دعوی کرتا ہے اس کی اولاد کے فطرت پر ہونے کا؟ بلکہ اس کی اولاد میں سے کوئی اس چیز سے واقف تک نہ تھا یہاں تک کہ اللہ نے اہل ایمان پر احسان کرتے ہوئے ان میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو کہ انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا اور تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا پھر جس نے ایمان لانا تھا لایا اور جس نے کفر کرنا تھا کیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... وہ جو سیوطی نے سھیلی سے نقل کیا ہے کہ کہا گیا ہے کہ وہ اسلام پر فوت ہوئے اس لیے کہ آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھ کہ ایمان لا چکے تھے۔ سیوطی کا سھیلی سے نقل کردہ یہ قول بلا دلیل ہے اور محض فلاں نے کہا یا کہا گیا کوئی دلیل نہیں ہے پھر یہ حدیث اس بات کو باطل کرنے کے لیے کافی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ان قائلین میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ (ابو طالب) اہل فطرت میں سے تھا اور دعوت اس تک پہنچی ہی نہ تھی۔ اس بات کی تکذیب سھیلی کی ابھی مذکور بات سے ہو جاتی ہے صحیح حدیث بھی اس کو جھلاتی ہے لہٰذا اس کی طرف وہ ہی توجہ کرے گا جسے علم میں سے کچھ نصیب نہ ہوا ہو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اس کے لیے یہ روایت بھی شاھد ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے کہ "اخبر نـا عبدالله بن فضالة بن ابراهیم اقال حدثنا عبدالله هو ابن یزید المقبری حواخبر نا مـحمد بن عبدالله بن یزید المقبری قال حدثنا ابی قال سعید حدثنا ربیعة بن سیف الـمعافری عن ابی عبدالرحمن الحنبلی عن عبدالله بن عمر وقال بینما نحن نسیر رسول الله ﷺ اذ بـصـر بـامـر اة لا نظن انه عر فها فلما تو سط الطریق وقف حتی

انتهت اليه فاذا فاطمة بنت رسول الله ﷺ قال لها ما اخرجك من بيتك يا فاطمة قالت اتيت اهل هٰذا الميت فترحمت اليهم وعزيتهم بميتهم قال لعلّك بلغت معهم الكدى قالت معاذ الله ان اكون بلغتها وقد سمعتك تذكر فى ذالك ما تذكر فقال لها ابلعتها معهم ما رايت الجنة حتى برا ها جد ابيك۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو دیکھا ہم نہیں سمجھے کہ آپ ﷺ نے ان کو پہچانا ہے پھر جب راستے کے درمیان پہنچے تو رک گئے یہاں تک کہ وہ خاتون آپ ﷺ کے نزدیک آ کر رکیں تو وہ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ آپ کس ضرورت کے لیے گھر سے نکلی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ اس میت والے گھر آئی تھی دعائے مغفرت اور تعزیت کے لیے آپ ﷺ فرمایا تم ان کے ساتھ قبرستان تک گئی تھیں وہ بولیں اللہ کی پناہ کہ میں وہاں جاؤں حالانکہ میں نے آپ کو اس کے متعلق وہ سب کچھ فرماتے سنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ وہاں تک جائیں تو جنت کو دیکھ تک نہ پائیں جب تک کہ تمہارے باپ کا دادا اسے دیکھتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور ربیعہ مختلف فیہ ہے بخاری اور ابن یونس نے کہا عندہ مناکیر دار قطنی نے کہا صالح عبدالحق نے کہا "ضعيف الحديث عنده" عجلی نے کہا ثقہ جیسا کہ تہذیب میں ہے اور نسائی نے تمیز میں کہا کہ "ليس به باس" (اس میں کوئی حرج نہیں) اور سنن میں کہا کہ ضعیف۔ بخاری نے التاریخ الاوسط میں کہا کہ روى احاديث لا يتابع عليها۔ روایتیں بیان کرتا ہے جس پر اس کی متابعت نہیں ہوتی۔ ابن حبان سے صاحب تہذیب نے نقل کیا ہے کہ اس نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا کہ يخطى كثيرا۔ غلطیاں بہت کرتا ہے۔ صاحب میزان نے کہا کہ ربیعہ کی روایات پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی اس کے ساتھ ساتھ اس کی روایات میں مناکیر پائی جاتی ہیں۔ ہم نے ابن حبان کے ثقات کی مراجعت کی تو وہ ہی الفاظ پائے جو کہ صاحب تہذیب نہ نقل کیے ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو پھر صاحب ترجمہ ربیعہ جیسا کہ صاحب تہذیب نے کہا صدوق ہے اس کی روایات منکر بھی ہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ بالکل ہی متروک راوی ہے پھر یہ کہ نسائی کی تضعیف بعض وجوہ سے غیر معتبر ہے۔ اول یہ کہ جرح مبہم ہے دوسرا یہ کہ اس سے توثیق بھی منقول ہے اور وہ راجح ہے تعدیل کرنے والوں کی موافقت کی وجہ سے اور اس کے ساتھ اسے نسائی کے ضعفاء میں ذکر نہیں کیا گیا۔

ثالثاً یہ کہ اس کی تضعیف قطعی الوجود نہیں ہے سنن میں کیونکہ اطراف میں ہے کہ سنن کے ایک نسخے میں یوں دونوں اقوال میں اتفاق ہو جاتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... مزید یہ کہ دارقطنی معتدلین میں سے ہے لہٰذا اس کا قول سب سے معتدل تصور ہوگا رہی عبدالحق کی تضعیف تو وہ ان معدلین کے مقابل قابل قبول نہ ہوگی باوجود اس کے کہ جرح مبہم بھی ہے لہٰذا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا سوائے یہ کہ اس کی روایات میں مناکیر ہیں اور ایسے راوی کی ساری روایات ترک نہیں کی جائیں گی بلکہ ضروری ہے کہ اس کی روایات کی تفتیش کی جائے پھر جہاں نکارت پائی جائے اسے ترک کیا جائے ورنہ نہیں۔ اور مناکیر سے یہاں مراد افراد (فرد غریب) بھی ہوسکتی ہیں جیسا کہ بخاری کے تاریخ اوسط میں "منقول قول لا يتابع عليها" سے ظاہر ہوتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور رہی بات کثرت خطا کی جیسا کہ ابن حبان نے کہا تو اس سے بھی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کوئی انسان بمشکل بھول چوک سے محفوظ رہ سکتا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کی روایت اعلیٰ درجے کی صحیح روایت ہے لیکن بہرحال وہ درمیانہ ٹھیک راوی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور ابو داؤد نے سنن میں اس کی روایات درج کی ہیں اور ان پر سکوت اختیار کیا ہے اور منذری نے الترغیب والترھیب میں کہا ہے کہ ربیعہ مصر کے تابعین میں سے ہے جس کے بارے میں مقال ہے لیکن وہ اس کی روایت کے حسن ہونے میں مانع نہیں۔ ھیثمی نے مجمع الزوائد میں ایک ایسی روایت نقل کرنے کے بعد جس کی سند میں ربیعہ ہے کہا کہ "رجاله ثقات" اور اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں ربیعہ کی سند سے نقل کیا جو کہ اس کے نزدیک صحیح ہے اور ذھبی نے بھی اس کا تعاقب نہیں کیا۔ تلخیص میں بلکہ تصریح کی کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت کے باقی راویوں کی توثیق تقریب میں موجود ہے اور ابو عبدالرحمٰن الحنبلی اس کا نام عبداللہ بن یزید المعافری ہے اور سعید وہ ابن ابی ایوب ہے جیسا کہ اس کے طبقہ، شیوخ اور تلامذہ سے ظاہر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس روایت کو الفضل بن فضالہ عن ربیعہ کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں ما رایت الجنہ حتی پر اھاجد ابیک'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن اس اعتراض کی کوئی قیمت نہیں چند وجوہ کی بنا پر اول یہ کہ ربیعہ سے ان الفاظ کو سعید بن ابی ایوب نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے احمد، ابن معین، نسائی، ابن سعد، ابن حبان، ساجی، یحی بن کبیر نے اس کی

توثیق کی ہے اور ابن یونس اور ابن وھب نے کہا کان فقیھا جیسا کہ تہذیب میں ہے اس لیے اس کی طرف سے اضافہ مقبول ہوگا۔

ثانیا یہ اضافہ المفضل کی روایت کے خلاف نہیں بلکہ دونوں روایات اپنی جگہ مستقل ہیں ثالثا سعید اس اضافے میں منفرد نہیں بلکہ نافع بن یزید نے ربیعہ سے اس روایت میں سعید کی متابعت کی ہے۔ اور وہ بھی ثقہ ہے ۔احمد بن صالح المصری ، ابو حاتم ، النسائی ، العجلی ، ابن حبان اور حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن یونس نے کہا کہ "کان ثبتا فی الحدیث لا یختلف فیه" حدیث میں معتبر ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور صنعانی نے کہا حدثنا ابن ابی مریم حدثنا نافع ابن یزید وکان من خیار امۃ محمد ﷺ جیسا کہ تھذیب میں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں درج کی ہے کہ اخبرنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الصفار حدثنا ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل حدثنا سعید بن ابی مریم انبانا نافع بن یزید اخبرنی ربیعة بن سیف حدثنی ابو عبدالرحمن الحنبلی پھر یہ روایت نقل کی ہے اور ذھبی نے تلخیص میں ۔حاکم کے صحیحین کے استدراک میں اس روایت کے لانے پر کوئی تعاقب نہیں کیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... حیوۃ بن شریح بن صفوان التجیبی نے بھی اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ حاکم نے اس جانب اشارہ کیا ہے اور وہ بھی ثقہ ہے تقریب میں ہے ثقہ، ثبت ، فقیہ، زاھد الخ ، اور تہذیب میں احمد، ابن معین ، ابو حاتم ، یعقوب بن سفیان ، عجلی ، مسلمۃ بن القاسم ابن حبان ، ابن سعد اور ان کے علاوہ محدثین سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور ذھبی نے تلخیص المستدرک میں کہا ہے کہ وقال حدثنا حیٰوۃ اخبرنی ربیعة بن سیف بھٰذا علی شرطھما"

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... تو یہ متابعت قوت پر مزید قوت دینے والی ہے کیونکہ تینوں راوی حجت ہیں اور رابعا ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں "قال لو بلغت معھم الکدی فذکر شدیدا فی ذالك" فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک جاتیں پھر اس بارے میں سخت بات فرمائی" یہاں پر الفاظ مجمل ہیں اور نسائی کی حدیث اس کی تفسیر ہے اور ایک روایت دوسری کی تفسیر کرتی ہے اور خود حدیث کی تفسیر زیادہ مناسب اور قبولیت کے لائق ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... لہٰذا حدیث جرح قادح سے محفوظ ہے بلکہ حسن اور صالح کی اقسام سے ہے اور

اس بات پر دلیل ہے کہ عبدالمطلب اہل جنت میں سے نہ تھے اور علامہ ابوالحسن السندھی الکبیر نے نسائی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ الفاظ بظاہر اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں کہ " ما رایت ابدا کما لم یر ھا فلان" تم کبھی بھی نہ دیکھ پاتیں جیسا کہ فلاں نہ دیکھ پایا اور یہ الفاظ اسی قبیل سے ہیں کہ " حتی یلج الجمل فی سم الخیاط " یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... سیوطی نے اس روایت کی بیکار تاویلیں کی ہیں فرماتے ہیں اس روایت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی عورت جنازے کے ساتھ قبرستان تک جائے تو یہ کوئی ایسا کفر نہیں ہے جو کہ خلود فی النار کا موجب ہو علامہ سندھی نے اس کا جواب دیا ہے کہ یا تو اسے ان کے معاملے میں سختی پر محمول کیا جائے گا یا پھر اس بات پر محمول کیا جائے کہ آپ ﷺ ان کے متعلق اس امر سے باخبر تھے کہ اگر وہ اس نافرمانی کی مرتکب ہوتی ہیں تو یہ نافرمانی ایسی نافرمانی تک پہنچا دے گی جو کہ خلود فی النار کا باعث ہو گی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر زیادہ سے زیادہ اس معاملے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مشکل روایات میں سے ہے کہ جن کا مفہوم واضح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کا گناہ خلود فی النار کا موجب نہیں ہے تو پھر اسے کس طرح خلود فی النار سے جوڑا۔ لیکن بہر حال اس سے مشروط بہ کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور سیوطی نے یہ بھی کہا کہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اسے کبائر میں سے شمار کیا جائے کہ جس کا مرتکب عذاب کیا جائے گا اور بالآخر جنت میں جائے گا'' لیکن یہ بات تو کبائر کے متعلق ہوئی اور اہل شرک کے متعلق تو ایسا کچھ نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہا کہ اہل السنہ تاویل کرتے ہیں کہ جو روایات اہل کبائر سے متعلق ہیں کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے اس سے مراد یہ ہے کہ ان سابقین کے ساتھ داخل نہ ہوں گے جو کہ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ بات مشروط بہ یعنی کبیرہ میں تو مسلم ہے لیکن مشروط بہ یعنی شرک میں یہ تاویل نہیں چل سکتی کیونکہ پچھلی روایت سے ثابت ہو چکا کہ ابو طالب نے کلمہ توحید سے انکار کیا اور کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے لہٰذا اہل شرک کے لیے کوئی بخشش نہیں ہے اور نہ وہ جہنم سے نکلنے والے ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اور پھر سیوطی نے کہا کہ حدیث کا یہ معنیٰ ہو سکتا ہے کہ تم جنت کو نہ دیکھ پاتیں یہاں تک کہ وہ وقت آتا جب تمہارے باپ کا دادا اسے دیکھے ایسی صورت میں تمہارا دیکھنا سابقین کی روایت سے

متاخر ہو جاتا یہ بات صحت سے کوسوں دور ہے اور آپ ﷺ پر بہتان ہے اور پچھلی نص اس تاویل کو جھٹلا دیتی ہے کیونکہ مشرک کے لیے نجات ہے ہی نہیں۔ پھر اگر یہ بات ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں پر جنت کے دیکھنے کی نفی ہے داخل ہونے کی نفی نہیں ہے لہٰذا پھر یہ معنی ہوگا کہ جس طرح اہل جہنم جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر ان کی تمنا کر رہے ہوں گے تو تم بھی تب تک نہ دیکھ پاؤ گی جب تک کہ تمہارے باپ کا دادا اسے نہ دیکھ لے اور یوں تمہارا جنت کو جہنم میں سے دیکھنا اس کے دیکھنے سے متاخر ہوگا اور یوں سیوطی کے سارے بہانے ختم ہوگئے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... حاصل کلام یہ کہ وہ اہل ملت میں سے نہ تھے بلکہ اہل شرک اور کفر میں سے تھے لہٰذا سیوطی کا یہ قول باطل ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے سو جب وہ یعنی عبدالمطلب اہل فترت میں سے نہ تھے تو ان کی اولاد کیسے؟ لہٰذا یہ بات ظاہر ہوگئی کہ آپ ﷺ کے والدین اہل ایمان میں سے نہ تھے بلکہ ان کی وفات کفر پر ہوئی عقل اور نقل سے یہ ہی بات ثابت ہوتی ہے اور جتنے بھی بہانے تراشے ہیں انتہائی فرسودہ اور بیکار ہیں اور رہا ان دونوں کا زندہ کیا جانا تو وہ ثابت نہیں ہے نہ عقلاً نہ شرعاً صرف دین دشمن لوگوں نے یہ روایات گھڑی ہیں۔ اور مشرکوں کے مددگاروں نے ان کو جمع کیا ہے۔ تاکہ اپنی خواہشات کو تقویت دے سکیں کیونکہ ان روایات کو مشہور جھوٹوں اور ٹھگوں نے بیان کیا ہے جو کہ نہ تو اللہ سے حیا کرتے ہیں نہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں یہ خدا کی کتاب کی تکذیب چاہتے ہیں اور دین اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ اور وہ جو کہ اہل رفض ہیں کہ دین اسلام کو چھوڑ چکے اور نافرمان بیکار اور کمینے بن چکے پھر ان روایات کو آگے بڑھاتے رہتے ہیں جو کہ صحیح غلط میں تمیز نہیں کر سکتے اور سونے اور کنکر میں فرق نہیں جانتے۔ باقی جو اس فن کے لیے پیدا کئے گئے ہیں وہ حق کے ساتھ باطل کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز اسے مہلت نہیں دیتے بلکہ لوگوں کے سامنے اسے کھول کر ظاہر کر دیتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ یہ میٹھا نگلنے میں آسان ہے اور یہ کڑوا کسیلا ہے۔ یہ ھڈی اور ٹھیکری ہے اور یہ ہاتھی دانت ہے۔ راستے پر روشن چراغ رکھ دیتے ہیں تاکہ دور دراز سے آنے والوں پر سیدھا راستہ واضح رہے۔ اللہ ایسے اہل حق کی تعداد زیادہ فرمائے اور عاقبت اچھی کرے۔ (آمین)

اور اسی طرح مختلف نظریات کے حامل لوگوں نے اس موضوع پر جو خامہ فرسائی کی ہے وہ ساری کی ساری باطل بلکہ موالیوں کے کلام سے مشابہ ہے جس کا اول آخر کو جھٹلا رہا ہوتا ہے یہ اس کے خلاف اور وہ اس کے خلاف بلکہ خود لکھ رہا ہوتا ہے۔ اور خود اپنی تحریر سے ہی راضی نہیں ہوتا اور ایسی فضول گوئی سے اسے پر کر دیتا ہے جو واضح بے وقوفی پر دلالت کر رہی ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں کو پاؤ گے کہ تبگاہیاں اور بربادیاں لاتے

ہیں کہ جن سے دل سینوں میں کانپ رہے ہوتے ہیں گویا کہ اندھے گھوڑے پر سوار اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک باء الف ہے اور موتی مینگنی برابر ہے۔ پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ کی اس کم ہمتی اور بے دلیل سمجھ سے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... یہ اختتام ہے ہماری تحریر کا اور امید ہے کہ بات واضح ہو چکی ہے۔

والحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلىٰ اٰله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

***

المقالة السادسة

التبصره على كتاب الجمارانى

مولانا الهڈنو جمارانی کی کتاب پر تبصرہ

حنفی عالم دین مولانا الهڈنو جمارانی نے مسئلہ رفع الیدین پر ایک رسالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے عدم رفع الیدین پر چند ثبوت پیش یے جس کا جواب مولانا اللہ بخش تونیہ صاحب نے اس وقت دیا تھا جس کی تائید میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے چند کلمات تحریر فرمائے تھے۔

(الازہری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
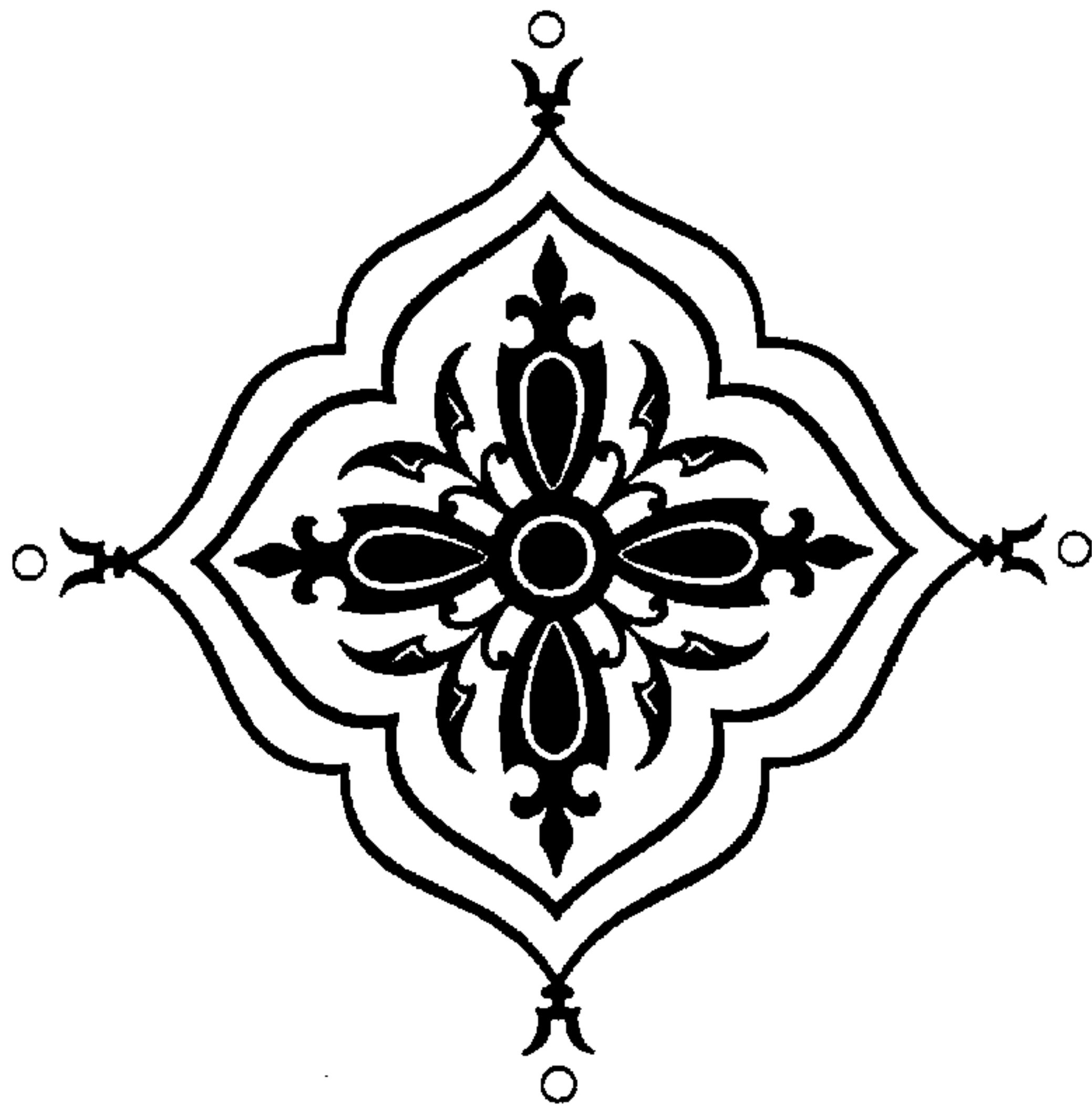
الحمد لله الذى حفظ سنن رسوله بابقاءِ المحدثين ينفون عنها تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين وبعد عنها شوب البدع بهزم المحدثين الذين هم للحق من القالين وللسنن من المعطلين عارضو ها مع كونهم البا هلين اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له يحكم بين عبادهٖ ان الحكم الا لِله يقص الحق وهو خير الفاصلين واشهد ان سيد البرية محمداً عبده ورسوله امام العالمين والعاملين صلى الله عليه وسلم واله وصحبهٖ الكاملين ومن تبعهم بالا حسان من المجتهدين العاقلين لا المقلدين الظانين الغافلين ۔

اما بعد: اہل بدع (یعنی اہل الرای) کا اہل السنۃ (یعنی اہل حدیث) سے ہمیشہ ٹکراؤ اور مقابلہ رہا ہے۔ مگر بقول پہاڑ سے سر ٹکرانے سے سر پھٹے گا پہاڑ کو کچھ بھی نہیں ہوگا اہلحدیث ہمیشہ فائز اور غالب رہے ہیں اور اہل باطل خاسر اور خائب۔

صدق اللہ سبحانہ وتعالیٰ:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراهيم: ٢٧)

”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے (اور مصیبت کے وقت ان کا دل مضبوط رہتا ہے) اور ظالموں کو (اصل مقصد سے) بھلا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔“

آنکھوں کے سامنے زندہ مثال ہے کہ مولوی اللہ ڈنو جمارانی کا اللہ تعالیٰ نے ایسا سر چکرایا کہ ابتداء میں ”بسم الله“ بھی نہ لکھ سکے تو پھر ایسی تحریر میں برکت وفیض بھی ویسا ہی ہوگا ”كل امر ذى بال لم يبدا فيه ببسم الله فهو اقطع“. ہر کسی اہم کام میں بسم اللہ سے شروعات نہ کی جائے تو وہ نامکمل ہوتا ہے۔

(۲)..... بعض اُن ءکتب کے نام لیے ہیں جن کی زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں ہوئی ہوگی جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تحقیق بھی ویسی ہی کی ہوگی۔ ”ذالك مبلغهم من العلم“

ہم شیخ کی سنتے تھے مریہ بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عما کے ہوا بیچ

(۳)...... کہ وہ روایات پیش کی ہیں جو شدید ضعیف ہیں جن کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ مثلاً:

(۱) مسئلہ اولیٰ (رفع الیدین)...... سید المحدثین طبیب الحدیث فی عللہ جزء رفع الیدین (صفحہ ۱۰) طبع برقی پریس دھلی میں فرماتے ہیں:

" ولم يثبت عند اهل النظر ممن ادركنا من اهل الحجاز واهل العراق منهم عبدالله الزبير وعلى بن عبد الله بن جعفر ويحیٰ بن معين واحمد بن حنبل واسحاق بن راهو يه هٰؤلاءِ اهل العلم من بين اهل زمانهم فلم يثبت عند احد منهم علم فى ترك رفع الايدى عن النبى ﷺ ولا عن احد من اصحاب النبى ﷺ انه لم يرفع يديه"

(۲) مسئلہ ثانیہ (تراویح) بیس رکعات والی روایت کا ضعف علمائے احناف نے بھی قبول کیا ہے اس کے راوی ابو شیبہ کے لیے محقق امام نووی شرح المھذب میں لکھتے ہیں: "ضعيف باتفاق المحدثين"

(۳) مسئلہ ثالثہ (آمین) امام بیہقی (جو محرر صاحب کے ہاں معتمد علیہ ہے) سنن الکبریٰ (صفحہ ج ۲) میں فرماتے ہیں:

"اجمع البخارى وغيره من الحفاظ علىٰ ان شعبة اخطاء فى هذا الحديث فقد روى من اوجهٍ فجهر بها"۔ ثابت ہوا کہ حفاظ الحدیث وائمۃ العلل سارے اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔ علامہ بحر العلوم عبدالحی الحنفی لکھنوی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں کہ: اما الاسرار بالتامين فلم يرو فيه الا ما روى الحاكم يعنى (حديث شعبة المبحوث فيه) وهو ضعيف جداً۔

(۴) مسئلہ الرابعۃ: (تقبيل الابهامين) اس روایت کو تمام محدثین موضوعات میں ذکر کرتے ہیں مثلاً الفوائد المجموعة فى احاديث الموضوعة للشوكانى (صفحه ۳۸) تذكرة الموضوعات للفتنى (صفحه ۳٤)۔ الموضوعات الكبرى ملا على القارى (صفحه ٦٤)۔ طبع دهلى (المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الاحاديث المشهورة علىٰ السنة الناس) للسخاوى (صفحه ۱۸۱) وغير ذالك.

الغرض محرر کے تمام ادلہ کا بطلان مجمع علیہ۔ مگر ہم انہیں اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہیں کیونکہ مذکورہ مسائل میں جب ان کے پاس کوئی صحیح اور ثابت روایت نہیں ہے تو پھر ان کا سہارا لیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ بقول الغريق يتشبث بالحشيش (ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا) جو ملا اسی کو لکھ دیا۔ اپنے علاقہ میں زیلعی اور ابن ھمام کی یاد تازہ کرتا ہوگا۔ اگر کہہ دے کہ کوئی حدیث نہیں ہے تو حنفیت ہی ختم ہو جاتی ہے اس لیے ضعیف

احادیث کو جمع کر کے عوام کالانعام جو کہ ان کے فرامین کو "کالوحی من السماء" سمجھتے ہیں. ان کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے ایک سطر تحریر فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوفیوں کے مسائل ایسی ہی روایات سے لیے ہوئے ہیں چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ سنن (صفحہ ۴۹۰ ج ۱) طبع دھلی میں امام وکیع بن الجراح سے نقل کرتے ہیں کہ "لو لا جابر الجعفی لکان اهل الکوفة بغیر حدیث" جابر جعفی کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ما رایت فمن لقیت افضل من عطاء ولا لقیت فمن لقیت اکذب من جابر الجعفی ما اتیتة، بشی من رایی الا جاء نی فیه بحدیث" عمدۃ القاری صفحہ ۷۵۰ ج ۲ طبع۔ استنبول اور جلال الدین السیوطی تدریب الراوی (صفحہ ۳۴) طبع مصر میں نقل کرتے ہیں کہ قال طاؤس اذا حد ثك العراقی مأة حدیث فاطرح تسعة وتسعین وقال هشام بن عروة اذا حد ثك العراقی بالف حدیث فالق تسع ماة وتسعین وکن من الباقی فی ا لشك وقال الزهری ان فی حدیث اهل الکوفة دغلاً کثیراً جب شروع سے ہی کوفیوں کا یہ حال ہے تو محرر صاحب سے کیا گلہ۔ لیکن ان کی نیت پر اعتراض ہے کہ کیونکہ دانستہ طور پر ضعیف احادیث کا سہارا لے کر خلق خدا کو گمراہ کیا ہے۔ اگر انہیں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں ہے تو یہ صفت جہالت ہے۔ نہ کہ عالم کی صفت۔ ایسا شخص نہ تحریر لکھنے کا اھل ہے اور نہ ہی علماء کی صف میں کھڑے ہونے کا لائق ہے۔

(۴) چہارم کہ انہوں نے کئی مواقع پر خیانت سے کام لیا ہے۔ الجامع الصغیر للسیوطی (صفحہ ۱۰۴ ج ۲)۔ بحوالہ مسلم عن ابن مسعود وابن عمرو۔ مسند احمد وابن ماجہ عن انسؓ۔ حدیث ہے کہ "لکل غادر لواء یعرف به یوم القیامة" الحمد للہ عوام اب بیدار ہو چکی ہے۔ اتنی جلدی دھوکہ میں نہیں آسکتی بلکہ وہ خود تحقیق کی خواہاں ہے۔ اندھی تقلید کے خول آنکھوں سے اتر چکے ہیں خود تقلید کے پرستار مقابلہ میں کہا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حدیثیں ہیں پھر چاہے حدیثیں ہوں یا نہ ہو۔ اگر حدیثیں ہوں تو ان کی صحت وسقم جاننے کے لیے بھی عوام بیدار ہے اس لیے صرف فقہی روایات پر قناعت کر کے ہم مذہبی سوسائٹی کے اندر نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا عوام کی طرف سے ایسی تحقیق ضرور ہونی چاہیے تاکہ حق اور باطل واضح ہو جائے پھر مولوی صاحب کی ایسی تحریروں سے وہ خود اندازہ لگا لیتے ہیں کہ کس طرف راست بازی ہے اور کس طرح دروغ گوئی، کس طرف انصاف ہے اور کس طرف دھوکہ۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کئی سمجھدار اور ایماندار غلط عقیدے سے توبہ تائب ہو کر راہ راست پر آجاتے ہیں۔ کیونکہ تحقیق وہ علمی چیز ہے جو گمراہی کے تاریکی گڑھے میں رہنے نہیں دیتی فصدق من قال! تعلمنا العلم لغیر الله فابی العلم ان یکون الا لله.

(۵) پنجم: طریقہ استدلال بھی عجیب وغریب ہے۔ چنانچہ مسئلہ اولیٰ میں عنوان قائم کرتے ہیں "عدم جواز رفع الیدین فی الصلوٰۃ" اور روایت "اذناب خیل شمس" والی لائے ہیں جس سے استدلال لیتے ہوئے اس کے اکابرین بھی ڈرتے تھے سچ ہے کہ "آخر آمر بود فخر الاولین" کیا زوائد عیدین اوقنوت کے وقت رفع الیدین فی الصلوٰۃ نہیں ہے۔ اس پر " اسکنوا فی الصلوٰۃ "کا حکم نہیں لگتا؟ " تلك اذا قسمة ضيزیٰ "

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا
سرا سر موم ہو یا سنگ ہوجا

اسی طرح بعض احادیث میں افتتاح کے وقت "رفع الیدین بعدالتکبیرۃ الاولیٰ" بھی آتی ہے جس طرح مسلم شریف کی حدیث جو کہ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ "اذا صلی کبر ، ثم رفع یدیه" (مسلم، کتاب الصلوٰۃ رقم ـ ٨٦٤)۔ پھر اگر کوئی شخص افتتاح کے وقت رفع الیدین سے قبل تکبیر تحریمہ کہے تو وہ نماز کے اندر داخل ہو چکا پھر اس صورت میں بھی رفع الیدین کو محرر صاحب اس کے حکم میں داخل کرے گا؟ محرر صاحب خود کو پتہ نہیں ہے کہ کیا کہے اور کیا لکھے نیز ابن مسعود عمر اور علی رضی اللہ عنہم کی حدیثوں کو اس عنوان کے تحت پیش کرنا بھی عجیب ہے۔ کیا (علی التقدیر) ترک کا ثبوت عدم جواز پر دلالت کرتا ہے؟ کیا ثبوت کی حدیثیں جنہیں خود زیلعی حنفی بھی متواتر مانتے ہیں۔ اسی طرح شیخ سلام اللہ حنفی بھی شرح موطا میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ صریح اور نص بھی ہیں اور کسی تاویل کی محتمل بھی نہیں ہیں۔ کیا ان سے جواز بھی ثابت نہیں ہوتا؟ یہ ہے ایسے مفتیوں کا حال سچ کہا ہے صادق المصدوق اکرم الاولین والآخرین، سید ولد آدم امام اعظم، مرشد افخم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

((ان اللّٰه لا يقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتىٰ لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالاً فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا ـ (مسلم كتاب العلم باب رفع العلم وقبضه ، وظهور الجهل والفن فى آخر الزمان ، رقم الحديث ٦٧٩٦)

مسئلہ نمبر دوم:...... میں عنوان قائم کرتے ہیں "مسئلہ تراویح" اور بحث کرتے ہیں عدد التراویح سے اور پھر روایت ان الفاظ سے لکھتے ہیں: "كان يصلي فى رمضان عشرين ركعة والوتر" کیا پتہ کہ وہ نماز تراویح تھی یا تہجد کیوں کہ احناف کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ جب تک یقین تعین نہیں تب تک استدلال کس طرح درست ہوگا۔ کیونکہ بر تقدیر تفریق احتمال باقی ہے " وَاِذَاجَاءَ الاِحتِمَالُ بَطَلَ الاستِدلَالُ " نیز بر تقدیر صحة الراوية" اس روایت میں "فی غیر

جماعة" کے الفاظ آئے ہیں۔(دیکھئے: سنن الکبریٰ للبیھقی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ٤٩٦) علمائے احناف تراویح با جماعت پڑھتے ہیں نہ کہ تہجد۔ جس کا مطلب کہ یہ روایت (علی تقدیر التفریق بین الصلاتین) تہجد ہے نہ کہ تراویح۔(ا) بلکہ اس سے ایک اور اشکال لازم آتا ہے وہ اس طرح کہ جن روایات میں احدیٰ عشرۃ رکعۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کے بارے میں علمائے حنفیہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ تہجد کی نماز ہے۔ اور احناف کے ہاں تہجد کی نماز بیس رکعتیں نہیں ہے۔ اور اصول حنفیہ کے مطابق یہ روایت تراویح پر بھی محمول نہیں ہوسکتی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کوئی تیسری نماز ہے بلکہ تراویح کا عدد بھی معین نہیں رہا بلکہ خود تراویح کا ثبوت بھی نہ رہا، مفتی صاحب کے استدلال کا نتیجہ۔ ان کنت لاتدری فتلك مصيبة ۔ وان کنت تدری فالمصيبة اعظم .

اور مسئلہ نمبر (۳) کے لیے یہ عنوان قائم کرتا ہے "مسئلہ آہستہ آمین" جس کے لیے وہ آیت پیش کرتا ہے جو خود حنفیہ کے ہاں عام مخصوص منہ البعض ہے۔ کیوں کہ وہ بعض دعاؤں کے جھر کے قائل ہیں. بلکہ اکثر جھر بالذکر کو افضل قرار دیتے ہیں نیز آیت ﴿ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ (الاسراء: ۱۱۰) سے معارض ہونے کی وجہ سے "اذا تعارضتا تساقطا" والاحنفی اصول نافذ نہیں ہوگا؟ کیونکہ بعض سلف اس کا نزول بھی دعا کہتے ہیں: لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی (صفحہ ۱۴۳) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ (یحتمل الجمع بینهما (ای بین قول من قال انها نزلت فی الصلوٰة ومن قال انها نزلت فی الدعاء) بانها نزلت فی الدعاء داخل فی الصلوٰة نیز یہ خفیہ لفظ مشترک ہے بمعنیٰ سراً ، بمعنیٰ تذللاً واستكانه وخيفة ۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر (صفحہ ۲۲۱ جلد ۲) اور بموجب اصول حنفیہ مشترک عام استغراقی نہیں ہوتا۔ کما فی التحریر فی اصول الفقہ لابن الہمام (صفحہ ۸۱ طبع مصر) اس لیے انہیں اسرار والی معنی پر محمول کرنے کے لیے دوسری دلیل چاہیے۔ ورنہ یہ دلیل ناقص کہی جائے گی۔ الحاصل دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں ہے. نیز اخفاء الدعاء وہاں پر افضل ہوتی ہے جہاں ریاکاری (دکھلاوا) کا دخل ہوتا ہو اور جہاں یہ کوئی چیز شعار المسلمین کی حیثیت رکھتی ہو وہاں اس کا اظہار اولیٰ ہوتا ہے اور آمین شعار ہے تب ہی تو اس پر یہودی چڑتے تھے۔ جس طرح مجیب صاحب نے حدیث بھی ذکر کی ہے" السراج المنیر شرح الجامع الصغیر (صفحہ ۲۴۶ ج ۳) اس حدیث کی شرح میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں کہ فيه كالذی قبلة یعنی (حدیثاً ذکر قبل هذالحدیث) ان التامين من خصائص هذه الامة الا ما استثنیٰ " نیز صلوٰۃ بالجماعۃ خود شعار الاسلام ہے اس لیے قرأۃ کا اظہار شعار سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے احناف جمعہ اور عیدین میں قرأت جھراً پڑھنے کو کہتے ہیں حالانکہ ان کے ہاں دن کی نمازوں میں قرات سراً ہے جھراً نہیں ہے۔ چنانچہ خزلنۃ

الروایات فصل فی قرأت الامام میں ہے کہ "وجھر فی الجمعة والعیدین لانه اقامها فی المدینة وما کان للکفار بها قوة الا به. پھر جو چیز شعار بنی اس کا اظہار ہی افضل ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر (الجامع لاحکام القرآن) (صفحہ ۱۲۷ ج ۱) میں لکھتے ہیں " ان اخفاء الدعاء انما کان افضل لما یدخله من الریاء واما یتعلق بصلواة الجماعة فشهود ها اشهار شعار ظاهر، واظهار حق یندب العباد الی اظهاره، وقد ندب الا مام الی اشهار قرائة الفاتحة المشتملة علی الدعاء والتامین فی آخر ها فاذا کان الدعاء ممّا یسن الجهر فالتامین علی الدعاء تابع له وجار مجراه وهذا بیّن " نیز علامہ سیوطی الاکلیل فی استنباط التنزیل صفحہ ۱۰۸ طبع مصر۔ میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں "وعدی ذالك الحنفیه الی التامین فی الصلوٰة لا نه دعاء" اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قیاس ہے تنصیص نہیں ہے۔ اور جہر کے متعلق تنصیص موجود ہے۔ جس طرح مجیب صاحب نے روایات نقل بھی کی ہیں اور نص اگر چہ ضعیف ہو تو بھی امام ابوحنیفہ کے ہاں قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن القیم اعلام الموقعین (صفحہ ۷۷ ج ۱) مصر میں لکھتے ہیں " واصحاب ابی حنیفة رحمة الله مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولیٰ من القیاس والرای وعلیٰ ذالك بمعنی مذهبه" نیز علی تقدیر دعا اور امین میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ فکل اٰمین دعاء ، کل دعاء لیس بأمین " المحلیٰ لا بن حزم (صفحہ ۲۶۶ ج ۳) اور امین جہراً وارد ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ حکم اس کو متضمن نہیں .اسی طرح مستقل روایت نہیں لائے ہیں بلکہ ایک ٹکرے کو لائے ہیں جس کو امام ترمذیؒ نے تعلیل کے لیے ذکر کیا ہے کیا اسی کا نام استدلال ہے؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا
خرد جو چاہے اپنا حسن کرشمہ ساز کرے

اسی طرح خفض کے لفظ سے اسرار مراد لینا بھی محرر صاحب کی علمیت کا پتہ دیتا ہے۔ اس لیے شیخ ابن الہمام حنفی سے بھی یہ روایت فتح القدیر (صفحہ ۲۰ ج ۱) میں لکھی گئی ہے کہ "ولو کان الیٰ فی هٰذا لو فقت بان الروایة الخفض یردبها عدم القرع العنیف وروا یة الجهر بمعنیٰ قولها فی زبر الصوت وذیله."

چوتھے مسئلہ کا عنوان اس طرح رکھتے ہیں۔ "مسئلہ شہادت کے وقت انگوٹھا چومنا" اور جو عبارت نقل کی ہے اس میں تقبیل کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اول تا آخر صاحب چشم بار بار پڑھ کہ دیکھیں یہ لفظ انہیں نظر نہیں آئے گا اس لیے خود مولوی اشرف علی تھانوی کی فتویٰ (صفحہ ۸۴ ج ۳) میں مرقوم ہے کہ اذان کے وقت جو انگوٹھے

چومنے کی عادت ہے یہ فی نفسہ آشوب چشم کا عمل تھا لیکن لوگ اس کو ثواب اور تعظیم اسم مبارک نبوی سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس لیے بدعت ہے اور اگر اعتقاد نہ ہو تو دوسرے کو شبہ پڑیگا اس لیے درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الحاصل کہ ہم مفتی صاحب کہ استدلال کے نمونہ پر انہیں مخلصانہ مشورہ دیں گے کہ آئندہ ایسی تحریر نویسی کی تکلیف نہ کریں کیونکہ

پائی استدلالیان چوبین بود
پاء چوبین سخت بے تمکین بود

جب تک آپ تقلیدی دائرہ میں ہو دلائل واستدلال کی طرف متوجہ نہ ہوں کیونکہ آپکو آپکے بڑوں کا یہ سبق ہے کہ "اما التقلید فمستندہ قول امام لا ظنة ولا ظنة "مسلم الثبوت صفحہ ۵۔ پہلے تقلید کے بند سے نکلو پھر خود بخود آپ کو پتہ چل جائے گا کہ دلیل کیا ہوتی ہے۔ اس کے صحیح اور ضعیف ہونے کا کیا معیار ہے دعویٰ کے مطابق دلیل کس طرح ہوگا، دلیل کے مدلول پر دلالۃ کس طرح ہوگی اس طرح اس کے کئی اقسام ہیں اس طرح نہیں کہ بقول شاعر:

آزاد بے خودی کی نشیب وفراز دیکھ کر
نہ سوجھی زمین کی تو کہی آسمان کی

ششم (۶) محرر صاحب کا انداز بیان اور صور تخطی بھی مولویانہ ہے چنانچہ (مسلہ) کو مثلہ) بالثاء لکھا ہے۔ اور مثلہ تو عذاب کرنا، کالا منہ کرنا اور ناک وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں۔ علامہ زمخشری حنفی کتاب الفائق (صفحہ ۲۳۶ ج ۲) میں لکھتے ہیں کہ: "یقال مثلت بالرجل امثل له مثلا ومثلة اذا سودت وجهه او قطعت انفه وما اشبه ذالك قيل معناه خلقه فی الخدود وقيل نتفه وقيل خضابه" واقعتاً محرر صاحب نے یہ تحریر لکھ کر مذھب کا ناک کاٹ دیا ہے بلکہ اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں کا ناک کاٹ دیا ہے۔ سچ ہے کہ ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ (الحج آیت ۱۸ پ ۱۷)۔

تصویر کا دوسرا رخ:...... تعجب اس پر ہے کہ محرر صاحب اوپر عنوان رکھتے ہیں "مثلہ" اور اس کے تحت جو روایتیں لاتے ہیں ان کو لازماً صحیح سمجھ کر اور آنحضرت ﷺ کی سنت سمجھ کر درج کی ہونگی ورنہ بصورت دیگر اگر ان کو صحیح نہ سمجھتا ہوگا تو ان کو پیش نہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ محرر صاحب کی کمال جرات اور جسارت ہے کہ "(خاك بدهن) فعل نبوی علی صاحبها الوف صلوٰة وسلام کو مثلہ" کہہ رہا ہے۔ محرر

صاحب کا قصور نہیں ہے ان کے بڑوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے فعل (اشعار البدن فی الحج) کو مثلہ قرار دیا تھا امام ابن الحزم الاندلسی نے سچ کہا ہے "بل المثلة فعل من بلغ نفسه مبلغ انتقاد فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فهذا هوالذی مثل بنفسه"۔ المحلیٰ (صفحہ ۱۲۱ ج ۷)۔ نیز انہوں نے پہلی روایت میں خیل کے بجائے خِل بکسر خاء وخذف الیاء لکھا ہے۔ جس کی لغوی معنیٰ ہے "الصديق والودود" کما فی المنجد وغیرہ اس اعتبار سے "جملہ کاذناب خل شمس" کی معنیٰ یہ ہوگی کہ وہ گویا سرکش دوستوں کے دم ہوں۔ اسی طرح "الا عند الافتتاح کے بجائے الا عن الافتتاح "لکھا ہے یعنی (آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے افتتاح سے ہی ہاتھ اٹھالیا گویا کہ افتتاح ہی نہیں کیا (جل جلاله) اورعشرين ركعة والوتر کے بجائے عشرين ركعة الوتر لکھا ہے۔ جس کا مطلب ہے آپ ﷺ نے وتر کی بیس رکعتیں پڑھیں۔ احناف کا تین میں حصر کرنا تو ختم بلکہ وتر کی طاق رکعتیں بھی گئیں پھر وتر نام پتہ نہیں کیسے پڑا۔ آگے تراویح کے متعلق دوسری روایت میں لکھتے ہیں کہ "رواه الطبرانی فی الكبير والاوسط مجمع الزوائد" معلوم نہیں کہ مجمع الزوائد کو طبرانی پر عطف کررہے ہیں یا کبیر پر لیکن دونوں غلط ہیں۔ علی الاول مجمع الزوائد مصنف یا مخرج کا نام نہیں ہے۔ وعلی الثانی یہ طبرانی کی تصنیف نہیں ہے۔ نیز آمین کے مسئلہ میں سلمہ بن کہیل کے بجائے سلمہ بن عقیل لکھا ہے۔ حالانکہ ترمذی شریف میں لفظ کہیل ہے شاید انہوں نے ترمذی شریف کی کتاب دیکھی تک نہیں ہے؛ لیکن اگر دیکھی ہے تو شاید "خر عیسیٰ وعصى آدم" کے مصحح کی طرح اجتھاد کی منزلیں طے کررہا ہے۔ نیز اسی روایت میں "ابی العنبس کے بجائے ابی الغبس غين المعجمه بحذف النون" لکھا ہے۔ اسماء الرجال کے متعلق بھی معرفتہ یہی ہے تقبیل الابھامین کے باب میں لائی ہوئی عبارت میں من العينين کو العنی لکھا ہے جس کی کوئی معنیٰ نہیں بنتی اور من الشهادين کے بجائے من الشهادت لکھا ہے جس میں دو غلطیاں ہیں۔ اولاً کہ "من "خود بتارہا ہے یہ لفظ تثنیہ کا ہے مگر محرر صاحب نے اس کو واحد کرکے لکھا ہے، ثانیاً اگر واحد ہے بھی تو الشھادۃ کے بجائے الشہادت لکھا ہے جو کہ بموجب رسم الخط صحیح نہیں ہے۔ گویا کہ صاحب موصوف گرامر میں بھی بالکل کورے ہیں۔ چنانچہ ابن مسعودؓ کی روایت کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ رواہ مجمع الزوائد والسنن الکبریٰ بیہقی۔ رواہ کا فاعل درست نہیں ہے کیونکہ یہ مصنف نہیں ہیں۔ بلکہ کتاب ہیں اور آخر میں بغیر تعریف اور لام کے بیہقی لکھنے سے ظاہر ہے کہ عربی عجمی دونوں زبانیں ملالی ہیں۔ اور عدم والی روایت میں لکھتے ہیں "فی التكبيرة الاول" حالانکہ ابتدائی بچوں کو بھی پتہ ہے صفت کا اپنے موصوف سے تذکیر وتانیث میں موافق ہونا شرط ہے اور حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رواہ السنن الکبریٰ حالانکہ یہ جملہ درست نہیں

ہے السنن الکبریٰ فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ یہ تو کتاب کا نام ہے راوی یا مخرج کا نام نہیں اور پھر حضرت عمرؓ والی روایت میں لکھتے ہیں۔ "رواہ الطحاوی وکنزل العمال" وہاں پر کنزل العمال کا طحاوی پر؛ عطف درست نہیں ہے کیونکہ کنز العمال مخرج نہیں ہے بلکہ کتاب کا نام ہے تراویح کی پہلی روایت کے لیے حوالہ دیتے ہیں کہ رواہ ابن ابی شیبۃ وآثار السنن یہاں پر بھی عطف درست نہیں ہے کیوں کہ آثار السنن بھی کتاب ہے۔ آخری مسئلہ کی عبارت میں لکھتے ہیں کہ "وعند الثانیۃ منھا" حالانکہ صحیح منھما ہے کیونکہ مرجع تثنیہ ہے۔ اس کو ابتدائی طالب علم بھی سمجھتے ہیں آخر میں عبارت یوں لکھی ہے۔ لقولہٖ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین والموضوعات الکبری ملاعلی قاری ءالموضوعات کو واو عاطفہ کے ساتھ ذکر کرنا سخت اور فحش غلطی ہے کیونکہ معنی یہ ہوگا کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت اور موضوعات کبیر کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور لفظ ملاعلی قاری عربی لفظ کو ہندی کے ساتھ مخلوط کرتا ہے اور آخر میں دستخط بھی اس طرح کرتے ہیں۔ کتبہ الفقیر الھڈنہ جمارانی نقشبندیہ غفاریہ عفی عنہ" جمارانی پر الف لام ہونا چاہیے آگے پتہ نہیں صفت موصوف ہے یا اضافتہ۔ یہ ہے محرر صاحب کی تحریر کا حال جس کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہوتا ہے

گر ہمیں مکتب است ویں ملا
کار طفلاں تمام خواہہ شد

ایسی تحریر جو بے شمار لفظی اور معنوی اغلاط سے بھری ہوئی ہو۔ اس کے لیے کوئی بھی تعرض کرنا ضروری نہیں تھا جبکہ اس کا جواب لکھا جائے کیونکہ: جواب جاہلاں باشد خموشی

مگر کیا کریں پہلے محققین کی کثرت تھی عوام ان کی طرف رجوع کرتی تھی صحیح اور غلط کا پتہ لگا دیتے تھے، مگر اس وقت بموجب اس آیت ﴿فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ﴾ (الشعراء: ۹۴) اساتذہ اور ان کے شاگرد سب کی آنکھوں پر تقلید کے پردے چڑھے ہوئے ہیں اور عوام کے لیے وہ مولوی فارجع الی الاصل ہیں جن کو صحیح طرح عربی بھی لکھنا نہیں آتی۔ ایسے وقت میں عوام الناس کو بیدار کرنا اور ان دھوکے باز مولویوں سے آگاہ کرنا بھی لازمی ہے تاکہ ان کے کھودے ہوئے گڑھے میں گرنے سے بچ جائیں:

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است
وگر خاموش بہ نیشینم گناہ است

اللہ تعالی ہمارے مدرسے کے مدرس جناب فاضل محترم مولوی ابوالمحمود اللہ بخش پر رحم کرے جنہوں نے ان کے جواب کے لیے قلم کو حرکت دی اور جو ان پر حق تھا اس کو ادا کردیا، مجیب صاحب کی جوابی تحریر دو

قسموں میں تقسیم ہے۔ نمبر ایک الزامی جواب جو بقانون مناظرہ ایسے مقدمات مسلمات سے مرکب ہے جن کے الزام سے جمارانی صاحب تو کیا انکے بڑے بھی جان نہیں چھڑا سکے۔ اکثر جواب حنفی مذہب کے عالموں کی کتابوں سے دیئے گئے ہیں تا کہ محرر صاحب کا اپنے ہی ہتھیاروں سے خاتمہ ہوجائے۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ دوسرے نمبر پر تحقیقی جوابات ہیں جن میں مجیب صاحب نے قواعد وضوابط، محدثین فن اسماء الرجال کے مطابق جوابات دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ محرر صاحب کی تمام روایات یا تو موضوع یا سخت ضعیف ہیں۔ اور ان میں دلالۃ المطلوب بھی نہیں ہے بلکہ صحیح نقص وارد کر کے ظاہر کیا ہے کہ محرر صاحب اور ان کے ہم مشرب ان پیش کردہ روایات پر پوری طرح عامل نہیں ہیں۔ گویا کہ ان روایات کو دلیل بنانے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے نہ کہ ان کو پیش کرنے کے وہ اہل ہیں۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں صحیح اور صریح احادیث شریف کو نقل کر کے ہر کسی وناکس کو مطلع کیا ہے کہ محرر صاحب ومن نحوہ ایک طرف ضعیف اور ناثابت روایات پر یقین رکھتے ہیں تو دوسری طرف صحیح اور ثابت شدہ احادیث کے خلاف عمل پیرا ہیں۔ گویا کہ ان کے مذہب اور عقیدے کی بنیاد حقانیت پر نہیں بلکہ تعصب اور عناد پر مبنی ہے نعوذ باللہ من ذالك۔ مثلاً مسئلہ (۱) میں مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے کہ ثابت شدہ نبوی عمل رفع الیدین کرنا ہے نہ کہ ترک رفع الیدین۔ اور جابر بن سمرہؓ والی روایت کے لیے تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ سلام کے بارے میں ہے نہ کہ رفع الیدین کے لیے کیوں کہ محقق حنفیوں نے کبھی بھی اس روایت سے دلیل لینے کی جرات نہیں کی ہے. بلکہ یہ ہمت بعد والوں کی ہے کہ علم کی حدود سے بھی پار ہوگئے ہیں۔ اسی طرح ان حضرات کی خلفائے الراشدین کی طرف عدم رفع کی سنت کو غلط اور بے بنیاد ثابت کرتے ہوئے ان سے رفع الیدین کرنے کو ثابت کیا ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ نے جزء القراۃ میں ثابت کیا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین کرتے تھے۔ ایسی روایات وائل بن حجرؓ اور حمید بن ہلال اور تابعین سے نقل کی ہیں جو مجیب صاحب کی تحریر کی بڑی تصدیق کرتی ہیں۔ خود ابن مسعودؓ سے رفع الیدین کے بارے میں ابو داؤد وغیرہ میں روایت موجود ہے۔ اور حافظ ابن الملقن البدر المنیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر (قلمی) میں بحوالہ الخلافیات للبیھقی میں لکھتے ہیں کہ " قد روی حدیثاً مسلسلاً عن علقمة عن عبد الله عن النبی ﷺ ذکر فیه الرفع عند الرکوع والرفع منه " اس روایت نے ان تمام روایات پر پانی پھیر دیا جو ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی طرف عدم الرفع کے متعلق منسوب کی جاتی ہیں جو کہ بموجب اصول حنفیہ منسوخ کہی جائیں گی۔ کیونکہ راوی کا عمل اس کے مروی کے خلاف ہے یہی اصول نور الانوار وغیرہ میں مذکور ہے۔
اس کے علاوہ مجیب صاحب نے کتنی ہی دوسری احادیث کو اثبات الرفع کے متعلق جمع کیا ہے جن کے متعلق حافظ ابو الفضل العراقی تقریب الاسانید وترتیب المسانید (صفحہ ۲۵۴ ج ۲) مع الشرح میں لکھتے ہیں: "واعلم

انہ قدروی الرفع من حدیث خمسین من الصحابة منهم العشرة " اور ہمیں بھی بحمد اللہ تعالیٰ پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ملی ہیں ہم نے اپنی بعض تصانیف بالخصوص فتویٰ جات میں ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات کی تحقیق وغیرہ لکھی ہے: فمن شاء فلیرا جع الیها نیز علامہ محمد عابد السندی المواهب اللطیفة شرح مسند ابی حنیفة میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارے میں بھی بتاتے ہیں۔ اس طرح ان کی تعداد بڑھ کر ۲۶ بن جاتی ہے . مجیب صاحب خلفاء ثلاثہ سے روایات لائے ہیں اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین کے متعلق روایت آتی ہے رواہ الامام ابن حزم فی المحلیٰ صفحہ ۹۵ ج ۴۔ اسی طرح نبی کریم۔

تیسرے مسئلہ میں مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت (شعبہ والی) ضعیف اور خطاء ہے . صحیح روایت سفیان کی جھر اور مد والی ہے۔ قرآنی دلیل کے متعلق مجیب صاحب نے ثابت کیا کہ اول تو صغریٰ ہی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اٰمین بالا صالۃ دعا نہیں ہے بلکہ دعا کے تابع ہے۔ فحکم التابع حکم المتبوع نیز کبریٰ بھی غلط ہے کیونکہ جھراً کتنی ہی دعائیں مانگی جاتی ہیں حتیٰ کہ خود اهدنا الصراط المستقیم بھی دعا ہے۔ نیز احناف کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ تضرع مع الخیفۃ فی معنیٰ الظھور ہے۔ اس لیے محرر صاحب کا یہ نتیجہ نکالنا یعنی اٰمین بالسر پر استدلال کرنا غلط ہے جس کی مزید تحقیق ہم اوپر کر چکے ہیں . وائل کی روایت شعبہ اور سفیان کے بیچ مختلف ہے اور مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے سفیان کی روایت راجح ہے۔ اس لیے کہ شعبہ سے دو قسم کی روایات آئی ہیں (جھر اور خفض) تو پھر راجح روایت ہوگی جس کی تائید دوسرے قرائن کریں۔ اس لیے یہاں جھراً والی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اول تو سفیان اکیلا نہیں ہے۔ اس کے لیے مجیب صاحب نے تین دوسری روایات کی متابعت نقل کی ہے۔ حالانکہ اکیلا سفیان اختلاف کے وقت شعبہ پر مقدم ہے۔ جس طرح مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تھذیب التھذیب (صفحہ ۱۱۵ ج ۴) میں ائمہ حدیث یحییٰ بن سعید القطان، ابو داؤد، ابو زرعۃ، ابو حاتم ابن معین وغیرھم سے تصریح نقل کی ہے کہ سفیان شعبہ سے مقدم ہے . ثانیاً وائل کی دوسرے طرف سے مجیب صاحب نے روایات نقل کی ہیں جن میں جھر ہے۔ ثالثاً وائل کے علاوہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی جھر کے متعلق حدیثیں ہیں ان میں سے مجیب صاحب نے سیدنا علی، ابو ھریرہ، ابن عباس، بلال ام الحصین رضی اللہ عنہم کی روایات نقل کی ہیں ان کے علاوہ دوسری روایات ہم نے "کتاب الاربعین فی اثبات الجھر بامین" میں ذکر کی ہیں . فمن شاء فلیرا جعه اس کے بعد مجیب صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس خفض والی روایت میں محرر صاحب کے لیے دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ بھی جھر والی روایت کے موافق ہے۔ جس کے لیے لغۃً خواہ شرعاً شواہد کے ساتھ تحقیق کی ہے بالفرض اگر سفیان کی روایت کو ترجیح حاصل نہیں

ہے اور دونوں درجے مساوی ہیں (وان لم یکن کذلك) اور تطبیق بھی ممکن نہیں ہے تو پھر روایت مضطرب رہے گی اور اصولاً یہ اضطراب قادح رہے گا اور غایۃ مافیہ کہ وائل کی یہ روایت ساقط رہے گی جس کی وجہ سے محرر صاحب کے ہاتھ اور جیب خالی ہوجائیں گے باقی مجیب صاحب کا پلڑا ابھی بھی بھاری رہے گا۔ کیونکہ انہوں نے وائل کی دو اور روایات پیش کی ہیں اس کے علاوہ دو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات ذکر کی ہیں۔ الحاصل جھر کا ثبوت مکمل اور مدلل ہے۔ اور امین بالسر کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے نیز مجیب صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ خصوصاً دو سو صحابہ کا اثر جس کو ان سے امین بیت اللہ شریف میں اپنے دونوں کانوں سے سننے والا امام ابوحنیفہؒ کا استاد عطاء بن ابی رباح ہے جن کے متعلق امام موصوف فرماتے ہیں کہ ان سے برتر میں نے کوئی نہیں دیکھا کما مر۔ اور احناف اپنے مذہب کی سند بھی ان کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ طحاوی شرح الدرالمختار صفحہ ۱۷۔ میں لکھتے ہیں کہ " وذکر الشعرانی فی المیزان الکبریٰ سند الائمة الاربعة وقدم الامام فقال الامام ابو حنیفة عن عطاء عن ابن عباس عن النبی ﷺ عن جبریل عن الله عزوجل " معلوم ہوا کہ امام صاحب کا صحیح مذہب امین بالجھر ہے نہ کہ وہ جو فقہی کتابوں میں مذکور ہے کیونکہ:

شیر نیستاں دیگر است وشیر قالیں دگر

آخر میں مجیب صاحب۔ مولوی عبدالحی صاحب سے نقل کیا ہے کہ کئی سال تک میں نے بڑی جستجو کی لیکن امین بالسر کا ثبوت نہیں ملا۔ اور مولوی عبدالحی صاحب التعلیق الممجد میں طرفین کے دلائل نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ "والانصاف ان الجھر قوی من حیث الدلیل" نیز ابن ہمام اور بحرالعلوم کا قول اوپر گذر چکا۔ نیز سید عبدالقادر جیلانیؒ بھی غنیۃ الطالبین ج ۱۔ میں جھر کا حکم دیتے ہیں۔ نیز مجیب صاحب نے ایک روایت لکھی ہے جس میں امین بالجہر پر چڑنے والے اور حسد کرنے والوں کو "یھود ھذہ الامة " کہا گیا ہے جس کی تائید میں مجیب صاحب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ واقعی اس وقت یہودی اس پر چڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے اور یہود کی خصلتوں سے امن میں رکھے۔ (امین)

چوتھے مسئلہ میں مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت بالکل جھوٹی اور غیر صحیح ہے۔ جس کا اعتراف خود حنفی حضرات بھی کرتے ہیں جس طرح ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں خود ملا علی قاری جن کی عبارت پر محرر صاحب نے بھروسہ کیا تھا۔ اس سے ہی مجیب صاحب نے اس کا کام تمام کردیا۔

ہم نے سوچا تھا کریں گے وقت حاکم سے فریاد
مگر وہ بھی کم بخت تیرا چاہنے والا نکلا

نیز مجیب صاحب نے یہ فقہی اصول نقل کیا ہے کہ اگر حکم سنت اور بدعت میں تردد ہو تو اس وقت اس کا ترک راجح ہے کیونکہ سنت پر عمل کرنے سے بدعت کا ترک اولیٰ ہے اور یہی مقتضی حدیث ہے "دع ما یر یبك الیٰ ما لا یریبك" ترمذی۔ اور حدیث ((المومنون و قافون عند الشبهات .)) (بخاری) سے مجیب صاحب نے محرر صاحب کو یہ الزام دیا ہے کہ شاہ ولی اللہ دھلوی جس کو آپ کے حنفی اپنا رتبہ بڑھانے کی خاطر حنفی شمار کرتے ہیں۔ خود مولوی ادریس کاندھلوی رسالۃ التقلید والاجتھاد (صفحہ ۲) پر ان کو حنفی لکھا ہے اس قول کے مطابق جن کتابوں سے تم نے یہ روایت لکھی ہے وہ کتاب حجۃ ودلیل لینے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ ایسا الزام ہے کہ یا تو محرر صاحب اور اس کے حواری اس روایت کا ذکر چھوڑ دینگے اور اس بدعت سیئہ سے توبہ تائب ہوکر آئندہ شاہ صاحب کو حنفی کہنے سے توبہ کریں گے:

من نگویم کہ ایں مکن آن کن
مصلحت بین وکار آسان کن

اخیر میں مجیب صاحب نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چند ایسے مسئلے نقل کیے ہیں جن میں احناف اس کے بر خلاف ہیں یہ تو انکی پرانی عادت ہے کہ جہاں پر بھی صحابہ کا اثر ان کے مذہب کے مطابق ہوگا اگر چہ سنداً صحیح نہ ہو آنکھیں بند کر کے اس سے چمٹ جائیں گے اور کہیں گے کہ "بایهم اقتدیتم اهدیتم ، سنة خلفاء الراشدین ." اور جو کوئی اعتراض کرے گا اگر چہ مرفوع حدیث پیش کرے یا اس اثر پر جرح شدید ثابت کرے تو بھی اس کے خلاف تحریک چلائیں گے کہ یہ لا مذہب ہے صحابہ کا بے ادب ہے، منکر ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر جب صحابہ کے بیشمار آثار ان کے مذہب کے خلاف ہونگے اور مرفوع حدیثوں سے مؤید بھی ہوں .تو ان کو نہیں مانیں گے اس میں نہ وہ بے ادب ہوتے ہیں اور نہ ہی صحابہ کے منکر بلکہ ان کو غیر فقیہ قرار دیں، غیر عدول کہیں ان پر باغی ہونے کا فتوہ جاری کریں تب بھی وہ بے ادب نہیں ہیں۔

ہم آہ بھی کریں تو ہوجائیں بدنام
وہ قتل بھی کردیں تو کوئی چرچا نہیں ہوتا

محرر صاحب نے جن سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کیے ہیں مثلاً ابو بکر، عمر، علی، ابن مسعود، جابر بن سمرہ، ابن عباس، وائل بن حجر رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے کئی مسائل میں وہ خلاف ہیں لیکن اس کی ان کو کوئی پرواہ نہیں ایسی مثالیں دیکھنی ہوں تو امام ابن حزم کی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام اور حافظ ابن القیم کی کتاب اعلام الموقعین کا مطالعہ کیا جائے کہ کس قدر ان لوگوں نے صحابہ کرام سے مخالفت کی ہے۔

الغرض ہم مجیب صاحب کے جواب کو باصواب کہتے ہوئے اس کی پر زور تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے علمی اسلحے کے ساتھ باطل کا مقابلہ کر کے اس کو پاش پاش کیا ہے اور عوام الناس کو حق معلوم کرنے کا موقع

فراہم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کی محنت کو مقبول و منظور فرمائے اور ان کی تحریر کو عوام کے لیے قابل ہدایت و رہنمائی بنائے۔

صدق سبحانه و تعالیٰ قال:

﴿فَإِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ٥﴾ (الانعام: ۸۹تا ۹۰)

والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین والحمد لله رب العالمین

❋❋❋❋

المقالة السابعة

حجة الوداع

نبی کریم ﷺ کا طریقہ حج

حج اسلام کے اہم ترین بنیادی عبادتوں اور شعائر میں سے ہے جس میں انسان کا وقت مال سب صرف ہوتا ہے اور اس عبادت کے حصول میں انسان کو سفری صعوبتوں اور تعب و مشقت کو برداشت کرنا پڑتا ہے لہٰذا اس کی ادائیگی کے وقت سنت رسول ﷺ کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے تا کہ اس کا وقت اور مال تعب و مشقت ضائع نہ ہوجائے۔ اسی لیے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کا مکمل طریقہ حج احادیث صحیحہ کی روشنی میں پیش کیا اور شاہ صاحب کا منہج اتنا سہل ہے کہ ہر قاری آرام سے حج کے تمام ارکان کو سمجھ سکتا ہے، یہ کتاب سندھی زبان میں تھی جس کو جامعہ کے استاد مولانا منیر احمد جونیجو صاحب نے اُردو قالب میں ڈھالا ہے۔

(الازہری)
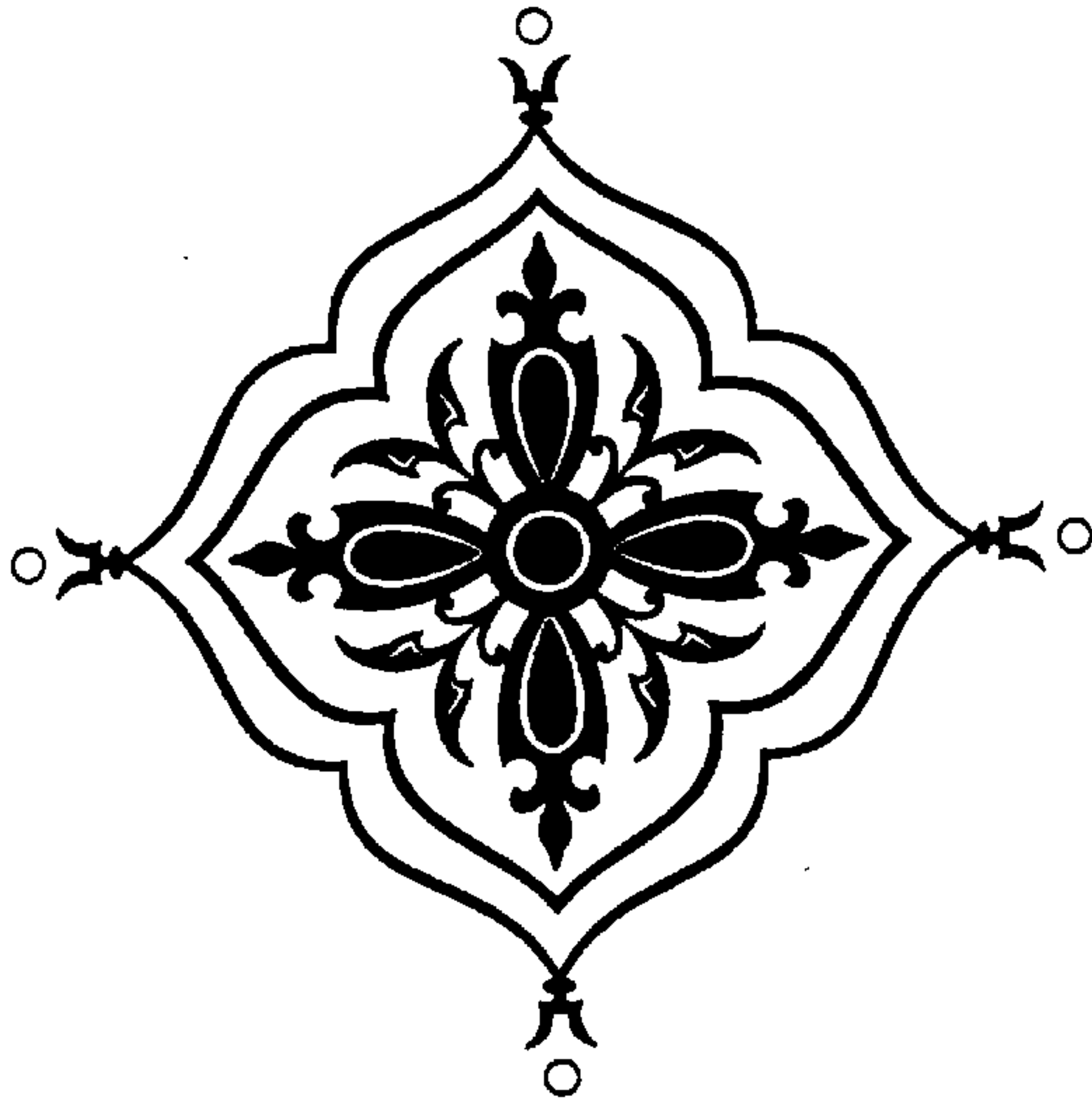
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الله الذين اصطفىٰ .

اما بعد : اسلام میں حج ایک اہم فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے فطرتاً مسلمان کے دل میں اس کی ادائیگی کی تڑپ رہتی ہے باوجود اس کے کہ کتنی ہی تکالیف کو جھیلنے اور کافی پیسہ خرچ کرنے کے بعد بھی لوگ وہاں پہنچتے ہیں دیکھا جاتا ہے کہ کتنے ہی لوگ ہیں جو حج کے احکامات سے بالکل بے خبر ہیں جس کا اولین سبب جہالت ہے اور دوم سبب فرقہ بندی ہے ان اسباب کی وجہ سے ہر آدمی نے اپنے مذہب کا خیال رکھا اور مسنون طریقہ کو کھودیا اسی ضرورت کے تحت اس رسالہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے حجۃ الوداع کا تفصیلی قصہ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان فریضہ حج کو مسنون طریقہ سے ادا کرسکیں اس واقعہ کا ذکر ان کتابوں سے لیا گیا ہے:

۱: کتاب الثقات للامام ابن حبان البستی .

۲: حجة الوداع للامام ابن حزم الاندلسی .

۳: حجة المصطفىٰ للامام محب الدين الطبری .

۴: زاد المعاد من هدی خير العباد للحافظ ابن القيم .

۵: مرأة الحرمين للشيخ اللواء ابراهيم رفعت پاشا ،اس کے علاوہ صحاح ستہ اور دوسری تفاسیر، حدیث، شروحات، سیرت، تاریخ اور لغت کے کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے .

والمسئول من الله التمام وحسن الختام

المؤلف

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی

❋❋❋❋

حجۃ الوداع کا قصہ

حج کب فرض ہوا؟

بندہ ضعیف عاجز نحیف، ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی محمدی غفر اللہ لہ ولوالدیہ کہتا ہے کہ حج کی فرضیت نویں یا دسویں ہجری سال میں نازل ہوئی پھر حضور ﷺ جلد ہی فریضہ حج ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ نے کتنے حج کیے؟

علماء اور مورخین کا اتفاق ہے کہ ہجرت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہی حج کیا ہے جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے قبل از ہجرت اختلاف ہے ترمذی میں جابرؓ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے تین حج کیے تھے دو ہجرت سے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد مگر بقول امام ترمذی اس روایت کو سفیان ثوری سے بیان کرنے والا اکیلا راوی ہے۔ [1] امام بخاری سے منقول ہے کہ انہوں نے روایت کو نہیں پہچانا [2] بلکہ انہوں نے کہا کہ محفوظ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی حج کیا تھا۔ [3] باقی عمرے چار کیے تھے جس طرح بخاری وغیرہ کی احادیث میں مذکور ہے۔ حجۃ الوداع سے ایک سال قبل ان کے حکم پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی بھی مشرک نہ حج پر آئے اور نہ ہی ننگا (برہنہ) طواف کرے [4] (بخاری مسلم)۔ جب آپ ﷺ نے حج پر نکلنے کا ارادہ کیا تو کتنے ہی لوگ تیار ہو گئے۔ مدینہ اور اس کے قرب وجوار سے اور مختلف جگہوں سے لوگ ساتھ ملتے رہے یہاں تک کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف جہاں تک نظر پہنچتی تھی لوگوں کا جم غفیر نظر آتا تھا۔ صرف اس لیے کہ آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے موافق حج کے احکامات ادا کریں اور ان لوگوں کی تعداد خالق اکبر کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حج کو فی سبیل اللہ قرار دیا اور بعض ایسے لوگ بھی تھے جو سواری نہ ہونے اور دوسری بیماریوں کی وجہ سے رک گئے اور ام معقل رضی اللہ عنہا بھی سواری

---

[1] یہ زید ابن الحباب ہیں اور تقریب میں ہے کہ یخطئ فی حدیث الثوری یعنی امام ثوری کی روایات میں غلطیاں کرتا تھا۔

[2] یہ خاص اصطلاح اور ائمہ حدیث کا فیصلہ ہے کہ جس روایت کو امام بخاری نہ پہچانے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

[3] جس طرح ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث موجود ہے۔

[4] مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت نے برہنہ ہو کر طواف کرتے ہوئے یہ شعر پڑھے "الیوم یبدو بعضہ اوکلمۃ، وما بدامنہ فلا احلہ" پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُوا۟ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱)

نہ ہونے کی وجہ سے رک گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو ابھی نہ پہنچ سکا وہ رمضان میں عمرہ کرے کیونکہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔، اسی حدیث کی بنا پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے آخری عشرہ میں عمرہ پر آئے سبحان اللہ! کیا عجیب منظر تھا آپ ﷺ نے عورتوں کو اکیلے سفر کرنے سے منع کیا ہے ایک عورت حج پر روانہ ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے خاوند کو فرمایا کہ جا کر اس کو ملے۔ حالانکہ اس کا نام مجاہدوں کی لسٹ میں تھا۔ نیز عورتوں کے حج کو ان کے لیے جہاد قرار دیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

آپ کا سفرِ حج:

اور جب آپ ﷺ مدینہ سے نکلے تو ذوالقعدہ کے دن باقی تھے۔ مدینہ طیبہ سے ظہر کی چار رکعتیں فرض نماز پڑھ ❶ کر منبر پر چڑھے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے احرام کے واجبات اور سنتوں سے آگاہ کیا۔ اور وہ دن بقول امام ابن حزم کے جمعرات کا دن تھا۔ اور بقول حافظ ابن حجرؒ کے ہفتہ کا دن تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے دلائل ذکر کیے ہیں۔ ❷ بعد از خطبہ بالوں میں تیل اور کنگی وغیرہ کی اور کپڑے تبدیل کیے اور ظہر اور عصر کے درمیان روانہ ہوئے ذوالحلیفہ ❸ پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں پر عصر نماز قصر کر کے پڑھی (مسافر ہونے کے ناطے قصر نماز ادا کی) امام بخاری تاریخ (کبیر ص ۲۰۷ ج ۴ طبع بیروت) میں ابن السمط سے روایت کرتے ہیں کہ "انه خَرَجَ مَعَ عُمَرَ الیٰ ذِی الْحُلَیْفَهِ فَصَلیّٰ رَکْعَتَیْنَ فَسَئَلْتُهُ، فَقَالَ اَصْنَعُ کَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلیَّ اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ." یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذوالحلیفہ کی طرف گئے وہاں پر انہوں نے عصر نماز دو رکعتیں پڑھیں، پوچھنے پر بتایا کہ جس طرح نبی ﷺ کو کرتے دیکھا اس طرح کر رہا ہوں۔ روایت سے ظاہر ہے کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ صرف ذوالحلیفہ تک گئے تھے) آپ نے دو دو رکعتیں کر کے نماز پڑھی رات وہیں ٹھہرے اور اپنے ساتھ قربانی کی اونٹنی لی اور اپنے ہاتھوں سے اس کے اشعار باندھے۔ اس کے متعلق کتنی ہی حدیثیں ہیں بخاری شریف میں مسور بن مخرمہ، مروان اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں ہیں کہ اس اونٹنی کی گردن میں دونوں پاؤں کی جوتیاں اس دھاگے کے ساتھ باندھی جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بنایا تھا ❹ نیز آپ بکری ھدیہ کے لیے بھیجتے تھے اس کو بھی باندھتے تھے جس کو تقلید کہا جاتا ہے (بخاری و مسلم) وہاں پر آپ ﷺ نے باقی چار نمازیں بھی ادا کی (مغرب، عشاء، فجر اور ظہر) یعنی

❶ اس سے ارادہ کے مطابق سفر میں قصر کا مسئلہ رد ہوا۔

❷ امام ابن حزم کے دلائل وزنی معلوم ہوتے ہیں نیز آپ ﷺ کو جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند تھا جس طرح آخر میں آئے گا۔

❸ یہ جگہ مدینہ سے تقریباً ۲۰ کلومیٹر پر ہے وہاں پر مسجد شجرہ اور ایک کنواں ہے جس کو جاہل لوگ بئر علی (علیؓ کا کنواں) کہتے ہیں ان کا گمان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں پر جنوں کے ساتھ لڑائی لڑی تھی مگر یہ جھوٹ ہے (رسائل ابن تیمیہ)

❹ حدیث میں لفظ عھن آیا ہے (بخاری) جس سے بعض نے اون مراد لی ہے اور بعض نے رنگین اون اور بعض نے سرخ رنگ اون مراد لی ہے۔

پوری پانچ نمازیں وہاں پر ادا کیں ایک ہی غسل میں تمام بیویوں کے پاس گئے اور احرام کے لیے الگ غسل کیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذریرہ ❶ کی خوشبو لگائی جسم مبارک اور کپڑوں کو بھی مشک لگائی جس کی چمک سر اور داڑھی کے بالوں میں عیاں تھی جس کو صاف نہیں کر رہے تھے۔ ❷ پھر احرام کا لباس پہنا سر میں غسل (ایک درخت یا شہد) میں سے کچھ لگایا تا کہ بال الگ الگ نہ ہوں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری کے اندر دوسری بات کو ترجیح دیتے ہیں اور احرام والے کے لیے آپ ﷺ نے شلوار و قمیض، سلے ہوئے کپڑے اور ایسے جوتے جن سے پورا پاؤں چھپ جائے اس سے منع فرمایا ہے۔ جس کے پاس تہبند نہ ہو اس کو شلوار کی اجازت دی ہے اور جس کو چپل جیسی جوتی نہ ملے اس کو بوٹ یا موزے کی اجازت دی ہے لیکن حکم دیا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے اس کو کاٹ دیا جائے۔ عورتوں کو نقاب، دستانوں اور زعفران اور ورس سے منع فرمایا ہے۔
(مشکوۃ بحوالہ صحیحین وغیرہ)

حاجی احرام کہاں سے باندھے؟

آپ کے فرمان کے مطابق احرام کے میقات اور حدود اس طرح ہیں، مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن منازل، عراق والوں کے لیے ذات عرق اور یمن والوں کے لیے یلملم اور فرمایا جو وہاں سے گذریں ان کا بھی یہی میقات ہے۔ باقی لوگ اپنے اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتی کہ مکہ والے مکہ سے۔ (بخاری، مسلم) نیز فرمایا کہ بیت المقدس سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے لیے بہشت واجب کی جائے گی۔
(ابوداؤد، ابن ماجہ)

تلبیہ کی ابتداء کہاں سے؟

سلسلہ:...... آپ نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھ کر وہیں جائے نماز پر بلند آواز سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھا۔ اس کے علاوہ احرام کے لیے نفل نماز پڑھنا آپ سے منقول نہیں ہے جس طرح ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں مگر صحیح مسلم (رقم الحدیث: ۲۸۱۴) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً مِنْهُ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الحَلَيفَةِ اَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ .)) (الحدیث)

یعنی آپ ﷺ نے مسجد ذی الحلیفہ میں دو رکعتیں ادا کیں پھر جب اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی تو تلبیہ

❶ مختلف خوشبو کو ملا کر بنائی ہوئی خوشبو کی ایک قسم ہے۔
❷ معلوم ہوا کے احرام کے بعد خوشبو نہیں لگائی جائے باقی اگر پہلے کی لگائی ہوئی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

شروع کردیا۔ اس کے ہم معنی بخاری شریف (صفحہ ۲۱۰ ج ۱) میں حدیث ہے۔ ❶ اور اس وقت آپ نے اشتراط کی اجازت دی ہے۔ یعنی یوں کہے "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ مَحِلِّیْ مِنَ الْاَرْضِ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ." (ترمذی) اے اللہ! (شرط رکھتا ہوں کہ) جس زمین پر تونے مجھے روکا وہ میرے احرام کھولنے کی جگہ ہے، پھر کسی سبب مثلاً بیماری، دشمن کے خوف یا ظالم بادشاہ کے سبب راستہ میں روکا جائے یہاں تک کہ حج فوت ہوگیا تو وہ حلال ہوسکتا ہے۔

احرام کی اقسام اور نبی کریم ﷺ کا احرام اور تلبیہ کے الفاظ:

احرام کی تین قسمیں: تمتع، قران اور افراد۔ صحیح بات یہ ہے آپ ﷺ نے قران کا احرام باندھا (حج بمع عمرہ) اور فرمایا: "اَللّٰھُمَّ حَجَّةً وَعُمْرَةً" اے اللہ حج اور عمرہ کے لیے احرام باندھتا ہوں۔ اور تلبیہ کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

((لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.)) (بخاری، مسلم)

"اے اللہ (میں) حاضر ہوا ہوں تیرے پاس، حاضر ہوا ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تمام تعریفیں تیرے لیے نعمتیں اور بادشاہی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔"

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ.))

"اے اللہ میں حاضر ہوا ہوں تیرے پاس! حاضر ہوا ہوں اور تیرے پاس نیک بختی کا طالب ہوں۔ کل خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ حاضر ہوا ہوں تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور عمل کرتے ہوئے۔"

آپ ﷺ یہ الفاظ بلند آواز سے کہتے رہے یہاں تک کہ اونٹنی پر سوار ہونے تک کہتے رہے جب آپ بیداء ❷ پر چڑھے تب بھی کہتے رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنا تو ان کو بھی خدا کے حکم سے

---

❶ محب الدین طبری القریٰ لقاصد ام القریٰ صفحہ ۱۶۹ ج ۱۔ میں اس حدیث اور ایسی دوسری احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ احرام کی دو رکعتیں نفل پڑھنی چاہییں اور اس کی تائید میں ایک روایت مجمع الزوائد صفحہ ۲۳۶ ج ۳۔ میں بحوالہ اوسط طبرانی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے مگر یہ ضعیف ہے۔

❷ یہ ایک میدان کا نام ہے۔

امر فرمایا ❶ کہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں۔ آپ چلتے چلتے حج وعمرہ کا نام بھی لیتے رہے۔ کبھی کبھی صرف حج یا صرف عمرہ ❷ کا نام لیتے رہے اس لیے جس نے جیسے سنا اس نے ویسے بیان کیا مگر تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا۔

اس کے متعلق حافظ ابن القیمؒ نے '۲۰' سے زائد صحیح اور صریح روایات بیان کی ہیں آپ خالی سواری پر تھے ڈولی یا محمل نہیں تھا اور نہ ہی سامان اٹھانے کے لیے الگ سے اونٹ تھے۔ تمام صحابہ کو اختیار دیا کہ احرام کی تینوں اقسام میں سے جو چاہیں باندھ لیں پھر جن کے پاس ہدیہ نہیں تھا ان میں سے بعض نے حج کو عمرہ بنا لیا۔ پھر ان کو مکہ معظّمہ کے نزدیک ترغیب دلائی گئی کہ جو اپنے ساتھ ہدیہ (قربانی کا جانور) نہیں لایا وہ حج یا قران کو توڑ کر عمرہ بنا لے (یعنی افراد اور قران کی نیت والے کے لیے ہدیہ ساتھ ہونا لازمی ہے) پھر مروہ کے پاس اس کو بالکل ختم کر دے۔ یہ حکم تاکید کے ساتھ فرمایا اسی رات اسماء بنت عمیسؓ (سیدنا ابو بکر کی بیوی) نے بیٹے کو جنم دیا۔ جس کا نام محمد رکھا گیا انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کروایا کہ اب کیا کیا جائے ❸ آپ ﷺ نے ان کو فوراً کپڑہ باندھ کر احرام باندھنے کا حکم فرمایا اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے۔

◆ ۱:...... احرام کے لیے غسل کرنا۔ ◆ ۲:...... حیض یا نفاس والی عورت دو غسل کرے گی۔ ◆ ۳:...... حیض والی عورت کے لیے دو احرام باندھنا بھی درست ہے۔ پھر آپ تلبیہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے لوگ بھی تلبیہ کے الفاظ کچھ زیادہ اور کچھ کم کرتے ساتھ چلتے رہے۔ آپ نے کسی کو منع نہیں کیا بلکہ تلبیہ پڑھتے رہے۔

محرم کے لیے شکار کا حکم:

جب روحاء ❹ پر پہنچے تو وہاں پر ایک حمار وحشی ❺ جنگلی گدھا باندھا ہوا دیکھا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو ممکن ہے کہ اس کا مالک پہنچ جائے (جس نے شکار کر کے باندھا ہے)۔ جب وہ آیا تو آپ نے حمار وحشی اس کے حوالے کیا۔ جس پر شکاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ شکار آپ کے لیے ہے اور آپ کی مرضی پر رکھا ہوا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو حکم فرمایا کہ تمام رفقاء میں تقسیم کر دے۔ اس سے ثابت ہوا ہے محرم شکار والی چیز کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس نے خود شکار کیا ہو اور

❶ یہ امر عورتوں کے لیے نہیں ہے بلکہ بقول 'حافظ ابن عبدالبر فی التمہید" اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں آہستگی کے ساتھ پڑھیں۔

❷ یعنی ناقلین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ نے حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ صرف حج کا جبکہ بعض کہتے ہیں صرف عمرہ کا دراصل اس اختلاف کا سبب بھی یہی ہے۔

❸ یہاں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتباع سنت کا جذبہ معلوم ہوتا ہے کہ قرب ولادت کے باوجود بی بی صاحبہ نے تکلیف کی پرواہ کیے بغیر سفر جاری رکھا۔

❹ مدینہ سے تقریباً ۴۰ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں پر ایک مسجد مبارک بھی ہے۔

❺ ایک جنگلی جانور ہے جو کہ شرعاً حلال ہے۔ اور اس کے مقابلے میں گھریلو گدھا جو ہم دیکھتے ہیں وہ حرام ہے۔

نہ ہی اس کے لیے کیا گیا ہو۔ اور مذکورہ شکاری محرم نہیں تھا اور ممکن ہے کہ وہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ [1] کے قصہ کی طرح میقات سے نہ گذرا ہو جس کا میقات کوئی دوسرا ہو اس واقعہ سے چند مسائل ثابت ہوئے۔ ①:...... ہبہ کے لیے لفظ ہبہ شرط نہیں ہے بلکہ اس کا ہم معنی لفظ کافی ہے۔ ②:...... ہڈیوں سمیت گوشت کی تقسیم۔ ③:......شکار شکاری کی ملکیت ہے۔ ④:......حمار وحشی حلال جانور ہے۔ ⑤:......تقسیم کے لیے وکیل مقرر کرنا۔ ⑥:......سب میں ایک ہی تقسیم کرنے والا ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ روثیہ اور عروج کے درمیان اثایہ [2] کے پاس پہنچے جہاں پر دیکھا تو ایک ہرن ہے جس کو شکاری کا تیر لگا ہوا ہے۔

جو درخت کے سایہ تلے بیٹھا ہوا ہے آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ جب تک سارے یہاں سے گذر نہ جائیں وہ یہیں پر رکیں تاکہ کوئی اس کی طرف خیال یا توجہ نہ کرے۔ دونوں قصوں میں فرق ہے حمار وحشی کو اس نے شکار کیا جو محرم نہیں تھا اس لیے کھانے سے منع نہیں کیا۔ مگر ہرن کی صورتحال مشکوک تھی اور خدشہ تھا کہ کسی محرم نے تیر امارا ہو اس لیے اجازت نہیں دی اور وہاں پر محافظ کو کھڑا کر دیا۔ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ محرم کا کیا ہوا شکار دوسرے کے لیے میتۃ [3] (مردار) کا حکم رکھتا ہے اگر حلال ہوتا تو آپ ﷺ اس کو ضایع نہ ہونے دیتے الحاصل: محرم کو جان بوجھ کر خشکی [4] کا شکار کرنا ناجائز ہے اور اگر کوئی شکار کرے گا تو شکار کے برابر قربانی کا جانور دینا پڑے گا اور برابری کے لیے دو امین [5] اور عادل فیصلہ کریں۔ خون کے علاوہ یا تو تین یتیموں کو کھلا دے یا تین دن کے روزے رکھے جس طرح نص قرآنی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ

---

[1] حدیبیہ کے سال وہ پیچھے رہ گیا اور اس کو احرام نہیں تھا باقی سارے محرم تھے جنہوں نے ایک حمار وحشی کو دیکھ کر چھوڑ دیا۔ جب ابوقتادہؓ آئے اور دیکھا تو ساتھیوں سے کہا کہ مجھے نیزہ اٹھا کر دو مگر انہوں نے انکار کیا۔ (یعنی محرم شکار میں مدد بھی نہیں کر سکتا) پھر انہوں نے شکار کر کے خود بھی کھایا اور جماعت والوں نے بھی کھایا پھر خیال آنے پر نبی سے دریافت کیا۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کچھ بچا ہوا ہے پھر پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے بھی اس سے کھایا۔ (بخاری۔ مسلم)

[2] حرمین کے بیچ اور عرج کے پاس ایک جگہ ہے جہاں پر مسجد ہے۔ (القاموس المحیط) اور جحفہ کے راستہ پر مدینہ سے تقریباً ۴۵ میل پر ہے۔ (معجم البلدان لیاقوت الرومی)

[3] ہر وہ چیز جو ناجائز طریقہ سے ذبح کی جائے مثلاً چوری کا جانور یا بغیر اجازت ذبح کیا ہوا جانور وغیرہ۔

[4] بعض فقہاء دریاء کے شکار پر بھی دم (قربانی) کا کہتے ہیں لیکن یہ قرآنی فیصلہ کے خلاف ہے۔

[5] جس طرح قرآنی قید سے ظاہر ہے۔

[6] جس بھی جانور کے متعلق ہم سے پہلے دو صحابہؓ یا دو تابعین یا جن کو امین سمجھیں ان کا کیا ہوا فیصلہ نافذ کیا جائے گا ازسرنو فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حکم خداوندی نہیں ہے۔

وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ○ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ○﴾ (المائدہ: ۹۵۔۹۶)

"اے ایمان والو! بحالت احرام شکار مت کرو اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر کرے گا تو اس کے بدلے میں اس جیسا جانور جس کے لیے تم میں سے دو امین فیصلہ کریں کہ وہ قربان کر کے کعبۃ اللہ پہنچانا ہے یا کفارہ میں (تین) روزے رکھے تاکہ اپنے کیے کا عذاب چکھے گذشتہ خطا اللہ نے معاف کی جو دوبارہ کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا ہے، سمندر کا شکار تمہارے لیے حلال ہے اور یہ کھانا اور سامان ہے تمہارے لیے خواہ سیر کرنے والے کے لیے اور جب تک تم احرام میں ہو خشکی کا شکار تم پر حرام ہے اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔"

محرم کو بچھو، سانپ، کوّا، چیل، چوہا اور پاگل کتا مارنے کا حکم ہے۔ (مشکوۃ صحیحین وغیرہ) اور جس کو جوئیں تنگ کریں اس کو آپ ﷺ نے اجازت دی ہے [1] کہ وہ قبل از وقت سر مُڈوا سکتا ہے۔ جس کے بدلے وہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا تین روزے رکھے یا کوئی جانور ذبح کرے۔ (بخاری و مسلم) اس سفر کے دوران آپ ﷺ نے سواریوں کو بھگانے والوں کو آرام کے ساتھ بھگانے کا حکم دیا کہ ان سواریوں پر شیشے یعنی عورتیں اور بچے ہیں۔ آگے چل کر ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کا اونٹ لنگڑا ہو کر بیٹھ گیا جس پر بی بی صاحبہ رونے لگی آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے آنسوں پونچھے اور رونے سے منع کیا لیکن اس کے باوجود بی بی صاحبہ رونے لگی تو آپ ﷺ نے ان کو ڈانٹا اور سب کو پڑاو ڈالنے کا حکم فرمایا ۔حالانکہ وہاں پر رکنے کا ارادہ نہیں تھا۔ پھر سارے وہاں پر رک گئے۔ اس دن بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی مگر ان کو خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ ان سے ناراض ہوں۔ یعنی منع کرنے کے باوجود انہوں نے رونا بند نہیں کیا) اس لیے انہوں نے سیدہ عائشہؓ سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑ سکتی لیکن آج یہ باری تجھے دیتی ہوں تاکہ آپ مجھ سے ان کی ناراضگی دور کریں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے پھر وہ تیار ہو کر خوشبو وغیرہ لگا کر آپ ﷺ کے خیمے میں آئی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ آج تمہاری باری تو نہیں ہے۔ جس پر بی بی صاحبہ نے کہا کہ " ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے اس کو دے)۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ قیلولہ (دوپہر کا آرام) کیا اور جب روحا کے پاس پہنچے تو ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنی بہن صفیہ رضی اللہ عنہا کو نیا اونٹ

[1] یہ اجازت حدیبیہ کے موقعہ پر آپ نے جناب کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔

دے تا کہ وہ اس پر سوار ہو سکے۔ یہ اونٹ ان کے پاس سواری کے علاوہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ کیا میں آپ کی یھودن (نافرمان) کو اونٹ دوں؟ جس پر آپ نے پورے سفر کے دوران ان سے کلام نہیں کیا۔ یہاں تک کہ واپس مدینہ آئے۔ اور بی بی زینبؓ بالکل ناامید ہو چکی تھی کی اب آپؐ ان کے گھر نہیں آئیں گے۔ کہتی ہیں کہ ایک دن اپنے گھر دوپہر کے ٹائم ایک آدمی کے سایہ کو آتے ہوئے دیکھا دل میں کہا کون ہو سکتا ہے؟ اتنے میں آپ ﷺ ظاہر ہوئے۔ (مسند احمد، طبرانی، مجمع الزوائد)

سلسلہ:...... پھر آگے چلتے ہوئے عرج [1] کے پاس پہنچے۔ آپ کا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سامان ایک ہی اونٹ پر لدا ہوا تھا جس کے ساتھ ابو بکرؓ کا غلام تھا۔ آپ ﷺ وہاں پر بیٹھے ایک طرف سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھیں اور ان کی بہن اسماء اپنے والد کے قریب بیٹھیں۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے سامان سے لدے ہوئے اونٹ اور غلام کے انتظار میں تھے اور لیکن غلام بغیر اونٹ اکیلے آئے جس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ رات سے وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ جس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کو مارنے لگے آپ ﷺ مسکراتے ہوئے کہنے لگے احرام والا یہ کیا کر رہا ہے۔ اور زیادہ کچھ نہیں کہا بقول طبری رحمۃ اللہ علیہ کے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! اپنے اوپر نرمی کر کیونکہ یہ نہ تو تمہارے بس کی بات ہے اور نہ ہمارے۔ پھر آپ ﷺ اپنے اہل وعیال اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانا کھانے لگے اور سیر ہو کر کھایا۔ صفوان بن معطلؓ جن کو قافلہ کے پیچھے سامان کی حفاظت کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد اونٹ سامان کے ساتھ لے کر ان کی منزل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے ابو بکرؓ کو حکم فرمایا کہ دیکھو سامان سے کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ پینے کی پیالی کے علاوہ کوئی چیز گم نہیں ہے۔ غلام نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے۔

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے میری طرف سے امانت ادا کر دی اور وہاں پر سعد بن عبادہ اور ان کے بیٹے قیسؓ زادِ راہ کے ساتھ اونٹ لے کر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ منزل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ سعدؓ نے کہا کہ اللہ کے رسول ہمیں پتہ چلا ہے کہ صبح آپ کا سامان گم ہو گیا تھا۔ جس کے بدلے ہم یہ سامان آپ کے لیے لے کر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرمائے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سامان واپس دلا دیا ہے اپنا سامان واپس لے جائیں۔ نیز فرمایا کہ مدینہ آنے کے بعد آپکی مہمانی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا احسان ہے اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسولؐ ہمارے مال سے آپ کا لینا چھوڑنے سے زیادہ محبوب ہے۔

---

[1] ایک قصبہ ہے جہاں پر مدینہ شریف آنے والے دنوں عامل رہتے تھے۔ (نہایہ) مدینہ سے اندازاً ۷۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ (معجم البلدان)

آپ نے فرمایا سچ کہتے ہو اور خوش ہو جاؤ کے کامیاب ہو گئے ہو اچھا اخلاق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا کرے اور آپ کو عطا کیا ہے۔ انہوں نے کہا الحمد للہ اللہ ہی نے عطا کیا ہے۔ پھر وہاں سے چلے اور بدھ کے دن سقیا ❶ کے پاس اترے۔ پھر چلے اور ابواء ❷ کے پاس پہنچے تو صعب بن صقامہؓ نے حمار وحشی کی پیٹھ کا گوشت ھدیۃً بھیجا۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم احرام میں ہیں ورنہ واپس نہ بھیجتے۔ وہاں پر معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بھنے ہوئے چنے کھاتے ہوئے دیکھا جو جحفہ کے قریب ودان کے گاؤں سے تحفتاً ملے تھے۔ پھر آپ ﷺ اٹھے اور نماز ادا کی اور وضو نہیں کیا وادی ابواء کی مسجد میں نماز ادا کی پھر جب وادی عسفان ❸ کے پاس سے گذرے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ انہوں نے جواباً کہا وادی عسفان تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبر حضرت ھود اور حضرت صالح علیہ السلام بحالت احرام، عباء ❹ کے ساتھ تہبند باندھے ہوئے، رنگ برنگی چادریں پہنے ہوئے، سرخ اونٹوں پر چڑھے ہوئے، جن میں کھجور کی مہاریں ڈلی ہوئی تھیں، تلبیہ پڑھتے ہوئے حج کے لیے یہاں سے گذرے تھے۔ جس طرح مسند احمد کی حدیث میں ہے۔ پھر جب سرف ❺ کے پاس پہنچے تو ام المومنین عائشہؓ حائضہ ہو گئیں۔ جب آپ ﷺ ان کے پاس ❻ آئے تو اس وقت رو رہی تھیں۔ آپ نے سبب پوچھتے ہوئے فرمایا شاید آپ حائضہ ہو گئیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! لوگ احرام کھول لیں گے اور طواف کریں گے مگر میں رہ جاؤں گی آپ نے فرمایا فکر مت کرو یہ کام اللہ نے بنت آدم کے لیے لکھ دیا ہے جو ہوتا رہے گا

اس لیے طواف ❼ کے علاوہ ہر وہ کام کرتی رہو جو حاجی لوگ کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے سب کام کیے تمام موقف ادا کیے اور پاک ہونے کے بعد طواف کیا اور صفا مروہ پر گئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب آپ حج وعمرہ کے لیے حلال ہو گئیں۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میری دل میں ایک بات ہے کہ میں نے حج پورے ہونے تک طواف نہیں کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی بھائی عبدالرحمٰن ❽ کو حکم دیا

---

❶ مکہ اور مدینہ کے بیچ ایک مشہور جگہ ہے۔

❷ مدینہ کی طرف راغب کے قریب ایک جگہ ہے جہاں پر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ مدفون ہیں۔

❸ مکہ سے دو منزلوں پر قریباً ٦٦ میل پر جحفہ اور مکہ کے راستے پر ایک کنواں ہے۔

❹ چادر کی ایک قسم ہے۔

❺ مکہ شریف سے تقریباً (١٠) میل کے فاصلے پر ہے اسی جگہ پر آپ کی حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے شادی ہوئی تھی۔

❻ یعنی مکہ معظم میں پہنچنے کے بعد۔

❼ استحاضہ والی عورت غسل کر کے کپڑے دھو کر طواف کرے اور نماز بھی پڑھ سکتی ہے اور آپ نے فرمایا کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ شیطانی رگ ہے۔ (مشکوٰۃ) بیہقی میں ابن عمرؓ کا اثر ہے کہ غسل کر کے کپڑا رکھ کر طواف کرلے۔

❽ اس قصہ کا مزید حصہ اپنی جگہ آئے گا۔

کہ ان کو تنعیم مقام پر لے کر جائے وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کروائے۔ اس قصہ کے متعلق بعض مسائل میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے .اول یہ ہے کہ ان کا احرام تمتع کا تھا یا نہیں؟ صحیح بات یہ ہے کہ تمتع یعنی عمرہ کا تھا۔ دوم یہ کہ عمرہ چھوڑ کر حج کیا یا حج کو عمرہ میں ملا کر قران کیا؟ صحیح بات دوسری ہے۔ سوم یہ کہ تنعیم والا عمرہ ان کا فرضی تھا یا نفلی؟ صحیح بات یہ ہے کہ وہ نفلی عمرہ تھا کیونکہ فرضی تو قران والی صورت میں ہی ادا ہو گیا۔ چہارم یہ کہ بی بی صاحبہ عرفات کے دن پاک ہوئی یا ۱۰ تاریخ کو قربانی والے دن؟ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قصہ سے حج کے کتنے اصولی مسئلہ مستنبط ہوتے ہیں:

الف: قران [1] کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

ب: حائضہ سے طواف قدوم معاف ہے جس طرح ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے طواف وداعی معاف ہوا۔

ج: [2] عمرہ میں حج داخل کرنا جائز ہے۔ خصوصاً عذر والے کے لیے۔

د: حائضہ طواف کے علاوہ حج کے سارے کام سرانجام دے گی۔

ہ: تنعیم حرم سے باہر ہے۔

د: ایک سال بلکہ ایک مہینے میں دو عمرے جائز ہیں۔

ز: تمتع والے کو کسی سبب حج فوت ہونے کا خوف ہو تو حج کو عمرہ میں داخل کر سکتا ہے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس مسئلہ کے لیے دلیل ہے۔

ح: مکہ والوں کی عمرہ کے لیے یہی روایت دلیل ہے۔

سلسلہ:...... سرف کے مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ مجھے پسند ہے جو اپنے ساتھ ہدیہ نہیں لایا وہ اگر حج کو عمرہ میں بدلنا چاہے تو بدل سکتا ہے۔ لیکن جس کے ساتھ ہدیہ ہے اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔ یہ اختیار آپ نے میقات (ذوالحلیفہ) کے پاس بھی دیا تھا مگر اس فرمان میں زیادہ ترغیب ہے [3] اور جب مکہ پہنچے تو حکم [4] اور تاکید فرمائی [5] کہ جو اپنے ساتھ ہدیہ نہیں لایا وہ حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا دے۔ عمرہ ادا کر کے احرام کھول دے لیکن جس کے پاس ہدیہ موجود ہے وہ احرام کو برقرار

---

[1] اسی طرح بخاری، ترمذی وغیرہ کی احادیث میں صریحاً مذکور ہے۔

[2] یہ واقعہ طواف وداع کے وقت ذکر ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

[3] اس سے معلوم ہوا کہ تمتع قران یا افراد سے افضل ہے یہی محدثین کا مسلک ہے۔

[4] یہ حکم صفا مروہ کی سعی مکمل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا جس طرح آئے گا۔

[5] اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ وحی کے علاوہ کوئی حکم جاری نہیں کرتے تھے صدق اللہ سبحانہ وتعالیٰ: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى﴾ (النجم: ۳تا۴) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کو وہی کام پسند ہوتا جو رب کی منشا کے مطابق ہوتا۔

رکھے۔آپ کا یہ حکم محکم ❶ اور غیر منسوخ رہا۔ بلکہ سراقہ بن مالکؓ نے سوال کیا یہ حکم صرف اس عمرہ کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک یہ حکم ہے۔اس کے متعلق جن ۱۴ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کے پاس ہدیہ نہیں تھا اور ان کو حج فسخ کر کے عمرہ بنانے کا حکم فرمایا تھا ان سب کی حدیثیں صحیح ہیں ۔ایک روایت میں آپ نے فرمایا جو ابھی مجھے معلوم ہوا ہے وہ اگر پہلے معلوم ہو جاتا تو میں بھی اپنے ساتھ ہدیہ نہ لے آتا اور تمہارے ساتھ احرام کھولتا اور میں تم سے زیادہ پرہیز گار سچا اور نیکو کار ہوں ۔ پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (جن کے پاس ہدیہ ساتھ نہیں تھا) حکم کے مطابق احرام کھولا۔ (مسلم)

آپ ﷺ کا مکہ میں داخلہ اور اذکار:

سلسلہ:...... پھر آپ ذی طویٰ ❷ کے پاس اترے یہ جگہ اس وقت آبار الزاھر کے نام سے مشہور ہے وہاں پر ٹھہرے ۔وہ اتوار کی رات تھی جبکہ ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ تھی۔ وہاں فجر کی نماز پڑھی بعدازاں اس دن غسل کر کے مکہ معظّمہ کی بلندی والی جگہ یعنی الثنیۃ العلیا جو کہ مقبرہ حجون کے پاس ہے ۔وہاں سے داخل ہوئے اور آپ عمرہ کے لیے مکہ معظّمہ کے نشیب والے طرف سے داخل ہوئے تھے۔ اس وقت بنی عبدالمطلب کے لڑکے آپ کے سامنے آئے جن میں سے ایک کو آگے اور دوسرے کو پیچھے بٹھایا پھر چلے یہاں تک کہ مسجد شریف (یعنی بیت اللہ) میں داخل ہوئے ۔اور آپکی عادت مبارک تھی کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود پڑھ کر یہ دعا پڑھتے تھے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اے رب! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے اور نکلتے وقت درود کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ." (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اے رب! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے بھلائی کے دروازے کھول دے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی عادت مبارک کہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ آپ ممکنہ طور پر ہر کام دائیں طرف سے شروع کرنا پسند کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم) جس سے ظاہر ہے مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے سیدھا پاؤں داخل کرتے تھے ۔ضحیٰ کے وقت حرم پاک میں داخل ہوئے طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ باب بنی عبد مناف جس کو اس وقت باب بنی شیبہ یا باب السلام کہا جاتا ہے وہاں سے حرم میں داخل ہوئے جبکہ آپ سے مروی ہے کہ جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑتی تو اس وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

---

❶ اس حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے ساتھ قربانی نہ لانے والا افراد یا قران کا احرام نہیں باندھ سکتا اگر باندھے گا تو فسخ رہے گا۔ (بامر اللہ ورسولہ)

❷ مکہ معظم کے قریب مغرب کی طرف ایک جگہ ہے۔

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَتَعْظِيْمًا وَتَكْرِيْمًا وَّ مَهَابَةً وَزِدْ مَنْ حَجَّه اَوْ اِعْتَمَرَ تَكْرِيْمًا وَتَشْرِيْفًا اَوْ تَعْظِيْمًا وَّ بِرًّا .))

''اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے اے ہمارے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ! اس گھر کو شرف، تعظیم، تکریم اور ہیبت میں بڑھا۔ اور جو وہاں حج اور عمرہ کے لیے آئیں ان کو بھی تکریم شرف اور تعظیم میں بڑھا۔''

یہ روایت مرسل ہے لیکن یہ عمل سیدنا عمر فاروقؓ سے بھی منقول ہے جس کی وجہ سے روایت کی تائید بھی ہوئی اور ضعف ❶ منجبرا ہوگیا۔ پھر جب آپ ﷺ اندر داخل ہوئے اس وقت تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ❷ نہیں پڑھیں۔ کیونکہ بقول ابن القیمؒ مسجد الحرام کا تحیہ طواف ہی ہے۔ جب حجر اسود کے برابر آئے تو استلام ❸ کیا۔ اور لوگوں پر بھیڑ نہیں کی بلکہ جیسے ہی موقعہ ملتا اس کو ادا کرتے اور عمرہ والوں کا تلبیہ استلام کے وقت ختم ہوا۔ باقی حج والوں کا تلبیہ جمرۃ عقبہ تک جاری رہے گا۔ (ترمذی وغیرہ) اور آپ ﷺ حجر اسود سے رکن یمانی کی طرف نہیں گئے اور نہ ہی ہاتھ اٹھائے اور نہ ہی جاہلوں کی طرح نیت کے الفاظ کہے کہ ''نَوَيْتُ بِطَوَافَ'' وغیرہ اور نہ ہی تکبیر تحریمہ کہہ کر شروعات کی۔ یہ سارے کام کم علم لوگوں کے ہیں جو کہ بدعات اور مناکیر میں شامل ❹ ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے اپنا سارا جسم مبارک حجر اسود سے نہیں ملایا یا برابر کیا۔

طواف:

پھر وہاں سے طواف ❺ کے لیے کھڑے ہوئے حجر اسود دائیں طرف سے اور کعبۃ اللہ بائیں طرف سے پڑتا ہے، اس وقت کوئی مخصوص دعا منقول نہیں ہے نہ دروازے کے پاس نہ میزاب (پرنار) کے پاس نہ کعبۃ اللہ کے پیچھے یا اس کے ارکان یا کونے کے ہاں بلکہ پورے طواف میں حجر اسود اور حجر یمانی کے بیچ یہ دعا❻ منقول ہے:

❶ موقوف اثر سے مرسل روایت مؤید ہو کر مقبول درجہ پر پہنچ جاتی ہے بشرطیکہ یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف فیہ نہ ہو جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب النکت میں امام ابن حزم کے حوالے سے لکھا ہے۔

❷ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعتیں تحیۃ المسجد یعنی مسجد کے لیے تحفہ مسنون ہیں مگر اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اس وقت مسنون نہیں ہیں۔

❸ ہاتھ کے ساتھ چھونا یا چومنا (مسند) گویا کہ جس طرح میسر ہو ادا کرے لیکن کسی دوسرے کو تکلیف نہ دے۔

❹ جو فعل شرعاً برا ہے اس کو منکر کہا جاتا ہے۔

❺ اس کو طواف القدوم کہا جاتا ہے۔

❻ آپ نے فرمایا کہ اس جگہ ۷۰ فرشتے مقرر ہیں جو وہاں یہ دعا پڑھتا ہے وہ آمین کہتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .)) (ابن ماجه ابو داوٗد)

''اے اللہ! میں آپ سے معافی اور دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتا ہوں اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت میں اچھائی عطا کر اور بچا ہمیں جہنم کی آگ سے۔''

طواف کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنے ❶ کا بھی حدیث میں ذکر ہے۔

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بَاللّٰهِ .'' (ابن ماجه)

''پاکیزگی اللہ کے لیے ہے اور تمام تعریفات اس کے لیے ہیں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا اس کے علاوہ نہ دوسرے کا ڈر ہے اور نہ ہی دوسرے کو طاقت ہے۔''

آپ ﷺ نے طواف کے سات چکر مکمل کیے پہلے تین چکر میں رمل کیا یعنی تیز چلے ❷ اور اضطباع کیا یعنی سیدھے کندھے کو نکال کر اس کے نیچے سے کپڑا نکالا اور ہر چکر میں حجر اسود سے گذرتے ہوئے اشارہ کرتے یا محجن ❸ اسے چھو کر اس کو چومتے ❹ اور یہ بھی ثابت ہے آپ رکن یمانی کو پورے ہاتھ سے چھوتے باقی اس کو چومنا یا ہاتھ لگا کر اس کو چومنا ❺ آپ سے ثابت نہیں ہے اور حجر اسود کا چومنا ثابت ہے۔ نیز ہاتھ سے چھو کر اس کو بھی چوما ہے اور محجن سے چھو کر اس کو بھی چوما ہے یہ تینوں صورتیں آئی ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ تھوڑی دیر اس پر ہونٹ مبارک رکھ کر روتے رہے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ آپ رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر اور حجر اسود کے پاس آتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو چوما اور اس پر سجدہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس کو چومتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ میں ❻ جانتا ہوں کہ تم پتھر ہو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہو اور نہ ہی نقصان، اگر رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے نہ چومتا ❼

---

❶ اس میں یہ لفظ ہیں کہ جو شخص طواف میں بات نہیں کریگا، یہ کلمات پڑھتا رہے گا تو اس کی برائیاں ختم ہونگی وہی نیکیاں لکی جائیں گی اور اس کے درجات بلند کیے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

❷ بیہقی میں ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر ہیں کہ عورتوں پر رمل نہیں ہے۔

❸ جو لوگ ہاکی کی طرح کی لکڑی کے سہارے چلتے ہیں ان کو اس عمل نبوی کا خیال رکھنا چاہیے۔

❹ یعنی یہ سارے طریقہ سنت ہیں۔ لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے۔

❺ تعظیم خاطر چومنا توقیفی امر ہے۔

❻ نبی کریم ﷺ نے بھی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ فرمایا تھا کہ تو پتھر ہے! نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے، اگر مجھے اللہ تعالیٰ حکم نہ کرتے تو میں تجھے نہ چومتا یہ دونوں احادیث المطالب العالیہ بزوائد مسانید الثمانیہ لابن حجر میں مذکور ہیں۔

❼ یعنی آپ کی سنت ادا کرتا ہوں۔

(بخاری و مسلم) اور آپ نے دو رکنوں کے علاوہ کسی بھی رکن کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ❶ طواف کرتے ہوئے آپ نے پانی بھی پیا ہے۔ (بیہقی) طواف کے لیے پاکیزگی ضروری ہے آپ نے وضو کر کے پھر طواف کیا ہے (بخاری) نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آنے کے بعد فرمایا کہ "لَا تَطُوْفِیْ حَتّٰی تَطْهُرِیْ" جس طرح بخاری وغیرہ میں ہے کہ پاک ہونے کے بعد ہی طواف کر! پھر جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے عقب میں آئے اور یہ دعا پڑھی ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ پ ۱ ع ۱۵) ابراہیم کے مقام (کھڑے ہونے کی جگہ) کو مصلیٰ ❷ جائے نماز بنائیں۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں اس وقت مقام ابراہیم آپ کے اور کعبۃ اللہ کے بیچ میں تھا اور ان دونوں رکعات میں سے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" اور دوسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھی اس کے بعد دوبارہ آ کر حجر اسود کا استلام کیا۔

سعی صفا و مروہ:

اس کے بعد باب الصفا سے باہر نکلے اور جب صفا پہاڑ کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی۔ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ ع ۲۱ پ ۲) بیشک صفا اور مروہ (دونوں پہاڑ) اللہ تعالیٰ کی بندگی کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر فرمایا: اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ جس طرح ❸ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے میں بھی ویسے ہی شروع کرتا ہوں۔ اور دوسری روایت امر ❹ کے صیغہ کے ساتھ ہے "اِبْدَئُوا بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ." (دارقطنی) جس طرح اللہ نے شروع کیا ہے تم بھی ویسے ہی شروع کرو پھر صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف کو دیکھا پھر اس کی طرف منہ کر کے اللہ کی توحید اور تکبیر کا حق ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَاَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ .))

"اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کی ہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس

---

❶ یعنی جس طرح عوام الناس کرتے ہیں۔

❷ اللہ تعالیٰ نے وہ ایک ہی مصلیٰ دکھایا مگر علماء سوء نے اس کے مقابلے میں چار دوسرے مصلے بنائے مگر الحمد للہ اب وہ مٹ چکے ہیں اور اس وقت صرف ایک اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ مصلیٰ باقی ہے۔

❸ اللہ نے پہلے صفا کا ذکر کیا ہے پھر مروہ کا میں بھی اسی طرح پہلے صفا پر چڑھتا ہوں پھر مروہ پر۔

❹ اس لیے کہ دوسرے بھی تعلیم حاصل کریں۔

نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندے ❶ کی مدد فرمائی اور اکیلے نے ہی تمام مخالف جماعتوں کو شکست دی۔''

پھر وہاں پر دعا مانگی اور تین مرتبہ اس طرح کیا بیہقی میں ابن مسعودؓ کی حدیث ہے۔ کہ یہ کھڑے ہونے والی جگہ صدع یعنی صفا کے بیچ میں ایک شغاف ہے اور یہیں پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ نیچے اترے اور مروہ کی طرف چلنے لگے جب وادی کی نشیبی سطح پر اترنے لگے تو دوڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وادی کی بلند سطح پر پہنچے۔ پھر دوبارہ چلے یعنی یہی طریقہ ان سے اس طرح صحیح ثابت ہے۔ اور اس وادی میں دوڑتے وقت ان سے یہ دعا منقول ہے ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَم۔)) (طبرانی)

''اے اللہ بخش دے اور رحم فرما دے تو ہی غالب اور عزت والا ہے۔''

موجودہ وقت وادی کے دونوں اطراف دائیں اور بائیں جانب دو سبز نشانات ہیں۔ جن کو میلین ❷ اخضرین (دو ہرے منار) کہا جاتا ہے۔ ❸ ظاہر یہی ہے کہ وادی اسی حالت پر تھی اس لیے یہ نشانات لگائے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ نے یہ سعی پیدل کی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیثوں میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ میں صفا مروہ کی سعی سواری پر کی تھی تا کہ لوگ آپ کو دیکھیں۔ اور آپ نے صحابہ کے ساتھ ایک ❹ ہی طواف کیا ہے۔ یہاں پر بظاہر روایات میں اختلاف ہے مگر امام ابن حزم کہتے ہیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ سواری نیچے اترے گی تو سوار بھی پورے کا پورا اترے گا اور اس کے پاؤں پورے جسم سمیت نیچے اتریں گے، جس کی معنی یہ ہوئی کہ یہ سعی سواری کی حالت میں تھی حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ میری نظر میں اس کے لیے اس سے بھی زیادہ بہترین وجہ یہ ہے کہ آپ صفا اور مروہ کے بیچ پیدل چلے پھر آخر میں سواری کی حالت میں پورا کیا۔ اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں بھی واضح طور پر ہے۔ ابو الطفیلؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا صفا مروہ کے بیچ سواری پر چلنا سنت ہے؟ آپکی قوم کے لوگوں کا خیال ہے کہ سنت ہے۔ کہنے لگے نہیں بلکہ آپ ﷺ پیدل چلے تھے پھر لوگ زیادہ ہو گئے اور کہنے لگے یہ رہے محمد ﷺ! یہاں تک کہ عورتیں بھی اپنے گھروں سے نکل آئیں آپ لوگوں کے آگے چلنا یا تکلیف دینا پسند نہیں کرتے تھے اس لیے سوار ہوئے۔ باقی پیدل چلنا افضل ہے اور آپ کا طواف قدوم

❶ یعنی محمد کریم ﷺ اور یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے جو کہ سورۃ فتح کے اندر مذکور ہے۔ اور سورۃ لا اقسم بھذا البلد میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

❷ حاشیہ: المنجد میں ہے '' المیل منار یبنی للمسافر فی انشاز الارض یھتدی بہ ویدرك المسافة ''

❸ ہم نے ۱۹۴۷ء میں یہ نشانات دیکھے تھے اور اس وقت بھی نئی بناء مطابق بھی ایسے نشانات ہیں۔

❹ کیونکہ قران والے کو ایک ہی سعی کرنی ہے۔

(بیت اللہ کے پاس پہلے آنے والا طواف) پیدل تھا، کیونکہ اس میں دوڑنے کا ذکر ہے اور یہ جب ہوگا جب آپ پیدل ہوں باقی طواف افاضہ ❶ آپ نے سواری پر کیا ہے۔

سلسلہ: ...... پھر جب آپ مروہ پر پہنچے تو اس پر چڑھے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی توحید اور تکبیر کے علاوہ دعا بھی مانگی اور ساتویں دفعہ کا چکر وہاں مروہ پر پورا کیا پھر حکم فرمایا کہ جو اپنے ساتھ ہدیہ (قربانی کا جانور) نہیں لایا۔ اور وہ قارن یا مفرد ہو تو احرام کھول دے۔ ❷ اور جو چاہے کرے کیونکہ اب وہ احرام میں نہیں رہا لہٰذا بیویوں سے صحبت، خوشبو اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت ہے۔ اور یوم الترویہ ❸ آٹھویں تاریخ تک حلال ❹ ہے۔ اور آپ ﷺ چونکہ ہدیہ ساتھ لائے تھے اس لیے احرام نہیں کھولا اور اس وقت فرمایا کہ اب میں جانتا ہوں وہ پہلے معلوم ہوتا تو اپنے ساتھ ہدیہ نہ لاتا اور اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام کر کے تمہارے ساتھ کھولتا۔ اور جن بعض لوگوں نے اعتراض کیا ان پر آپ سخت ناراض ہوئے اور ناراضگی کی حالت میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو کس نے ناراض کیا ہے؟ اللہ اس کو جہنم میں داخل کرے! آپ نے فرمایا آپ کو پتہ نہیں ہے لوگ میرے حکم کو رد کر رہے ہیں۔ جو میں اب جانتا ہوں وہ پہلے جانتا تو ھدیہ اپنے ساتھ نہ لاتا بلکہ یہاں پر خرید کر کے ان کے ساتھ حلال ہو جاتا (مسلم) وہاں پر آپ نے سر منڈھوانے والے کے لیے تین مرتبہ بخشش کی دعا کی۔ اور بال کتروانے والے کے لیے ایک مرتبہ دعا کی اور وہیں پر آپ کے حکم (حج کو فسخ کر کے عمرہ کریں) پر سراقہ بن مالک بن جعشم نے سوال کیا کہ یہ احرام کھولنے کا حکم (یعنی جس کے پاس ہدیہ نہ ہو) صرف اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ نے فرمایا ہمیشہ کے لیے ہے اور آپ نے تشبیک دے کر یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ضم کر کے دو مرتبہ فرمایا کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔

کیا عمرہ کے لیے ہدیہ لازمی ہے؟

یہاں پر یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ عمرہ والے کے لیے ہدیہ دینا لازمی نہیں ہے۔ خصوصاً حج کے بعد جس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ الباب میں بیان کیا ہے۔ اور اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے بھی احرام نہیں کھولا کیوں کہ وہ ہدیہ ساتھ لائے تھے۔

---

❶ دسویں تاریخ منیٰ سے لوٹ کر طواف کرنا جس طرح آگے ذکر ہوگا۔

❷ یعنی سر منڈا کر یا کچھ بال کتوا کر عمرہ کر لے۔

❸ روی یروی ترویۃ باب تفعیل ہے جس کی معنی ضرورت کا پانی ساتھ لینا چونکہ اس دن عرفات جانے کے لیے اپنے ساتھ پانی لیتے ہیں اس لیے اس کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے۔

❹ یعنی پھر آٹھویں تاریخ کو حج کے لیے مکہ سے احرام باندھیں اس کو تمتع کہا جاتا ہے اور محدثین کے نزدیک یہ حج کی سب سے افضل قسم ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی ترغیب موجود ہے۔

اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سب کو قران کا احرام تھا مگر چونکہ ان کے ساتھ ہدیہ نہیں تھا اس لیے ان سب نے حکم کے مطابق احرام کھولا۔ صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیض کے عذر سے احرام میں رہیں (جیسے اوپر گذرا) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی احرام کھول دیا۔ کیونکہ ان کے پاس بھی قربانی نہیں تھی اور انہوں نے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور آنکھوں میں سرمہ پہنا۔ جب سیدنا علیؓ نے دیکھا تو انہوں نے اعتراض کیا۔ تو کہنے لگی میرے والدِ محترم ﷺ نے اس طرح کا حکم دیا ہے۔

پھر وہ یہ شکایت لے کر نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور فتویٰ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سچ کہا ہے (مسلم) (اور سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی احرام کھولنے والوں میں سے تھیں) جن اشخاص نے احرام تعین نہیں کیا یعنی حج کا یا عمرہ کا یا دونوں کا، انہوں نے یوں کہا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُھِلُّ بِمَا اَھَلَّ بِهٖ رَسُوْلُكَ." (مسلم)

"اے اللہ! میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا تیرے رسول ﷺ نے باندھا ہے۔" ❶

ان میں سے جن کے پاس ہدیہ تھا ان کو اپنی طرح احرام کی حالت میں رہنے کا حکم فرمایا اور جن کے پاس ہدیہ نہیں تھا ان کو حکم فرمایا کہ حج کو فسخ کر دیں اور عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ بطحاء کے پاس ملے ان کے پاس بھی ہدیہ نہیں تھا ان کے پاس بھی وہی الفاظ تھے۔ آپ نے ان کا اہلال درست کیا اور عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم فرمایا اور سیدنا علیؓ یمن سے آئے ہوئے تھے انہوں نے بھی وہی الفاظ کہے مگر ہدیہ ہونے کی وجہ سے ان کا قران بحال رکھا۔ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص خود احرام کا تعین نہیں کرتا بلکہ دوسرے کے احرام کے ساتھ معلق کرتا ہے تو بھی جائز اور درست ہے۔ (المحلیٰ ابن حزم) وغیرہ۔ مگر اس میں ہدیہ والا سوال ضرور رہے گا۔ پھر جتنے دن آپ مکہ معظمہ میں رہے تو اپنی جگہ پر نماز پڑھتے رہے۔ آپ وہاں چار دن اتوار، پیر، منگل اور بدھ کو رہے اور اس دوران کعبۃ اللہ کے قریب نہیں گئے (بخاری) اس لیے کہ ❷ حج کے جانے میں باقی تھوڑا وقت تھا۔ وہاں پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور وہ رو پڑے۔ آپ ﷺ نے سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ ڈرتا ہوں کہ کہیں سعد بن خولہ کی طرح اسی سرزمین پر مر جاؤں جس سے آپ ہجرت کر کے منتقل ہو گئے ہو۔ آپ نے تین مرتبہ دعا مانگی کہ "اللھم اشفِ سَعَداً" اے اللہ! سعد کو شفا دے۔

کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور ورثاء میں سے صرف ایک بیٹی ہے کیا میں پورے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! فرمایا نصف حصہ آپ نے فرمایا نہیں۔ کہنے

❶ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمال اتباع کا نمونہ ہے۔ جو ساتھ بھی تھے پھر بھی اس طرح کہا کہ کہیں ان کا احرام دوسری طرح نہ ہو جائے۔

❷ باقی جو عمرہ کے بعد بھی مکہ میں زیادہ وقت ٹھہرتا ہے اس کے لیے طواف بہتر کام ہے کیونکہ وہاں پر یہی ممتاز کام ہے۔

لگے تیسرا حصہ؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! لیکن ثلث بھی زیادہ ہے آپ کا اپنے اھل وعیال پر خرچ کرنا یہ صدقہ ہے اور تو اپنے اہل وعیال کو بے پرواہ چھوڑ جائے تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تو ان کو محتاج چھوڑ جائے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

منیٰ کی طرف روانگی:

جب جمعرات کا دن ہوا تو ضحیٰ کے وقت منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔طبری ابن المنذر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اس دن آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور حج کے احکامات سمجھائے۔اور فرمایا جس سے ہو سکے تو وہ ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے۔اور گذشتہ سال اسی دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی خطبہ دیا تھا اس لیے یہ تقریری سنت بھی ہوئی اور صحابہ میں سے جنہوں نے احرام کھولا تھا انہوں نے پھر حج کا احرام باندھا اور احرام کے لیے بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ مکہ سے احرام کی حالت میں نکلے اور بطحاء سے اھلال کیا، یہی حکم مکہ والوں کے لیے ہے (بخاری) پھر منیٰ میں پہنچے اور جمعہ کی رات وہیں پر ٹھہرے۔ظہر سے لے کر فجر تک پانچ نمازیں وہیں مسجد الخیف میں پڑھیں۔اسی رات (۱۰) کلمات ایک ہزار مرتبہ پڑھنا مسنون ہیں۔آپ نے فرمایا کہ رشتہ داری چھیننے یا گناہ جیسے کام کے علاوہ اللہ تعالی سے جو بھی مانگے گا وہ عطا کیا جائے گا وہ کلمات یہ ہیں:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ فِي السَّمَاءِ عَرْشَهُ، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْارْضِ مَوْطِئُهُ، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْبَحْرِ سَبِيلُه، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْقُبُوْرِ قَضَائُهُ، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْهَوَاءِ رُوْحُه، سُبْحَانَ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمَاءِ سُبْحَانَ الَّذِيْ وَضَعَ الْارْضَ سُبْحَانَ الَّذِيْ لَا مَلْجَأَ مِنْهُ إِلَّا إِلَيْهِ." (مجمع الزوائد بحواله (ابو يعلى وطبرانى كبير)

"پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا عرش آسمانوں میں ہے۔پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کے لیے زمین پر پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا دریاؤں میں بھی راستہ [1] ہے۔پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کی آگ پر حکومت ہے۔اور پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کی جنت میں رحمت ہے۔پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا قبروں میں فیصلہ ہے۔پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا ہوا میں روح یعنی امر ہے۔پاکیزگی ہے اس کے لیے جس نے آسمان کو بلند کیا۔پاکیزگی ہے اس کے لیے جس نے زمین کو نیچے بچھایا پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کے علاوہ کہیں بھی جائے

---

[1] یعنی وہاں پر بھی اسی کا حکم چلتا ہے کتنے ہی جانور اور مچھلیوں کے لیے اس نے راستہ بنایا ہے۔یا کشتیوں اور جہازوں کے لیے بھی دریاؤں میں راستے بنائے ہیں۔

پناہ نہیں ہے۔مگر دوسروں سے اس کے پاس پناہ ہے۔''

عرفہ کی طرف روانگی:

سورج طلوع ہونے کے بعد آپ وہاں سے عرفہ کی طرف چلے۔ضب ❶ والا راستہ اختیار کیا جو کہ لوگوں کے راستے سے دائیں طرف ہے۔ اور صحابہ میں سے بعض تلبیہ پڑھ رہے تھے تو بعض تکبیرات ، آپ ﷺ ان کو سمجھا رہے تھے لیکن منع نہیں کر رہے تھے۔جب عرفہ کے پاس پہنچے تو نمرہ کے پاس ان کے حکم کے مطابق خیمہ لگا ہوا دیکھا اور نمرہ اس وقت عرفات سے مشرق کی طرف ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو کہ اب ختم ہو چکا ہے۔آپ وہاں پر اترے جب سورج ڈھلا تو قصوا ❷ کو تیار کیا گیا ،آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر عرفہ ❸ وادی کے بیچ میں آئے۔یہ آپ کے معمولات میں شامل تھا کہ آپ سواری پر چڑھتے وقت بسم اللہ کہتے تھے اور جب سوار ہو جائے تو یہ دعا پڑھتے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

(الزخرف ع ۱،پ ۲۵)

''پاکیزگی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے یہ (سواری) ہمارے تابع بنائی ہے۔ہم اس تک پہنچنے والے بھی نہیں تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

اور آیت کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِ نَا هٰذَالْبِرَّ وُالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمْلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمْ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَ نَا هٰذَاَ وَ اطْوِ لَنَا بَعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْمَالُ وَالاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ وَعْثَاءَ السَّفِرَ وَكَابَه الْمَنْظَرِ وَسُوْءَ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالَا هْلِ ." (مسلم) ❹

''اے اللہ ہم اس سفر میں آپ سے نیکی اور پرہیز گاری کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔اور ایسے عمل کا جس سے تو راضی ہو۔اے اللہ ہمارے لیے یہ سفر آسان کر اور دوری کو لپیٹ کے قریب کر دے اے اللہ ! تو ہی ہمارے سفر کا ساتھی ہے اور مال واہل کا نگہبان ہے۔ اے اللہ میں آپ سے سفری مشکلات اور خوفناک منظر سے اور مال واہل وعیال میں برے لوٹنے ❺ سے تیری

---

❶ مسجد الخیف کی جڑ میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور ضب وادی راستہ سے زمین کے اوائل سے شروع ہوتی ہے۔

❷ یہ آپ کی اونٹنی کا نام ہے دراصل قصواء کان کٹی ہوئی اونٹنی کو کہا جاتا ہے،مگر آپ کی اونٹنی اس طرح نہیں تھی۔

❸ یہ مزدلفہ اور عرفہ کے بیچ ایک وادی ہے۔

❹ مسلم کتاب الحج ۔رقم الحدیث ۔۱۳۴۲ .

❺ یعنی واپسی کے وقت وہ خیریت اور سلامتی کی حالت میں ہوں۔

پناہ طلب کرتا ہوں۔“

مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ الحمدللہ تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر پھر یہ دعا پڑھی۔

”سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ .“

”اے اللہ! تو پاک ہے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے مجھے بخش دے تیرے علاوہ کوئی بھی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔“

کشتی [1] یا جہاز پر سوار ہوتے وقت قرآنی حکم کے مطابق یہ آیت پڑھنی چاہیے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ﴾ (هود ع٤ پ١٢) ”اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور کھڑا ہونا شروع ہوتا ہے بیشک میرا رب بخش نے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع:

سلسلہ:...... آپ نے وہاں پر اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا جس میں اسلامی قوانین سے آگاہ کیا اور شرک وبدعت کی رسوم کو ختم کیا اس خطبہ کے الفاظ اس طرح ہیں:

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب اليه ونعوذ بالله من شرور انفسناو من سيات اعمالنا من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ، ورسوله واوصيكم بتقوى الله وا وصيكم علىٰ طاعته واستفتح بالذى هو خير ايها الناس اسمعوا قولى فانى لا ادرى لعلى لا القٰكم بعد عامى هذا بهٰذا الموقف ابدا . ايها الناس ان دماء كم واموالكم عليكم حرام الىٰ ان تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا وكحرمة شهر كم هذا وانكم ستلقون ربكم فيسالكم عن اعمالكم وقد بلغت فمن كانت عنده امانة فليودها الى من ائتمنه عليها وان كل ربا موضوع ولكن لكم رئوس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون . قضى الله انه لا ربا وان ربا عباس بن المطلب موضوع كله وان اول دمائكم اضع دم ابن ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب وكان مستر ضعا فى بنى ليث فقتله هذيل فهو اول ابدأ به من دماءِ الجاهلية .

اما بعد ! ايها الناس ا ن الشيطان قديئس من ان يعبد بارضكم هٰذه ابدا

---

[1] موٹر کار کے لیے یہی حکم ہے کیونکہ اس کو بھی اس وقت سفینہ بریہ (خشکی کی کشتی) کہتے ہیں۔

ولكنه ان يطع فيما سوىٰ ذالك فقد رضى به مما تحقرون من اعمالكم فاحذروه علىٰ دينكم ايها الناس ان النسئ زيادة فى الكفر يضل بهٖ الذين كفروا يحلونه عاما ويحر مونه عاما ليواطوا عدة ما حرم الله ويحر موا ما احل الله . وان الزمان قد استدار كهيئه يوم خلق السمٰوت والارض وان عده الشهٰور عند الله اثنا عشر شهرًا منها اربعة حرم ثلاثة متواليات ورجب مضر الذى بين جمادى الثانى وشعبان . اما بعد ايها الناس! فإن لكم علىٰ نسائكم حقا ولهن عليكم حقا لكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم احدًا تكرهونه وعليهن ان لا ياتين بفا حشة مبينه فان فعلن فان الله قد اذن لكم ان تهجرو هن فى المضاجع وتضربوهن ضربا غير مبرح فان انتهين فلهن رزقهن وكسو تهن بالمعروف واستو صوا بالنساء خيرا فانهن عند كم عوان لا يملكن لا نفسهن شيئا وانكم انما اخذ تمو هن با مانة الله واستحللتم فروجهن بكلمٰت الله فاعقلوا ايها الناس قولى فانى قد تركت فيكم ما ان اعتصمتم بهٖ فلن تضلو ابدا امرا بينا كتاب الله وسنة بنيه .

ايها الناس ! اسمعوا قولى واعقلوه . تعلمن ان كل مسلم اخ لمسلم وان المسلمين اخوة فلا يحل لامرى من اخيه الا ما اعطاه عن طيب نفس منه فلا تظلمن انفسكم .

اللهم هل بلغت؟ فالوا اللهم نعم! فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اشهد . " (سيرت ابن هشام)

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ہم اس کی ہی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی سے اپنے نفوس کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں اور برے اعمال سے جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے۔ اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی تابعداری (فرمانبرداری) کے لیے نصیحت کرتا ہوں اور اپنا مضمون نصیحت سے شروع کرتا ہوں۔ اے انسانو! میرا فرمان سنو

! کیونکہ شاید اس سال کے بعد اسی جگہ پر میں دوبارہ تمہیں نہ مل سکوں۔ اے لوگو! تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ جب تک تم رب کے ساتھ جا کر نہ ملو۔ اس دن اور اس مہینے کی حرمت کی طرح ❶ اور تم جلد ہی اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا میں اس کا پیغام تم تک پہنچا چکا ہوں، لہٰذا جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کو مالک تک پہنچا دے اور ہر سود (جو آج سے پہلے لوگوں کی طرف باقی ہے) وہ ختم ہے (یعنی کوئی نہیں لے سکتا۔ لیکن تمہارے لیے تمہارے مال کا اصل باقی ہے (یعنی جو قرضہ کی صورت میں ہے) نہ کسی کے ساتھ ظلم کرو اور نہ ہی تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ سود ہے ہی نہیں۔ عباس بن عبدالمطلب (یعنی آپ کے چچا) کا پورا سود (جو لوگوں کی طرف ہے) ختم ہے ❷ دور جاہلیت کے خون کے تمام دعوے ختم سب سے پہلے میں ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے خون کا دعویٰ ختم کرتا ہوں۔ جو بنی لیث والوں کا دودھ پیاک تھا جس کو ہذیل نے قتل کیا تھا ❸ اور جاہلیت کے خونوں مین سے یہ پہلا خون ہے جس کو میں ختم کرتا ہوں۔

اے لوگو! شیطان اب اس بات سے نا امید ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے گی لیکن یہ امید رکھتا ہے کہ دوسری باتوں میں اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ اسی میں راضی ہے جو (اس کے کہنے پر) تم عملوں کو چھوٹا یا حقیر سمجھو اس لیے دین کے معاملے میں اس سے خبردار رہو۔ اے انسانو پیچھے گرنا کفر میں پڑنا ہے اسی طرح کافر گمراہ کیے جاتے ہیں جو ایک سال کو حلال اور دوسرے سال کو حرام کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ مہینوں کی گنتی پوری کر سکیں۔ ❹ اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام کرتے ہیں۔

---

❶ حرمت والے مہینے چار ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

❷ یعنی حکم کی تعمیل کا آغاز اپنے خاندان کی طرف سے کیا اگر یہ طریقہ آج کے حکمران اختیار کرتے تو مطلق العنانی اور قانون شکنی یا طوائف الملوکی کی مصیبت ختم ہو جاتی صدق سبحانہ وتعالیٰ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

❸ علمائے انساب کا کہنا ہے کہ یہ چھوٹا تھا جو کہ گھر کے سامنے تھا کہ بنی ھذیل میں سے کسی کا پتھر یا تیر لگا جس سے وہ فوت ہو گیا جس کا نام آدم تھا۔ بعض نے کہا کہ ایاس بن ربیعہ اور بعض نے کہا کہ حارث تھا۔

❹ عرب چونکہ ایک لڑاکا قوم تھی اس لیے یکے بعد دیگرے تین مہینے صبر نہیں کر سکتی تھی اس لیے ان میں سے کسی مہینہ میں لڑائی جھگڑا کر کے اس کے عوض دوسرے مہینہ کو چھوڑ دیتے تھے اور جس مہینہ میں آپ کی طرف سے لڑائی سے رکنے کا حکم تھا اس میں لڑائی کر کے اس کے مقابلے میں دوسرے مہینہ کو چھوڑ دیتے تھے گویا کہ قرض کو ادا کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کو صرف مہینوں کی گنتی پوری کر کے دینی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

بلا شبہ زمانہ اپنی اصلی حالت پر گھومنے والا ہے جب سے آسمان وزمین پیدا ہوئے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینہ ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں ❶ تین لگاتار ❷ اور (چوتھا) رجب جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔(اما بعد) اس کے بعد اے انسانوں! تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں اور ان پر تمہارے حقوق ہیں، تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو آنے نہ دیں جنہیں تم ناپسند سمجھتے ہو۔اور نہ ہی وہ کسی کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں،اور اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اجازت ہے تم ان کے بستروں کو الگ کردو اور ہلکا سامار سکتے ہو، اگر باز آجائیں تو ان پر تمہارا حق ہے کہ تم نیکی اور عرف کے مطابق خوراک اور لباس مہیا کریں۔اور بیویوں کے معاملے میں مجھ سے اچھی وصیت حاصل کریں۔کیونکہ وہ تمہارے پاس (عمر گذارنے کی وجہ سے) بانجھ ہو چکی ہیں اس وقت وہ اپنے لیے کوئی اختیار نہیں رکھتی اور تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت ❸ سے حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات سے اپنے لیے حلال کیا ہے۔اے انسانوں! میری بات کو سمجھو۔تم تک (اللہ کا پیغام) پہنچا چکا ہوں اور تمہارے اندر واضح حکم کو چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر اس کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسرا اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت (حدیث)۔اے لوگوں! میرا کہنا سنو اور اس کو سمجھو۔مسلمان پورے کا پورا دوسرے مسلمان کے لیے بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی ہیں، اس لیے کسی بھائی کے لیے دوسرے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں ہے، مگر جو وہ خوشی سے اس کو دینا چاہے۔اس لیے اپنے نفسوں پر ظلم مت کریں۔ ❹ اے اللہ! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا سب نے کہا کہ اے اللہ! ہاں (برابر) آپ نے پہنچا دیا آپ نے فرمایا اے اللہ! تو اس پر گواہ رہنا۔'' (سیرت ابن ہشام)

امام مغازی محمد بن اسحاق نے یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ عمرو بن خارجہ کہتے ہیں کہ مجھے عتاب بن اسید نے بھیجا (خطبہ سننے کے لیے) پھر وہاں پہنچا اور آپ ﷺ کی اونٹنی کے پاس کھڑا ہو گیا جس کا لعاب میرے سر پر گر رہا تھا اور میں نے آپ سے یہ الفاظ سنے: ❺

---

❶ یعنی ان میں لڑائی حرام ہے۔

❷ یعنی ذوالقعد، ذوالحج اور محرم۔

❸ یعنی شرعی نکاح کے ساتھ اس لیے اللہ کی امانت کہا۔

❹ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا حق یا امانت کھانا یا اس سے ظلم کرنا خود سے ظلم کرنے کے مترادف ہے۔اس کو دلیل انی کہا جاتا ہے۔

❺ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آخر میں پہنچا ہے اور یہ الفاظ اوپر والے الفاظوں کے بعد اور اللھم ھل بلغت سے پہلے کے ہیں خطبہ کی ترتیب اس طرح صحیح ہے۔

((اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَدّٰی اِلٰی ذِی حَقٍّ حَقَّهٗ وَاَنَّهٗ لَا تَجُوْزُ وَصِیَّةٌ لِوَارِثٍ وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ وَمَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْهُ صَرْفاً وَلَا عَدْلاً .))

''اے انسانو! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دلایا ہے اور وارث (جس کو ترکہ سے حصہ ملتا ہے) کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ اور بچہ بستر والے کا ہے (یعنی جس کے گھر میں پیدا ہوا) اور زانی کے لیے پتھر ہے (اس کی دعویٰ غلط ہے) جس نے اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کا بیٹا کہلوایا یا [1] ناجائز طرح دوسروں کے غلاموں کو اپنا بنایا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بھی عوض یا فدیہ قبول نہیں کرے گا۔ پھر لوگوں سے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور پورا کیا اور امت کی مکمل خیر خواہی کی۔ آپ نے شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین بار یہ فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ۔ اے اللہ گواہ رہنا۔

اور آپ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ جو یہاں موجود ہیں وہ ان تک یہ پیغام پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس وقت ام الفضل بنت الحارث یعنی عباس کی والدہ نے آپ کی طرف دودھ کا پیالہ بھجوایا جو کہ آپ نے وہیں سواری پر لوگوں کے سامنے پی لیا جس سے لوگوں کا شک دور ہوا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں۔ نیز اس دن عرفات میں آپ نے روزے سے منع فرمایا ہے۔ (احمد، ابن ماجہ) باقی عرفات کے علاوہ اس دن روزہ رکھنے کی بہت بڑی فضیلت بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس دن سے پہلے اور بعد دو سالوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (مسلم، وغیرہ)

عرفات میں جمع بین الصلاتین:

خطبہ پورا ہونے کے بعد بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا جنہوں نے اذان اور پھر تکبیر کہی پھر آپ نے پوری جماعت کو ظہر [2] کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور آپ نے عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ دونوں نمازوں کے درمیان کچھ بھی نہیں پڑھایا یہ دونوں نمازیں ظہر کے وقت پڑھائیں اور مکہ معظمہ والوں نے بھی آپ کے پیچھے دو دو رکعتیں پڑھیں اور جمع بین الصلاتین کیا آپ نے نہ تو ان کو کھڑے

---

[1] جس طرح ورثہ حاصل کرنے کے لیے لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

[2] جمعہ کے دن نماز ظہر اور جمعہ ایک ہی چیز ہے۔

ہوکر دو رکعتیں مزید پڑھنے کا حکم فرمایا اور نہ ہی جمع بین الصلاتین سے روکا۔ جن بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اَتِمُّوا صَلٰوتَکُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفرِ آپ ﷺ نے نماز پوری پڑھیں ہم مسافر ہیں۔

یہ سخت غلطی اور قبیح وہم ہے بلکہ آپ نے یہ حکم فتح مکہ کے وقت مکہ میں نماز پڑھاتے ہوئے دیا تھا، کیونکہ اس وقت وہ مقیم تھے اور اپنے گھروں میں رہائش پذیر تھے باقی حج کے سال منیٰ یا عرفات میں آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے اس لیے علماء کے اقوال میں سے صحیح ترین قول یہی ہے کہ مکہ معظم کے باشندے بھی منیٰ میں قصر کریں اور جمع بین الصلاتین بھی کر سکتے ہیں۔ ❶ اس واقعہ میں صریح دلیل ہے کہ سفر کے لیے جو تمام طرح کی حد بندی کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے یہاں پر یہ عذر بھی صحیح نہیں ہے کہ یہ صرف حج کی وجہ سے ہے کیونکہ حج نماز کے قصر کا سبب نہیں ہے بلکہ اصل سبب سفر ہی ہے جس طرح سنت کا تقاضا ہے اور تحدید بیان کرنے والوں کے مذہب کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے دراصل قصر کے لیے۔ تین میل کافی ہیں۔ کیوں کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ تین میل یا تین فرسخ ❷ پر نکلتے تو قصر کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے ❸ اس روایت میں تین فرسخ ❹ (یعنی ۹ میل) تک احتیاط سمجھنا صحیح نہیں ہے بلکہ احتیاط ادنیٰ یعنی تین میں ہے، کیونکہ مطلق سفر میں قصر ثابت ہے اور سفر قلیل اور کثیر کا نام ہے، اس لیے تحدید قصر کے لیے مطلوب ہے اس اعتبار سے احتیاط تین میل ہوگا نیز تلخیص الحبیر میں سنن سعید بن منصور کے حوالے سے حدیث موجود ہے کہ جب آپ ﷺ یک فرسخ (تین میل) تک نکلتے تھے تو قصر کرتے تھے اس روایت سے اوپر کا شک یقین میں تبدیل ہوگیا یہی فیصلہ متعین سمجھنا چاہیے۔

میدان عرفات میں دعائیں:

سلسلہ: ...نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ قصویٰ پر سوار ہوکر موقف (کھڑے ہونے کی جگہ) پر آئے پہاڑ کی نچلی سطح سے پتھر کے پاس قبلہ کے سامنے اس کو کھڑا کیا جبل المشاۃ (چلنے والوں کا راستہ) ❺ آپ کے سامنے تھا سورج غروب ہونے تک ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھتے رہے، آپ دعا میں ہاتھ سینے ❻ تک اٹھاتے تھے، یہاں پر ان سے یہ دعا بھی مروی ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَیْراً مِمَّا نَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِیْ

---

❶ یہ ساری تقریر ابن القیم زاد المعاد میں لائے ہیں۔
❷ یہ شک راوی شعیب بن الحجاج سے ہوا ہے جس طرح مسلم میں منقول ہے۔
❸ حدیث میں اِذَا خَرَجَ روکنے کے الفاظ ہیں: "اذا" جزا کو ظرف کی معنی میں مقید کرتی ہے، کما فی المغنی اللبیب لابن ہشام.
❹ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔
❺ یہ پتھریلا راستہ ہے یہاں پر لوگ جمع ہوتے ہیں۔
❻ اس مسئلہ کے متعلق ہمارا عربی زبان میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہوا ہے۔ اس کا نام ہے تحقیق الدعا بالرفع الیدین

وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَ اِلَيكَ مَالِي وَلَكَ رَبِي تُرَاثِي۔ اللهُمَ اِنِي اَعوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبر وَوَسوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَّاتُ الامْرِ اَللّٰهُمَّ اِنّی اَعُوذُبِكَ مِن شَرِ مَا تَجِی بِهِ الرِيٰح)) (ترمذی)

اللهم اِنكَ تسمَعُ كَلاَمِي وَ تَرىٰ مَكَانى وَتعلَمُ سِرى وَعَلا نِيَتِي وَلَا يَخفیٰ عَلَيكَ شَيءُ مِن اَمرِ ى انَا البَائِسُ الفَقِيرُ المَستَغيثُ المَستجيرُ الوَجِل وَ المشفِقُ المُقرُ المعترفُ بِذُنُوبِي اَسئَلُكَ مَسئلَةَ المِسكِين وَابتَهِلُ اِلَيكَ اِبتِهَالَ المذنبِ الذليل وَادعوكَ دعاءَ الخَائِفِ الضَرِ ير من خَفعَت لَكَ رَقبتُه وَفَاضَت لَكَ عينا ه ذلَ جَسدُ ه ورَغِمَ اَنفُه لَكَ اَللّٰهُم لا تَجعَلنى بِدُعَائِكَ رَب شَقِياً وَكُن بِي رؤفاً رَحِيمَا يَا خيرَ المَسئولين و يَا خَير المُعطِين (طبرانی) اللهُمَ اجعَل فِي قلبِي نوراً وفِي صَدرِي نوراً وَفِي بَصَرِي نورًا ، اللهُم اَشرحَ لِي صَدرى وَيَسرلِي اَمرِي وَاَعُوذُ بِك مِن وسَواس الصُدورِ وَ شَتَاتِ الاَمر وَ فِتنَهِ القَبر اللهُمَ اِنِي اَعوذُبِكَ مِن شَرِ مَا يَلِجُ فِي النَهَارِ وَشَرِ مَا تهبُ بِهِ الرِيَاح وَشرِ بَوَائِقِ الدَهرِ (بیهقی)

ترجمہ: اے اللہ! تیرے لیے ہی تعریفات ہیں جس طرح ہم کہتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اے اللہ! میری نماز، قربانی، جینا، مرنا سب تیرے لیئے ہے تیری طرف ہی میرا لوٹنا ہے۔ میرے رب میرا ورثہ بھی تیرا ہی ہے۔ [1] میرے اللہ میں تجھ سے ہی پناہ طلب کرتا ہوں قبر کے عذاب سے اور سینے کے وسوے سے اور بکھرے ہوئے [2] کاموں سے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہی پناہ طلب کرتا ہوں ان بری چیزوں سے جن کو ہوا [3] لے آئی ہے اور زمانے کی آفتوں کی برائی سے۔

اے اللہ! تو میرا کلام سن رہا ہے اور میری جگہ (جس حال پر ہوں) کو دیکھ رہا ہے میرے پرا سرار اور علانیہ کو جانتا ہے۔ تجھ سے میری کوئی بھی بات چھپی ہوئی نہیں ہے، میں محتاج، فقیر، فریادی، پناہ طلب کرنے والا، کانپنے والا، ڈرنے والا ہوں۔ اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے

---

[1] آیت ﴿وَ لِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (آل عمران: ۱۸۰) (الحدید ع اپ ۲۷) کی طرف اشارہ نیز وارث موروث کے نام کو زندہ کرتا ہے گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میرے بعد میرے ورثے یعنی علم اور دین کا تو ہی نگہبان ہے۔

[2] مختلف قسم کی تکالیف یا الجھے ہوئے کام جو سمجھ میں نہ آئیں۔

[3] اس سے حقیقی مراد بھی ہو سکتی ہے نیز بیماریاں اور زمانے کی گردشیں بھی سزا ہو سکتی ہیں۔

والا ہوں تجھ سے مسکینی کا سوال کرتا ہوں اور تیرے پاس گنہگار اورانکساری والی زاری کرتا ہوں۔ جس کی گردن تیرے لیے جھکی اور تیرے لیے آنکھیں بہہ پڑی اور پورا جسم حقیر ہوا اور تیرے لیے ہی ناک کو زمین پر رگڑا ہے۔ اے اللہ تجھے پکارنے سے مجھے بد بخت نہیں کرنا اور میرے لیے روف رحیم ہونا، اے تمام مسئولین سے اچھا اور تمام دینے والوں سے اچھا۔

(طبرانی)

اے اللہ میرے دل، سینہ، کان اور آنکھ میں روشنی کرنا۔ اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کردے میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں، سینہ کے وسوسوں سے الجھے ہوئے کاموں سے اور قبر کے فتنہ سے اے اللہ میں تجھ سے ہی پناہ طلب کرتا ہوں اس برائی سے جورات میں داخل ہو یا دن میں اور اس برائی سے جس کو ہوائیں لے آئیں اور زمانہ کی آفات کی برائی سے۔ [1]

اور اس دن اکثر آپ کا ورد یہ کلمہ تھا:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ وَهُـوَ عَـلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (مسند احمد) [2] آپ نے فرمایا کہ عرفات کے دن یہ دعا تمام دعاؤں سے بہتر ہے اور اس دن آپ نے شام کے وقت امت کی بخشش کے لیے دعا [3] مانگی جو قبول ہوئی [4] آپ ﷺ اس وقت خوشی سے مسکرائے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ اللہ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ امت کی بخشش کے متعلق میری دعا قبول ہوئی ہے تو اس پر وہ سر میں مٹی ڈال کر چلانے لگا جس کی وجہ سے میں ہنس پڑا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابن ماجه والبعث النشور للبیهقی)

اور آپ نے تمام لوگوں کو حکم فرمایا کہ وادی عرفہ کے بطن سے اوپر کی طرف چڑھیں اور فرمایا کہ عرفہ

---

[1] ان روایات پر کچھ کلام ہے مگر فضائل میں حرج نہیں ہے۔

[2] بیدہ الخیر، اس جملہ کی معنی کہ "تمام اچھائیاں اسی اللہ کے ہاتھ میں ہیں" باقی جملوں کا ترجمہ صفا پہاڑ کی دعا کے ترجمہ میں گذر چکا۔

[3] حج پر آنے کا مقصد دربار الٰہی میں حاضری دیگر گناہوں کو بخشانا ہے اس لیے آپ نے وہاں پر استغفار، دعاؤں اور زاریں کے قبول ہونے کے لیے دعا مانگی فاندفع ما کان ان یرد، اس حدیث کی مثال میں یہ سمجھنا چاہیے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء : ٦٤)

[4] اللہ نے فرمایا کہ میں نے ان کو بخش دیا باقی ایک دوسرے پر ظلم تو ظالم سے مظلوم کو حق لے کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا اے پروردگار! اگر تو چاہے تو مظلوم کو ظلم کے عوض جنت عطا کر کے ظالم کو بھی بخش (معاف) کرسکتا ہے اس وقت یہ دعا قبول ہوئی یہ رات گذر گئی، صبح مزدلفہ میں آپ نے یہ دعا مانگی اور قبول ہوگئی۔

پورے کا پورا موقوف [1] (کھڑا ہونے کی جگہ) ہے۔ کوئی مخصوص جگہ موقوف نہیں ہے اور لوگوں کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر رہیں اور یہاں پر ٹھہرنا سیدنا ابراہیم سے ہی چلتا آرہا ہے۔ وہاں پر نجد کے کچھ لوگوں نے حج کے متعلق آپ سے پوچھا جس پر آپ نے فرمایا۔ اَلْحَجُّ يَوْمُ عَرَفَةَ مَنْ اَدْرَكَ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَقَدْ اَدْرَكَ (بیہقی وغیرہ) حج عرفہ کا دن ہے جو نماز فجر سے پہلے پہنچا تو وہ حج کو پہنچ گیا۔

آپ نے اس قسم کا بھی اعلان کروایا کہ وہاں پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة : ۳)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔''

وہاں پر ایک مسلمان احرام کی حالت سواری سے گر کر فوت ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو سلے ہوئے کپڑے نہ پہنائے جائیں بلکہ احرام کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے اور پانی میں بیری کے پتہ ملا کر غسل دیا جائے۔ باقی خوشبو وغیرہ بھی نہ لگائی جائے اور نہ ہی اس کے سر کو ڈھانپا جائے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو تلبیہ کی حالت میں اٹھائے گا۔ پھر جب سورج اچھی طرح غروب ہوگیا اور سرخی بھی نہ رہی تو عرفہ کی طرف لوٹے اور اسامہ [2] بن زید رضی اللہ عنہ اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور آرام سے چلے اور اونٹنی کی باگ (نکیل) اپنی طرف کھینچی [3] یہاں تک اس کا سر کجاوے سے ٹکرانے لگا اور لوگوں کو کہتے رہے اور لاٹھی سے اشارہ کرتے رہے کہ اس وقت آرام سے چلنا اپنے اوپر لازم سمجھو اور خوامخواہ جانوروں کو دوڑانے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ اس وقت عازمین [4] کے راستہ سے لوٹے۔ اور آپ کی یہ عادت مبارکہ ہوتی تھی کہ عیدین پر راستہ بدلتے تھے۔ پھر آپ درمیانہ چال چلتے رہے۔ نہ بالکل تیز اور نہ ہی بالکل آہستہ۔ جس کو عرب یسیر العنق پکارتے ہیں۔ جہاں پر کوئی کشادگی دیکھتے تو وہاں پر اونٹنی کی مہار کو ہلکا چھوڑتے تاکہ آسانی سے چڑھ جائے اور ایسی حالت میں بھی تلبیہ بند نہیں کیا بلکہ پڑھتے رہے۔ اسی راستہ پر آپ سے سوید بن جہیم کے ماموں کی ملاقات ہوئی جنھوں نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جو مجھے جنت کے قریب کردے اور جہنم سے دور کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے سوال میں لمبائی اختیار کی ہے،

---

[1] یعنی جہاں پر بھی تم کھڑے ہوئے تو حق ادا ہوگیا۔

[2] یہ آپ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارث کا بیٹا تھا۔

[3] عرب لوگ خود اونٹ چلانے کو فخر سمجھتے تھے۔

[4] یعنی جس راستہ پر موجودہ دور میں لوگ چلتے ہیں وہ ضب کے راستہ سے قدرے لمبا راستہ ہے۔

اس وقت مختصر سوال کرتے۔ فرضی نماز قائم کر، فرضی زکوٰۃ ادا کر، بیت اللہ کا حج کر، لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کر جیسا اپنے ساتھ دوسروں سے چاہے جو سلوک تو اپنے ساتھ نہ چاہے وہ لوگوں کے ساتھ بھی مت کر۔ اب اونٹنی کی مہار کو چھوڑ دے۔

مزدلفہ میں آمد:

پھر جب بیچ راستہ میں آئے تو شب ایسر کے پاس اتر کر پیشاب کیا اور ہلکا وضو کیا۔ اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز؟ آپ نے فرمایا نماز آگے ہے۔ پھر دوبارہ سواری پر سوار ہو کر آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے، وہاں پر نماز کے لیے وضو کیا، بلال کو حکم فرمایا جنھوں نے اذان دی اور پھر تکبیر کہی آپ نے سواریوں کو بٹھانے اور کجاوے اتارنے سے قبل مغرب کی نماز ادا کی پھر جماعت والوں نے سواریوں سے سامان اتارا۔ پھر آپ نے عشاء کی نماز ادا کی جس کے لیے الگ تکبیر کہی گئی۔ یہی بات درست ہے کہ ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ جمع بین الصلوتین ادا فرمائی اور عرفات کی طرح یہاں پر بھی دونوں نمازوں کے درمیاں کچھ نہیں پڑھا۔ یہ عشاء کا وقت تھا پھر آپ نے آرام کیا۔ اس رات سیدہ عائشہؓ کے ہاں ٹھہرنے کے باری تھی (ابوداوٗد)

منیٰ کی طرف روانگی:

پھر صبح کے لیے اٹھے اس رات کو آپ تھجد کے لیے نہیں اٹھے۔ اور عیدین کی راتوں میں بھی آپ سے تہجد ثابت نہیں ہے [1] آپ نے اس رات اپنے کمزور اھل (بال بچے) جن میں عبداللہ بن عباسؓ بھی شامل تھے ان کو اجازت دی کہ وہ فجر سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہوں یہ چاند غروب ہونے کا وقت تھا۔ اس وقت ام المومنین سودۃ بنت زمعہ اور ام المومنین حبیبہؓ نے بھی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اور ام المومنین ام سلمہؓ کو بھی اجازت دی اور حکم فرمایا کہ سورج طلوع ہونے سے قبل جمرۃ کو کنکریاں مت مارنا۔ پھر جب فجر ہوئی تو آپ نے فوراً اول وقت میں (نہ کہ وقت سے پہلے) [2] اذان اور تکبیر پر ساتھ فجر نماز ادا کی۔ یہی دن نحر (قربانی) کا اور عید کا تھا اور یہی دن حج اکبر [3] کا تھا۔ اسی دن کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی

---

[1] باقی عیدین کی رات تہجد کی ترغیب کے متعلق قیام اللیل للمروزی میں ایک روایت منقول ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

[2] جس طرح کچھ لوگوں کو بعض روایات سے مغالطہ ہوا ہے۔ بلکہ روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ قبل وقتھا المعتاد (بخاری) یعنی آپ نے وقت عادت سے قبل ادا کی نہ کہ وقت سے ہی پہلے کیونکہ وقت کے بغیر نماز نہیں ہے۔ ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء: ۱۰۳)

[3] عام لوگ حج اکبر اس کو کہتے ہیں کہ (۹) ذوالحج یوم عرفہ کو جمع کا دن ہو مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ہر سال (۱۰) ذوالحجہ نام حج اکبر ہے۔ جس طرح بخاری وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے اور یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ اس دن میں حج کے باقی دنوں سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ یعنی کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈوانا، طواف افاضہ اور سعی کرنا وغیرہ وغیرہ۔

طرف سے تمام مشرکوں سے بیزاری کا اعلان کروایا گیا۔ یعنی جب اس سے قبل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حج کروانے آئے تھے۔ ❶ (متفق علیہ) پھر وہاں سے آپ سوار ہوکر مشعر الحرام کے پاس آئے جو آپ کا موقف (یعنی دعا کے لیے کھڑے ہونے کی جگہ) تھی وہاں پر قبلہ کو سامنے کر کے دعا مانگی رب کے سامنے تضرع وزاری تکبیر و تحلیل اور ذکر اللہ کرتے رہے جب تک پوری روشنی ہوئی۔ مگر سورج طلوع ہونے سے قبل وہاں امت کو بخشانے کے متعلق آپکی دعا قبول ہوئی اور شیطان نے اپنے سر میں مٹی ڈال کر ہائے کیا۔ جس طرح پہلے گذرا۔ وہاں پر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا جنھوں نے لوگوں کو چپ کروایا پھر فرمایا کہ اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑی مہربانی کی ہے جو تم میں سے بدکار نیکوکاروں کو دیئے یعنی ان کی دعاؤں پر بدکاروں کو بخشا اور نیکوکاروں نے جو مانگا وہ دیا۔ اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ یہاں سے چلو اس وقت آپ سے عروۃ بن مضرس طائی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی سواری کو بھی بہت تھکایا ہے اور اپنے آپکو بھی تکلیف دی ہے کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا جس پر کھڑا نہ ہوا ہوں میرا حج ہوا یا نہیں؟

آپ نے فرمایا جو ہماری اس نماز (مزدلفہ میں فجر) کو پہنچا ہمارے ساتھ کھڑا رہا جب تک ہم یہاں سے نہ ہٹیں اور اس سے قبل رات تھوڑا بہت عرفہ میں کھڑا ہوا تو اس کا حج پورا ہوگیا اور اس سے بوجھ ہلکا ہوگیا۔ جس طرح ترمذی نے اس کے متعلق حدیث لاکر اس کو صحیح کہا ہے اور یہ روایت طبرانی کبیر اور بزار میں ہے۔ آپ نے اوپر والے الفاظوں سے قبل ان سے کہا کہ "اَفْرِخْ رَوْعَكَ يَا عُرْوَةُ" یعنی اے عروۃ! تیرا غم اور تکلیف اتر گئی یہ مبارک باد کا جملہ تھا۔ جو علماء مزدلفہ میں وقوف اور وہاں پر ٹھہرنے کو فرض قرار دیتے ہیں وہ اس واقعہ ❷ سے دلیل لیتے ہیں۔ آپ ﷺ اس جگہ پر رکے اور لوگوں کو بتایا کہ مزدلفہ پورے کا پورا موقف ہے۔ پھر مزدلفہ سے روانہ ہوئے۔ اپنے کزن فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری کے پیچھے بٹھایا اور اسامہ رضی اللہ عنہ قریشوں کے ساتھ پیدل دوڑتے رہے اور آپ تلبیہ پڑھتے رہے۔ راستہ میں ابن عباس ❸ کو حکم فرمایا جنھوں نے سات کنکریاں جمرۃ کو مارنے کے لیے ڈھونڈ کر آپکو دیں جو کہ خذف ❹ کے برابر کی تھیں جو دو انگلیوں میں آسکیں بے علم عوام کی طرح پہاڑ سے نہیں توڑیں اور نہ ہی رات کو تلاش کر کے اپنے پاس رکھیں۔ آپ نے اتر کر اپنی ہتھیلی مبارک پر رکھ کر ان کو صاف کر کے فرمایا کہ ایسے کنکریاں مارا کرو اور اپنے آپ کو دین میں غلو سے بچایا کرو۔ تم سے پہلے قومیں دین میں غلو اور زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں

---

❶ جس طرح ابتدا میں گذر چکا ہے۔

❷ یہ صریح دلیل ہے جس کا کوئی صارف نظر نہیں آتا۔

❸ یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو آگے بھیجے ہوئے اہل میں شامل تھا (نسائی۔ شافعی) لیکن ہوسکتا ہے روانہ ہونے سے قبل تلاش کر کے دیکر گئے ہوں۔

❹ یعنی اندازاً چنے کے برابر۔ (تحفۃ الاحوذی)

اور باقی جمرات کے لیے کنکریاں بھی وہیں سے لی جاتی ہیں جس طرح بیہقی کی حدیث سے ظاہر ہے اور تمام کنکریوں کی تعداد ستر ہے. ان میں سے سات ۱۰ تاریخ کو جمرہ عقبہ کے لیے تین تاریخوں میں تینوں جمرات کے لیے سات سات یعنی اکیس (۲۱) کے حساب سے کل ستر '۷۰' کنکریاں بنتی ہیں، اسی راستہ میں خثعم قبیلے کی ایک عورت سامنے آئی جو اپنے باپ کی طرف سے حج کے متعلق پوچھ رہی تھی جو کہ بڑی عمر کے تھے اور سواری پر بیٹھنے کے قابل نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ اُن کی طرف سے حج کرو۔ اس وقت وہ عورت فضل رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہی تھی اور فضل رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ [1] جب کہ فضل شکل میں خوبصورت تھے۔

آپ ﷺ نے فضل کا چہرا دوسری طرف موڑ لیا۔ تا کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں، دوسرے شخص نے سوال کیا کہ میری ماں بوڑھی ہے سواری پر نہیں بیٹھ سکتی۔

آپ نے فرمایا ان کی طرف سے حج کرو۔

ایک دوسرے شخص نے سوال کیا میری بہن نے حج کی نظر مانی تھی مگر اس کو پورا کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں آپ نے فرمایا اگر اس پر قرضہ ہوتا تو ادا کرتے یا نہیں؟

اس نے کہا ہاں!

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرضہ ادا کرو وہ دوسرے قرضوں کی بنسبت زیادہ حقدار ہے۔

(متفق علیہ)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے مگر اس کے لیے شرط ہے کہ اس نے پہلے حج کیا ہو ورنہ وہ احرام اس کا ہو جائے گا۔ جس طرح ابو داؤد ابن ماجہ اور مسند شافعی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے [2] کہ رسول اللہ نے ایک آدمی سے اس طرح تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا کہ "لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرِمَةَ" اے اللہ! میں حاضر ہوں شبرمہ کی طرف سے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا کہا کہ میرا قریبی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ نے شبرمہ کی طرف سے تلبیہ پڑھنے اور حج ادا کرنے نہیں دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ جو ایسا کرے گا تو وہ احرام الٹا اس کا اپنا ہو جائے گا۔ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو دوسرے کی طرف سے حج ادا کرے وہ تلبیہ میں اس کا نام ظاہر کرے مثلاً کہے کہ "لَبَّيْكَ عَنْ فُلَانٍ" یعنی فلاں کی طرف سے تیرے پاس حاضر

[1] اس طرح بچوں کو تربیت دی جاتی ہے۔

[2] اس روایت کو ابن حبان اور بیہقی نے صحیح کہا ہے اور امام احمد اور امام ابن تیمیہ نے مرفوع کہا ہے۔ (سبل السلام)

ہوا ہوں اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کو فرمایا کہ "فَاجْعَلْ هٰذِهٖ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حَجِّ عَنْ شِبْرِمَةَ" اس حج ❶ کو تو بدل کر ❷ اپنی طرف سے کر پھر شبرمہ کی طرف سے کر۔

سلسلہ: ...... پھر جب وادی محسر ❸ کے بطن میں آئے تو سواری کو تیز کیا اور آپ کی یہ عادت ہوا کرتی تھی کہ جب ایسی جگہوں سے گذرتے جہاں پر اللہ کے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہو تو وہاں سے جلد گذرتے۔ وادی محسر کے ہاں بھی اصحاب فیل پر عذاب آیا تھا۔ جس کا بیان قرآن کریم ❹ میں موجود ہے اور محسر لفظ کی معنی ہے تھک جانا، رکنے کی جگہ، اسی جگہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابرہہ جو کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے ناپاک ارادے سے آیا تھا اس کا ہاتھی تھک کر رک گیا تھا اور آگے چلنے سے عاجز ہوگیا تھا۔

اسی طرح آپ حجر اور دیار ثمود کے پاس سے گذرتے ہوئے بھی کپڑا لپیٹ کر جلدی گذر گئے تھے۔ اور محسر نہ منیٰ میں داخل ہے اور نہ ہی مزدلفہ بلکہ دونوں کے بیچ برزخ اور فاصلے کی مانند ہے۔ اسی طرح عرنہ عرفہ اور مشعر الحرام کے درمیان سمجھنا چاہیے اور دونوں شعروں کے درمیان برزخ ہوا۔ اور منیٰ حرم میں ہے اور یہ نہ مشعر ہے اور نہ ہی حرم اور عرفہ حل اور مشعر ہے۔

جمرۃ عقبہ کی رمی:

سلسلہ: ......آپ دونوں راستوں کے بیچو بیچ چلے جو جمرۃ عقبہ کی طرف نکلتا ہے،۔ یہاں تک کہ منیٰ میں آئے اور جمرۃ عقبہ (یعنی بڑا پتھر جو کہ تینوں پتھروں میں سے مکہ کے زیادہ قریب ہے) کے پاس آئے اور وادی کی نچلی سطح پر کھڑے ہوئے اس طرح کہ دائیں طرف منیٰ بائیں طرف کعبۃ اللہ اور سامنے جمرہ۔ آپ ﷺ اس وقت سواری پر تھے اور سورج طلوع ہونے کے بعد ایک ایک کنکری کر کے دو انگلیوں میں پکڑ کر اللہ اکبر کہہ کر مارتے رہے اور اس وقت تلبیہ کو ختم کیا اس پورے سفر میں تلبیہ پڑھتے رہے جب تک کنکریاں مارنا شروع نہ کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج والے کا تلبیہ یہاں پر ختم ہوگا اور عمرہ والے کا حجر اسود کے استلام کے وقت جس طرح ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ نے بھی جمرہ کو کنکریاں ماریں ان میں سے ایک نے اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے اوپر سے کپڑے کا سایہ کیا ہوا تھا۔

---

❶ یہ عبارت کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور جو کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جو احرام باندھا تو پھر اس کا حج ہوجائے گا۔ اس کو رد کرتی ہے۔

❷ جَعَلَ جب دوسرا مفعول چاہے تو بمعنیٰ صیر ہوتا ہے۔ کماقال اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا﴾ (یوسف: ۲) اور یہی دلیل امام عبدالعزیز بن یحییٰ حنانی نے مامون الرشید کی دربار میں بشر مریسی کے ساتھ خلق القرآن کے مسئلہ پر مناظرہ کرتے ہوئے پیش کی تھی جس طرح انہوں نے اپنی کتاب الحیدہ میں ذکر کیا ہے۔

❸ منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ایک پتلی وادی ہے۔

❹ یعنی ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَٰبِ ٱلْفِيلِ.....الخ﴾

منیٰ میں واپسی اور خطبہ:

اس سے احرام والے کے لیے خیمہ یا چھتری وغیرہ کا جواز ملتا ہے۔ بشرطیہ یہ کرنا اس تاریخ کو ثابت ہو ❶ اس کے بعد واپس منیٰ کی طرف گئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یوم النحر (قربانی کے دن یعنی دس تاریخ) کی عظمت و تعظیم اور مکہ معظمہ کی حرمت اور اور دوسرے شہروں پر اس کی فضیلت سے روشناس کیا۔ اور حکم فرمایا کہ جو بھی تمہیں کتاب اللہ کے مطابق بتائے اس کو سنو اور اطاعت کرو۔ اور حکم فرمایا کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔ شاید آئندہ سال ملاقات نہ ہو سکے'' انصار و مہاجرین کی فضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑاتے پھرو۔ فرمایا کہ میرا پیغام دوسروں تک پہنچاؤ اور بتایا کہ کئی ایسے بھی آئیں گے جو آمنے سامنے سننے والوں سے زیادہ یاد کرنے والے ہونگے۔ اس خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا جو بھی گناہ کرتا ہے تو اس کا بوجھ بھی اس کے سر پر ہے۔ ❷ وہاں پر آپ نے مہاجروں کے قبیلے کو دائیں طرف اور انصار کو بائیں طرف مقرر کیا اور باقی لوگ آپ کے ارد گرد تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے کانوں کو ایسے کھول دیا کہ دور دور تک آپ کا بیان سنا جارہا تھا۔ آپ نے اس خطبہ میں فرمایا۔ ''اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَطِيْعُوا ذَا اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ'' (مشکوٰۃ) اپنے رب کی بندگی کرو۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور اس کے حکم کی تابعداری کرو تاکہ رب کی جنت میں داخل ہو۔ آپ نے اس وقت لوگوں سے الوداعی ملاقات کی یہی وجہ ہے کہ اس حج کا نام حجۃ الوداع پڑا۔ وہاں پر آپ سے کتنے ہی سوالات ہوئے کسی نے کہا میں نے سر منڈوانے سے قبل کنکریاں ماری ہیں۔ کسی نے کہا میں نے کنکریاں مارنے سے قبل قربانی کر دی ہے۔ تو کسی نے کہا میں نے سر منڈوانے سے قبل طواف افاضہ کیا ہے۔ آپ ﷺ سب کو کہتے رہے کہ ''لاحرج'' یعنی کوئی حرج نہیں ہے۔ کسی کو بھی کفارے کا حکم نہیں کیا۔ ❸ جس طرح بیہقی کی حدیث میں ہے۔ ❹

ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے طواف سے قبل سعی کی ہے آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے ہاں جس نے کسی پر ظلم کیا اور مسلمانوں کی عزت کو پامال کیا اس نے حرج کیا اور وہ ہلاک ہوا۔

(ابوداؤد)

---

❶ جس طرح پورے قصہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

❷ آیت ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (انعام:۱۶۴) کی طرف اشارہ ہے۔

❸ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں بعض فقہا ''دم'' کی فتویٰ دیتے ہیں، وہ غلط ہے۔

❹ سنن کبریٰ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ مگر اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابو داؤد نے سکوت اختیار کیا ہے نیز مطلق روایت جس میں ذکر ہے کہ جس نے بھی تقدیم یا تاخیر کا ذکر کیا آپ نے اس کو فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم) یہ روایت بھی اس کی مؤید ہے، یہ تمام کام ان سے لاعلمی کی وجہ سے ہوئے۔ (متفق علیہ) اور جان بوجھ کر ترتیب نبوی کے خلاف نہ کیا جائے۔ اس وقت آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کی دوا بھیجی ہے۔

قربانی حج میں:

سلسلہ: ...... پھر آپ منیٰ میں قربانی کی جگہ پر آئے اور ایک سو اونٹ جو آپ خود لائے تھے اور کچھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے۔ ان میں آپ نے اپنی عمر کی تعداد کے مطابق ۶۳ تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے جبکہ باقی اونٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم پر ذبح کیے۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے آپ نے اس دن دو سیاہ (کالے) چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور حکم صادر کیا تم اونٹوں کی گنگرو، گوشت اور کھالیں مسکینوں میں تقسیم کر دیں نیز ان کو حکم کیا کہ ہر ایک میں سے کچھ گوشت ہنڈیا میں ڈالا جائے اور تیار ہونے کے بعد دونوں نے گوشت بھی کھایا اور شوربہ بھی پیا اور فرمایا کہ قصائی کو اجرت میں گوشت یا کھالوں سے کچھ نہیں دیا جائے ❶ گا۔ بلکہ ہم خود اس کو اجرت ❷ دیں گے۔ اور جو اس سے تھوڑا سا لینا چاہے تو وہ لے سکتا ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح کی اسی طرح باقی امہات المومنین کی طرف سے بھی گائے ذبح کی گئی۔ وہاں پر آپ نے یہ بھی حکم فرمایا کہ منیٰ پورے کا پورا قربانی کی جگہ ہے بلکہ مکہ کے اکثر راستے بھی قربانی کی جگہ ہیں اس میں دلیل ہے کہ قربانی کے لیے جگہ مقرر نہیں ہے۔ اس وقت آپ سے پوچھا گیا کہ یہاں پر آپ کے لیے کوئی جگہ بنائی جائے تاکہ آپکو سایہ اور آرام مل سکے آپ نے فرمایا کہ منیٰ مناخ من سبق، منیٰ ہر ایک کے لیے مناخ (جھوک) یعنی اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے جو وہاں پہلے پہنچا۔

اس سے ثابت ہوا کہ منیٰ میں تمام مسلمان ایک جیسے شریک ہیں، جو وہاں پہلے پہنچا وہ اس جگہ کا حقدار ہے جب تک اس کو نہ چھوڑے یہ کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے۔ قربانی کے متعلق آپ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ نے اونٹ بکرے بھی ذبح کیے اور گھر والوں کی طرف سے گائیں ذبح کیں۔ اپنے گھر سے ہی عمرہ اور حج میں ان کو تقلید و اشعار کیا ہے۔ تقلید اس طرح کہ دونوں جوتے ہار بنا کر ان کو پہنائے تھے جن کے ڈورے خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے بنائے۔ (بخاری، مسلم) اور اشعار اس طرح ہے کہ اونٹ کی کوہان میں داہنی طرف سے چیرا دیکر خون نکالا جائے جس طرح ابتدا میں اہلال کے وقت گذرا۔ آپ کی

---

❶ اگرچہ ان کو ذبح خود ہی کیا مگر ممکن ہے کہ ان کو پکڑنے، لٹانے اور گوشت وغیرہ کاٹنے میں کسی نے مدد کی ہو۔

❷ یہ آپ کا کمال سخاوت اور طیب النفس تھا۔

سنت یہ ہوا کرتی تھی کہ آپ بحالت مقیم بھی ھدیہ بھیجتے تھے تو اس وقت اپنے اوپر کچھ حرام نہیں سمجھتے تھے۔
ایک مرتبہ ناجیۃ الاسلمی [1] کے ساتھ ۱۶ سولہ اونٹ بھجوائے انہوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ان میں سے کوئی جانور اگر تھک کر ہلاکت کو پہنچ جائے تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے خون سے دونوں جوتیوں کو رنگ کے اس کی گردن پر رکھ دینا باقی نہ خود کھانا اور نہ ساتھی کو کھلانا پھر اس کے گوشت کو تقسیم کر دینا۔ آپ نے جو قاصد کو کھانے کی منع کی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ حتیٰ الامکان ذبح کے لیے تیار نہیں ہوگا بلکہ اس کی حفاظت کرے گا اور کوئی کوتاہی نہیں کرے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ نے اجازت دی [2] کہ اونٹ میں سات [3] اور گائے میں بھی سات ۷ شریک ہوں، ہدیہ ہانکنے والے کو اس پر سوار ہونے کی اجازت دی ہے۔ بہتر طریقہ اس کو خوامخواہ تکلیف نہ دے۔ بلکہ اچھی طرح سوار ہو۔

آپ ﷺ اونٹ کا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے [4] اس کو نحر کرتے تھے اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے تھے۔ زیادہ تر خود ذبح کرتے تھے کبھی کبھار کسی دوسرے کو بھی مقرر کرتے تھے۔ آپ نے اس کے گوشت سے کھانے اور ذخیرہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ پہلے آپ نے منع فرمایا تھا کہ کوئی بھی تین دن سے زیادہ ذخیرہ نہ کرے پھر اس کی اجازت دے دی آپ نے ثوبان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ گوشت پکا کر تیار کرے۔ کہتے ہیں کہ میں نے پکا کر تیار کیا پھر آپ مدینہ تک کھاتے رہے۔ کبھی کبھار تمام گوشت تقسیم کر دیتے تھے۔ اور کبھی فرماتے جس کو چاہیے وہ اس سے لے یا اس سے لے آپ نے عمرہ کے لیے مروہ کے ہاں اور حج کے لیے منیٰ کے ہاں قربانی کی ہے آپ نے اور آپ کے صحابہؓ میں سے کسی نے بھی (۱۰) ذوالحجۃ سے قبل قربانی نہیں کی سورج طلوع ہونے کے بعد کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کی ہے۔

بال منڈوانا:

سلسلہ: ...... جب آپ قربانی کے کاموں سے فارغ ہوئے تو حلاق (نائی) معمر بن عبداللہ کو بلوایا جو استرہ لے کر سر کی طرف سے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا اے معمر اللہ کے رسول نے تجھے پورے سر کے بال مونڈنے کا موقع دیا ہے۔ معمر کہنے لگے اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول یہ تو میرے اوپر اللہ کی طرف سے خاص نعمت اور احسان ہے۔ آپ نے فرمایا جی ہاں! پھر دائیں طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں سے شروع کرو جب دائیں طرف کے بال صاف ہو گئے تو وہ بال آپ ﷺ نے ایک ایک اور دو دو کر کے لوگوں میں

---

[1] کمافی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ۔
[2] نیز اضحیٰ میں آپ نے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری کی اجازت دی ہے۔ (ابن ماجہ)
[3] آپ کے زمانے میں اونٹ میں ۱۰ انے شریک ہو کر بھی اضحیٰ کی ہے۔ (ترمذی، سنائی، ابن ماجہ)
[4] قرآن کریم میں ہے، ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ﴾ (الحج : ٣٦) صوآف بمعنیٰ قیاماً قالہ ابن عباسؓ کما فی البخاری وغیرہ۔

تقسیم کیے جو آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ❶ پھر بائیں طرف اشارہ کیا جب اس طرف کے بال بھی صاف ہو گئے تو فرمایا کہ اس طرف ابو طلحہؓ بیٹھا ہے۔ پھر وہ موئے مبارک آپ نے ان کو عنایت فرمائے۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے خالد بن ولیدؓ نے طلب کی تو ان کو پیشانی کے بال عنایت فرمائے اور آپ نے سر مُڈوانے والے کے لیے تین مرتبہ اور بال کٹوانے والے کے لیے ایک مرتبہ بخشش کی دعا کی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے اکثر نے سر منڈوایا جبکہ بعض نے بال ہلکے کروائے (یعنی کٹوائے)۔ اور عورتوں نے بال نہیں کٹوائے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں پر کٹوانا نہیں ہے بلکہ تھوڑے سے بال کٹوائیں۔ (ابوداؤد، دارقطنی، طبرانی) اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ سر منڈوانا یا بال کٹوانا صرف احرام کھولنے کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ کام بھی حج اور نسک میں سے ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ مُحَلِّقِيۡنَ رُءُوۡسَكُمۡ وَمُقَصِّرِيۡنَ﴾ (الفتح: ٢٧) اللہ نے چاہا تو تم ضرور امن سے بیت اللہ میں داخل ہو گے۔ بعض سر مُڈوانے والے ہوں گے اور بعض کٹوانے والے ہوں گے۔

نیز اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ احرام باندھنے اور کھولنے سے قبل میں خوشبو لگایا کرتی (متفق علیہ) حالانکہ قربانی کرنے اور سر کے بال مُڈوانے یا کٹوانے کے بعد خوشبو تب لگائی جاسکتی ہے جب کپڑے بدلے جائیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ سر مُڈوانا یا کٹوانا احرام میں داخل ہے اور حلال اس کے بعد ہے۔

آپ کا احرام کھولنا:

سلسلہ:...... آپ ﷺ نے سر کے بال مُڈھوانے کے بعد احرام کھولا اور کپڑے پہنے اور سیدہ عائشہؓ نے طواف افاضہ سے قبل آپ کو خوشبو لگائی۔ (ترمذی وغیرہ) اور فرمایا کہ رمی اور حلق کے بعد تم پر بیویوں کے علاوہ کپڑے، خوشبو وغیرہ سب حلال ہیں۔ (مسند احمد) پھر آپ ﷺ احرام کھول کر سوار ہو کر ظہر سے قبل بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہوئے اور طواف افاضہ فرمایا۔ اس وقت اس کے علاوہ آپ نے طواف زیارت وغیرہ نہیں کیا ❷ پہلے طواف (کی طرح طواف قدوم) اس طواف میں آپ نہیں دوڑے اور نہ ہی چادر سے کندھا ظاہر کیا اور نہ ہی طواف وداع میں اس طرح کیا ہے اور افاضہ کے وقت آپ نے سعی بھی نہیں کی۔ کیونکہ بحالت مقرون تھے اور صحابہ میں سے جو بھی مقرن تھے جنہوں نے عمرہ کے بعد احرام نہیں کھولا تھا انہوں نے سعی نہیں کی کیونکہ قران والے کے لیے ایک ہی سعی کافی ہے جو انہوں نے قدوم کے وقت کی۔ اس کے متعلق کتنی ہی احادیث صحاح ستہ اور احادیث کی دوسری کتب میں موجود ہیں۔ ❸ باقی جو

---

❶ ہر کام آپ کو دائیں طرف سے کرنا پسند تھا۔ (بخاری)

❷ بعض کا خیال ہے کہ آپ نے اس کے علاوہ دوسرا کوئی زیارت کعبہ کا طواف کیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

❸ اور جنہوں نے قارن پر دوبارہ سعی کا فتویٰ لگایا ہے وہ ان احادیث صریح کے خلاف ہونے کی بناء پر رد ہوگا۔

لوگ متمتع تھے اور عمرہ کا احرام کھول کر یوم الترویہ ۸ ذوالحجہ کو محرم ہوئے تھے ❶ انہوں نے دوبارہ سعی کی اور جو مفرد تھے اور صرف حج کا احرام باندھا تھا اور ہدیہ ہونے کی وجہ سے احرام نہیں کھولا تھا ان سب نے سعی نہیں کی ❷ جس طرح بیہقی اور دوسری کتب میں احادیث صحیح ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے حیض کے عذر سے قران کیا ان سے کہا کہ تمہارا طواف اور سعی تیرے حج اور عمرہ کے لیے کافی ہیں۔ (بخاری، مسلم) اس میں اختلاف ہے کہ یہ طواف آپ نے بحالت سواری کیا ہے یا پیدل مگر ابن قیمؒ سواری کو ترجیح دیتے ہیں۔

زمزم پر آمد اور زمزم کا پانی پینا:

طواف پورا کرنے کے بعد آپ زم زم ❸ کے پاس آئے اور وہاں پر لوگ پانی پلا رہے تھے۔ آپ نے بھی خواہش ظاہر کی کہ خود بھی پانی نکالیں مگر ساتھ یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ایسا کرنے سے میرے پیچھے کتنے ہی لوگ پانی نکالنا شروع ❹ کر دیں گے اور تم پر غالب آ جائیں۔ پھر آپ کے سامنے پانی کا ڈول پیش کیا گیا آپ نے اسے کھڑے کھڑے پیا جس سے کھڑے ہو کر پانی پینے کا جواز ملتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی مجبوری کی بنا پر ہو مثلاً زیادہ پانی گرنے کی وجہ سے کیچڑ وغیرہ ہو گئی ہو۔ جس کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو، اس طرح وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا آپ سے ثابت ہے۔ (بخاری) اور ترمذی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پیتے تھے آپ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ بھی کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے۔ (دارمی، ترمذی ❺ ابن ماجہ) اس لیے جواز ثابت ہوا اور احادیث صحیحہ میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی منع ہے۔ (مسلم وغیرہ) اس لیے یہ نہی ❻ استحباب کے لیے کہی جائے گی اور اس کا ترک بھی اولیٰ کہا جائے گا۔ مگر ناجائز ہونے کا فتویٰ غلط ہے اور یہ پانی تمام پانیوں کا سردار اور اشرف عظمت والا پاک روح کو تسکین پہنچانے والا اور نایاب ہے۔

بخاری شریف میں ثابت ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ شروع اسلام میں جب مکہ معظّمہ میں اسلام لانے کی خاطر آئے تو چالیس دن تک اس پانی کے علاوہ اور کوئی کھانا پینا نہیں تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ

---

❶ بعض علماء اس کی طرف گئے کہ متمتع کے لیے بھی ایک سعی کافی ہے مگر احادیث اس کے صریح خلاف نظر آتی ہیں۔

❷ کیونکہ حج میں صرف ایک سعی فرض ہے۔

❸ زمزم کا کنواں مسجد الحرام کے اندر کعبۃ اللہ کے قریب مشرق میں مقام ابراہیم کے جنوب میں حجر اسود کے سامنے ہے۔

❹ اس سے معلوم ہوا کہ خود نکال کر پینا بہتر ہے۔

❺ اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

❻ اصولاً امر اور نہی وجوب کے لیے ہوئے ہیں لیکن اگر اس کے لیے کوئی قرینہ صارف ہو جو اصلی معنی سے پھیر دے تو یہ استحباب کے لیے ہوتے ہیں۔

پانی کھانا پینا اور لذت ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ بیمار کے لیے شفا ہے نیز فرمایا کہ ❶ یہ پانی جس کا نام ❷ کے لیے پیا جائے تو وہ اس کے لیے ہے۔ (ابن ماجہ) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ اس پانی میں میں نے عجیب شفائیں دیکھیں ہیں کئی مرتبہ میں بیماری کی حالت میں اس کو پی کر اللہ کے حکم سے شفا حاصل کر ❸ چکا ہوں۔ اور اس کا کئی مرتبہ میں نے مشاہدہ بھی کیا ہے کہ کتنوں نے تو نصف ماہ سے زیادہ بغیر غذا کے صرف اس پانی پر گذارہ کیا ہے۔

آب زم زم کی تاریخ:

بخاری شریف میں یہ واقعہ ہے کہ جب سیدنا ابراہیم اللہ کے حکم سے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کو وہاں پر چھوڑ گئے تو بی بی صاحبہ تلاش آب کے لیے دوڑ پڑیں اور ادھر جبرئیلؑ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کو زمین پر مارا جس سے پانی ابل پڑا، اور سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس کو جمع کیا اور اس طرح اس نے کنویں کی شکل اختیار کرلی۔ لغت میں زمزم جمع کرنے کو کہا جاتا ہے اس مناسبت سے منقول ہے کہ زمزم کے کنویں کی تعریف میں روایت وارد ہیں کہ اس کنویں کا پانی نہ کبھی نکالا جائے گا (ختم نہیں ہوگا) اور نہ ہی کبھی اس کی مرمت کی جائے گی۔ اور جس روایت میں ہے کہ کوئی شیدی (حبشی) اس کنویں میں گر گیا اور اس کا پانی نکالا گیا وہ روایت ہرگز ثابت نہیں ہے۔ ❹ جس طرح امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں حافظ ابن حجر نے درایہ میں، ابن حزم نے محلیٰ میں، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام الموقعین میں، امام نووی نے شرح مہذب میں اور دوسروں نے اس کے متعلق بحث کی ہے۔ بلکہ اتباع التابعین کے زمانہ کے معتبر عالم سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ❺ کہتے ہیں کہ میں مسلسل ۷۰ سال مکہ معظمہ میں رہا ہوں مگر اس دوران کوئی چھوٹا یا بڑا آدمی نہیں ملا جس کو اس واقعے کے متعلق کوئی خبر ہو۔ اور نہ ہی میں نے کسی سے سنا کہ زمزم کے کنویں کا پانی باہر نکالا گیا (درایہ لابن حجر) یہ واقعہ صحابہ کے زمانہ کا نقل کیا جاتا اور اتباع التابعین کا زمانہ اس کے قریب ہے مگر پھر بھی اتنے طویل عرصہ میں مکہ کے شہر میں جس میں یہ کنواں ہے، کسی کو پتہ نہ ہو، یہ قرینہ صاف بتاتا ہے کہ یہ واقعہ جعلی اور بے بنیاد ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر زمزم کی اور کیا بے عزتی ہوسکتی ہے کہ اس کا پانی پلید ہوجائے اور پورے کا پورا باہر نکالا جائے۔

---

❶ اس روایت کی صحت میں اختلاف ہے مگر جانب صحت قوی ہے۔ ابن قیمؒ نے اس کو حسن کہا ہے اور ضعیف کہنے والوں کو غلط کہا ہے۔
❷ یعنی جس کام کا ارادہ رکھ کر پیا جائے اور پھر دعا مانگی جائے تو وہ قبول ہوگی بشرطیہ کہ شریعت کے اندر ہو۔
❸ تاریخ خطیب بغدادی میں ایسے کئی واقعات اہل علم سے منقول ہیں۔
❹ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ اور مولوی عبدالحی لکھنوی نے السعایہ شرح شرح وقایہ میں بھی اس کو غیر ثابت کہا ہے۔
❺ امام شافعی نے بھی کافی وقت مکہ میں گذارا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی۔
(بیہقی، المحلی شرح الموطا الشیخ سلام اللہ الدھلوی)

سلسلہ: ......آپ زمزم کا پانی برتنوں میں اپنے ساتھ لے آئے تھے جس سے بیماروں کو پلاتے اور ان کے اوپر بہاتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کانچ کے برتن میں پانی ساتھ لیتی تھیں۔ (بیہقی، ترمذی، حاکم) اور فرمایا کہ راہ گیر کا اس سے پہلا حق ہے۔ (طبرانی صغیر) اور آپ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ پیش کیا۔ (طبرانی کبیر و اوسط) اور فرمایا کہ زمین کے پانی میں سے بہترین پانی ہے۔ (طبرانی کبیر) بخاری شریف میں ہے کہ جب آپ کا سینہ مبارک چیرا گیا تو اس کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اور آپ نے اس کو پیٹ بھر کے پینا مومن کی نشانی اور نہ پینا منافق کی نشانی بتایا ہے۔ (مستدرک حاکم اور داقطنی) آپ پانی پینے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور اس میں اختلاف ہے کہ اس دن آپ نے ظہر کی نماز کہاں ادا کی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ واپس آ کر منیٰ میں پڑھی۔ (بخاری، مسلم) سیدنا جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ وہاں مکہ معظّمہ میں پڑھی۔ (مسلم) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ علماء نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور بعض نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو، امام ابن حزم رحمہ اللہ دونوں قولوں میں فیصلہ نہیں کر سکے ہیں، اور امام نووی۔ شرح مسلم میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے دونوں جگہ (مکہ اور منیٰ) میں نماز پڑھی ہے۔ ایک جماعت کو مکہ میں پڑھا کر دوبارہ منیٰ میں دوسری جماعت ❶ کو پڑھائی ہے اور یہ وجہ معقول معلوم ہوتی ہے امام نووی نے اس کے متعلق صلوٰۃ الخوف کا مثال دیا ہے جس طرح صحیحین کی احادیث میں صلوٰۃ الخوف کا واقعہ اس طرح بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک جماعت کو پوری نماز پڑھا کر سلام پھیرا اور پھر یہی نماز دوسری جماعت کو پڑھائی اس طرح تعارض بالکل ختم ہوگیا۔ اور اس طرح آپ منیٰ کی نماز میں متنفل تھے۔ اور ایسا عمل آپ کے زمانہ میں بھی ملتا ہے جس طرح سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے عشاء نماز پڑھ کر اپنے محلّہ والوں کو جا کر وہی نماز دوبارہ پڑھاتے تھے۔ (بخاری، مسلم) اور بعد والی نماز اپنے لیے نفلی اور مقتدیوں کے لیے فرضی تھی۔ (سنن شافعی، بخاری، بیہقی) اور منیٰ کی نماز میں حارث بن وہب خزائی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اخیافی بھائی بھی شریک تھا۔ انہوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کا گھر مکہ معظّمہ میں تھا اس دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ہی طواف سعی کیا اور حج وعمرہ کے لیے یہی ایک مرتبہ کافی ہوا۔ جس طرح ام المومنین ❷ حفصہ رضی اللہ عنہا بعد از طواف حائضہ ہوگئیں۔ یہ طواف ان کے لیے طواف وداعی کافی ہوا، اور سنت معین یہی ہوئی کہ اگر طواف افاضہ سے پہلے حائضہ ہو تو اس حالت میں قران کر کے حج وعمرہ دونوں کے لیے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی سمجھے اور طواف کے بعد حائضہ ہونے کی صورت میں طواف الوداع سے یہ طواف الافاضہ کافی سمجھے۔

---

❶ اس سے معلوم ہوا کہ متنفل کے پیچھے متفرض کی نماز جائز اور درست ہے۔
❷ تفصیلی قصہ آگے آئے گا۔

سلسلہ :......اس کے بعد آپ دوبارہ منیٰ کی طرف لوٹے اور رات وہاں ٹھہر کر آرام کیا اس رات سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی یہ رات وہیں پر گذاری اور اس دن (۱۰) تاریخ شام کو بی بی صاحبہ فرماتی ہیں کہ وھب بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور دوسرا ایک شخص ابو امیہ کے اولاد میں سے وہ آئے جو کہ احرام کھول چکے تھے اور قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ آپ نے وہب کو فرمایا کہ اے ابوعبداللہ ❶ ! تم نے طواف افاضہ کیا ہے کہنے لگے نہیں اے اللہ کے رسول ! (ﷺ) آپ نے فرمایا کہ اپنی قمیض اتار دے .پھر انہوں نے اور ان کے ساتھی نے ❷ سر کی طرف سے قمیصیں اتاریں ،پھر انہوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن کنکریاں مارنے کے بعد احرام کھولنے کی رخصت ہے اور بیویوں کے علاوہ ہر منع شدہ چیز کی رخصت ہے (بشرطیہ کہ اس دن سورج غروب ہونے سے پہلے طواف افاضہ کرلیا ہو) اگر تمھیں شام ہوگئی اور طواف نہ کر سکے سورج غروب ہونے تک تو پھر وہی تمہاری احرام والی حالت واپس لوٹ آئے گی .جب تک تم طواف کرلو ❸ پھر جب صبح ہوئی تب سورج غروب ہونے کا انتظار کیا۔

دوسرے جمرات کی سعی:

پھر جب ڈھلنے لگا تو اپنی رہائش سے اٹھ کر جمرہ کی طرف پیدل روانہ ہوئے اور سوار نہیں ہوئے ۔ پہلے چھوٹے جمرۃ سے شروعات کی جو کہ مسجد الخیف کے قریب ہے۔ پھر اس کو سات کنکریاں (جو کہ چنے یا لوبیے کے دانے کے برابر تھیں) ماریں اور ہر ایک کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہا۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر نرم زمین پر قبلہ رخ ہوکر کھڑے ہوئے اور ہاتھ مبارک اٹھا کر سورۃ بقرہ جتنی لمبی دعا مانگی۔ پھر جمرۃ وسطیٰ کی طرف آئے اور اس کو بھی اسی طرح سات کنکریاں ماریں۔ پھر بائیں طرف وادی کی جانب اسی طرح قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر پہلے جتنی لمبی دعا مانگی ،پھر تیسرے جمرۃ عقبہ کے پاس آئے اور وادی کے بطن میں اس طرح کھڑے ہوئے کہ بیت اللہ آپ کے دائیں طرف اور منیٰ بائیں طرف پڑھا تھا اور اس جمرۃ کو بھی سات کنکریاں ماریں اور عام لاعلموں کی طرح اس کے اوپر یا وائیں طرف سے نہیں ماریں ۔کئی علماء نے نقل کیا ہے کہ اس وقت آپ کا چہرہ بیت اللہ کی طرف تھا۔ کنکریاں مارنے کے بعد فوراً وہاں سے لوٹے اور وہاں رکے نہیں ۔بعض کہتے ہیں کہ یہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے تھا مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ تنگی اور رش تو دوسرے

---

❶ یہ وہب بن زمعہ کی کنیت ہے۔

❷ اس سے معلوم ہوا کہ بعض کا یہ خیال غلط ہے کہ اس طرح اتفاق یا غلطی کی صورت میں قمیض کو نیچے سے پھاڑ کر نکالے سر کی طرف سے نہ نکالے۔

❸ فقہاء کے ہاں یہ روایت اگر چہ معمول نہیں ہے مگر حدیث نبوی کسی کے عمل یا تائید کی محتاج نہیں ہے، مسلمانوں پر حق ہے کہ جو بھی صحیح حدیث سنیں اس کو معمول بنائیں۔

جمرات کے پاس بھی تھا مگر حکمت یہ تھی تاکہ معلوم ہو سکے کہ آپکی دعا عبادت (رمی) کے بیچ میں تھی اور یہ ختم ہوئی تو دعا بھی ختم ہوئی۔ ظاہر ہے کہ عبادت کی حالت میں دعا عبادت سے فارغ ہونے کے بعد والی دعا سے افضل ہے، اس قصہ سے چھ موقف (کھڑے ہونے کی جگہیں) دعا کے لیے معلوم ہوئیں۔ اول صفا پر، دوم مروہ پر، سوم عرفہ پر، چہارم مزدلفہ پر، پنجم جمرۃ اولیٰ کے پاس اور ششم جمرۃ وسطیٰ کے پاس۔ واقعہ کی ترتیب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ظہر کی نماز کنکریاں مارنے کے بعد واپسی پر ادا کرتے تھے اور کنکریاں مارنے کے تین دن ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ تاریخ اسی ترتیب سے ہیں۔ ان تین دنوں کو ایام التشریق کہا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ منیٰ میں رہنے رمی الجمار کے تین دن ہیں اور جو جلدی کر کے دو دن یعنی گیارہ اور بارہ [1] تاریخ کو کنکریاں مار کر چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر رک جائے تو بھی اس پر گناہ نہیں ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) مگر آپ نے جلدی نہیں کی بلکہ تشریق کے تینوں یعنی تین دن کا کام دو دن میں پورا کر کے چلا جائے۔ ایسے نہیں تو ایک دن بالکل کنکریاں نہیں مارے۔ فافہم

دن اتوار، پیر، منگل وہیں پر رکے اور سورج ڈھلنے کے بعد دستور کے مطابق روزانہ کنکریاں مارتے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔ جس طرح ترمذی کی صحیح حدیث اور امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے رخصت چاہی کہ منیٰ کی راتیں وہ مکہ معظمہ میں گذارے۔ (یعنی دن کو آکر کنکریاں مارے) اس لیے کہ ان پر پانی پلانے کی ڈیوٹی ہے، آپ نے ان کو رخصت دی کہ وہ نحر والے دن کنکریاں ماریں اور پھر دو دن کی کنکریاں ایک ہی دن میں ماریں۔ یعنی ۱۱ تاریخ کو ماریں اور بارہ کو چھوڑ دیں اور پھر تیرہویں کو جاکر کنکریاں ماریں، جس کا مطلب کہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الدِّینَ یُسْرٌ۔ دین نہایت آسان ہے اور وہاں پر منیٰ میں مسجد الخیف میں آپ بیٹھے ہوئے تھے [2] کہ آپ کے پاس دو شخص آئے ایک انصار سے اور ایک ثقیف سے، پھر انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں کہیں تو میں آپ کو پوچھنے سے پہلے بتادوں اور اگر کہو تو میں خاموش رہوں اور آپ پوچھیں۔ [3] انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بتائیں پھر ثقفی نے انصاری سے کہا کہ آپ

---

[1] یہ قرآن کی آیت کا مطلب ہے یعنی ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى﴾ (بقرۃ ع ۲۵ پ ۲)

[2] اس واقعہ کی ترتیب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرفہ کے بعد کا ہے اور دس تاریخ بھی نہیں ہے کیونکہ اس دن اتنا عرصہ بیٹھنے کی فرصت نہیں ہوتی، بلکہ باقی تین تاریخوں میں سے ایک ہے۔

[3] یعنی وحی کے ذریعہ پہلے اطلاع مل چکی تھی ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى﴾ (انعام پ ۷، ع ۵)

سوال کریں، اس نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ پوچھنے آئے ہیں کہ تمہارے حج کے کام، بیت اللہ کے ارادے سے نکلنا طواف کی نفل، صفا مروہ کی سعی، شام کو عرفہ میں ٹھہرنا، کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر مُڈوانا اور طواف افاضہ کرنا ان میں تمہارے لیے کیا بھلائی ہے؟ کہنے لگے اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے میں یہی پوچھنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ گھر سے بیت اللہ کا قصد کر کے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری سواری کے ایک ایک قدم کے بدلے ایک نیکی لکھی اور ایک گناہ کو مٹایا ہے۔ طواف کی دو رکعتیں تمہارے لیے اسماعیل کی اولاد میں سے دو کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور صفا مروہ کی سعی تمہارے لیے ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور عرفہ پر شام کو کھڑا ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان و دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور تمہارے متعلق فرشتوں کے پاس فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے بندے جنت کی امید رکھ کر ہر گلی اور ہر طرف سے یہاں پر پہنچے ہیں۔ ان کے جتنے بھی گناہ اگر ریت کے ذرات کے برابر یا بارش کے قطرات کے برابر یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہونگے تو بھی میں نے ان کو معاف کر دیا اور میرے بندے یہاں سے بخشے ہوئے لوٹیں گے اور وہ بھی جن کے لیے انہوں نے بخشش طلب کی۔ اور کنکریاں مارنے کے متعلق فرمایا گویا کہ تیری ہر ہر کنکری سے تو کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو پھینکتا ہے۔ اور تیری قربانی اللہ کے ہاں ذخیرہ ہے اور تیرا سر منڈوانا تیرے ہر ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ اور ایک گناہ مٹتا ہے اور تیرا طواف افاضہ اس حال میں ہو رہا ہے کہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ تیرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ سابقہ تمام گناہ معاف ہو گئے مگر آگے سنبھل کر چلنا اور نیک عمل کرنا۔ پھر آپ نے ثقفی کو فرمایا کہ یا تو آپ سوال کریں یا میں آپکو بتا دوں۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہی میرے لیے بہتر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ پوچھتے ہیں کہ تمہاری نماز، رکوع، سجدے اور روزوں میں تمہارے لیے کیا بھلائی ہے؟ کہنے لگے ہاں اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ نے فرمایا کہ اول اور آخر رات میں نماز پڑھنا (یعنی عشاء اور تہجد) پھر سمجھنا کہ آپ کا شمار اللہ کے بندوں میں ہے۔ اور فرمایا کہ نماز اچھی طرح پڑھو رکوع اور سجدہ آرام کے ساتھ کرو جلد بازی نہ کرو اور ایام بیض ❶ یعنی ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ تاریخ کے روزے رکھو۔ یہ روایت مجمع الزوائد ❷ میں مسند بزار کے حوالے سے موجود ہے اور وہاں پر ان دنوں میں سے کسی دن مسجد الخیف میں نماز فجر کے بعد آپ نے پیچھے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے ساتھ نماز نہیں پڑھی آپ نے ان سے پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم نے اپنی منزل گاہ پر نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنی جگہ پر نماز پڑھو پھر مسجد میں جماعت ملے تو

❶ یعنی وہ دن جن کی راتیں روشن ہوتی ہیں۔ یعنی چاندنی راتیں۔

❷ علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ اور پختہ ہیں۔

وہاں بھی پڑھا کرو یہ تمہارے لیے نفل ہوگی ۔ یوم الوسط ان تین تاریخوں میں سے بیچ والے دن بارہ تاریخ یعنی قربانی کے دوسرے دن پر جس کو یوم الرؤس بھی کہا جاتا ہے، اس دن آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں ،فرمایا کہ ایام تشریق کے بیچ کا دن ہے ،(فرمایا) یہ کون سا شہر ہے؟ کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں ،فرمانے لگے یہ شہر حرام ہے پھر فرمایا۔

"اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلّی لَا اَلْقَاکُمْ ھٰذَا . اَلَا اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْ مِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ فَیَسْأَلُکُمْ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ . اَلَا فَلْیُبَلِّغْ اَدْنَا کُمْ اَقْصَا کُمْ . اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ ."

(ابو داؤد ، طبرانی اوسط)

''پتہ نہیں ہے کہ شاید اس سال کے بعد میں آپ سے نہ مل سکوں ،خبردار! تمہارے خون مال اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جس طرح آج کا دن اور مہینہ حرمت والا ہے جب تک کہ تم جاکے اپنے رب سے نہ ملو پھر وہ تم سے عملوں کے بارے میں پوچھے گا ۔خبردار! تم میں سے قریب والا دور والے کو یہ پیغام پہنچائے خبردار! میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے''

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں :

((یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا عَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا اَسْوَدَ عَلَی اَحْمَرَ وَلَا اَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی .)) (مسند احمد)

''اے انسانو! تمہارا رب ایک [1] ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے [2] (یعنی آدمؑ) خبردار! کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ کے ساتھ۔''

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

"سَاُخْبِرُ کُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ ـ اَلْمُوْمِنُ اٰمَنَهُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوٰلِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ

---

[1] اس لیے ایک جماعت ہوکر رہنا چاہیے اختلاف کر کے فرقہ بازی میں نہیں پڑنا چاہیے، ﴿اِنَّ ھٰذِهٖۤ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:۹۲)

[2] یعنی پھر تمہیں ایک دوسرے پر فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔

وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ . " (مسند بزار)

"میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ مسلمان وہ ہیں جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ بچے ہوئے ہوں (یعنی ناحق دکھی نہ ہوں) اور مؤمن وہ ہے جس کو لوگ اپنے مالوں اور جانوں میں امین سمجھیں اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے [1] اور مجاہد وہ ہے جو اللہ رب العزت کی تابعداری میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔"

منیٰ سے روانگی اور وادی محصب میں آمد:

ایام تشریق کے تینوں ایام کی کنکریاں مارنے کے بعد تیرہ تاریخ منگل کے دن ظہر کے وقت منی سے روانہ ہوئے اور محصب [2] یعنی ابطح جو کہ بنو کنانہ کا چھوٹا تلاب ہے اس میں اترے۔ ابو رافع نے آپ کے لیے خیمہ لگایا اور رافع آپ کے غلام تھے اسباب وسامان پر مقرر تھے۔ آپ نے یہی جگہ اسامہ کو بتائی تھی کہ کل ہم یہیں پر اتریں گے قدرتاً ابو رافع نے وہیں پر خیمہ لگایا۔ آپ نے ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں وہیں پر ادا کیں، کچھ دیر وہیں پر ٹھہر کر آرام کیا بعض کہتے ہیں کہ وہاں پر ٹھہرنا سنت ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ آپ سہولت کی خاطر وہاں پر ٹھہرے بہر حال آپ کا ہر عمل قابل اتباع ہے اور اس میں پیروی محبوب، مسنون اور مستحب ہے۔ [3] اسی رات ام المومنین صفیہ بن حی رضی اللہ عنہا نے حائضہ ہونے کی اطلاع دی آپ نے پوچھا کہ ہمیں سفر سے [4] روکے گی کیا؟ پھر معلوم ہوا کہ بی بی صاحبہ طواف افاضہ کر چکیں ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ ہمیں روانہ ہونا چاہیے یعنی طواف افاضہ کے بعد حیض آنے کی صورت میں طواف وداع معاف ہے۔ اور اس کے بدلے طواف افاضہ کافی ہے۔ اس حالت میں سب کے لیے یہ حکم فرمایا اور اس رات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس جانب متوجہ کیا کہ تمام لوگوں نے حج اور عمرہ کیا ہے جبکہ میرا عمرہ رہ گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہارا طواف اور سعی حج اور عمرہ دونوں کے لیے کافی ہے۔ مگر بی بی صاحبہ نے خیال دکھایا کہ میں الگ سے عمرہ کروں۔ آپ نرم اور رحم دل تھے، ان کے خیال کو لوٹاتے نہیں تھے اور پوچھا کہ

[1] اس لیے کہ اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی اس لیے ہجرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے: " لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ مَكَّةَ" (بخاری) یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس لیے سمجھایا کہ وطن چھوڑنا ضروری نہیں ہے بلکہ گناہ کا چھوڑنا ضروری ہے۔

[2] یہ وادی مکہ کی طرف سبیل السبت کے پاس ہے۔ جس کو ابطح، بطحاء، محصب اور معرس کہتے ہیں۔ (فتح الباری)

[3] محدثین کرام کا یہی مذہب ہے كَثَّرَ اللّٰهُ سَوَادَهُمْ وَاَصْلَحَ مَعَادَهُمْ .

[4] کیونکہ آپ کو پتہ نہیں تھا کہ انہوں نے طواف افاضہ کیا ہے یا نہیں اور حج بغیر طواف کے نہیں ہوگا۔

گذشتہ راتوں میں طواف نہیں کیا ہے؟ کہنے لگی نہیں! پھر آپ ﷺ نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو حکم دیا جو کہ ان کو حرم کے باہر تنعیم ❶ کے پاس لے گیا اور فرمایا کہ ہم یہیں پر تمہارا انتظار کرتے ہیں اور بی بی صاحبہ کو فرمایا کہ تیرے لیے اس عمرہ کا اجر تیرے خرچ، محنت اور تھکاوٹ کے مطابق ہوگا۔ (بخاری)

پھر وہاں سے بی بی صاحبہ احرام باندھ کر مکہ معظمہ میں آ کر عمرہ ادا کیا اور رات میں ہی محصب لوٹ آئیں۔ آپ نے پوچھا کہ عمرہ سے فارغ ہوگئے؟ کہنے لگے ہاں۔

طواف الوداع کے لیے مکہ آمد:

پھر آپ نے رات کو ہی صبح کے وقت سفر کی تیاری کا حکم دیا اور مکہ معظّمہ پہنچ کر نماز فجر سے پہلے بیت اللہ کا طواف الوداع (الوداعی طواف) ادا فرمایا اور فرمایا کہ حج سے فارغ ہوکر اس وقت تک نہیں جانا جب تک آخری مرتبہ بیت اللہ کا طواف نہ کرلو۔ مگر حائضہ کو رخصت دی ہے۔ (بخاری، مسلم) بشرطیہ کہ طواف افاضہ کیا ہو جس طرح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے معلوم ہوا اور ان کے مکہ میں داخل ہونے سے لے کر محصب تک (۱۰) دنوں کی مدت تھی۔

سلسلہ: ...... آپ نے فجر نماز وہیں پر مکہ میں ادا کی جس میں سورت والطّور پڑھی اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹ پر بیٹھ کر لوگوں (یعنی نمازیوں) کے پیچھے طواف (یعنی طواف وداع) کر اور بی بی صاحبہ نے آپ سے طواف کرتے ہوئے سورت والطّور سنی۔ (بخاری، مسلم وغیرہ)

یہاں پر دو باتوں میں اختلاف ہے۔ نمبر ایک کہ کیا آپ ﷺ اس مرتبہ کعبۃ اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے تھے یا نہیں؟ نمبر دو کہ کیا آپ ملتزم کے پاس آ کر کھڑے ہوئے تھے یا نہیں؟ صحیح بات اس طرح ہے ہے کہ آپ نے یہ دونوں کام حج کے سال نہیں بلکہ فتح مکہ کے وقت سرانجام دیئے تھے۔

بیت اللہ کے اندر نماز:

دخول کعبہ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ ﷺ اندر داخل ہوئے اور اس کے تمام کونوں میں تکبیرات کہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کعبۃ اللہ کہ چھ ستون تھے ایک بائیں طرف دو دائیں طرف اور تین پیچھے کی طرف سے تھے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہوکر دو رکعتیں نماز پڑھی۔ (بخاری، مسلم) اور عثمان بن

---

❶ حرم کے باہر مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے دوستونوں کے درمیان دو رکعتیں ادا کیں۔ (مسند احمد) اس کے علاوہ مجمع الزوائد میں عثمان بن طلحہ، ابن عمر، ابو ہریرہ، عبدالرحمٰن بن صفوان، عمر فاروق، انس بن مالک، شیبہ بن عثمان اور ام ولد شیبۃ رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کعبۃ اللہ کے اندر نماز پڑھنے کے بارے میں موجود ہیں ❶ اور کتنی ہی احادیث میں یہ صراحت ہے کہ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے۔

طبرانی میں ایک روایت ہے کہ آپ حج کے وقت بھی اندر داخل ہوئے مگر اس روایت کی سند میں جابر جعفی جھوٹا راوی ہے۔ داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کیا گیا (بخاری) اور ملتزم کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حجر اسود اور دروازے کے بیچ میں ملتزم ❷ (کعبۃ اللہ کی دیوار) کے ساتھ اپنا منہ، بازو، ہتھیلیاں اور سارا جسم مبارک ملا کر کھڑے ہوئے۔ (ابو داؤد، دار قطنی، وغیرہ) اور ابو داؤد کی روایت میں صراحت ہے یہ فتح مکہ کا سال تھا اور اس موقعہ پر کوئی خاص ❸ دعا منقول نہیں ہے۔ باقی کوئی بھی مسند دعا پڑھی جاسکتی ہے الغرض حج کے موقعہ کے علاوہ مسنون ہے کہ کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہو کر ستونوں کے بیچ ❹ کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھے اور ملتزم کے ساتھ چمٹ کر التجا کے ساتھ دعا مانگے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چاہتی تھی کہ کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھوں۔ آپ نے مجھے خود ہاتھ سے پکڑ کر حطیم میں داخل کیا اور فرمایا کہ یہاں پر نماز پڑھو یہ بھی کعبۃ اللہ کا حصہ ہے، جو تیری قوم نے چنائی کے وقت اس کو الگ کر لیا تھا۔ طبری فرماتے ہیں کہ اللہ جانے آپ نے یہ ان کو حجۃ الوداع کے وقت فرمایا یا کسی دوسرے موقع پر مگر اتنا ضرور ہے کہ بی بی صاحبہ کا آپ کے ساتھ وہاں جانا حجۃ الوداع کے علاوہ منقول نہیں ہے۔

مدینہ کو واپسی:

سلسلہ:...... اس کے بعد آپ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر بھی رات ذی طویٰ کے یہیں گذاری اور صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے جس طرح بخاری میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے۔ آپ کی

---

❶ جس راوی نے کہا ہے کہ آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی تھی تو اس کا مطلب کہ اس نے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور جنہوں نے دیکھا ہے انہوں ذکر کیا ہے، قانون ہے۔ اَلْقَوْلُ قَوْلَ مَنْ شَاهَدَ دُوْنَ مَنْ لَمْ يُشَاهِدْ ۔ جس طرح اس کے متعلق سید المحدثین امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں تحقیق کی ہے۔

❷ یعنی چمٹنے کی جگہ اسی وجہ سے اس پر یہ نام پڑا۔

❸ اس وقت معلم اور مطوف اس جگہ پر جو دعا نہیں پڑھتے ہیں وہ ساری بدعات ہیں، احادیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

❹ عام جاہلوں کا خیال ہے کعبۃ اللہ کے اندر داخل نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی داخل ہو بھی تو اوپر چھت کی طرف مت دیکھے تاکہ ایمان نہ چلا جائے مگر یہ سب خرافات ہیں۔ (نعوذ باللہ منھا)۔ بلکہ اندر داخل ہونا سنت ہے۔

مکہ معظمہ، عرفہ اور منیٰ وغیرہ میں ٹھہرنے کی کل مدت دس دن تھی۔ پہلی اتوار ۴ ذوالحجہ اور آخری منگل ۱۳، ذوالحجہ۔ جب مقام روحاء کے پاس پہنچے تو آپ کو قافلہ ملا۔ پوچھا کون ہو؟ کہنے لگے مسلمان وہ پوچھنے لگے کہ آپ کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں پھر ایک عورت نے اونٹ کے پلان سے ایک بچے کو بلند کیا اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے لیے بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں !اجر آپ کو ملے گا۔ جس کا معنی یہ ہوا کہ والدین کا اجر بڑھ گیا اور بچے کو بلوغت کے بعد حج کرنا پڑے گا۔ اس کے متعلق امام ترمذی نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔ پھر جب آپ ذوالحلیفہ کے پاس پہنچے تو دوبارہ رات وہیں پر رکے۔

سفر کے دوران مختلف مسنون اذکار:

پورے سفر میں آپ کا یہ قانون ہوتا تھا کہ بلندی کی طرف بڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے اور نیچے کی طرف اترتے ہوئے سبحان اللہ کہتے۔ (بخاری) بلندی پر چڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:"اللّٰھم لَکَ الشَّرْفُ عَلیٰ کُلّ شَرفِ وَلَکَ الحَمدُ عَلیٰ کُلِ حَالِ ." (عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی) اے اللہ! ہر بلندی پر تیرے لیے بلندی ہے اور ہر حال میں تیری تعریف ہے۔ کسی بھی منزل پر اترنے کے وقت یہ دعا سکھائی ہے:"اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَامَّاتِ مِن شَرِ مَاخَلَقَ" اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ساتھ پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی ہے۔

اور فرمایا ہے کہ جو ایسا کرے گا اس کو وہاں سے روانہ ہونے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (مسلم) اور آپ رات آنے تک یہ دعا پڑھتے تھے۔

"یَا اَرضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللہ اُعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شَرِّكِ وَشرِّ مَافِيكِ وَشَرِّ مَا يَدبُّ عَلَيكِ . وَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن اَسَدِ وَاَسوَدَ مِنَ الحَيَّةِ وَالعَقرَبِ وَمِن شَرِساكِنِ البَلَدِ وَمِن وَالِدِ وَّمَا وَلَدَ ." (ابو داؤد)

"اے زمین! تیرا اور میرا رب اللہ ہے میں اس سے پناہ لیتا ہوں تیرے شر سے اور جو تیرے اندر مخلوق ہے اس کے شر سے اور ان عام چیزوں کے شر سے جو تیرے اندر چلتی پھرتی ہیں۔ اور اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیر سانپ، بچھو سے۔ اور شہر کی ہر رہنے والے اور جننے والی اور جنے ہوئے کی برائی سے۔"

اور صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

"سَمَّعَ سَامِعٍ بِحَمدِا للّٰہِ وَحُسنِ بَلائہ عَلَينا رَبَّنا صَاحِبنَا وَاَفضِل عَلَينَا

عَائِذًا بِاللّٰهِ مِن النَّارِ . " (مسلم)

"سننے والے نے اللہ کی تعریف اور جو اس کی ہم پر اچھی نعمت ہے۔ اے ہمارے رب! تو ہمارا ساتھ دے اور ہم پر بھلائی کر۔ہم اللہ کی آگ کی پناہ لینے والے ہیں۔"

آپ جس بھی شہر یا گاؤں میں داخل ہوتے تو اس پر نظر پڑنے کے فوراً بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَااضلَلنَ وَرَبَّ الارضينَ السَّبعِ وَمَا اَقلَلنَ وَربَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا اَضلَلنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرينَ فَاِنَّا نَسئَلُكَ خيرَ هٰذِهِ القَريةِ وَخيرَ اَهلِهَا وَنَعُوذُ بِكَ مِن شَرِهَا وَشَرِ اَهلِها وَشَرِ مَا فِيهَا ."

(عمل اليوم والليلة، لابن سنی)

"اے آسمانوں اور جن پر ان کا سایہ ہے ان سب کے پالنہار! راستے ،زمینوں جو وہ گھٹاتی ہیں (یعنی کم کر کے آپس میں سمیٹتی ہیں) ان سب کے پالنہار،شیاطین اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے پالنہار اور ہواؤں اور جن کو وہ اڑاتی یا چلاتی ہیں ان کے پالنہار ہم تجھ سے اس گاؤں والوں کی بھلائی طلب کرتے ہیں۔گاؤں والے اور جو اس میں ہیں ان کی برائی سے پناہ طلب کرتے ہیں۔"

اور آپ ﷺ الوداع کرنے والے مسافر کو اللہ کے خوف اور ہر بلندی پر اللہ اکبر کہنے کی وصیت کرتے تھے۔ (ترمذی) اور رخصت کرتے وقت اس کے ہاتھ چھوڑنے سے قبل اپنا ہاتھ مبارک نہیں چھوڑتے تھے اور اس کو یہ الفاظ کہتے تھے: "اَستودِعُ اللّٰهَ دِينَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخوَاتِيمَ عَمَلِكَ" (ترمذی،ابو داؤد،ابن ماجہ) تیرا دین،امانت اور پچھلا عمل اللہ کو امانت دیتا ہوں۔(اللہ کے سپرد کرتا ہوں) اور پورے لشکر کو رخصت کرتے وقت جمع کا لفظ استعمال کرتے یعنی " دِينَكُم وَاَمَانَتَكُم وَخوَاتِيمَ اَعمَالِكُم " جب مسافر پیٹھ پھیر کر روانہ ہوجاتا تو اس کے حق میں یہ دعا کرتے تھے۔ " اَللّٰهُمَّ اَطوِلَه ، بُعدَه وَهَوِن عَلَيهِ السَّفرَ " (ترمذی) اے اللہ! اس مسافر کی دوری لپیٹ کہ قریب کردے اور اس پر سفر کو آسان بنا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے حق میں ایسی دعا مانگو جو ثمر ہو آپ نے فرمایا۔ " زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَقوٰى " اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا ثمر نصیب فرمائے۔پھر کہنے لگے میرے والدین آپ پر فدا ہوں میرے لیے اس سے بھی بڑھ کر دعا کریں۔آپ نے فرمایا" وَيَسَّرَ لَكَ الخَيرَ حَيثُ مَاكُنتَ " (ترمذی) جہاں بھی تو ہو تیرے لیے خیر اور بھلائی کو آسان کرے۔

اور جب آپ کسی بھی بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

" اللّٰھُمَّ اِنِی اَسئَلُكَ خَیرَ ھٰذِہِ السُوقِ وَخَیرَ مَافِیھَا وَاَعُوذُ بِكَ مِن شَرِھَا وَشَرِمَا فِیھا اللّٰھُمَّ اِنِی اَعُوذُ بِكَ اَن اُصِیبَ فِیھَا صَفقَةً خَاسِرَة "

''اے اللہ! میں آپ سے اس بازار کی اچھائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس کی برائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اور تجھ سے اس بات کی بھی پناہ طلب کرتا ہوں کہ اس میں (سودا سلف) نقصان کو نہ پہنچوں۔''

(الدعوات الکبیر بیہقی)

اور ابن السنی میں یہ الفاظ ہیں:

"یَمِینًا فَاجِرَةً وَصَفقَةً خَاسِرَةً ."

''یعنی جھوٹی قسم اور خسارے والا سودا۔''

اور آپ نے یہ فرمایا کہ جو بازار میں داخل ہوتے وقت یہ کلمہ پڑھے گا اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور گناہ مٹائے جائیں گے اور درجات بلند کیے جائیں گے اور بہشت میں اس کے لیے گھر بنایا جائے گا۔

" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ وَحدَہ لَاشَرِیكَ لَه لَه المُلكُ وَلَه الحَمدُ یُحیی [1] وَیُمِیتُ وَھُوَ حَیٌ لَایَمُوتُ بِیَدِہِ الخَیرِ وَھُوَ عَلیٰ کُلِ شَیءٍ قَدِیرٌ ۔"

(ترمذی ، ابن ماجه)

اور آپ سفر خواہ حضر کسی تکلیف پر یہ دعا پڑھتے تھے۔

" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ العَظِیمُ الحَکِیمُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ رَبُ العَرشِ العَظِیمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُ الاَرضِ رَبُ الْعَرْشِ الكَرِیم" ۔ (بخاری ، مسلم)

''اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے اور وہ برد بار ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا رب ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ وہ آسمانوں کا رب ہے زمینوں کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔''

اور جب کبھی کسی دشمن قوم وغیرہ سے خوف ہوتا تو یہ دعا پڑھتے۔

" اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجعَلُكَ فِی نُحُورِ ھِم وَنَعُوذُبِكَ مِن شُرُرِھِم . "

---

[1] یُحیی وَیُمِیتُ حَیٌ لَا یُمُوتُ ۔یعنی وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا کبھی اس پر موت نہیں آئے گی۔

''اے اللہ ہم تجھے ہی ان (دشمنوں) کے مقابلے میں اپنی ڈھال بناتے ہیں [1] اور ان کی شرارتوں سے ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔'' (مسند احمد، ابو داؤد)

اور جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"بِسمِ اللّٰہِ تَوَکَّلتُ عَلَی اللّٰہِ اللّٰھُمَّ اِنَّانَعُوذُ بِكَ مِن اَن نَزِلَّ اَو نُضِلَّ اَو نَظلِم اَو نُظلِمَ اَو نَجعَلَ اَو نُجهَلَ" (احمد، نسائی، ترمذی)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں نے اللہ پر توکل کیا۔ اے اللہ ہم تجھ سے ہی پناہ طلب کرتے ہیں کہ بھٹک جائیں یا گمراہ ہوجائیں یا ظلم کریں یا ظلم کیے جائیں۔ جھالت کا کوئی کام کریں یا ہمارے ساتھ کیا جائے۔''

اور یہ الفاظ آسمان کی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے۔ (ابو داؤد ابن ماجہ)

اور گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا سکھائی ہے۔

" اَللّٰھُمَّ اِنِّی ، اَسئَلُكَ خَیرَ المُولِجِ وَخَیرَ المَخرَجِ بِسمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا ، عَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَكَّلنَا . "

''اے اللہ! میں تجھ سے خواستگار ہوں کہ میرا یہاں داخل ہونا اور نکلنا باعث خیر ہو، اللہ کا نام لے کر ہم یہاں داخل ہوئے اور اپنے رب پر ہی اپنا بھروسہ ہے۔ پھر آپ نے اپنے گھر والوں پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے۔'' (ابو داؤد)

آپ ﷺ مرغ کی آواز سنتے وقت اللہ کے فضل کا سوال اور گدھے کی آواز سنتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اور دو افراد کو آپس میں لڑتے جھگڑتے وقت بھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری، مسلم) آپ جمعرات کے دن سفر پر نکلتے تھے۔ (بخاری) اور اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، موطا مالک، نسائی، ترمذی ابو داؤد) منزل پر الگ تھلگ ہو کر بیٹھنے سے منع فرمائی ہے بلکہ ایک جگہ اکٹھے بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ سفر میں تین بھی ہوں تو ایک کو امیر ہونا چاہیے (ابو داؤد) اور یہ بھی فرمایا کہ دوران سفر خوانخواہ سواریوں کو کرسی اور منبر مت بناؤ۔ (ابو داؤد) یعنی جہاں پر رکنا ہو تو وہاں پر اتر جانا چاہیے خوانخواہ ان پر بیٹھے نہیں رہنا چاہیے اور منزل پر سواریوں کے پلان نماز سے پہلے اتارے جاتے تھے۔ (ابو داؤد) اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ آسودگی اور خوشحالی کے وقت جانور کو چرنے وغیرہ کا حق دو اور قحط سالی کے وقت سفر جلدی طے کرو نیز یہ بھی فرمایا کہ

[1] یعنی تو ہی ان کے برے ارادوں کو بدلانے والا ہے۔

رات کو پڑاؤ ڈالتے وقت راستے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ جانوروں کی گذرگاہ اور کیڑوں مکوڑوں کی رہنے کی جگہ ہے۔ (مسلم)

اور جب سواری، ثمر اور زاد راہ زیادہ ہو تو باقی ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ (مسلم) آپ نے اپنے اھل کو سواری پر ردیف بٹھایا ہے۔ (بخاری) چھوٹے بچوں کو بٹھاتے وقت ان کی سلامتی کی دعا کرتے۔ (ابوداؤد) سفر میں اپنے ساتھ ساز کا سامان باجہ اور جانوروں میں بجنے والے آلات باندھنے سے سخت منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے سفر میں فرشتے ساتھ نہیں دیتے۔ (مسلم) نیز دوران سفر ایک آدمی کو حکم دیا کہ جس نے اپنی سواری میں گھنٹی وغیرہ باندھی ہو تو اس کو کاٹ دے۔ (بخاری، مسلم) اپنے ساتھ درندوں کی کھالیں وغیرہ اٹھانے سے بھی منع فرمائی ہے۔ (ابوداؤد) اچانک جانور کو جھٹکا وغیرہ آنے پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، اور جانور کے کودنے بھاگنے اور تکلیف کے وقت یہ آیت پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعاً وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ (آل عمران ع ۹ پ ۳)

”کیا اللہ کے قانون کے علاوہ دوسرا قانون طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کی اشیاء رضامندی سے یا زبردستی اس کے تابع ہیں اور اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

فرمایا کہ اس طرح جانور رک جائے گا۔ (ابن السنی) اور آپ سفر میں پڑاؤ کے وقت دائیں طرف ہوتے تھے اور صبح سے تھوڑا پہلے آرام کرتے وقت کہنی کھڑی کر کے ہتھیلی مبارک رکھ کر سوتے تھے۔ (مسلم) یہ اس لیے کہ کہیں نیند کے غلبہ کی وجہ سے نماز کو دیر نہ ہو جائے۔

مدینہ میں آمد:

سلسلہ:...... پھر جب مدینہ طیبہ پر نظر پڑی تو تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ کلمات پڑھے۔

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔“

”اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے حمد ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدے کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور اکیلے سر دشمنوں کی تمام جماعتوں کو

شکست دی۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ جنگ سے یا عمرہ سے لوٹتے وقت اس طرح کہتے تھے ۔(بخاری، مسلم) آپ دن کے ٹائم معرس ❶ کے راستہ مدینہ میں داخل ہوئے اور شجر ❷ کے راستہ سے نکلے تھے اور آپ کا یہ قانون تھا کہ سفر سے دن کو ضحیٰ کے وقت یا شام کے وقت گھر کی طرف لوٹتے تھے ۔(بخاری، مسلم) سفر اگر لمبا ہوتو رات کے وقت گھر آنے سے منع فرمایا ہے ۔(بخاری، مسلم) اور چھوٹے سفر کے وقت اول رات گھر میں آنے کی اجازت دی ہے ۔(ابو داوٗد) اور فرمایا کہ اگر رات کے وقت آؤ تو اسی وقت گھر میں مت داخل ہو جب تک تمہاری بیویاں صفائی وغیرہ نہ کرلیں ۔اور آپ ﷺ جب مدینہ کے قریب آتے تو حب الوطنی کی وجہ سے سواری کو تیز بھگاتے ۔(بخاری) واپس آتے وقت مدینہ منورہ سے باہر جتنے بھی بچے گھر سے دوڑ کر آتے تھے ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے ۔ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو آگے اور سیدہ فاطمہؓ کے ایک بیٹے کو پیچھے بٹھایا ۔(مسلم) آپ نے سفر سے واپس آ کر سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوکر دو رکعتیں نفل تحیۃ المسجد پڑھی یہ حکم آپ نے جابر رضی اللہ عنہ کو بھی فرمایا تھا ۔(بخاری) آپ نے مدینہ میں سفر سے واپسی پر اونٹ یا گائے ذبح کی ۔(بخاری) آپ نے عورتوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ گھروں میں رہیں ۔(مسند احمد، ابو یعلی موصلی) آپ نے حج کرنے والے کو مبارکباد بھی دی ہے چنانچہ آپ نے عروہ بن مضرس طائی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ❸ افرح روئك یا عروۃ (بزار وغیرہ)

اور فرمایا کہ تمہیں حج کر کے واپس لوٹنے والا ملے تو اس پر سلام کے ساتھ مصافحہ کرو اس کو کہو کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے تیرے لیے دعائے مغفرت کرے ۔(احمد) آپ نے حج وعمرہ کرنے والے اور نمازی کو اللہ تعالیٰ کا وفد قرار دیا ہے ۔(نسائی) اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو گے تو بخشے جاؤ گے اور فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے ۔(بخاری، مسلم) آپ نے مدینہ منورہ میں واپس آنے کے بعد ذوالحجۃ کے باقی دن محرم کا مہینہ اور صفر کے ۲۸، دن وہیں پر رہے جب دو تاریخیں باقی رہ گئی تو آپ بدھ کے دن سیدہ میمونہؓ کے گھر پر بیمار ہوئے اور پیر کے دن ۱۲ تاریخ شام کے وقت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں وفات فرما کر ملأ الاعلیٰ سے جا کر ملے بقول امام طبریٰ کے مکۃ المکرمہ سے نکلنے سے لے کر فوت ہونے تک اندازاً ۸۰، راتیں بنتی ہیں "صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ مَادَامَتِ الْاَیَّامُ وَاللَّیَالِیْ

---

❶ یعنی پچھلی رات پڑاؤ ڈالنے کی جگہ۔تعریس سے لی ہوئی ہے۔

❷ جس کی معنی ہے درخت، یہ وہ درخت ہے جہاں پر آپ ﷺ اُترے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بچے کو جنم دیا جیسے اوپر گذرا۔

❸ نہایۃ میں ہے کہ افرح روعك اذا ذهب عنه الحزن۔

وَالسَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ " اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق حج اور عمرہ کی توفیق عطا فرمائے۔ بلکہ ہر کام میں انکی پیروی اور اتباع نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

تتمہ

''مدینہ المنورہ کی فضیلت''

مدینہ منورہ کی بڑی فضیلت ہے یہاں پر کچھ حدیثیں [1] ذکر کی جاتی ہیں:

(۱)...... امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن اور یہ صحیفہ لکھا جس میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ دو پہاڑوں کے بیچ ''عیر'' سے'' ثور'' تک حرم ہے پھر جس نے اس میں بدعت یا کوئی خراب کام کیا یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اس سے کوئی فدیہ یا عوض نہیں لیا جائے گا۔(بخاری، مسلم)

(۲)......سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ کو دو پتھریلی زمینوں کے بیچ حرام قرار دیتا ہوں جس کی حدود میں نہ درخت کاٹا جائے گا نہ ہی شکار کیا جائے گا۔اگر یہ جانیں کہ ان کے لیے مدینہ میں رہنا بہتر ہے۔اور جو بھی منہ موڑ کر اس کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس سے بھی بہتر آدمی کو لائے گا اور جو اس کی مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے تو میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ ہوں۔(مسلم)

(۳)......ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمۃ کو حرام قرار دیا اور میں مدینہ منورہ کو دو پہاڑیوں کے بیچ حرام قرار دیتا ہوں۔اس میں نہ خون بہایا جائے گا اور نہ ہی لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے گا اور نہ ہی درخت کاٹا جائے گا مگر گھاس اور چارے کی اجازت ہے۔
(مسلم)

(۴)......ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا پھر میں نے آپ ﷺ کو خبر دی آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ جیسا یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا۔اور ان کو صحت نصیب کر اور اس کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما اور وہاں کی بیماری کو جحفہ کی طرف بھیج دے(بخاری، مسلم)

(۵)......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسے گاؤں میں رہنے کا حکم ہوا ہے جو تمام گاؤں پر غالب آنے والا ہے لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے جو لوگوں کو کفر سے

---

[1] مشکواۃ صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰.

ایسے صاف کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کو صاف کرتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۶) ...... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں فرشتے کھڑے ہیں تاکہ اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہو سکیں۔ (بخاری، مسلم)

(۷) ...... جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو طابہ (پاک اور اچھا) کر کے پکارا ہے۔ (مسلم)

(۸) ......سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مدینہ والوں کے لیے بری تجویز سوچے گا وہ ایسے پگھل کر ختم ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۹) ...... انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آئے اور جب مدینہ طیبہ پر نظر پڑتی تو اس کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز بھگاتے۔ (بخاری)

(۱۰)......ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ میں دجال کا خوف اور رعب داخل نہیں ہوگا اس دن اس پر سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے کھڑے ہوں گے۔ (بخاری)

(۱۱)......انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مدینے منورہ میں مکہ سے دگنی برکت عطا فرما۔ (بخاری، مسلم)

مسجد نبوی کی فضیلت:

(۱) ...... بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کے علاوہ باقی مساجد میں پڑھی ہوئی ہزار نمازوں سے میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز پڑھنا بہتر ہے۔ [1]

(۲)......مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد، مسلم، ترمذی، نسائی ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابو الشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آدمیوں نے اس مسجد کے بارے میں اختلاف کیا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری پر رکھی ہوئی ہے۔ ''توبہ ع ۱۳ پ ۱۱''۔ ایک نے کہا یہ مسجد نبوی ہے، دوسرے نے کہا کہ مسجد قبا ہے پھر انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ یہ مسجد رسول اللہ ﷺ یعنی مسجد نبوی ہے۔ مسجد نبوی میں بھی کتنی ہی بھلائیاں ہیں۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، رقم الحدیث: ۱۱۹۰.

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی، رقم الحدیث: ۵۱۴.

مدینہ منورہ کی طرف مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے جانا:

(۱)...... بخاری، مسلم میں ابو سعیدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ دوسری طرف زیارت کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا۔ ❶ مسجد حرام یعنی بیت اللہ ❷ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس ❸ میری مسجد مسجد نبوی ❹ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بصرۃ بن ابی بصرہ کے ساتھ ملا پوچھنے لگے کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا جبل طور سے آرہا ہوں تب وہ مجھے کہنے لگے اگر وہاں جانے سے قبل مجھ سے ملاقات ہوتی تو وہاں نہ جاتے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سواریوں کو بھگا کر تین جگہوں کے علاوہ دوسری جگہ پر زیارت کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا۔ ۱...... مسجد حرام (کعبۃ اللہ) ۲...... میری مسجد (نبوی) ۳...... ایلیا (بیت المقدس) (۴)

ناظرین:...... ان احادیث سے تعلیم ملی کہ قبروں، مزاروں اور آستانوں کی زیارت کی خاطر قصد اور سفر کر کے جانا جائز نہیں ہے۔ وہ صرف ان تین جگہوں تک محدود و مخصوص ہے۔ لیکن علم کی خاطر سفر کرنا۔ نیک بندوں اور دینداروں کی زیارت کے لیے جانے کی احادیث میں ترغیب موجود ہے اس لیے یہ دونوں زیارتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

الف:...... مسلم میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے مسجد میں داخل ہونے والا یہ دعا پڑھے ❺ "اَللّٰهُمَّ افتح لِی اَبوَابَ رَحمَتِكَ"...... اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنّی اَسالُكَ مِن فَضلِكَ" اے اللہ! تجھ سے ہی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

ابن ماجہ ص ۵۶ اور ترمذی ص ۴۲، ج ۱ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: "بِسمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلىٰ رَسُولِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اغفِرلِی ذُنُوبِی وَافتَح لِی اَبوَابَ رَحمَتِكَ."

اللہ کے نام کے ساتھ داخل ہونا شروع کرتا ہوں اور سلام ہوں اللہ کے رسول ﷺ پر اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب نکلتے تھے تو یہ دعا

❶ مشکواۃ ص ٦٨۔
❷ درمنثور صفحه ۲۷۷ جلد ۳.
❸ مشکوٰۃ صفحه ۲۷.
❹ مؤطا مالك صفحه ۳۸، نسائی صفحه ۱٤٥، ج۱.
❺ مشکوٰۃ صفحه ٦٨.

پڑھتے تھے۔

"بِسمِ اللهِ وِالسَّلاَمُ عَلیٰ رَسُولِ اللهِ اللّٰھُمَ اغفِرلِی ذُنُوبِی وَافتَح لِی اَبوَابَ رَحْمَتِكَ."

"اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور سلام ہوں اللہ کے رسول ﷺ پر۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

(ب):...... نکلتے وقت دروازے کے پاس کھڑے ہوکر یہ دعا پڑھے [1] اَللّٰھُمَّ اِنِی اَعُوذُ بِكَ مِن اِبلِیسَ وَجُنُودِهٖ۔ "اے اللہ! میں آپ سے ابلیس اور اس کے لشکر سے پناہ مانگتا ہوں۔

(ج):...... بخاری، مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی مسجد میں داخل ہو وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں پڑھے [2] اس لیے زیارت کی خاطر مسجد نبوی میں داخل ہونے والے کو سب سے پہلے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔

بہشتی باغ:

((عَن اَبِی ھُرَیرَۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهَ ﷺ مَابَینَ بَیتِی وَمِنبَرِی رَوضَةٌ مِن رِیَاضِ الجَنّهِ وَمِنبَرَی عَلیٰ حَوضِی.)) (متفق علیه)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے بیچ کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض کے اوپر ہے۔"

تشریح: ......اس حدیث سے مسجد نبوی کے اس خاص حصہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اس لیے جتنا وقت ملے اس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر تلاوت کلام اور نفلی عبادت کرے، لیکن اکثر وہاں رش ہوتا ہے اس لیے لوگوں کو تنگ کرکے، پھلانگ کے، اپنے آپ کو تکلیف دے کر یا دھکے کھا کر وہاں پہنچنا صحیح نہیں ہے اس طرح کرنے سے ثواب کے بجائے گناہ کا اندیشہ ہوتا ہے پوری کی پوری مسجد تلاوت اور عبادت کے لیے بہتر ہے۔ اس حدیث سے دو خلفاء سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بہت بڑی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ وہ ایسی جگہ پر مدفون ہیں جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے بہشت کا باغ کہا ہے۔ یہ حدیث شیعوں کی مشہور اور معتبر کتاب "الفروع من الکافی" [3] جن کے مصنف ان کے ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی ہیں اور حدیث بروایت امام جعفر صادق مروی ہے۔ اس لیے شیعہ حضرات کو بھی ان کے ایمان، تقویٰ اور

---

[1] ابن سنی صفحه ٤٣.

[2] مشکوٰة صفحه ٦٨.

[3] صفحه ٥٥ـ٤٥٤ـجلد نمبر ٤ـطبع تهران.

ولایت کے بارے میں شک نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کے حق میں کم وبیش کہنا چاہیے۔ کیوں کہ ان کا ایمان اور اعلیٰ رتبہ ایسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو سنی خواہ شیعہ دونوں کی متفق علیہ ہے۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری مسجد میں مسلسل چالیس نمازیں پڑھیں اور بیچ میں کوئی نماز فوت نہیں ہوئی تو اس کے لیے جہنم کی آگ، عذاب اور نفاق سے برأت لکھی جائے گی۔ ❶

ناظرین! یہ ایک فضیلت اور بھلائی ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے۔ مگر ایسا کرنا نہ فرض ہے اور نہ ہی حج کے احکام میں سے ہے۔ بعض لوگ اس کے فوت ہونے پر حسرت یا حج میں شک کرتے ہیں یہ محض جہالت ہے۔ بعض اوقات سفر کا وقت قریب آجاتا ہے اور آدمی چالیس نمازیں پوری نہیں کرسکتا تو اس پر اسے تنگ دل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے حج اور زیارت میں کوئی فرق نہیں آتا اگر بغیر کسی تکلیف کے موقعہ ملے تو یہ بھلائی حاصل کرنی چاہیے۔

قبر مبارک کی طرف جانا:

تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد قبر نبوی مبارک کی طرف زیارت کے لیے جائے اور سلام کہے جس طرح قبرستان میں داخل ہوتے وقت سلام کہنے کا حکم ہے۔ اس کے متعلق دو حدیثیں ❷ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)...... مسلم میں بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبرستان کی طرف جاتے وقت یہ دعا سکھائی تھے۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم اَھلَ الدِیَارِمِنَ اَلمُومِنِینَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا ان شَاءَ اللهُ لَکُم لَلا حِقُوْنَ نسألُ اللهَ لَنا وَلَکُم العَافِیَۃَ ."

"سلامتی ہو ان گھروں والے مومنوں اور مسلمانوں پر اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ضرور ملنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کی دعا مانگتے ہیں۔"

(۲)...... ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورۃ میں قبرستان کے پاس سے گذرے پھر اس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا یعنی دعا مانگی۔

"اَلسلامُ عَلَیکُم یٰا اَھلَ القُبُورِ یَغفِرُاللهُ لَنا وَلَکُم اَنتم سَلَفنا وَنحنُ بِالاَثر ."

"سلامتی ہو تم پر اے قبروں والے! اللہ ہمیں اور تم کو بخشے، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم

❶ احمد والطبرانی فی الاوسط ورجاله ثقات کما فی مجمع الزوائد صفحه ۸ جلد ٤

❷ مشکوٰۃ صفحه ١٥٤ ـ(۳) وقال هٰذا حدیث غریب.

تمہارے پیچھے۔ ان دونوں سلاموں میں سے جو بھی پڑھے کافی ہے اور اگر دونوں پڑھے تو بھی صحیح ہے۔''

فصل:...... بار بار قبر مبارک پر آنا مسنون نہیں ہے بلکہ پوری مسجد میں جہاں درود وسلام زیادہ سے زیادہ پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ میری قبر کو عید (بار بار آنے کی چیز) مت بناؤ، اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھتے رہو کیونکہ تمہاری صلوٰۃ مجھ پر پہنچتی ہے پھر چاہے تم کہاں بھی ہو [1] علی بن حسین زین العابدین سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو نبی ﷺ کی قبر مبارک میں ایک کھڑکی سے داخل ہو کر دعا مانگتا تھا پھر اس کو منع کی اور کہا کہ میں تجھے حدیث نہ بتاؤں جو میں اپنے والد سے اور انہوں نے میرے دادا (یعنی علی رضی اللہ عنہ) سے سنی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری قبر کو عید مت بناؤ اور اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھتے رہو کیونکہ تم جہاں پر بھی ہو تمہارا سلام مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ [2]

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ بار بار قبر مبارک پر آنا اور سلام ودعا پڑھنا مسنون طریقے کے خلاف ہے اس کے متعلق سنن سعید بن منصور میں حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے اس کے آخر میں ہے۔ ''مَا اَنْتُمْ وَمَنْ بِالا نْدُلُسِ اِلا سَوَاءٌ'' یعنی بار بار آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور تو یہاں پر درود پڑھے یا مغرب کے شہر اندلس میں پڑھے۔ دونوں برابر ہیں [3] ایک مرتبہ جانا کافی ہے۔ باقی عورتوں کو تو قبر مبارک پر ہرگز نہیں جانا چاہیے کیوں کہ عورت کے قبر پر جانے کے بارے میں نبی ﷺ نے تنبیہ اور لعنت فرمائی ہے۔ [4]

مسجد قبا کی فضیلت:

بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ کے دن کبھی پیدل کبھی سواری پر مسجد قبا کی طرف آتے تھے اور اس میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۶۸) اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد وہاں مساجد کی زیارت کرنے کی کوئی منع نہیں ہے۔ اسی طرح احد پہاڑ کی بھی زیارت کرسکتا ہے جس کے لیے بخاری میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۰)

---

[1] رواہ ابو داؤد باسناد حسن، رواتہ ثقات کذافی کتاب التوحید للشیخ محمد بن عبدالوھاب صفحہ ۵۶۔۵۷۔مع شرح فتح المجید.

[2] رواہ فی المختارۃ کما فی کتاب التوحید صفحہ ۲۵۹تا۲۶۱ .

[3] فتح المجید۔ صفحہ ۲۵۸۔(٤) مشکوٰۃ صفحہ ۱۵٦(ترمذی)

اسی طرح شہداء احد اور بقیع الغرقد کے قبرستانوں کی زیارت کرنا اور وہاں عبرت لینا اور ان کے حق میں دعا مانگنا جائز ہے۔ مگر باہر سے خصوصی قصد کر کے اور سفر کر کے آنا جائز نہیں ہے۔

الغرض وہاں پر جتنا بھی ٹائم ملے عبادت نیکی، تلاوت اور صلوٰۃ میں گذارے اور کچھ لوگ وہاں سے روضہ کی دیوار کے گرے ہوئے ٹکڑے لے کر آتے ہیں اور مٹی کے بنے وہ ٹکڑے جن پر مہر لگی ہوئی ہے جن کو وہ خاک شفا کہتے ہیں۔ یہ سارے کام ناجائز اور شرکیہ کاموں میں داخل ہیں جن کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فائدہ:...... حج کے تفصیلی احکام ہم نے اپنی تفسیر بنام بدیع التفاسیر میں بھی ذکر کیے ہیں۔ خصوصاً البقرۃ رکوع ''۱۵۔۲۴'' اور ''۲۵'' کی تفسیر دیکھی جا سکتی ہے۔

نقله فی اللغة الاردیه
منیر احمد جونیجو
(جامعہ بحر العلوم السّلفیہ)
بتاریخ......۲۰۱۱/۱۱/۲۹۔ بوقت/۲۵:۱۰ شب

****

المقالة الثامنة

الأربعين فی الأحادیث

چالیس احادیث کا مجموعہ

سلف محدثین عظام کا وطیرہ رہا ہے کہ انہوں نے گلدستہ حدیث کو ''اربعین'' کے نام سے موسوم کیا ہے بعض نے ایک موضوع پر اور بعض نے مختلف موضوعات احادیث نبویہ کو یکجا کرنے کی کوشش کی تھی تو سیّد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ نے بھی اسی انداز میں سندھی زبان میں ایک احادیث کا مجموعہ جمع کیا تھا جس کو اُردو میں ہمارے محترم اُستاد شیخ عبد الجبار رحمہ اللہ کے لائق و فائق فرزند ارجمند شیخ عبد الحمید گوندل صاحب نے اُردو قالب میں بڑے ہی نفیس انداز میں ڈھالا ہے اللہ تعالیٰ تمام کی جھود قبول ومنظور فرمائیں۔ آمین

(الازہری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
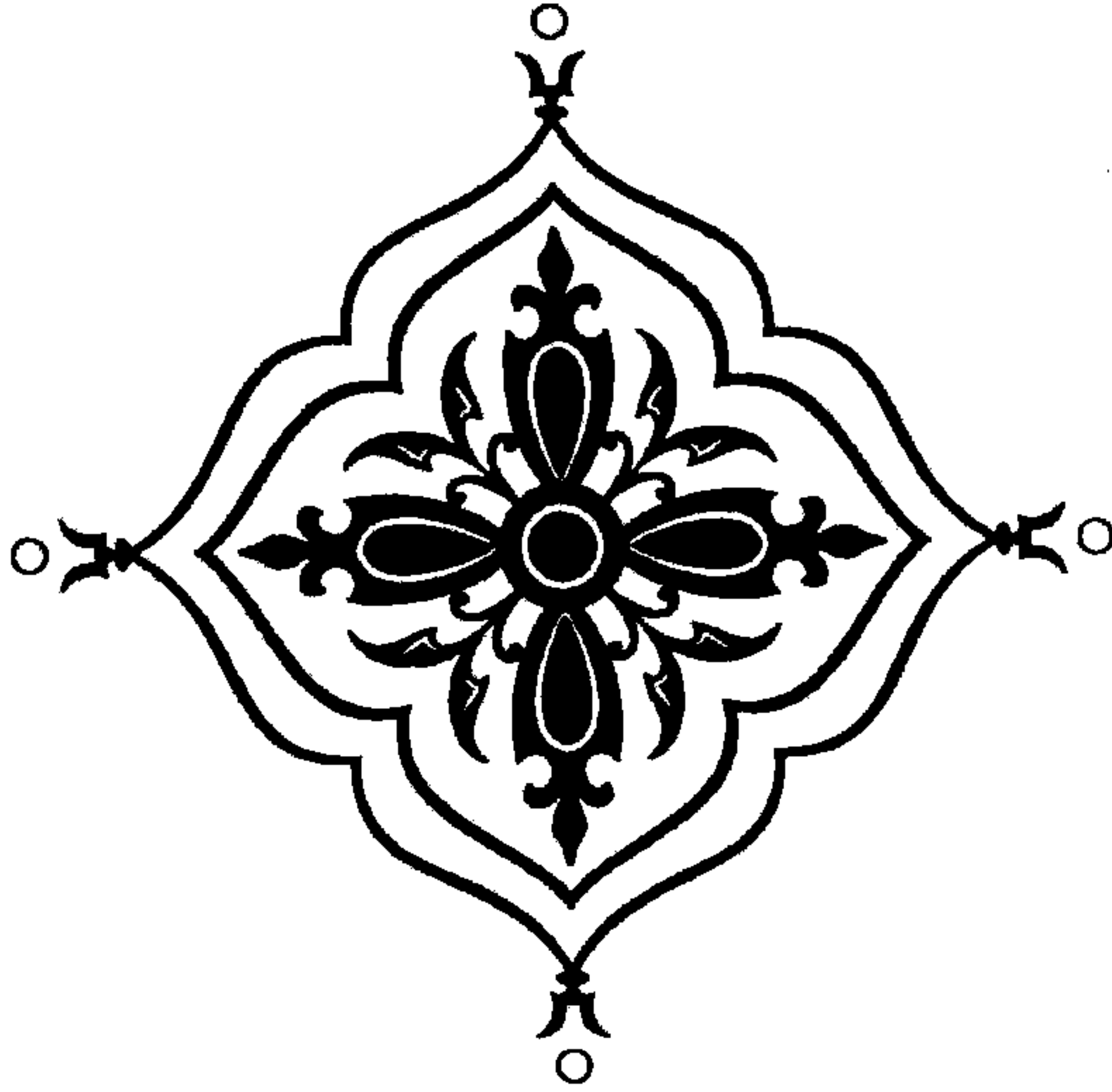
ارکان اسلام

حدیث نمبر ❶:

((عَنِ ابنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُلهِ ﷺ بُنِیَ الاِسلَامُ عَلٰی خَمس شَهَادہِ اَن لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَنَّ مُحَـمَّدًا عَبدُہُ وَرَسُولُه وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالحَجِّ وَصَومِ رَمَضَانَ. " (متفق علیه . مشکوٰة کتاب الایمان ج۱ ص۱۲)

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ دوسرا یہ کہ نماز قائم کرنا تیسرا زکوۃ ادا کرنا چوتھا حج کرنا اور پانچواں رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔''

جنت میں داخل کرنے والے اعمال

حدیث نمبر ❷:

((عَن اَبِی هُرَیرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتیٰ اَعرَابِیٌّ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِی عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلتُه دَخَلتُ الجَنَّةَ قَالَ تَعبُدُ اللهَ وَلَا تُشرِكُ بِهٖ شَیئاً وَتُقِیمُ الصَّلٰوۃَ المَکتُوبَةَ وَتُودِّی الزَّکٰوۃَ المَفرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ لَا اَزِیدُ عَلٰی هٰذَا شَیئاً وَلَا اَنقُصُ مِنهُ فَلَمَّا وَلّیٰ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَن سَرَّہ اَن یَنظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِن اَهلِ الجَنَّةِ فَلیَنظُر اِلٰی هٰذَا. "

(متفق علیه، مشکوة کتاب الایمان ج۱ ص۱۲)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا فرض نماز ادا کرنا، فرض زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس میں ذرہ بھر زیادتی اور کمی نہیں کروں گا جب وہ واپس ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق

حدیث نمبر ❸:

((عَن مَعَاذٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنتُ رِدفَ النَّبِیِّ ﷺ عَلیٰ حِمَارٍ لَیسَ بَینِی وَبَینَہُ اِلَّا مُؤخِرَۃُ الرَّحلِ فَقَالَ یَا مَعَاذُ هَل تَدرِی مَاحَقُّ اللّٰہِ عَلیٰ عِبَادِہٖ وَمَا حَقُّ العِبَادِ عَلیٰ اللّٰہِ ؟ قُلتُ اللّٰہُ وَرَسُولُہ اَعلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ لِلّٰہِ عَلَی العِبَادِ اَن یَّعبُدُوہُ وَلَا یُشرِکُوا بِہٖ شَیئاً وَحَقُّ العِبَادِ عَلیٰ اللّٰہِ اَن لَّا یُعَذِّبَ مَن لَّا یُشرِکُ بِہٖ شَیئاً فَقُلتُ یَارَسُولَ اللّٰہِ اَفَلا اُبَشِّرُ بِہٖ شَیئاً فَقُلتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ اَفَلا اُبَشِّرُ بِہٖ النَّاسَ ؟ قَالَ لاَ تُبَشِّرهُم فَیَتَّکِلُوا۔"

(متفق علیه مشکوۃ ج۱ ص۱۴۔۱۳ کتاب الایمان)

"سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا میرے اور نبی ﷺ کے درمیان اونٹ کے پالان کی لکڑی کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! کیا جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنادوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں خوشخبری نہ دو کیونکہ وہ اس پر توکل کرلیں گے۔ یعنی اعمال میں کوتاہی کریں گے۔"

حدیث نمبر ❹:

① ...... گناہوں کا کفارہ

((عَن عُبَادَۃِ بنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ وَحَولَہُ عِصَابَۃٌ مِّن اَصحَابِہٖ بَایِعُونِی عَلیٰ اَن لَّا تُشرِکُوا بِاللّٰہِ شَیئاً وَّلاَ تَسرِقُوا وَلَا تَزنُوا وَلَا تَقتُلُوا اَولَادَکُم وَلَا تَاتُوا بِبُهتَانٍ تَفتَرُونَہ بَینَ اَیدِیکُم وَاَرجُلِکُم وَلَا تَعصَوا فِی مَعرُوفٍ فَمَن وَفیٰ مِنکُم فَاَجرُہ عَلَی اللّٰہِ وَمَن اَصَابَ مِن ذٰالِکَ شَیئاً فَعُوقِبَ بِہٖ فِی الدُّنیَا فَهُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہُ وَمَن اَصَابَ مِن ذٰلِکَ شَیئاً ثُمَّ سَتَرَہُ اللّٰہُ

فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِن شَآءَ عَنهُ وَاِن شَآءَ عَاقَبه فَبَايَعنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ .))

(متفق عليه مشكوة كتاب الايمان ج١ ص١٣)

” سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ ان باتوں پر بیعت کرو۔ (۱)...... اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ (۲)...... اور نہ چوری کرو گے (۳)...... اور نہ زنا کرو گے۔ (۴)...... اور نہ کسی کو ناحق قتل کرو گے۔ (۵)...... اور نہ ہی کسی پر جھوٹا بہتان باندھو گے (۶)...... اور نہ ہی اچھائی کے کاموں میں نافرمانی کرو گے۔ تو جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جس نے ان میں سے کسی میں نافرمانی کی اور دنیا میں اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ سزا اس کا کفارہ بن جائے گی اور اگر کسی نے ان میں سے کوئی جرم کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا تو پھر اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے تو اسے بخش دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے تو پھر ہم نے ان تمام باتوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔“

۲...... گناہوں کا کفارہ

حدیث نمبر ۵:

((عَـن اَبِـى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَـالَ قَـالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلصَّـلٰـوٰاتُ الخَمسُ وَالجُمعَةُ اِلَى الجَمعَةِ وَرَمَضَانَ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّراتٌ لِّمَا بَينَهُنَّ اِذَا اجتُنِبَتِ الكَبَائِرُ .)) (رواه مسلم . كتاب الصلوٰاة مشكوة ص٥٧)

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پنج وقتہ نماز اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان میں کئے گئے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک بڑے (کبیرہ گناہ) سے اجتناب کرتے رہو گے۔“

پنج وقتہ نماز کی اہمیت

حدیث نمبر ۶:

((عَـن اَبِـى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَـالَ قَـالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَيتُم لَو اَنَّ نَهراً بِبَابِ اَحـدِكُـم يَغتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يومٍ خَمساً هَل يَبقٰى مِن دَرَنِهٖ شَيءٌ قَالُوا لَا يَبقٰى

مِن دَرَنِہٖ شَیء ٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الخَمسِ یَمحُو اللهُ بِهِنَّ الخَطَایَا .)) (متفق علیه مسکوه کتاب الایمان ج١ ص٥٧)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتائیے کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا میل کچیل میں سے کچھ اس کے (جسم پر) رہے گی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ میل میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل

حدیث نمبر ➐:

((عَنِ ابنِ مَسعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَألتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الاَعمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ قَالَ الصَّلوٰهُ لِوَقتِهَا قُلتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّ الوَالِدَین قُلتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ اَلجِهَادُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِی بِهِنَّ وَلَوِ استَزَدتُّهُ لَزَادَنِی .))

(متفق علیه مشکوة ص ٥٨ کتاب الصلوة)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ تمام اعمال میں سے سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے ہاں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے مقررہ وقت پر ادا کرنا میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا یہ باتیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتائیں اور اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ ﷺ زیادہ بتاتے۔''

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

حدیث نمبر ➑:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَقُّ المُسلِمِ عَلَی المُسلِمِ سِتٌّ قِیلَ مَا هُنَّ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا لَقِیتَهُ فَسَلِّم عَلَیهِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبهُ وَاِذَا استَنصَحَكَ فَانصَح لَهُ وَاِذَا عَطِسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدهُ

وَاِذَا مَاتَ فَاتْبَعْهُ .))

(رواه مسلم مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادة المریض وثواب المرض ص ۱۳۳)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں عرض کیا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اس سے ملو اس وقت اس کو سلام کرو اگر وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو اور اگر وہ تجھ سے خیر خواہی کا مشورہ طلب کرے تو تم اس کی خیر خواہی کرو اور جب وہ چھینک مارے اور الحمدللہ کہے تو تم اس کو یرحمک اللہ کے ساتھ جواب دو اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔''

۱ ...... زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا

حدیث نمبر ۹:

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكوٰتَه مُثِّلَ لَه مَالَه يَومَ الْقِيَامَةِ شُجَاعاً اَقْرَعَ لَه زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُه يَومَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِى شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ الاية .)) (آل عمران: ۱۸۰)

(رواه البخاری مشکوٰۃ ص ۱۵۵ کتاب الزکاۃ)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ اس کی گردن کا طوق بنے گا اور پھر اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تمہارا مال اور تمہارا خزانہ ہوں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ: نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس کے ساتھ جو فضل (مال) اللہ نے انہیں عطا کیا ہے کہ وہ بخل ان کے لیے اچھا ہے بلکہ وہ بخل ان کے لیے برا ہے اور جس چیز میں بخل کیا ہوگا وہ قیامت کے دن (ان کی گردنوں میں) طوق بنا کر پہنا دی جائے گی۔''

حدیث نمبر ⓾:

②......زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا

((عَنْ اَبِی ذَرّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیّ ﷺ قَالَ مَا مِن رَجُلٍ یکُونُ لَه اِبلٌ اَوبَقَرٌ اَو غَنَمٌ لا یُوَدِّی حَقَّهَا اِلَّا اُتِیَ بِهَا یومَ القِیَامَةِ اَعظَمُ مَا یکُونُ وَاَسمَنُه تطَاه بِاَخفَافِهَا وَتَنطِحه بِقُرُونِهَا کُلَّمَا جَازَت اُخرَاهَا رُدَّت عَلَیهِ اُولٰهَا حَتّٰی یُقضیٰ بَینَ النَّاسِ.)) (متفق علیه مشکوة ص ١٥٦۔١٥٥ کتاب الزکوة)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں اور وہ ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا تو ان (جانوروں) کو قیامت کے دن موٹا تازہ کر کے لایا جائے گا اور پھر اس شخص کو (وہ مال) اپنے کھروں کے ساتھ روندے گا اور جب آخری جانور گذر جائے گا تو دوبارہ پہلا آنا شروع ہو جائے گا جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔"

سخی کی فضیلت اور بخیل کی مذمت

حدیث نمبر ⑪:

((عَنْ اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِن یَومٍ یُّصبِحُ العِبَادُ فِیهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنزِلَانِ فَیقُولُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعطِ مُنفِقاً خَلَفاً وَیَقُولُ الاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعطِ مُمسِکاً تَلَفاً.))

(متفق علیه مشکوة ص ١٦٤ ج ١ باب الانفاق وکراهیة الامساك)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح کو بندوں کے پاس دو فرشتے اترتے ہیں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! تیرے راستے میں خرچ کرنے والوں کو (بدلہ) عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تباہ و برباد کر دے۔"

ظلم اور بخل کی سزا

حدیث نمبر ⑫:

((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِتَّقُوا الظُّلمَ فَاِنَّ الظُّلمَ ظُلُمَاتٌ

يَومَ القِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهلَكَ مَن كَانَ قَبلَكُم حَمَلَهُم عَلٰى اَن سَفَكُوا دِمَاءَ هُم وَاستَحَلُّوا مَحَارِمَهُم .))

(رواه مسلم مشكوة باب الانفاق وكراهية الامساك ج١ ص ١٦٤)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن کر نظر آئے گا اور بخیلی سے بچو کیونکہ تم سے پہلوں کو بخیلی نے ہلاک کیا کہ انہیں خونریزی اور حرام کے کاموں میں کود پڑنے پر مجبور کیا۔''

صدقے کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۳:

((عَن اَبِی هُرَيرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن تَصَدَّقَ بِعَدلِ تَمرَةٍ مِن كَسبٍ طَيِّبٍ وَّلَا يَقبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهٖ ثُمَّ يُرَبِّهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّى اَحَدُكُم فُلُوَّه حَتّٰى تَكُونَ مَثَلَ الجَبَلِ .))

(متفق عليه مشكوٰة ج١ ص١٦٧ باب فضل الصدقة)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر خیرات کی اور اللہ تعالیٰ پاک کمائی کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں گھماتا ہے پھر اس (صدقے) کو ایسے پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ) ایک بڑے پہاڑ کے برابر ہو جائے گا۔''

قرآن کے متعلّم اور معلم کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۴:

((عَن عُثمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَيرُكُم مَن تَعَلَّمَ القُرآنَ وَعَلَّمَه .))

(رواه البخاری مشكوٰة ج١ ص١٨٣ كتاب فضائل القرآن)

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں سے وہ شخص بہترین ہے جو خود قرآن سیکھے اور پھر دوسروں کو سکھائے۔''

دعا کی قبولیت کی شرائط

حدیث نمبر ⑮:

((عَنْ اَبِی هُرَیرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَم یَدْعُ بِاِثْمٍ اَو قَطِیعَۃِ رَحِمٍ مَالَم یَسْتَعْجِل قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ یَقُولُ قَد دَعَوتُ وَقَد دَعَوتُ فَلَم اَرَیُسْتَجَابُ لِی فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذَالِكَ وَیَدَعُ الدُّعَاءَ .)) (رواہ مسلم مشکوٰۃ ج۱ ص۱۹۴ کتاب الدعوات)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کے بارے میں دعا نہیں کرتا اور جب تک وہ عجلت (جلد بازی) سے کام نہیں لیتا پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ عجلت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کہے گا کہ میں نے بہت دعائیں مانگیں مگر قبول نہیں ہوئیں پھر وہ نا امید ہوکر دعا مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔''

رمضان کی فضیلت

حدیث نمبر ⑯:

((عَنْ اَبِی هُرَیرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِی رِوَایَۃٍ فُتِحَت اَبوَابُ الجَنَّۃِ وَغُلِّقَت اَبوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلسِلَت الشَّیَاطِینُ وَفِی رِوَایَۃٍ فُتِحَت اَبوَابُ الرَّحمَۃِ .))

(متفق علیہ مشکوٰۃ ج۱ ص ۱۷۳ کتاب الصوم)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''

روزہ، قیام اللیل اور لیلۃ القدر کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۷:

((عَنْ اَبِی هُرَیرَة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیمَاناً وَّاِحتِسَاباً غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِہٖ وَمَن قَامَ رَمَضَانَ اِیمَاناً وَّاِحتِسَاباً غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِہٖ وَمَن قَامَ لَیلَةَ القَدرِ اِیمَاناً وَّاِحتِسَاباً غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِہٖ .)) (متفق علیه مشکوٰۃ ج۱ ص ۱۷۳ کتاب الصوم)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے سابقہ سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان اور ثواب کی امید کیساتھ رمضان میں قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

روزہ دار کی فضیلت اور روزے کے آداب

حدیث نمبر ۱۸:

((عَنْ اَبِی هُرَیرَة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ کُلُّ عَمَلِ ابنِ آدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشرِ اَمثَالِهَا اِلیٰ سَبعِ مَائَةِ ضِعفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ اِلَّا الصِّیام فَاِنَّهُ لِی وَاَنَا اَجزِی بِهٖ یَدَعُ شَهوَتَه وَطَعَامَه مِن اَجلِی لِلصَّائِمِ فَرحَتَان فَرحَةٌ عِندَ فِطرِہٖ وَفَرحَةٌ عِندَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطیَبُ عِندَ اللّٰہِ مِن رِیحِ المِسكِ وِالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا کَانَ یَومُ صَومِ اَحدِکُم فَلَا یَرفُثُ وَلَا یَصخَبُ فَاِن سَابَه اَحَدٌاَو قَاتَلَه فَلیَقُل اِنِّی مَرءٌ صَائِمٌ .))

(متفق علیه مشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۳ کتاب الصوم)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم کی اولاد کا ہر عمل بڑھا کر دُگنا کر دیا جاتا ہے ایک نیکی سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مگر روزہ صرف میرے لیے ہے اس کا بدلہ بھی میں خود اس کو دوں گا میرے لیے وہ اپنی خواہش اور کھانا چھوڑ دیتا ہے روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک روزہ افطار کرتے

وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت، روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک وعنبر کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ (گناہوں کے لیے) ڈھال ہے جس دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ اس وقت بیہودہ گوئی اور شور شرابہ نہ کرے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا جھگڑا کرے تو اسے کہے میں روزہ سے ہوں۔''

حج کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۹:

((عَنْ اَبِی هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن حَجَّ لِلّٰهِ فَلَم يَرفُث وَلَم يَفسُق رَجَعَ كَيَومِ وَلَدَ اُمُّه .)) (متفق علیه مشکوٰة ج ۱ ص ۲۲۱ کتاب المناسك)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کی خاطر حج کیا اور پھر بیہودہ گوئی نہیں کی اور نہ ہی نافرمانی کا کوئی کام کیا تو وہ ایسے واپس آئے گا جیسے اسی دن اسے اس کی ماں نے جنا ہو۔''

رمضان میں عمرے کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۰:

((عَنِ ابنِ عَبَاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ عُمرَةَ فِی رَمَضَانَ تَعدِلُ حَجَّةً .)) (متفق علیه مشکوٰة ج ۱ ص ۲۲۱ کتاب المناسك)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔''

یوم عرفہ کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۱:

((عَن عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِن يَومٍ اَكثَرَ مِن اَن يُّعتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبدًا مِّنَ النَّارِ مِن يَومِ عَرَفَةَ وَاِنَّه لَيَدنُوا ثُمَّ يُبَاهِی بِهِمُ المَلَائِكَةَ فَيَقُولُ مَا اَرَادَ هٰؤُلَاءِ .)) (رواه مسلم مشکوٰة ج ۱ ص ۲۲۸ باب الوقوف بعرفة)

''سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا

کوئی دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفات کے دن سے بڑھ کر لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے پھر فرشتوں میں ان (روزے داروں پر) فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انھوں نے کیا ارادہ کیا ہے۔"

محنت کی عظمت

حدیث نمبر ۲۲:

((عَنِ المِقدَامِ بنِ مَعدِیکَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَیراً مِّن اَن یَّاکُلَ مِن عَمَلِ یَدَیهِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَیهِ السَّلَامُ کَانَ یَاکُلُ مِن عَمَلِ یَدَیهِ .))

(رواہ البخاری مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال ج ۱ ص ۲٤۱)

"سیدنا مقداد بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے بھی کبھی اس سے بڑھ کر اچھا کھانا نہیں کھایا جو اس کے ہاتھ کی کمائی سے ہو بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے کھاتے تھے۔"

۱ ...... حلال رزق کھانے کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۳:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لا یَقبَلُ اِلَّا طَیِّباً وَّاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤمِنِینَ بِمَا اَمَرَ بِهٖ المُرسَلِینَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعمَلُوا صَالِحاً وَقَالَ تَعَالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُلُوا مِن طَیِّبَاتِ مَا رَزَقنَاکُم ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیلُ السَّفرَ اَشعَثَ اَغبرَ یَمُدُّیَدَیهِ اِلَی السَّمَاءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلبَسَهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالحَرَامِ فَاَنّٰی یُستَجَابُ لِذٰلِكَ .))

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲٤۱ باب الکسب وطلب الحلال)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک کے علاوہ کوئی دوسری چیز قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہ حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے رسولوں کو دیا تھا چنانچہ فرمایا کہ "اے ایمان والو ان پاک چیزوں میں

سے کھاؤ جو ہم نے آپ کو دی ہیں'' (البقرہ) پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ حالت میں ہوتا ہے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے (کہتا ہے) اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا اور پینا حرام کا اور لباس حرام کا ہے اور اس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہے تو پھر ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہوگی۔''

حدیث نمبر ۲۴:

۲...... حلال رزق کمانے کی فضیلت

((عَنِ النُّعمَان بنِ بَشِیرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلحَلالُ بَیِّنٌ وَالحَرَامُ بَیِّنٌ وَ بَینَهُمَا مُتَشَابِهَاتٌ لَا یَعلَمُهُنَّ کَثِیرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبهَاتِ اِستَبرَاَ لِدِینِهٖ وَعِرضِهٖ وَمَن وَقَعَ فِی الشُّبهَاتِ وَقَعَ فِی الحَرَامِ کَالرَّاعِی یَرعَی حَولَ الحِمٰی یُوشِكُ اَن یَرتَعَ فِیهِ اَلَا وَ اِنَّ لِکُلِّ مَلِكٍ حِمًی اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِی الجَسَدِ مُضغَةً اِذَا صَلُحَت صَلُحَ الجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَت فَسَدَ الجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ القَلبُ .))

(متفق علیه مشکوٰة باب الکسب وطلب الحلال ج۱ ص۲۴۱)

''سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر اور ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پھر جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شخص شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہوگیا اس چرواہے کی طرح جو چراگاہ کے اردگرد (مویشی) چرارہا ہے قریب ہے کہ اس میں اندر داخل ہو جائے خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ حرام کردہ چیزیں ہیں خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہوگا تو سارا جسم صحیح ہوگا اور اگر وہ خراب ہوگا تو سارا جسم خراب ہو جائے گا خبردار وہ دل ہے۔''

سود کی مذمت

حدیث نمبر ۲۵:

((عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اٰکِلَ الرِّبٰو وَ مُوکِلَه وَ کَاتِبَه وَ شَاهِدَیهِ وَقَالَ هُم سَوَاءٌ .)) (رواہ مسلم مشکوٰة ج۱ ص ۲۴۴ باب الربٰو)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ اس کے (گناہ میں) برابر ہیں۔''

کبیرہ گناہ

حدیث نمبر ۴۰:

((عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ مَسعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسولَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الذَّنبِ اَکبَرُ عِندَ اللّٰهِ ؟ قَالَ ان تدعُوَ للّٰهِ نِدًا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَن تَقتُلَ وَلَدَكَ خشیَةَ ان یَطعَمَ معَكَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَن تُزَانِیَ حَلِیلَةَ جَارِكَ فَانزَلَ اللّٰهُ تَصدِیقَهَا وَالَّذِینَ لَا یَدعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقتُلُونَ النَّفسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالحَقِّ وَلَا یَزنُونَ الآیه .))

(متفق علیه مشکوٰة ج۱ ص ۱۶ باب الکبائر وعلامات النفاق)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ ساتھ شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس نے کہا کہ اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرو وہ تمہارے ساتھ نہ کھائے پھر اس نے پوچھا کہ اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس کی تصدیق اتار دی۔ ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو نہیں پکارتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے قتل کرنا حرام کیا ہے سوائے حق کے اور نہ زنا کرتے ہیں۔''

سات ہلاک کرنے والے گناہ

حدیث نمبر ۴۱:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِجتَنِبُوا السَّبعَ المُوبِقَاتِ قَالُوا یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ اَلشِّركُ بِاللّٰهِ وَالسِّحرُ وَقَتلُ النَّفسِ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالحَقِّ وَاَكلُ الرِّبٰو وَاَكلُ مَالِ الیَتِیمِ وَالتَّوَلِّی یَومَ الزَّحفِ

وَقَذفُ المُحصَنَاتِ المُؤمِنَاتِ الغَافِلَاتِ .))

(متفق علیه مشکوٰة ج ۱ ص ۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات بڑے ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون سے ہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا کہ ایک تو یہ کہ (۱)...... اللہ کے ساتھ شریک بنانا۔ (۲)...... کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔ (۳)...... جادو کرنا۔ (۴)...... سود کھانا۔ (۵)...... یتیم کا مال کھانا۔ (۶)...... میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ (۷)...... پاک دامن اور بے خبر مومن عورت پر تہمت لگانا۔''

منافق کی نشانیاں

حدیث نمبر ۲۸:

((عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عَمرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَربَعٌ مَن كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَن كَانَ فِيهِ خَصلَةٌ مِّنهُنَّ كَانَت فِيهِ خَصلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اُوْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَّاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ .)) (متفق علیه مشکوٰة ج ۱ ص ۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق)

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں چار عادات (نشانیاں) پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا۔ اور کس میں ان میں سے کوئی ایک عادت ہوگی تو وہ نفاق کی علامت ہے۔ جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ اور جب بولے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو دھوکہ دے۔ اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔''

۱ ...... مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۹:

((عَن اَبِى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيتَ مُعسِرًا تَجَاوَز عَنهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَن يَتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِىَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنهُ .)) (متفق علیه مشکوٰة ج ۱ ص ۲۵۱ باب الافلاس والانظار

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیتا تھا اور پھر خادم کو کہتا تھا کہ جب تم کسی تنگ دست کے پاس آؤ تو اس سے در گزر کرنا امید ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ بھی ہم سے در گذر فرمادے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ شخص اللہ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے در گزر فرما دیا۔''

حدیث نمبر ۳۰:

۱ ...... مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت

((عَن اَبِی قَتَا دَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ مَن اَنظَرَ مُعسِرًا اَو وَضَعَ عَنهُ اَنجَاهُ الله مِن کُرَبِ یُومِ القِیَامَةِ .))

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ج۱ ص ۲۵۱ باب الافلاس والانظار)

''سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اسے معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی تکالیف سے نجات دے گا۔''

شہید کی عظمت

حدیث نمبر ۳۱:

((عَن اَبِی قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَیتَ اِن قُتِلتُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ صَابِراً مُحتَسِباً مُقبِلاً غَیرَ مُدبِرٍ یُکَفِّرُ اللهُ عَنِّی خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نَعَم فَلَمَّا اَدبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ نَعَم اِلَّا الدَّینُ کَذٰلِكَ قَالَ جِبرَئِیلُ .)) (رواہ مسلم مشکوٰۃ ج۱ ص ۱۵۲ باب الافلاس والانظار)

''سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید کیساتھ اور میں (میدان جنگ میں) آگے بڑھنے والا ہوں پیچھے ہٹنے والا نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو مٹادے گا ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جب وہ واپس ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو آواز دی اور کہا کہ ہاں سوائے قرض کے اور اسی طرح جبرئیل نے کہا ہے۔''

کسی کی زمین غصب کرنے والے کی سزا

حدیث نمبر ۳۲:

((عَن سَعِيدِ بنِ زَيدِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن اَخَذَ شِبراً مِنَ الاَرضِ ظُلمًا فَاِنَّه يُطوِّقُه يومَ القِيامَةِ مِن سَبعِ اَرضينَ .))

(متفق عليه مشكوٰة ج١ ص٢٥٤ باب الغضب والعارية)

''سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک بالش کے برابر ناحق کسی سے زمین چھینی تو اسے قیامت کے روز سات زمینوں کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔''

چور اور ظالم کی سزا

حدیث نمبر ۳۳:

((عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنكَسَفَتِ الشَّمسُ فِی عَهدِ رَسُول اللّٰهِ ﷺ يومَ مَاتَ اِبراَهِيمُ بنُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَربَعِ سَجَدَاتٍ فَانصَرَفَ وَقَد اٰضَتِ الشَّمسُ وَقَالَ مَا مِن شَیءٍ تُوعَدُونَه اِلَّا قَد رَاَيتُه فِی صَلٰوتِی هٰذِهٖ لَقَد جِیءَ بِالنَّارِ وَذٰلِكَ حِينَ رَاَيتُمُونِی تَاَخَّرتُ مَخَافَةَ اَنَّ يُصِيبَنِی مِن لَفحِهاَ وَحَتّٰى رَاَيتُ فِيهَا صَاحِبَ المِحجَنِ يَجُرُّ قُصبَه فِی النَّارِ وَكَانَ يَسرِقُ الحَاجَّ بِمِحجَنِهٖ فَاِن فُطِنَ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحجَنِی وَاِن غُفِلَ عَنهُ ذَهَبَ بِهٖ وَحَتّٰى رَاَيتُ فِيهَا صَاحِبَةَ الهِرَّةِ الَّتِی رَبَطَتهَا فَلَم تُطعِمهَا وَلَم تَدعهَا تَاكُلُ مِن خَشَاشِ الاَرضِ حَتّٰى مَاتَت جُوعاً ثُمَّ جِیءَ بِالجَنَّةِ وَذٰلِكَ حِينَ رَاَيتُمُونِی تَقَدَّمتُ حَتّٰى قُمتُ فِی مَقَامِی وَلَقَد مَدَدتُ يَدَی وَاَنَا اُرِيدُ اَن اَتَنَاوَلَ مِن ثَمَرَتِهَا لِتَنظُرُوا اِلَيهِ ثُمَّ بَدَا لِی اَن لَا اَفعَلَ .))

(رواه مسلم مشكوة ج١ ص ٢٥٥ باب الغضب والعارية)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن ہوا اس دن جب آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو (دو رکعت) نماز پڑھائی جس میں چھ رکوع اور چار سجدے کئے گئے پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو سورج

اپنی اصلی حالت میں میں لوٹ چکا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نے اسے اس نماز میں دیکھا ہے۔ بے شک جہنم کو لایا گیا جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا اس ڈر سے کہ کہیں مجھے اس کا شعلہ (تپش) پہنچے یہاں تک کہ میں نے اس میں چھڑی والے کو بھی دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا ہے اس لیے کہ وہ حاجیوں کے سامان کو لکڑی سے چوری کرتا تھا اور اگر پتا چل جاتا تو وہ کہتا کہ اچانک سامان لکڑی میں اٹک گیا تھا اور پتا نہ چلتا تو وہ اسے لے جاتا۔ اور اس آگ میں میں نے بلی والی عورت کو بھی دیکھا جس نے بلی کو باندھ دیا تھا اور نہ اس کو کھانا دیتی اور نہ اسے چھوڑا تا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھائے یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں بھوکی مر گئی۔ پھر جنت کو لایا گیا وہ اس وقت جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھایا اور میں نے ارادہ کیا کہ جنت کے میووں میں سے کچھ لے لوں تا کہ تم اسے دیکھ لو پھر میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں ایسے نہ کروں۔“

دین دار عورت سے نکاح کرنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۶:

((عَنْ اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تُنكَحُ المَراَةُ لِاَربَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَر بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَت يَدَاكَ .))

(متفق علیه مشکوٰة ج۲ ص۲۶۸ کتاب النکاح)

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کی مالداری کی وجہ سے۔ اس کے حسب نسب کی وجہ سے۔ اس کے حسن کی وجہ سے۔ اس کے دین کی وجہ سے۔ تو تم دین دار کو حاصل کرنا تیرے دونوں ہاتھ بابرکت ہوں۔“

ناحق قتل کی سزا

حدیث نمبر ۳۷:

((عَنِ ابنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَن يَّزَالَ المُومِنُ فِی فُسحَةٍ مِّن دِينِهٖ مَالَم يُصِب دَمًا حَرَامًا .))

(رواه البخاری مشکوٰة ج۲ ص ۲۹۹ کتاب القصاص)

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ہمیشہ اپنے دین کی کشادگی یعنی رحمت میں رہتا ہے جب تک وہ حرام خون کو نہیں پہنچتا یعنی ناجائز خون بہانا اور قتل کرنا۔''

①......شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا

حدیث نمبر ۳۶:

((عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجلًا قَدِمَ الیَمَنِ فَسَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَن شَرَابٍ یَشرِبُونَه بِاَرضِهِم مِنَ الذُّرَّةِ یُقَالُ لَه المِزرُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَو مُسکِرٌ هُوَ ؟ قَالَ نَعم قَالَ کُلُّ مُسکِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَی اللّٰهِ عَهدًا لِمَن یَّشرَبُ المُسکِرَاَن یَّسقِیَه مِن طِینَةِ الخِبَالِ قَالُوا یَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَمَا طِینَهُ الخِبَالِ ؟ قَالَ عَرقُ اَهلُ النَّارِ اَو عُصَارَةُ اَهلُ النَّارِ .))

(رواہ المسلم مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۷ باب بیان الخمر ووعید شاربھا)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مکئی والی شراب کے بارے میں جو ان کے ملک میں پی جاتی تھی جسے مزر بھی کہا جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہ نشہ آور ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا عہد ہے جو شراب پیتا ہے اسے طینۃ الخبال پلائی جائے گی اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم طینۃ الخبال کیا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنمیوں کا پسینہ ہے یا ان کی پیپ۔''

حدیث نمبر ۳۷:

②......شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا

((عَن وَائِلِ الحَضرَمِیِ رضی اللہ عنہ اَنَّ طَارِقَ بنَ سُوَیدِ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنِ الخَمرِ فَنَهَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا اَصنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ النَّبِیُّ اِنَّه لَیسَ بِدَوَاءٍ وَلٰکِنَّه دَاءٌ .)) (رواہ مسلم مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۷ باب بیان الخمر و وعید شاربھا)

''سیدنا وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید نے شراب کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو اس نے کہا کہ میں اسے دوا کے

طور پر استعمال کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔''

جھوٹی قسم کی سزا

حدیث نمبر ۳۸:

((عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیهِ ﷛ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَ مَوتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِندَةَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ الحَضرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِي عَلٰى اَرضٍ لِّي وَقَالَ الكِندِي هِيَ اَرضِي وَفِي يَدِي لَيسَ لَه فِيهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلحَضرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِينُه قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلٰى مَاحَلَفَ عَلَيهِ وَلَيسَ يَتَوَرَّعُ مِن شَيءٍ قَالَ لَيسَ لَكَ مِنهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانطَلَقَ لِيَحلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا اَدبَرَ لَئِن حَلَفَ عَلٰى مَالِهِ لِيَاكُلَه ظُلمًا لَيَلقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنهُ مُعرِضٌ .))

(رواه مسلم مشكوٰة ج۲ ص ۳۲۷ باب الاقضية والشهادات)

''سیدنا علقمہ بن وائل ﷛ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص حضر موت سے آیا اور ایک شخص کندہ سے آیا تو حضرت شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور کندی نے کہا کہ وہ زمین میری ہے اور اس پر اس کا کوئی حق نہیں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے حضرمی سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہ ہے ؟ اس نے کہا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تیرے لیے اس پر قسم ہے یعنی تجھے اس سے قسم لینی ہے۔ (حضرمی) نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ شخص فاسق ہے جس چیز پر قسم اٹھاتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا اور یہ کسی چیز سے بھی احتیاط نہیں کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس قسم کے علاوہ تیرے لیے اور کچھ نہیں ہے پھر وہ کندی شخص قسم اٹھانے کے لیے چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا جب اس نے پیٹھ پھیری اگر اس نے اس کے مال پر اس لیے قسم اٹھائی ہے کہ وہ اس کا مال ناحق کھا لے تو وہ ضرور اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے منہ موڑنے والا ہوگا۔''

مجاہد کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۹:

((عَنْ اَبِي هُرَيرَةَ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ انتَدَبَ اللّٰهُ لِمَن خَرَجَ فِي

سَبِیلِہٖ لَا یُخرِجُه اِلَّا اِیمَانٌ بِی وَتَصدِیقٌ بِرُسُلِی اَن اَرجِعَه بِمَا نَالَ مِن اَجرٍ اَو غَنِیمَةٍ اَو اُدخِلَهُ الجَنَّةَ .)) (متفق علیه مشکوٰة ج۲ ص۳۲۹ کتاب الجهاد)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا ذمہ اٹھایا ہے جو اس کی راہ میں نکلا اس کو صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کسی دوسری چیز نے گھر سے نہیں نکالا میں اسے اس کے حاصل کرنے والے اجر کے ساتھ لوٹاؤں گا یا غنیمت کے ساتھ یا اسے میں جنت میں داخل کروں گا۔''

حرام جانور اور پرندہ

حدیث نمبر ۴۰:

((عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهٰی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَن كُلِّ ذِی نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِی مِخلَبٍ مِّنَ الطَّيرِ .))

(رواه مسلم مشکوٰة ج۲ ص ۳۵۹ باب یحل اکله وما یحرم)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ناخن والے چیر پھاڑ کرنے والے جانور اور پنجے میں پکڑ کر کھانے والے پرندے سے منع فرمایا۔''

''مقالات راشدیہ'' اور صاحب مقالات

باب الاسلام سندھ میں آباد راشدی خاندان کے گل سر سبد شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ اپنے تبحر علمی و تحقیقی ، ذوق مطالعہ ، وسعت معلومات ، کتاب دوستی ، دینی علوم میں کامل دسترس ، فہم و بصیرت ، صلاح و تقوی ، نیکی ، دینداری ، حسن اخلاق ، منکسر المزاجی ، قرآن و سنت سے گہری وابستگی مسلک اہل حدیث سے والہانہ شغف اور علم و عمل کے اعتبار سے منفرد اوصاف و کمالات کے حامل عالم دین تھے۔

موصوف **10** جولائی **1925** کو **سید احسان اللہ شاہ راشدی** رحمہ اللہ کے گھر پیدا ہوئے اور **71** سال کی عمر میں انہوں نے **8** جنوری **1996** کو وفات پائی اور اپنے آبائی علاقے میں آسودۂ لحد ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کی دینی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز توحید و سنت کی شمع کو فروزاں کرنا تھا۔ آپ نے ناگفتہ بہ حالات کے باوجود غیر شرعی رسوم و عوائد کے خلاف آواز حق بلند کی اور توحید و سنت کا بول بالا کیا۔ اس سلسلے میں انہیں کٹھن حالات اور مصائب سے نبرد آزما ہونا پڑا لیکن وہ لومۃ لائم کی پروا کیے بغیر ثابت قدمی سے اپنے مشن پر گامزن رہے اور انہوں نے دین کے ہر میدان میں انتھک محنت اور جدوجہد کی اور اس کے بہت اچھے اثرات ظاہر ہوئے۔ خصوصاً انہوں نے قلمی جہاد بڑے جاندار قلم سے کیا اور بڑی گراں قدر تصانیف اور تحریریں صفحہ قرطاس پر مرتسم کیں۔

پیش نگاہ **مقالات راشدیہ** کی **جلد پنجم** حضرت شاہ صاحب کے انہی گراں قدر مقالات کا دلآویز مجموعہ ہے۔ جسے ہمارے فاضل دوست شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ نے نہایت خوبصورت پیرائے میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ راشدی خاندان کے اہل علم کی علمی نگارشات کو مولانا افتخار احمد صاحب جس شوق اور عزم سے شائع کرا رہے ہیں اس سے ان کی علم دوستی اور راشدی خاندان سے گہری محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا افتخار احمد الازہری اور ان کے تدریسی ادارے **جامعہ بحر العلوم السلفیہ** کے لائق صد احترام اساتذہ اور منتظمین حضرات کو اللہ جزائے خیر دے کہ جو اس عظیم علمی کام کی اشاعت میں دن رات مصروف عمل ہیں۔

محمد رمضان یوسف سلفی
فیصل آباد